



مَقْدَمُ شَيْخِ الْبَيْضِ فُلَانِي

الْمَشَاة

اَمَّا كَذَلِكَ كَيْفَ كَيْفَ

لَمَّا فِي

اَوَّلَ الشَّيْءِ نَزِيلِك

لِلْعَبْدِ الضَّعِيفِ مُحَمَّدٍ مُوسَى الرَّوْحَانِي الْبَارِي

مَكْتَبَةُ مَدَنِيَّةٍ

م. أ. ر. د. ب. أ. ر. د. لا. أ. ر. د. فون: ٤٢٢٨٩٤٤ / ٤٢٢٢٣٩

مَقْدَمُ شَيْخِ الْبَيْضِ فُلَانِي

مُحَمَّدُ مُوسَى الرَّوْحَانِي الْبَارِي

مَقَامُ مَنَاجِدِ الْبَيْضِ وَادِي

الْمَسَاءِ

اَمْثَلُ الْعَالَمِيَّاتِ

لِمَا فِي

اَنْوَالِ الْعَالَمِيَّاتِ

لِلْعَبْدِ الضَّعِيفِ مُحَمَّدٍ مُوسَى الرَّوْحَانِي الْبَارِزِيِّ عَفَا اللَّهُ عَنْهُ وَعَافَاهُ
اُسْتَاذُ الْحَدِيثِ وَالتَّفْسِيرِ بِالْجَامِعَةِ الْاَشْرَفِيَّةِ، لَاهُورَ

الْبَحْرُ الْأَوَّلُ فِي الثَّانِي

مَكْتَبَةُ مَكْنَسِي

فون ۴۲۲۲۶۹ اُردو بازار ○ لاہور ۴۲۲۸۹۴۴ فون

مَقَامَتِ شَيْخِ الْبَيْضَوَى

المسماة

امثال التكميل

لما في

انوار التنزيل

للعبد الضعيف محمد موسى الروحاني البازي عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحديث والتفسير بالجامعة الاشرفية، لاهور

الجزء الأول



مكتبة مكنيا

فون ٤٢٢٢٢٦٩ اردو بازار ○ لاهور ٤٢٢٨٩٤٤ فون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد للرب العالمین والصلاة والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اَمَّا بَعْدُ
کتاب بذموم بہ اثنا تکمیل میری شرح انوار التنزیل کا مسوط مقدمہ ہے۔ انوار التنزیل للفاضل البیضاوی کی شرح جو اس بذم
عاجز ضعیف کی تصنیف کے نہایت مفصل شرح ہے اندازہ ہے کہ پچاس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ میری شرح بذم کا نام ہے
ازہار التسهیل فی شرح انوار التنزیل۔

مقدمہ یعنی اثنا تکمیل مباحث متفرقہ مفیدہ و تحقیقات بدیعہ تاریخیہ نحو یہ ادبیہ کلامیہ حدیثیہ تفسیریہ عابدیہ پر مشتمل ہے
میری طبیعت جدت پسند ہے۔ اس واسطے مباحث علمیہ کے بیان میں میری عقل ناقص استخراج طرق جدیدہ و سبک
مسائل غیر مسلوکہ میں کوشاں رہتی ہے۔ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اثنا تکمیل کی تصنیف میں جو اسلوب اس عاجز نے منتخب کیا
سلسلہ مقدمات کتب میں یہ لطیف طریقہ ہے جو جدید ہونے کے علاوہ بہت زیادہ نافع بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جدید طریقہ نہایت
دشواری گزار ہے۔ کیونکہ اس کے لیے صرف ایک فن کے مسائل پر اطلاع کی بجائے متعدد علوم کے مسائل پر یکاھتھا مطلع
ہونا ضروری ہے۔ ایک ہی وقت میں فنون متعددہ کے اصولوں مبادی کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق
معلومات جمع کر کے کلام کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ فن احد کی کتابوں کا مطالعہ کمر کے ان سے انتخاب مسائل بحرنا اتنا
مشکل نہیں ہے جتنا مشکل متعدد علوم کی کتابوں سے اخذ و استفادہ ہے۔

اثنا تکمیل میں کئی فنون کے اہم مباحث و مسائل جمع ہیں جو برہمی محبت بہت سی کتابوں کی اوراق گردانی کے بعد
حاصل ہو سکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ہماری اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے کسی کتاب میں مندرج شواہد شرعیہ کی
تفصیل میں متقل تا لیف بحرنا سلف میں معروف و مقبول طریقہ ہے۔ اس قسم کی تالیف کے کتاب سے متعلق شعرا و اشعار کے
بائے میں تاریخی ادبی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں اور یہ ایک بڑا نفع ہے۔ تاہم یہ کتاب سے متعلق ایک قسم کا جزئی فائدہ
اور خاص نفع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعلیم فائدہ اولیٰ ہے۔ فوائد کا دائرہ جتنا وسیع ہو یہ بہتر و احسن ہے۔

میری کتاب بذم کے موضوعات فوائد و مباحث کا میدان طویل و عریض ہے۔ کتاب بذم تفسیر ضیائی میں مذکور شعرا کی تاریخ
کے علاوہ تراجم فہمین تراجم قرآن و رواۃ فرائخ بلا و احوال حیوانات احوال ملوک مسائل ادبیہ فرق اسلامیہ و ان کے عقائد کی
توضیح تاریخ انبیاء علیہم السلام احوال حقیقت ملائکہ علم علیہم السلام بسط احوال قبائل اصول تفسیر یہ تفصیل شرح و حاشی تفسیر ضیائی
و دیگر فوائد عظیمہ شریعہ امور متعلق تفسیر بذم پر حاوی گو یا کہ یہ کتاب مختصرنا حکومہ پیدا ہے جس میں متعدد علوم فنون کے مباحث مسائل
میں اثنا تکمیل میں احقر کے تقریباً دس اہم مسائل بتا مایا یا بتلخص مایا میں ہیں۔ یہ مسائل ایسا اہم و اہمیت مہ دہنے میں
اضافہ کے موجب ہو گئے۔ یہ کتاب چونکہ علماء طلبہ مدرّس عرب کے لیے لکھی گئی ہے اس لیے کہ بہت سی عبارات و تراجم درج ہیں
وئے کہ شرفاء کے فضل و کرم سے اہل علم طلبہ دانشور کے نزدیک یہ کتاب مثل عار و بار محسوب و مقبول ہو جائے کہ لیے
تکمیل علم و تسہیل شکلات کا ذریعہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

فصل

اس فصل میں اُن اعیان و شعراء کے تراجم و احوال درج کیے جاتے ہیں، جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اول (تا آخر سورہ بقرہ) میں مذکور ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ۔ سورہ فاتحہ کے آخر میں بحث آمین میں آپ مذکور ہیں۔ ہوا نس بن مالک بن النضر بن ضمضم الانصاری الخوزرجی البخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ خادم نبی علیہ السلام ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ترکاری و سبزی کا نام ہے جو انسؓ کو پسند تھی۔ اُمّ سلیم آپ کی والدہ ہیں جو انصاریں وانا و افضل صحابیہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ (تہذیب) دس سال آپ نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

آپ مکثرین الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کے کل ۲۲۸۶ احادیث مروی ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں۔ ۸۳ پر بخاری اور ۷۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی۔ مال دار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لیے تین دعائیں کیں۔ فرمایا اللھم ارحمہ ما کلاً وولداً وبارک لہ فیہ قال انسؓ فلقد دفنت من صلبی سوی ولد و لدی مائتہ و خمسۃ و عشرين و ان ارضی لتثمر فی السنۃ مرتین۔ مرآۃ الطبرانی وغیرہ۔ ایک اور روایت میں ہے:- فقالت (ای امی) یا رسول اللہ انس ادع اللہ لک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اکثر مالک وولدہ وادخلہ الجنة قال قد ایت اثنتین وانا رجوا الثالثہ وروی الیترمذی کان لہ بستان یحلب الفاکھتہ فی السنۃ مرتین وکان فیہ ریحان ویحی مند ریح المسک۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے بعد بصرہ میں منتقل رہائش اختیار کی اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کان اخر الصحابۃ موتاً بالبصرۃ۔ جنک بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔ مری ابن السکن بسندہ عن ثابت البنانی قال قال لی انس ابن مالک ہذہ شعرة من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضعہا تحت لسانی قال الراوی فوضعہا

(ای عند الموت) تحت لسانہ فدُفن وہی تحت لسانہ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تیز اندازی میں بڑے ماہر تھے ۔

قال ابن قتیبۃ فی المعارف ثلاثۃ من اهل البصرۃ لم یوتوا حتی رأی کل واحد منهم ماشۃ ذکر من صلبہ انس بن مالک وابوبکرۃ وخلیفۃ بن بدہ ۔

آپ کی عمر وفات کے وقت سو سال سے متجاوز تھی ۔ بوقت ہجرت آپ دس سال کے تھے آپ کی تاریخ وفات حسب اختلاف علماء ومؤرخین ۹۳ھ یا ۹۴ھ ہے ۔

ابن سیرین رحمہ اللہ عز وجل ۔ آیت اوکصیب من السماء اور آیت فصیام ثلاثۃ ایتام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم لایمہ کے بیان میں مذکور ہیں ۔

هو محمد بن سیرین الانصاری مولیٰ ابی بکر البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ
ابن سیرین رحمہ اللہ تابعی جلیل القدر فقیہ و حدیث تفسیر و تعبیر رویا، زہد و تقویٰ و عبادت میں امام و مقدم ہیں ۔ کان ابوہ سیرین من سبی عین التمر و هو مولیٰ انس بن مالک و کاتبہ علیٰ عشرين الف درہم فاذا ہا و عتیق کذا قال النبی فی التہذیب ۔ ابن قتیبہ کتاب معارف میں لکھتے ہیں، ابن سیرین کی والدہ کا نام صفیہ تھا ۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں ۔ سیرین کے ساتھ صفیہ کی شادی میں اوزکحاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ ۱۸ بدری بھی شریک تھے ۔ ان میں سے ایک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے ۔ اسی مجلس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ دعا کر رہے تھے اور باقی صحابہ و حاضرین آمین کہتے جاتے تھے ۔ صفیہ کو تین ازواج نبی علیہ السلام اُتہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے خوشبو لگائی اور دعائیں دیں ۔ متعدد اہیات الاولاد سے سیرین کے ۲۳ بچے پیدا ہوئے ۔ متعدد صحابہ مثل ابی ہریرہ و ابن الزبیر و ابن عمر و عدی بن حاتم وغیرہ سے سماع کیا ۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں ادراک الحسن البصری من اصحاب النبی علیہ السلام ماشۃ و عشرين وادراک ابن سیرین ثلاثین منہم ۔ حضرت عثمان کی شہادت سے دو سال قبل ابن سیرین پیدا ہوئے ۔ آپ سے شعبی و ایوب و قتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں قال ابن عون کان ابن سیرین یحدث بالحديث علی حرفہ ۔ تمام محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ہیں ۔ تاریخ بغداد میں خطیب فرماتے ہیں کان ابن سیرین احد الفقہاء المذکورین بالورع فو قہ علم تعبیر رویا میں امام تھے ۔ کل امت کے نزدیک آپ اس فن کے امام ہیں ۔ آپ نیل وغیرہ کے بڑے تاجر اور بڑے دو قند تھے، لیکن پھر تنگ دست ہوئے بڑے مفروض ہوئے اور قرض خواہوں کے

مطالبہ پر مدت تک جیل خانہ میں رہے۔ جیل خانہ کے داروغہ نے آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے خفیہ طور پر آپ سے کہا اداکان اللیل فاذهب الی اهلك و اذا أصبحت فتعال فقال لا والله لا أعینک علی خیانتہ السلطان۔

مفروض ہونے کا سبب بھی عجیب ہے جو آپ کے ورع و تقویٰ کی دلیل ہے۔ خطیب غیرہ لکھتے ہیں:- سبب حبسہ انہ اشتری زیتاً باریعین الف درهم فوجد فی رقبہ فاقرة فقال الفاقرة كانت فی المعصرة فصبت الزیت کله وکان یقول عیرت رجلاً بشئ من الفقر من ثلاثین سنة احسبنی عوقبت بہ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے عن هشام قال اوصی انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ان یغسلہ محمد بن سیرین فقیل لہ فی ذلک وکان محبوباً فقال انا محبوب قالوا قد استأذنا الہمیر فاذن لک قال ان الہمیر لم یحبسنی انما حبسنی الذی لہ الحق فاذن لہ صاحب الحق فخرج فغسلہ۔

آپ ورع و تقویٰ میں بے نظیر تھے۔ مورتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ملکہ ایت رجلاً افقد ذورعہ ولا ادرع فی فقہہ من ابن سیرین۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں لم یکن کوفی ولا بصری ورجع مثل دیرج ابن سیرین۔ بڑے منس مکھ تھے۔ رات کو روئے تھے اور دن کو لوگوں کے سامنے نہستے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ضرور کچھ کھلاتے تھے۔ وعن ام عباد امراة هشام قالت کنا نزولاً مع محمد بن سیرین فی دارة فکنا نسمع بکاء باللیل وضوکہ بالنهار وعن بعض ال سیرین قال ما سرائت محمد بن سیرین یکلہ امة قط الا وهو یضرع۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے اذا اتقی العبد فی الیقظة لا یضرہ ما روی لہ فی النوم وکان الرجل اذا سألہ عن الرؤیا قال لہ اتق اللہ فی الیقظة لا یضرک ما سرائت فی المنام۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں سرائت محمد بن سیرین فی الشوق فما راہ احد الا ذکر اللہ تعالیٰ و کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔ سری بن یحییٰ فرماتے ہیں کان ابن سیرین ربما ضحک حتی یستلقی ویمد رجليہ وکان کثیر المراح وکان یقول الرمان بین الفاکہة کجبریل بین الملائکة۔ وروی هشام عنہ قال لم تُر هذه الحصة التي فی افاق السماء حتی قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہا ولم تُفقد الخیل البلی فی المغازی حتی قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔ شاید اس میں فرشتوں کے نزول و نصرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مغازی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے خیل بلیق پر سوار نظر آتے تھے۔ البلی مختلف الالوان گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ البلیق کی جمع بلیق ہے۔

ابن سیرین سے کسی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں خواب میں اڑ رہا ہوں فقال انت راجل

تکثر المنیٰ حاصل مطلب یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم سوچتے بہت ہو اور بے فائدہ خیالات و افکار میں عقل دوڑاتے ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سے نودون بعد بصرہ میں سالۃ میں ابن سیرین رحمہ اللہ نے وفات پائی اور شوال کا مہینہ تھا۔

قائدہ۔ نجات و علماء عربیت و مفسرین یہ مقولہ کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں جالس الحسن او ابن سیرین اور یہ مقولہ جالس الحسن و ابن سیرین۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے میں اذ تساوی بغیر تنگ کے لیے ہے اور دوسرے میں واو معنی او ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے اس تفسیر میں یہ دونوں مقولے ذکر کیے ہیں اس قول کی ابتداء کی وجہ دو ہیں۔

وجہ اول یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرینؒ دونوں بصرہ کے باشندے تھے دونوں بڑے بزرگ و عالم و مرجع خلافت ہونے کے ساتھ معاصر بھی تھے۔

ہر ایک کا حلقہ جدا تھا جس میں بہت سے معتقدین حاضر ہوتے تھے اور علوم دینیہ اور نصاب و مکالم اخلاق حاصل کرتے تھے۔

لیکن بنظاہر دونوں حلقوں میں قدرے فرق تھا، وہ یہ کہ ابن سیرینؒ کثیر الضحک المزاح تھے بخلاف حسن بصریؒ کہ ان کی مجلس میں ضحک و مزاح برائے نام بھی نہ تھے۔ ان کی مجلس میں بکار و حزن آخرت کا غلبہ تھا۔ مری مطر الوراق قال کان للحسن کا نماکان فی الاخرة فهو یخبر عمارای وعاین۔ کذا فی تہذیب النووی ج ۱ ص ۱۶۲۔ حافظ ابو نعیمؒ ابراہیم بن عیسیٰؒ سے روایت کرتے ہیں قال مارأیت احداً اطول حزناً من الحسن ومارأیت قط الا حسبتہ حدیث عبد مصیبہ۔ نیز وہ حرم بن ابی حزم سے روایت کرتے ہیں قال سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الہ الا ہو ما یسمع المؤمن فی دینہ الا الحزن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۳۳ اس فرق کی وجہ سے لوگ آپس میں اپنی مجالس میں دونوں کا یہ فرق بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین۔

یعنی اس ظاہری فرق کے باوجود علوم و امور آخرت کے اعتبار سے دونوں حلقے برابر ہیں کیونکہ دونوں آخرت کی ترغیب دیتے ہیں۔

وجہ دوم۔ اس ظاہری فرق کے باوجود دونوں بزرگوں میں قدرے نجش و ناراضگی بھی تھی کما صرح بہ بعض المؤمنین۔ تاہم وہ ایسی نجش نہ تھی جو آج کل عوام میں معروف ہے بلکہ اس کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم و اکرام کرتے تھے۔

تو عام لوگ کہتے تھے جالس الحسن اور ابن سیرین یعنی ہم ان کی نجش میں دخل نہیں دے سکتے، دونوں بزرگ و عالم ہیں اور ہمارے لیے دونوں کی مجلس موجب برکت ہے خواہ حسن کی مجلس ہو خواہ ابن سیرین کی۔ رحمہما اللہ عز و جل۔

- ابو الشعثاءؒ: شرح ہدیٰ للمتقین میں مذکور ہیں۔

ہو سلیم بن اسود بن حنظلۃ ابو الشعثاء المحاربی الکوفیؒ: آپ مشہور تابعی ہیں۔ ابو الشعثاء روایت کرتے ہیں عمر و ابوذر و حذیفہ و ابن مسعود و سلمان فارسی و ابن عباسؓ ابوہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیٹا اشعث بن سلیم و ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر و حبیب بن ابی ثابت و عبدالرحمن بن اسود وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام احمدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: صحیح ثقہ۔ وقال ابو حاتم لا یسأل عن مثله قال للنسائی ثقہ۔ قال ابن عبد اللہ اجمعوا علی انه ثقہ۔ وقال ابن حزم فی المحلی سلیم بن اسود مجهول فکان ابن حزم ما عرف ان ابا الشعثاء هذا اسمہ۔ کذا فی التہذیب۔

تاریخ وفات ۸۵ھ ہے۔

امرو القیسؒ الصحابی رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر آیت ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام الاٰیۃ میں مذکور ہیں۔

ہو امرؤ القیس بن عابس بن المنذر الکندیؒ: آپ صحابی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔ یہ وہ امرؤ القیس نہیں جو صاحب معلقہ و ملک ضلیل کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ صاحب معلقہ کفر پر مرا ہے اور ظہور اسلام سے پہلے تھا۔ اور صاحب ترجمہ امرؤ القیس کندی جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگ یرموک میں شریک تھے۔

ابن عبد البر استیعاب ج ۱ ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں: صحبۃ و شہد فح النخیر و هو حصن باليمن ثم حضر الکندیین الذین ارتدوا فلما خرجوا لیقتلوا وثب علی عمدہ فقال له و یحٰث یا امرؤ القیس اقتل عمتک فقال له انت عمتی واللہ عز و جل ربی فقتلہ و هو الذی خاصم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سربیعۃ بن عیدان فی ارض فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتینک قال لیس لی یتینۃ قال یمینہ انتہی بزیادۃ من الاصابۃ۔

و روی الطیالسی باسناده عن علقمۃ بن وائل بن جحر عن ابيہ قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ

علیہ السلام فاتاہ خصمان فقال احملوا رسول الله هذا اتي على ارضي في الجاهلية وهو امر القيس بن عابس
الكندی وخصمه ربیعة بن عیدان فقال الاخری ارضی از رعاها الحديث -

ابن کن فرماتے ہیں وہاں میں ثبت علی الاسلام وانکر علی الاشعث ارتدادہ -

فائدہ - قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں امر القیس رضی اللہ عنہ کے خصم کا نام عبدان الحضرمی لکھا
ہے - صحیح ربیعة بن عیدان ہے - کما علم من البیان المتقدم -

قاضی بیضاوی کے اس قول کا ماخذ بعض مفسرین کی یہ روایت ہے ذکر مقاتل فی تفسیرہ انہ الذی
خاصم امر القیس بن عابس الکندی فی ارضہ وفیہ نزلت ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنًا
قلیلًا الایۃ ووقع فی تفسیر المادرجی اسمہ عبدان بن ربیعة کذا فی الصابۃ ج ۲ ص ۵۱ فی ترجمۃ عبدان
ابن اسود الحضرمی - لیکن صحیح یہ ہے کہ اس خصم کا نام ربیعة بن عیدان ہے نہ عبدان بن اسود اور نہ عبدان
ابن ربیعة تفسیر بیضاوی کے بعض نسخوں میں عبدان بالباء الموحدة بعد العین ہے - یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ
عبدان بالباء المثناة بعد العین ہے -

امر القیس الشاعر - تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین اور تفسیر ولو شاء اللہ لذهب
بمعہم وابصارہم الایۃ میں مذکور ہے -

ہو امر القیس بن حجر بن الحارث بن عمرو الشاعر المشہور صاحب المعلقة

امر القیس کا نام حنظل تھا - امر القیس اس کا لقب ہے - وفی الخزائن ج ۱ ص ۲۹۹ و امر القیس
لقب له لقب بہ بحملہ وذلك لان الناس قیسوا الیہ فی زمانہ فکان افضلہم اہ وقیل ان معنایہ جل
الشدۃ - ملک ضعیف بھی اس کا لقب ہے - کنیت ابو وہب و ابو زید و ابو الحارث ہے - اس کا زمانہ اول
قرن سادس میلادی ہے - ظہور اسلام سے کچھ پہلے گزر رہا ہے - اس کا باپ حجر بنو اسد و غطفان وغیرہ کا
۶۰ سال تک بادشاہ رہا - امر القیس بڑا شہیر تھا - بنو اسد کی عورتوں کو تنگ کرتا تھا - ان سے متعلق
اشعار کہتا تھا - لوگوں نے اس کے باپ سے شکایت کی - حجر نے ربیعہ کو اس کے قتل پر مامور کیا - ربیعہ نے
جو ذری آنکھیں حجر کو پیش کر کے یہ دکھایا کہ امر القیس قتل کر دیا گیا - حجر بعد میں پشیمان ہوا تو ربیعہ نے کہا
میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ چھپا دیا - باپ کی نصیحت پر بدکرداری سے باز نہیں آیا تو اسے جلا وطن کر دیا -
حنظل مختلف علاقوں میں گھومتا رہا - آوارہ رفقا کی ٹولی بنا کر لوٹ مار کرتے اور جنگل بیا بانوں میں عیش کرتے
ہے - اس حالت میں اسے اپنے باپ حجر کے قتل کی اطلاع ملی کہ بنو اسد نے اسے قتل کر دیا - سبب قتل
یہ تھا کہ بنو اسد نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ حجر کی فوج نے ان پر حملہ کیا بے قتل کر دیے گئے لاکھوں سے حجر قتل کر رہا

فَمُتُوا عِبِيدَ الْعَصَا - بہت سے اشراف قید ہوئے۔ بعدہ انہیں معاف کر دیا۔

بنو اسد نے چھپ کر حجر پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ حجر نے وصیت میں سارا قصہ لکھوایا اور ایک معتد کو وہ رقعہ مع اسلحہ و خیل وغیرہ دے کر کہا کہ میرے بیٹوں میں سے جو میری موت پر غم کا اظہار نہ کرے اسے یہ دیدینا۔ حنذج کے سوا سب نے اظہارِ جزع و فزع کیا۔ اطلاعِ موت کے وقت وہ ندیا کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا، اس وقت تو شراب نہ چھوڑی بعد میں کہا لَقَدْ ضَيَعْتُ حَجْرًا صَغِيرًا وَحَمَلْتُ دَمًا كَبِيرًا وَآلِيَّ اَنْ لَا يَأْكُلَ لَحْمًا وَلَا يَشْرَبَ خَمْرًا وَلَا يَدَّ هَنْ بَدَّ هِنْ وَلَا يَصِيبُ امْرَاةً وَلَا يَغْسِلُ رَأْسَهُ حَتَّى يَقْتُلَ مِنْ بَنِي اسد مَا شَاءَ وَيَحْزَ نَوَاصِيَ مَا شَاءَ۔ حنذج نے قبائل متفرقہ بنو بکر و بنو تغلبہ وغیرہ کی فوج لے کر بہت سے بنو اسد کو قتل کیا لیکن اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس کی فوج اس کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو حنذج قبائل میں گھومتا رہا اور فوج و مدد مانگتا رہا۔ منذر بادشاہ حیرہ اس کے خلاف تھا منذر کے ڈر سے ہر ایک قبیلہ نے حنذج کو پناہ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اپنی بیٹی ہند کو لیے در بدر ٹھوکتا رہا۔ پھر وہ قیصر کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ قیصر نے اس کی بڑی نگریم کی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا مگر جب حنذج واپس ہوا تو کسی نے قیصر کو بتایا ان حنذج کا کان پر اسل استنک و یواصلہا و هو قاتل فی ذلک اشعاراً یسھرہا بھا فی العرب فیفضحہا ویفضیک۔ قیصر نے اس کے پیچھے ایک شخص کو مسموم ریشمی جوڑا دے کر بھیجا اور کہا کہ حنذج کو کوہ کریم کے لیے خاص تحفہ ہے۔ حنذج نے وہ پسن لیا اور اس کے زہریلے اثرات سے راستہ میں مر گیا۔ بقول بعض مؤرخین وہ انقرہ میں مرا۔ تاریخ وفات اسلام سے قبل ۳۳۰ یا ۳۳۱ء ہے۔

قال الاصمعی ان کثیراً من شعراء امی القیس کان للصعالب الذین انقضوا الخکنفہ وقال الراشی ان کثیراً من ہذا الشعر کان لاولئک الفتیان الذین صحبوا امرأ القیس۔
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ہذا رجل رفیع فی الدنیا حاصل فی الآخرۃ
شریف فی الدنیا و ضعیف فی الآخرۃ یعنی یوم القیامۃ حاملاً لواء الشعر الی الناس۔ کذا فی بعض الکتاب
والتفصیل فی مقدمۃ دیوانہ لحسن السدبلی۔

فائدہ - آمدی نے کتاب مؤلف و مختلف میں لکھا ہے کہ عرب میں دس شعراء کا نام امرؤ القیس تھا۔
ان میں سے ایک یعنی امرؤ القیس بن عانس کندی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ صاحب قاموس نے دو صحابی
اور ذکر کیے ہیں۔ ایک امرؤ القیس بن الاصح الکلبی دوم امرؤ القیس بن الفاخر بن الطماح۔ کذا فی خزائن
البغدادی ج ۱ ص ۳۰۴۔

صاحب خزانہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاموس میں بارہ اموالِ قیس کا ذکر ہے حالانکہ اس میں مادہ قیس میں گیارہ مذکور ہیں۔ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سولہ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ حسن سند بی نے ۲۵ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ مراقسہ اموالِ قیس کی جمع ہے ان کی تفصیل اخبارِ مراقسہ ص ۸ پر ملاحظہ ہو۔

ابو جہل بیان ان الذین کفروا سوء علیہم ءانذرتهم امر لم تنذرهم میں مذکور ہے۔

هو عمر بن هشام بن المغيرة بن عبد الله بن عمر القرشي المخزومي -

ابو جہل قریش کا سردار تھا۔ اس کے فیصلے کو سب تسلیم کرتے تھے اس کی کنیت ابو العکم تھی۔ یعنی اچھے فیصلے کرنے والا۔ نبی علیہ السلام نے اسے ابو جہل کہا۔ اسلام کا عظیم دشمن اور مسلمانوں کو بہت اذیت دینے والا تھا۔ جنگ بدر میں ۲۰؎ میں قتل کیا گیا۔ ابو جہل کے قاتل عمرو بن الجموح و ابن عوف انصاری ہیں۔ و فی کتب السنن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان راہ مقتولاً قال قتل فرعون هذه الامم۔ ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ جلیل الشان صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوات میں ان کی بہادری کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت لابی جہل عندنا فی الجنة فلما اسلم عکرمہ قال اقر سلمة هذا هو ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ۔ تفسیر یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصص الا یہ اور واذ القوال الذین امنوا قالوا امنا میں مذکور ہیں۔

هو عبد الله بن أبي قحافة عثمان بن أبي عامر القرشي التيمي رضي الله عنه -

آپ کے والد ابو قحافةؓ اور والدہ ام الخیر بنت صخر بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں۔
قال العلماء لا يعرف امر بعة متناسلۃ بعضهم من بعض صحابوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا ال ابی بکر الصديقؓ وهم عبد اللہ بن اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافة۔ فہؤلاء الامر بعة
صحابة متناسلۃ و ايضا ابو عتيق بن عبد الرحمن بن ابی بکر بن ابی قحافة رضی اللہ عنہم۔

آپ کا نام بقول صحیح عبد اللہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک نام عقیق ہے۔

لیکن جمہور محققین کے نزدیک عتیق آپ کا لقب ہے نہ کہ اسم اور اس لقب کی وجہ مختلف ہیں۔
 اول یہ ہے کہ آپ عتیق من النار ہیں۔ وقیل لحسن وجمالہ قالہ لیت بن سعد۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ عَقِبَ اللَّهِ مَنْ النَّاسُ مِنْ يَوْمَئِذٍ سَمِعِي عَقَبًا - رواه الترمذي - أبو بكر وعمر رضي الله عنهما قال قل هو الله - انتهى

قال مصعب بن الزبير ر.

- حضرت صدیقؓ واقعہ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ نبی علیہ السلام آپ سے اڑھائی یا تین سال بڑے تھے۔

آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں بلکہ اسبق الی الاسلام ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفیق تھے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی ہجرت میں اور غار ثور میں اور تمام مغازی میں شریک رہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ خلیفہ رسول اللہؐ ہوئے مسلمانوں نے آپ کو خلیفہ رسول اللہؐ کا لقب دیا۔

کتاب اصابع میں ہے سَمِعْتُ عَتِيقًا لَنَا قَدِيمًا فِي الْخَيْْرِ قِيلَ سَمِعْتُ عَتِيقًا لِعَاتِقَةَ وَجْهًا -
علامہ دولابیؒ کتاب کُنْی میں لکھتے ہیں کَانَتْ أُمُّ أَبِي بَكْرٍ لَا يَعْيشُ لَهَا وَلَدٌ فَلَمَّا وَلَدَتْهُ اسْتَقْبَلَتْ بِهَا الْبَيْتَ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا عَتِيقُكَ مِنَ الْمَوْتِ فَهَبْ لِي -

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور اسلام سے قبل بھی قوم میں محبوب تھے۔ اور تمام قریش میں علم انساب کے زیادہ ماہر تھے۔ تجارت کرتے تھے اور صاحب مکارم اخلاق تھے۔ اسلام پر آپ کے بڑے احسانات ہیں۔ آپ کی کوشش و ترغیب سے عثمان و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمن بن عوف مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم۔

اسلام لاتے وقت آپ کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے جو اُس وقت بہت بڑی دولت تھی اور یہ ساری دولت اسلام پر خرچ کر دی، کبھی مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے اور کبھی دیگر مسلمانوں کی نصرت و مدد کرتے تھے۔ مدینہ منورہ آتے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے پھر وہ بھی اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کر دیے۔ مسجد نبویؐ کی زمین آپ کے مال سے خریدی گئی لہذا تاقیامت اس میں نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی ملتا ہے گا۔

آپ کو قرآن نے صاحب النبی کہا ہے اور آپ کے بارے میں لا تحزن وارد ہے اور آپ کو معیۃ اللہ حاصل ہونے کی خوش خبری قرآن میں دی گئی ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اَلَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ اِذَا ضَرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِي اَشْتِيْنَ اِذْ هُمْ فِي الْغَايِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاخِرُنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

وفی الصّحیحین من حدیث النّسّ ان النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا بی بکروہما فی الغار ما ظنّک بالتّین اللّٰہ ثالثہما۔ آپ نبی علیہ السلام کے محبوب ہونے کے ساتھ محبوب بھی تھے۔ وفی الصّحیح عن عمر بن العاص قلت یا رسول اللّٰہ ایّ النّاس احبّ الیت قال عاشتہم قلت من الرجال قال ابوہا۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کان لیسعی الا و اہلرافتہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے
عند بعض العلماء حضرت خدیجہؓ وعند البعض حضرت علیؓ اول مسلم ہیں۔

میمون بن مہران کہتے ہیں لقد آمن ابو بکرؓ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمن بجلاء الراهب
واختلف بینہ و بین خدیجۃ حتی تزوجھا و ذلک قبل ان یولد علی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا لقب صدیق ہے۔ صدیق مبالغہ ہے تصدیق میں۔
حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ابو بکرؓ کو یہ لقب دیا ہے و سبب تسمیتہ اندہا دسرا الی
تصدیق رسول اللہ علیہ وسلم ولا زہم الصدق ولم یقع منہ دقۃ فی حال من الاحوال۔

آپ اہل صحابہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں جب یہ فرمایا ان عبداً خیرۃ اللہ بین
الدنیا و بین ما عند اللہ تو آپ رونے لگے اور سچے گئے کہ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی
طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت بھی آپ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ حضرت صدیقؓ کی
احادیث مرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲ ہیں جن میں چھ متفق علیہ ہیں اور گیارہ پر بخاری اور
ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ نے سات اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا مثل بلالؓ و عمارؓ و غیرہ جنہیں خدا
کی راہ میں عذاب دیا جا رہا تھا۔

نبی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا ان من آمن الناس علی فی صحبتہ و مالہ ابابکرؓ لو
كنت متخذاً خلیلاً غیرتی لاتخذت ابابکر خلیلاً ولكن اخوة الاسلام و مودة لا یبقین باباً الا
سداً الا باب ابی بکر۔ مرآۃ البخاری و مسلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کنا نختیر بین الناس فی زمن
النبی علیہ السلام فختیرا ابابکر ثم عمر ثم عثمان مرآۃ البخاری۔ ابن جریر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-
انت امرأة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرہا ان ترجع الیہ قالت اسریت ان جئت ولم اجدک کأھا
تقول الموت فقال ان لم تجدینی فاتی ابابکر۔ مرآۃ البخاری۔

اس حدیث میں خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ابو ہریرہؓ کی روایت
ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح الیوم منکم صائماً قال ابوبکر انا قال من تبع منکم
الیوم جنازۃ قال ابوبکر انا قال من اطعم الیوم منکم مسکیناً قال ابوبکر انا قال من عاد منکم الیوم مریضاً
قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امری الا دخل الجنة۔ مرآۃ البخاری۔
وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر

اباؤك وَاخاك حَتَّىٰ اَكْتُبَ كِتَابًا فَاَنِي اَخَافُ اَنْ يَتِمَّتْ مُتَمِّنٌ وَيَقُولَ قَائِلٌ اَنَا اَوْلَىٰ وَيَأْتِي اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ - تراہ مسلم -

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور ۲۲ دن ہے وفات جمادی الاولیٰ اور بقول آخر جمادی الاخریٰ کی ۲۱ تاریخ بروز پیر ۱۳ ستمبر میں ہوئی۔

ابن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ - وہ والمطلقت متاع بالمعروف حقاً علی المتقین کے تحت مذکور ہیں۔

ہو سعید بن جبیر بن ہشام الکوفی الاسدی الوابی منسوب الی ولاء بنی والبتہ بن الحارث۔ ابن جبیر کی کنیت ابو محمد یا ابو عبد اللہ ہے۔ امام حلیل، مفسر، محدث، ولی اللہ، فقیہ کبیر و تابعی عظیم القدر ہیں۔ ابن عمر و ابن عباس و انس رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا۔ نووی تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں وکان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدماً مہم فی التفسیر والحديث والفقه والعبادة والوع وغيرها من صفات الخیر اہ۔ خوف و خشوع سے بہت روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۶۲ میں ہے :-

عن القاسم قال کان سعید یبکی باللیل حتی یشی وکان لسعید بن جبیر دیک یقوم من البلیل بصیاً فلم یصح لیلۃ حتی اصبح فلم یصل سعید تلك اللیلۃ فشق علیه فقال ماله قطع الله صوتہ فاسمع له صوت بعد۔ اہل کوفہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو فرماتے تھے تمہارے شہر میں سعید کے ہوتے ہوئے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ قاسم بن ابی ایوبؓ کہتے ہیں کہ ایک بار نوافل میں سعید نے یہ آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ الْاٰیۃ خوف و خشیت سے میں مرتبہ سے بھی زیادہ دُہرائی۔ قرآن کی تلاوت بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے عن الحسن بن صالح عز ورفاء قال کان سعید بن جبیر یختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء فی شہر رمضان۔ عبد الملک بن ابی سلیمان کہتے ہیں۔ سعیدؓ دودن میں ہمیشہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

بلال بن خبابؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن جبیرؓ سے پوچھا ما علامۃ ہلاک الناس؟ قال اذا هلك العلماء۔ وکان یقول ان الخشیۃ ان تحشی اللہ تعالیٰ حتی تحول خشیۃ بینک و بین معصیتک فتلك الخشیۃ والذکر طاعة فمن اطاع الله فقد ذکرہ ومن لم یطعه فلیس بذکر وان اکثر التسمیۃ قراءۃ القرآن وعن خصیف قال رأیت سعید بن جبیر صلی رکعتین خلف المقام قبل صلاۃ الصبح فایتہ فصلیت الی جنب

وسألتہ عن آية من كتاب الله فلم يجبني فلما صلى الصبح قال اذا طلع الفجر فلا تتكلم الا بذكر الله تعالى حتى
تصلي الصبح۔

وعن مسلم البطين قال قلت لسعيد بن جبیر الشكر افضل ام الصبر؟ قال الصبر العافية احب الي۔
وكان يقول كنت اسمع للحديث من ابن عباس فلو اذن لي لقبلت رأسه وقال سعيد الكشي الذی
فدى به اسحاق عليه السلام القربان الذی قربه ابن آدم فتقبل منه۔ کذا فی الخلیة۔
ويقول لولا اصوات الرزم لمعظم وجبة الشمس حين تقع وكان يقول من عطس عنده اخو لا
المسلم فلم يشمتہ کان دیناً یاخذہ بہ یوم القیامۃ۔

سعيد بن جبیر کو حجاج نے قتل کیا۔ مگر قمار کرنے کے بعد حجاج نے ان سے پوچھا انت شقی بن کسیر؟
قال انا سعيد بن جبیر۔ قال لا قتلتک قال انا اذا کما سمتنی اُمّی۔ ثم قال دعونی اصلی رکعتین قال وجرّہ
الی قبلۃ النصاری قال فاینما تولوا فثم وجه الله۔ قال سفیان لم یقتل للحجاج بعد سعيد الا رجلاً واحداً۔
وعن عمر بن سعید قال دعا سعيد بن جبیر ابنہ حین دعی لیقتل فجعل ابنہ یسکی فقال ما یبکیک؟
ما بقاء ابیک بعد سبع وخمسين سنة۔ وعن خلف بن خلیفة عن ابیہ قال شهدت مقتل سعيد بن جبیر
فلما بان رأسه قال لا اله الا الله۔ لا اله الا الله ثم قالها الثالثة فلم یقفها۔ کذا ذکر الحافظ ابو نعیم فی الخلیة و
مثله ذکر النووی فی التهذیب۔ حجاج نے انیس کہا اختریا سعید ای قتلة تريد ان اقتلک؟ قال اختر
لنفسک یا حجاج۔ فوالله ما تقتلنی قتلة الا قتلتک الله مثلها فی الاخرة۔ حجاج نے سعید کے قتل ذبح کا حکم
دیا تو سعید نے کہا اما انی اشهد واحاج ان لا اله الا الله وحده لا شریک له وان محمد عبده ورسوله
خذها منی حتی تلقانی یوم القیامۃ ثم دعا سعید فقال اللهم لا تسلطہ علی احد یقتله بعدی۔ کتب
تایخ میں ہے کہ قتل سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے سپٹ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی
موت واقع ہوئی۔ جسے دن زندہ رہا پیچھے ہوئے یہ کہتا رہا مالی و سعید بن جبیر کما امرت النوم
اخذ برحلی۔

حجاج کے منشی یعل کا بیان ہے کہ قتل سعید بن جبیر کے بعد ایک دن میں حجاج کے کمرے میں داخل ہوا
میری طرف اس کی پشت تھی۔ میں نے سنا کہ حجاج کہہ رہا تھا مالی و سعید بن جبیر فخر جت سربیدا
وعلمت انہ ان علم فی قتلی فلم ینشب للحجاج بعد ذلك الا یسیرا۔
سعید کے قتل کی تاریخ شعبان ۹۵ھ ہے۔ اور قتل کے وقت سعید کی کل عمر ۴۵ سال تھی وہ بالاصح
سمعی کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

امیۃ وہ آیت وَاذْعُوْا شَهَادَةً كُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی شرح میں مذکور ہے۔

ہو امیۃ بن ابی الصلت بن ابی ربیعہ بن عبد عوف۔ امیۃ شاعر و داعی جاہلیت ہے۔ کفر پر مراء ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیۃ نے آسمانی کتب قدیمہ و صحیف انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ بت پرستی سے اجتناب کرتا اور کھراتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ امیۃ کو توقع تھی کہ وہ نبی وہ خود ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی امیۃ کو نبوت دیں گے۔ چنانچہ جب اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر لیا۔ امیۃ کا ترجمہ افغانی ج ۲ ص ۱۷۹ سمط ص ۳۶۲، خزائن ج ۱ ص ۱۱۸، کتاب الشعراء النضاریۃ ص ۲۱۹، طبقات ابن سلام۔ ص ۲۲۰ میں تفصیلاً موجود ہے۔

امیۃ کا دیوان بیروت میں ۱۹۳۷ء میں طبع ہوا۔

حافظ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ امیۃ ثقفی و شاعر جاہلی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل دمشق میں آیا تھا۔ وہ ابتداء میں مومن تھا پھر گمراہ ہوا۔ امیۃ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْزِلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَيْنَا اٰیٰتِنَا فَاٰتٰسُكْمٌ مِنْهَا فَاَتَّبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ۔ (اعراف) زہیر بن بکار کا قول ہے کہ ابو الصلت کا نام ربیعۃ بن وہب ہے قبیل ثقیف سے ہے۔ ابو الصلت بھی شاعر تھا لیکن امیۃ اس سے اشعر تھا۔ مذکورہ صدر آیت کا مصداق عند البعض صفی بن الرائب اور عند البعض بلعم اسمرائی ہے حکاہ الکلی و قتاوہ۔

ابن کثیر نے بیانہ ج ۲ ص ۲۲۱ پر بروایت ابوسفیان بن حرب ایک طویل حکایت ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہور نبوت سے پہلے میں اور امیۃ ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے۔ امیۃ کے پاس کتاب تھی جسے وہ راستے میں پڑھا کرتا اور مطالعہ کرتا رہتا۔ راستے میں نصاریٰ کے ایک قریہ میں ہم مقیم ہوئے۔ ان لوگوں نے امیۃ کی تحریر کی تحفہ پیش کیے۔ امیۃ ان کے ساتھ گیا اور آدھی رات کو واپس آیا۔ صبح تک وہ متفکر و غمگین رہا۔ ہمارے ساتھ بات بھی نہ کی۔ صبح کو ہم آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ میں نے اس سے فکر و غم کی وجہ پوچھی تو امیۃ نے کہا کہ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں متفکر ہوں اور اسی کا غم ہے معلوم نہیں کہ میں جلتی ہوں گایا دوزخی۔ کیونکہ حساب کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ ابوسفیان لکھتے ہیں کہ میں نے حیات بعد الموت سے انکار کیا۔ امیۃ نے کہا موت کے بعد حیات اور جنت و دوزخ میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح کئی بستیوں میں نصاریٰ نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے امیۃ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ایک نبی اسی زمانے میں

مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔

چنانچہ امیہ نے ابوسفیانؑ سے ان کے والد صخر و عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ابوسفیانؑ نے بتایا کہ یہ دونوں شریف و معمر اور دو قہتمند ہیں۔ امیہ نے کہا کہ معمر ہونے اور مال دار ہونے کے باعث وہ مجھے شرف سے محروم ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں تو نبی نہیں بنائے جاسکتے۔ پھر امیہ نے اپنے غم کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ ایک بڑے نصرانی عالم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ نبی منتظر عربی ہوگا اور قریش میں سے ہوگا۔ قریشی کہنے کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا۔ قال امیۃ فاصابنی من قولہ واللہ شیء ما اصابنی مثله قط وخرج من یدی قولہ الدنیا والآخرۃ وکننت اسرجوان اکون ایاتہ۔

ابوسفیانؑ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے اس نبی کے اوصاف و حلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا سرجل شابٹ حبین دخل فی الکھولۃ بدو امۃ یجتنب المظالم والحارم ویصل الرجم ویأمر بصلتھا وھو محوج کیم الطرفین متوسط فی العشیۃ اکثر جندہ من الملائکۃ۔ ابوسفیانؑ کہتے ہیں میں نے اس نبی کی بعثت کی مزید علامت پوچھی تو امیہ نے عیسائی عالم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ملک شام میں عیسیٰ علیہ السلام سے آج تک ۸۰ سخت زلزلے آچکے ہیں۔ ایک رجفہ (زلزلہ) اور آٹے کا جس میں بڑے مصائب ہوں گے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ بطور تسلیم اللہ کسی معمر و شریف اور امیر شخص کو ہی نبی بنائیں گے۔ امیہ نے کہا نصرانی عالم کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ چند روز بعد میں شام میں ایک بڑے رجفہ زلزلے کی اطلاع ملی۔ میں نے کہا واقعی نصرانی عالم کی بات صحیح نکلی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد میں جاتے ہوئے امیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا ذکر کیا تو امیہ غم و غصہ کے مارے پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا اگر یہ نبی ظاہر ہوا تو میں اس کی نصرت کروں گا۔ لیکن پھر یوں کہنے لگا واللہ ما کننت لأو من برسول من غیر ثقیف ابداً جب میں سفر سے واپس لکھ آیا تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفتار مارے جاتے تھے اور ان کی تحقیر کی جاتی تھی، میں نے کہا کہ اس کی فوج ملائکہ کہہ رہی گئی؟ چنانچہ پھر میں بھی عام قریش کی طرح تکبر میں پڑ گیا اور اسلام نہ لایا۔ کذا ذکر البیہقی فی دلائلہ والطبرانی۔

نیز طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد امیہ سے بطور استنہار کہا یا امیۃ قد خرج النبی الذی کننت تنعتہ قال اما انہ حق فاتبعہ۔ قلت ما یمنعک من اتباعہ؟ قال ما یمنعنی الا الاستیفاء من نساء ثقیف ان کننت احدھن انی ہو

ثم یریننی تابعا للعلم من بنی عبد مناف ثم قال امیة کأنی بک یا اباسفیان قد خالفتہ ثم قد
رابطت کما ربط الحمدی حتی یؤتی بک الیہ فیحکم فیک بما یرید۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتا تھا اور لوگوں کو بتاتا تھا مگر لوگ
تسلیم نہیں کرتے تھے۔ فرما: واعلیٰ قطیع غنم قد انقطعت منه شاة معہا ولدہا فتغت کاٹھا تنسخت
الولد فقال امیة: انہا تقول اسرع بنا لا یجئ الذئب فیأکلک کما کل الذئب اھاک عام اول
فسالوا الراعی هل اکل لہ الذئب عام اول حمل ثلاث البقعة فقال نعم۔

امیہ کے اشعار علم و حکمت و نصائح و احوال آخرت سے پُر ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے
شعر سننے کے بعد فرمایا ان کا دیسلم۔ مرآۃ احمد۔ وفی حدیث قال علیہ السلام وکاد امیة بن ابی
الصلت ان یسلم۔ مرآۃ ابوہریرۃ فی الصحیح۔

امیہ نبی علیہ السلام سے ملا۔ آپ نے ایک مجمع میں اس کو دعوت اسلام دی اور سورۃ یس کی
ابتدائی آیات سنائیں۔ امیہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں سوچوں گا۔

ہجرت کے بعد امیہ اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں کفار مکہ جو بدر میں شکست کھا کر
واپس آ رہے تھے ملے۔ تو اسلام کا ارادہ ترک کر کے مقتول رؤساء مکہ کا مرثیہ کہنے لگا اور کہا اگر وہ نبی ہوتا
تو اپنی قوم کو قتل نہ کرتا۔

صاحبِ مرآۃ لکھتے ہیں کان امیة آمن بالنبی علیہ السلام فقدم للبحار لیأخذ مالہ من الطائف
ویحاجر فلما نزل بدأ قیل لہ الی این؟ فقال اسریدان اتبع محمداً فقیل لہ هل تدعی ما فی ہذا
القلیب؟ قال لا۔ قال فیہ شیبۃ وربعۃ وفلان وفلان فخرج انف ناقتہ و شق ثوبہ و بکی
و ذهب الی الطائف فأت بہا شمر و المعرف موتہ شمر۔ امیہ کے دیوان میں ایک قصیدہ
مدح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہے جس کا اول شعر یہ ہے:

لک الحمد والمن رب العبا ۖ د أنت الملیک وانت الحکم

وايضاً قال فیہا:

محمد اسرسلہ بالہدی ۖ فعاش غنیاً ولم یهتضم

وقد علموا انہ خیرہم ۖ وفی بیتہم ذی النک والکرم

والتفصیل فی خزائن الادب ج ۱ ص ۲۳۰۔

احمد الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فسن اضطر غیر باغ ولا عاد الایتہ کی شرح میں لکھ رہیں
الامام احمد ہوا ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال الامام الکبیر البارع المجمع
علی جلالہ امامتہ و رعدہ زہادتہ وحفظہ الذی یستنزلی الرحمتہ بذكرہ۔
امام احمد کی نسبت ان کے دادا یعنی حنبل کی طرف مشہور ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حنبل
آپ کے والد کا نام ہے حالانکہ یہ دراصل دادا کا نام ہے۔

آپ بغدادی ہیں۔ اصل میں مروزی ہیں۔ آپ کے والد مرو سے بغداد تشریف لائے اور آپ بغداد
ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے ساری زندگی بغداد میں رہے اور یہیں وفات پائی۔
تحصیل علم کے لیے بہت سے ملکوں کا سفر کیا مثلاً مکہ مدینہ۔ شام۔ یمن۔ کوفہ۔ بصرہ۔ جزیرہ وغیرہ
وغیرہ ملکوں میں علماء سے پڑھنے کے لیے سفر کیے۔

آپ نے سماع حدیث سفیان بن عیینہ و ابراہیم بن سعد و یحیی القطان و شیم و کعب و ابن مہدی
و عبد الرزاق وغیرہ سے کیا۔ آپ کے بہت سے مشائخ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں مثلاً عبد الرزاق و
ابن مہدی وغیرہ۔

آپ امام حدیث ہیں علی بن مدینی و بخاری مسلم و ابو داؤد و ابو زرہ و بغوی و ابن ابی الدنیا و ابو
حاتم رازمی و موسی بن ہارون و دارمی و ابراہیم حربی وغیرہ نے آپ سے سماع علوم کیا۔
ابراہیم حربی فرماتے ہیں ساریت ثلاثہ لم یومثلہم ابداً۔ الاول ابو عبید القاسم مامثلتہ
الا بجمل نفھ فیہ الریح۔ والثانی بشر بن الحارث ما شہتہ الا برجل یجھ من قرنہ الی قدمہ
عقلاً۔ والثالث احمد بن حنبل، کان اللہ عز وجل جمع لہ علم الاولین من کل صنف۔
ابو مسر فرماتے ہیں ما علم احداً یحفظ علی ہذا الامۃ امر دینہا الا شاباً بالمشرق یعنی
احمد بن حنبل۔

آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث قلم بند بھی فرمایا کرتے تھے۔
ابو زرہ فرماتے ہیں ما رأیت من المشائخ احفظ من احمد بن حنبل حضرت کتبہ اثنی عشر
رجلاً وعد لا کل ذلک کان یحفظہ عن ظہر قلبہ۔

ابو عبید فرماتے ہیں انتھی العلوم علی اربعۃ، احمد بن حنبل و ہوا فم فہم فیہ۔ و علی بن
المدینی و ہوا علم ہم بہ۔ و یحیی بن معین و ہوا کتبہم لہ۔ و ابی بکر بن ابی شیبہ و ہوا
احفظہم لہ۔

ابوزررہ فرماتے ہیں ما سأت أحداً أجمع من أحمد بن حنبلٍ أجمع فيهِ زهدٌ وفقهُ وفصلٌ
وأشياء كثيرة -

امام شافعی فرماتے ہیں ما سأت أعقل من أحمد بن حنبلٍ وسليمان بن داود الهاشمي كذا
ذكر النوني في كتابه تهذيب الاسماء ج ۱ ص ۱۱۱

امام احمد علی النسب ہیں۔ امام شافعی آپ کے اساتذ ہیں ان کا امام احمد پر بڑا اعتماد تھا۔
ربیع بن سلیمان امام شافعی کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال الشافعي احمد امام في ثمان خصائل -
امام في الحديث - امام في الفقه - امام في اللغة - امام في القرآن - امام في الفقر - امام في
الزهد - امام في الوع - امام في السنة -

امام شافعی امام احمد بن حنبل کو علم حدیث میں اپنے سے اعلیٰ سمجھتے تھے - ایک دن امام
شافعی امام احمد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا ابا عبد اللہ کنت الیوم مع اهل العراق في
مسئلة كذا فلو كان معي حديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فدفع اليه احمد ثلاث احاديث فقال
له جزاك الله خيراً -

ایک دن امام شافعی نے امام احمد سے فرمایا انتم اعلم بالحديث والرجال فاذا كان الحديث صحيحاً
فاعلمني ان شاء يكون كوفياً او شامياً حتى اذهب اليه اذا كان صحيحاً -

عبد الوہاب وراق نے ایک مرتبہ علماء سے کہا کہ امام احمد جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو لوگوں نے
کہا کہ تمہارے دین و محدثین کبار کے مقابلے میں امام احمد کے علم و فضل میں تم کو کون سی خصوصیت نظر آئی ؟
فقال عبد الوهاب رجل سئل عن ستين الف مسئلة فاجاب فيهما بان قال اخبرنا وحدثنا كذا في
طبقات الخنابلة للقاضي ابى الحسين محمد بن ابى يعلى ج ۱ ص ۱۱۱ -

ابو الحسن بن منادی کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ایک تفسیر لکھی ہے جو ۱۲۰۰۰۰
یعنی ایک لاکھ میں ہزار احادیث پر مشتمل ہے -

امام احمد کے دو بیٹے عبداللہ اور صالح آپ سے روایتیں کرتے ہیں -

عبداللہ کا قول ہے کہ میرے والد ایک ہفتہ میں دو ختم قرآن کرتے تھے - ایک رات کو اور ایک
دن کو - ایک بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو نمازیں ایک ہی رات میں سارا قرآن مجید ختم کیا -

امام احمد زائد کبیر تھے - دنیا کی دولت آپ کے پاس آتی اور بڑے بڑا آپ کی خدمت میں پیش کیے
جاتے مگر آپ ٹھکرا دیتے تھے - نیز بڑے بڑے عہدے آپ کو پیش کیے گئے مگر آپ نے ان کے

قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔

آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خلیفہ وقت کے عطا یا قبول کرنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے اپنی حاجت کا عذر پیش کیا تو آپ نے ایک مہینے تک ان سے قطع تعلق کر لیا تا آنکہ انہوں نے معافی مانگی۔

امام احمد کو ایک مکان وراثت میں ملا تھا۔ اس کے کرائے سے ہر روز آپ ایک درہم اپنے خرچ کے لیے لیتے تھے۔ آپ کی بیوی نے دیکھا کہ اس گھر میں کچھ مرمت کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے مرمت کرا دی۔ اس واقعہ کے بعد وہ درہم بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا اور فرمایا قد افسدہ علی۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے وہ اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ عبداللہ کو گاہے بگاہے خلیفہ وقت کی طرف سے مال ملتا تھا جس میں حرام ہونے کا شبہ تھا۔

امام احمد کو اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں، آپ نے صبر کیا اور اللہ کی راہ میں وہ برداشت کھرتے رہے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں اید اللہ هذا الدین برجلین لا ثالث لهما ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ یوم الردۃ واحمد بن حنبلؒ فی یوم المحنتہ۔

صدقۃ المقابریؒ بہت بڑے عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میرے دل میں امام احمدؒ کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امام احمدؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک راستے پر تشریف لے جا رہے ہیں دونوں بظاہر آرام سے اور آہستہ جا رہے تھے اور میں پیچھے زور لگا رہا تھا کہ پیچھوں لیکن نہ پہنچ سکا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ سارا کینہ نکل گیا۔ پھر میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں موسم حج میں مکہ مکرمہ میں ہوں یہ شمار لوگ جمع ہیں۔ ایک منادی نے نماز کے لیے لوگوں کو بلایا جب سارے لوگ جمع ہوئے تو اس منادی نے آواز دی کہ امامت امام احمد ابن حنبلؒ کو امیں گے اور امام احمد ہی نماز پڑھائیں گے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسحق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں احمد بن حنبلؒ رحمۃ اللہ علیہ فیاضہ ام کریم بھی فرماتے ہیں احمد بن حنبلؒ افضل عندی من مالک والاوزاعی والثوری والشافعی وذلك ان لهؤلاء نظراء واحمد بن حنبل لا نظیر له۔

سلمۃ بن شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس شخص نے سلام کے بعد کہا ایکم احمد فاشار بعضنا الیہ فقال جئت من البحر من مسیرۃ اربع مائۃ فریح اتانی ایت فی مناہی فقال انت احمد بن حنبل و سل عندہ فانک تدل علیہ قتل لہ

اِنَّ اللّٰهَ عَلَّمَكَ رَاضٍ وَمَلَأَكَ سَمَوَاتِهِ وَمَلَأَكَ اَرْضَهُ عَلَّمَكَ رَاضُونَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ -
 عبد اللہ بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے محدث کو موت کے بعد خواب میں دیکھا فقلت
 لہ باللہ علیک ما فعل اللہ بک فقال غفر لی فقلت باللہ فقال باللہ انہ غفر لی فقلت بماذا
 غفر اللہ لک فقال بحببتي لاحمد بن حنبل فقلت فانت فی راحة فتبسہم وقال انا فی راحة وفرحتہ -
 احمد بن محمد کئی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا فقلت یا ابا عبد اللہ ما صنع اللہ
 بک فقال غفر لی ثم قال یا احمد ضربت فی قال قلت نعم یارب قال یا احمد هذا وحی فانظر الیہ قد
 اجتکت النظر الیہ -

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔
 عبد الوہاب الوراقؒ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شریک
 نہیں ہوئے جتنی کثرت سے امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

ابوزرعمہؒ فرماتے ہیں بلغنی ان المتوکل امر ان یسمی الموضع الذی قام الناس فیہ للصلاة علی احمد
 ابن حنبل قبلہ مقام الفی الفی وخمسائة الف اس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمدؒ کی نماز جنازہ میں ۲۵ لاکھ انسان
 شریک ہوئے تھے۔

وقال الورکانیؒ اسلم یوم مات احمد بن حنبل عشر من الفامن الیہودی والنصارى والمجوس۔ کذا
 ذکر النوبختی فی التہذیب ج ۱ ص ۱۳۳۔

مجھے ورکانیؒ کی اس حکایت اسلام یود و نصاریٰ و مجوس کی صحت میں مدت سے شبہ تھا۔ میری
 رائے میں یہ حکایت کذب پر مبنی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اتنے جم غفیر کا مسلمان ہونا اور وہ بھی ایک ہی دن میں
 بعید و شکل ہے۔ بعد میں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے محدثین نے بھی اس حکایت کو مردود کہا ہے
 چنانچہ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں وہی حکایت منکرہ تفرّد بها الورکانی والراوی عنہ والعقل یحیل ان یقع مثل هذا
 للحادث فی بغداد ولا یروید جماعة توفردوا علیہم علی نقل ماہود و نہ بکثیر و کیف یقع مثل هذا الامر لا
 ینکرہ المرزى ولا صالح بن احمد ولا عبد اللہ ولا حنبل الذین حکوا من اخبار ابي عبد اللہ احمد بن حنبلؒ
 جزئیات کثیرہ قال فوائدہ لو اسلم یوم موتہ عشرة الف لکان عظیمًا ینبغی ان یرویہ نحو من عشرة الف انتہی -
 ہامش طبقات حنابلہ ج ۱ ص ۱۱۱ -

امام احمدؒ کی تاریخ ولادت ربیع الاول ۱۶۱ھ ہے۔ اور وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع
 الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی قبر معروف و مشہور ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد امام احمد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا ویدی الحرقۃ لأشدّ بها حیتہ فجعل احمد یعرق ثم یضیق ویفتح عینہ، ویقول بیدہ کھنکھنا، لا بعد لا بعد۔ ثلاث مرّات۔ فقلت یا ابنت ایش هذا الذی قد لجمت بک فی هذا الوقت قال یا بنی ما تدری؟ قلت لا۔ قال ابليس لعنه الله قائم بجل فی عاضاً علی اناملہ یقول یا احمد فُتِنَی فاقول لا، حتی اموت۔ کذا فی طبقات الخلفاء ج ۱ ص ۱۷۵۔

انخس ختم الله علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوة کی شرح کے آخر میں اور وازکنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الایۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔
انخس کا نام سعید بن مسعد ہے۔ کنیت ابو الحسن ہے۔ یہ انخس اوسط ہیں۔ مشہور تین انخس ہیں اول۔ انخس اکبر عبد الحمید بن عبد الحمید ابو الخطاب۔ یہ انخس اکبر نحو و عربیت میں امام ہیں۔ سیبویہ اور اورکسائی و یونس کے استاذ ہیں۔ قال السیوطی وكان دیناً ورعاً ثقیلاً۔
 دوم۔ انخس اوسط سعید بن مسعد ابو الحسن۔ یہ انخس اوسط زیادہ مشہور ہیں۔ اور جب مطلق انخس کا ذکر ہو تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ کافیہ میں بحث غیر منصرف کے آخر میں ہے وخالف سیبویہ الانخس اہ قال الجاحی رحمہ اللہ فی شرحہ ص ۷۷ المشہور هو ابو الحسن تلمیذ سیبویہ ص ۸۱۔

سوم۔ انخس صغیر۔ علی بن سلیمان بن الفضل الخوی۔ قرأ علی ثعلب والمبرد قال المرزبانی ولم یکن بالمتسعر فی الرأیۃ للاخبار العلم بالنحو ما علمتہ صنف شیئاً ولا قال شعراً قدم مصر سنة ۲۸۷ وخرج الی حلب سنة ۳۰۷ وكانت ضیق الحال الی ان اكل التلجم اللبئی فقبض علی قلبہ فمات فجأة ببغداد فی شعبان ۳۱۷ وقد قارب الثمانین۔ کذا فی البغیۃ للسیوطی۔ ومعجم الادباء لیاقوت ج ۱ ص ۲۵۷۔

یہ تین انخس مشہور ہیں۔ ان میں مشہور تر انخس اوسط ہے۔ یہ اجلع تھا اس کے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ کذا فی البغیۃ۔ و ذکر یاقوت فی ارشاد الاریب ج ۱ ص ۲۴۷ ان الانخس الصغیر کان اجلع۔

وفی البغیۃ وكان اجلع لا تطبق شفٹاہ علی لسانہ۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا تاہم عمر میں سیبویہ سے بڑا تھا اس نے خلیل سے کچھ نہیں پڑھا۔ یہ انخس اوسط اعتقاداً معتزلی تھا۔ یہ یکتبی و نحوی و ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے اور ابوہاتم سجستانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ بغداد میں مدت تک مقیم رہا۔ انخس اوسط کا بیان ہے کہ جب سیبویہ کا کسائی کے ساتھ بغداد میں مناظرہ ہوا اور سیبویہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے تو مجھے سارا قصہ سیبویہ نے سنایا پھر وہ نوا ہوا چلے گئے۔ مجھے غصہ آیا اور مناظرے کی غرض سے بغداد گیا۔ مسجد کسائی میں پہنچا۔ صبح کی نماز میں نے کسائی کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد استفادہ کے لیے کسائی کے پاس فرار و احمد ابن سعید وغیرہ بیٹھ گئے

میں نے کسائی سے سو مسئلے پوچھے۔ کسائی نے جوابات دیے میں نے ان کے سارے جواب رد کر دیے تو ان کے تلامذہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ کسائی نے ان کو باز رکھا اور مجھ سے فرمایا باللہ انت ابوالحسن سعید بن مسعدة۔ نقلت نعم فقام الی وعانفتی واجلسنی الی جنبہ۔ پھر کسائی نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بچوں کے استاذ بن جائیں اور میرے پاس ہی مقیم رہیں۔ میں نے ان کی یہ بات تسلیم کر لی۔ بعد میں نے ان کی فرمائش پر کتاب معانی القرآن تالیف کی جس کو کسائی ہمیشہ سامنے رکھتے تھے۔ نیز کسائی نے پوشیدہ طور پر مجھ سے کتاب سیبویہ پڑھی اور اجرت میں ۷۰ دینار دیے۔ کتاب سیبویہ کے راوی صرف اخفش ہی ہیں، کیونکہ سیبویہ نے یہ کتاب کسی اور کو نہیں پڑھائی۔ بلکہ ابتداء میں اخفش نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن امام مازنی و امام جرمی کی کوشش سے وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

اخفش کا کنسہ ماوضع سیبویہ فی کتابہ شیئاً الا وعرضہ علی۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۲۲۶۔ انباء الرواة میں ان کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں وکان الاخفش رجلاً سوء قد یأثم یأثم یأثم صنف من القذیۃ نسبو الی بنی شمر وقال المبرد کان الاخفش اعلم الناس بالکلام احذم بالجدل وکان غلام ابی شمر کان علی مذہبہ۔ و ذکر الملاحظ ان الاخفش هذا کان یعلم ابناء المعدل بن غیلان۔ کذا فی انباء الرواة۔ اخفش اصل میں خوارزمی ہے۔ تاریخ وفات ۲۱۵ھ ہے۔ کذا فی الفهرست و قبل تو فی ۲۱۵ھ۔

ابن جنی۔ وہ الحروف مقطعات کی شرح میں حروف بدل کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو عثمان بن جنی ابو الفتح النحوی۔

ابن جنی مشہور نحوی، صرفی، ادیب، امام، بارع، صاحب نکات لغویہ و دقائق ادبیہ و اسرار عربیہ ہیں۔ تمام علوم کی نسبت علم صرف میں اتقویٰ و اکمل و بے نظیر ہیں۔ متنبی صاحب دیوان کے معاصر اور اس کے دیوان کے اول شارح ہیں۔ متنبی کی موت پر عربی اشعار کا مرثیہ لکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر بھی بڑے ہیں۔ علم صرف میں ان کی مہارت کا ایک قصہ معروف ہے۔ وہ یہ کہ ابن جنی جامع موصل میں علم نحو و صرف پڑھا رہے تھے اور اس وقت ابن جنی نوجوان تھے کہ مشہور نحوی ابو علی فارسی اتفاقاً وہاں پر آئے اور ابن جنی سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ ابن جنی صحیح جواب نہ دے سکے تو ابو علی نے کہا زبیت وانت حصم و فی مرتبۃ قبل ان تحصر۔ ای صرت زبیباً قبل ان تكون حصراً ما وللحصم العنب قبل نضجه۔ مقصد یہ تھا کہ مہارت کے بغیر اور تکمیل علم کے بغیر پڑھانا شروع کر دیا۔ کذا فی معجم الادباء ج ۱۲ ص ۹۱۔ ابن جنی کو جب معلوم ہوا کہ یہ ابو علی فارسی ہیں تو ان کی صحبت اختیار کر کے

ان سے پڑھنا شروع کر دیا اور چالیس سال ان کی صحبت میں رہے۔ ابوعلی کی وفات کے بعد ابن جنی اپنے شیخ کی جگہ پر درس دینے کے لیے بغداد میں مقرر ہوئے۔ آپ سے ثمانینی و عبد السلام بصری اور ابو الحسن سہمی وغیرہ نے تحصیل علوم کی۔ ابن جنی کے تین بیٹے تھے۔ علی۔ مال۔ علاء تینوں فاضل و ادیب و کامل تھے۔ والد نے صحیح طور پر انہیں تعلیم دلائی تھی۔

ابن جنی ایک آنکھ کی بینائی سے محروم تھے۔ چنانچہ ایک دوست کے بارے میں ابن جنی کہتے ہیں :

صُدُّدَكَ عَنِّي وَلَا ذَنْبَ لِي ۖ دَلِيلٌ عَلَى نِيَّةٍ فَاسِدَةٍ
فَقَدْ وَحْيَاكَ مَتَابَكَيْتُ خَشِيتُ عَلَى عَيْنِي الْوَاحِدَةِ
وَلَوْلَا مَخَافَةُ أَنْ لَا أَمْرًا لِمَا كَانَ فِي تَرْكِهَا فَاسِدَةً

ابن جنی موسم ربیع و شباب کے بارے میں کہتے ہیں :

سَرَأَيْتُ مُحَاسِنَ ضَحْكَ الرَّبِيعِ ۖ أَطَالَ عَلَيْهَا بُكَاءُ السَّحَابِ
وَقَدْ ضَحَكَ الشَّيْبُ فِي لَمْتَى ۖ فَلَمْ لَا ابْنِي رُبِيعِ الشَّبَابِ

ابن جنی کی تصانیف یہ ہیں النخصائص۔ التمام فی اشعار بزیل۔ سر الصناعات۔ شرح کتاب تصریف ابی عثمان۔ شرح مستغلق ابیات الحماسہ و اسماء شعرائہا۔ شرح مقصود و ممد و لابن اسکیت۔ تعاقب العربیہ۔ شرح دیوان متنبی۔ شرح آخر لدیوان المتنبی مختصر۔ کتاب الملع۔ مختصر التصریف۔ مختصر العروض و القوافی۔ کتاب الالفاظ المحمودة۔ محاسن العربیہ۔ کتاب النوادر۔ کتاب المحتسب شرح الشواذ وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں کے یہ نام معجم الادب سے ماخوذ ہیں۔

آپ کا ترجمہ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۱ میں اور انبار الرواة ص ۶۲۷ میں تفصیلاً موجود ہے۔ یا قوت نے بڑی تفصیل ذکر کی ہے۔ شہر موصل میں ۳۳۳ھ سے قبل پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ صفر ۳۹۲ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ جتنی کسر جیم و تشدید نون قبل یاد مشدودہ ہے۔ یہ معرب گنی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

هو عبد الله بن المبارك بن واضح الخطي رحمه الله

آپ بہت بڑے امام، محدث، مفسر، مجاہد، زاہد، عابد اور مجمع البرکات تھے۔ امام نووی آپ کے بارے میں تہذیب میں لکھتے ہیں الامام المجمع علی امامتہ و جلالتہ فی کل شیء الذی تستنزل الرحمة بذکرہ و ترویج المغفرة بحبہ۔ انتہی۔

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ و شعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابو داؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسیٰ قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارک فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارک من ابواب الخیر فقالوا جمع العلم والفقه والادب والنفق واللغة والزهد والشعر الفصاحة والورع والانصاف وقيام الليل والعبادة والشدة في رأييد وقلة الكلام في مالا يعنيه وقلة الخلاف على اصحابه۔ آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیہاً عابداً عالماً زاهداً سخيّاً شجاعاً۔
عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں

اذا سار عبد الله من مر وليلاً : فقد سار منها لولها وجمالها
اذا ذكر الاحباب من كل بلدة فهم انجم فيها وانت هلالها

عبدالرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الاثنتا عشرة الثوری ومالك وحماد بن زید وابن المبارک۔ ابو اسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابو اسامہ کہتے ہیں ابن المبارک فی اصحاب الخدیث کا میر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقبہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی ام ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آ رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آ رہے ہیں۔ اس عورت نے کہا ہذا والله الملك لا ملک ہا سرن الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تہذیب الاسماء۔ ج ۱ ص ۲۸۷ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لو جمعت بھدی ان اکون فی السنۃ ثلاثۃ ایام علی ما علیہ ابن المبارک لم اقل۔ ابن المبارک فرماتے تھے من بخل بالعلم اُبتلی بثلاث اما یموت فی ذہب علمہ واما ینسی واما یصحب فی ذہب علمہ۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملک؟ قال الزہاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذین یعیشون بدینہم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلث عند صاحب البدعة اکلث فبلغ ذلک ابن المبارکؒ فقال لا کلمتک ثلاثین يوماً ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قد نفسه یصیر عند نفسه اذل من الکلم

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ و شعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد و طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مدنیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسیٰ قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارک فقالوا نعالوا نعد خصال ابن المبارک من ابواب الخير فقالوا جمع العلم والفقه والادب والفقو اللغة والزهد والشعر الفصاحة والورع والانصاف وقيام الليل والعبادة والشدة في رأيي وقلة الكلام في مالا يعنيه وقلة الخلاف على اصحابه۔
آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد كان فقيهاً عابداً عالماً زاهداً سخيّاً شجاعاً۔
عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ے

اذا سار عبد الله من مريوليتة ۛ فقد سار منها نوله واه وجمالها
اذا ذكر الاحباب من كل بلدة فهم انجم في هوائها وانت هلالها

عبدالرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الاثنتا اربعة الثعلبي ومالك وحماد بن زيد وابن المبارک۔
ابواسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابواسامہ کہتے ہیں ابن المبارک فی اصحاب
تحدیث کا امیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقیہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی ام ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آ رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آ رہے ہیں۔ اس عورت نے کہا ہذا والله الملك لا ملكت هاترن الذي لا يجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تذيب الاسماء۔ ج ۱ ص ۲۸۱ حافظ البو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لو جہدت بجدی ان اکون فی السنۃ ثلثۃ ایام علی ما علیہ ابن المبارک لم اقل۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم اُبتلی بثلاث اما یموت فی ذہب علمہ واما ینسی واما یصحب فی ذہب علمہ۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوك؟ قال الزهاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذين يعيشون بدینہم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلث عند صاحب البدعة اکلث فبلغ ذلك ابن المبارکؒ فقال لا کلمتک ثلاثین يوماً ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قد نفسه يصير عند نفسه اذل من الظلم

ابن المبارک نے ایک موقع پر یہ اشعار پڑھے :-
 الصمت زین بالفتی ؛ من منطق فی غیر حینہ
 والصدق اجمال بالفتی ؛ فی القول عندی من یمینہ
 وعلى الفتی بن قسارہ ؛ سمة تلوح علی جبینہ
 (کذا فی الخلیۃ)

امام ابو حنیفہؒ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ در مختار میں ابو حنیفہؒ کی مدح میں ابن المبارکؒ کا ایک قصیدہ
 مذکور ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں :-

لقد زان البلاد من علیہا ؛ امام المسلمین ابو حنیفہ
 فانی المشرقین لد نظیر ؛ ولا بالمغربین ولا بکوفہ
 فلعلنا ربنا اعداد سمل ؛ علی من ردة قول ابی حنیفہ
 آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ماہ رمضان ۱۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ کذا فی تذکرۃ
 الحفاظ للذہبی۔

ابن ابی لیلیٰ۔ لا تضار والدۃ بولدہا ولا مولود لہ بولدۃ الایۃ کے ذیل میں مذکور ہیں۔
 هو محمد بن عبد الرحمن بن یسار الانصاری الفقیہ رحمہ اللہ۔
 ابن ابی لیلیٰ کی ولادت ۱۷۰ھ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے قاضی اور مفتی تھے۔ وفات ۲۵۰ھ میں شہر
 کوفہ میں ہوئی۔ وفات تک آپ قاضی تھے۔ آپ نے علوم امام شعیبی وغیرہ سے حاصل کیے اور آپ سے وکیع
 وابو نعیم وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ حافظ ذہبی کا شرف اور کتاب عبر میں فرماتے ہیں وکان صدقاً قاحس
 للحديث افقه الناس۔

ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ۔ تفسیر ہذا میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں۔
 هو ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطی بضم الزاء وفتح الطاء۔ شیخ ابواسحاق طبقات میں لکھتے
 ہیں :- هو النعمان بن ثابت بن زوطی بن مہامہ مولیٰ تیم اللہ ثعلبۃ ۳۰
 ابو حنیفہؒ کا جد زوطا اہل کابل یا اہل بابل سے تھا اور مملوک تھا بنی تیم اللہ کا۔ پھر وہ آزاد ہوا اور اس کا
 بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؑ نے ان کے لیے
 دعائے برکت فرمائی اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔ تہذیب الکمال میں ہے عن اسماعیل بن حماد بن
 ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس الاحمر واللہ ما وقع علینا فرق قط۔

بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان -
 ابن خلکان اپنی تاریخ میں اور دیگر مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی تاریخ ولادت سنہ ۸۰ھ ہے اور تاریخ وفات
 ۱۵۰ھ ہے۔ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی۔ اس کا سبب کثرت ازدحام تھا۔ آپ کو غسل ناضی القضا
 حسن بن عمارہ وغیرہ نے دیا وقال لہ رحمک اللہ وغفر لک لم تفر من ثلاثین سنتہ ولم تتوسد یمنک
 باللیل منذ اربعین سنتاً۔ آپ کے مشائخ بہت زیادہ ہیں۔ تہذیب الکمال میں ۶۵ سے زیادہ آپ کے
 مشائخ مذکور ہیں۔ چند مشائخ کے نام یہ ہیں :-

نافع مولیٰ ابن عشر۔ ابن شہاب الزہری۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ عبداللہ بن دینار۔ علقمہ بن مرثدہ
 عطاء بن ابی رباح۔ سماک بن حرب۔ ہشام بن عروہ۔ منصور بن المعتمر وغیرہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
 آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چند تلامذہ یہ ہیں زفر۔ حسن بن زیاد۔ ابو یطیع الجنی۔ محمد بن
 الحسن۔ ابو یوسف۔ وکیع بن الجراح۔ عبداللہ بن المبارک۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ
 تابع تابعین ہیں۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل و غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔ کئی
 صحابہ مثل انس و سہل بن سعد وغیرہ کا زمانہ آپ نے پایا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں وکان فی زمنہ اربعۃ
 من الصحابۃ انس بن مالک و عبد اللہ بن ابی اوفی و سہل بن سعد و ابو الطفیل۔ ولم یأخذ عن احد
 منهم انتہی۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں سرائی انس بن مالک و سہل بن عطاء بن ابی رباح۔
 بہر حال آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے خطیب بغدادی و دارقطنی و ابن جوزی و نووی و ذہبی و ابن حجر
 مکی و سیوطی وغیرہ نے۔

نحوہ ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک اور جگہ پر آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے لہذا نواب صدیق حسن
 خان کا اس سے انکار بے دلیل اور تعصب کا اظہار ہے۔ نواب صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں لکھتے
 ہیں ان اباحنیفۃ لم یأخذ من الصحابۃ باتفاق اہل الحدیث وان عاصر بعضهم علی رأی الخفیۃ الا۔
 ابو حنیفہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لا باس بہم لیکن متہماً۔ جلیل القدر
 محدثین نے آپ سے روایتیں کی ہیں۔ مثل سفیان ثوری و عبداللہ بن المبارک و حماد بن زید و ہشام و
 وکیع و حماد بن عوام وغیرہ۔ اور یہ توثیق کی علامت ہے قال ابن عبد البرھو ثقۃ لا باس بہ۔ آپ کے
 مجتہد ہونے اور فقیہ عظیم ہونے پر کل امت کا اجماع ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں ان الناس فی الفقہ عیال
 ابی حنیفۃ۔ وعن الشافعی ایضاً من اراد ان یتبحر فی الفقہ فہو عیال ابی حنیفۃ۔ وعن وکیع قال کان

ابو حنیفہ عظیم الامانہ وکان یوثر صاء اللہ علی کل شیء ولواخذ السیوف لاحتملھا۔
 آپ کا تقویٰ و زہد و کثرت عبادت مشہور ہیں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بننے پر مجبور کیا آپ کے
 انکار پر اس نے آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ اور ہر روز آپ کے دس کوڑے مارے جاتے تھے، لیکن
 امام ابو حنیفہ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخر کار آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ابن ہبیرہ بنو امیہ کی طرف سے عراق کا
 گورنر تھا۔

وعن الربیع بن عاصم قال ارسلنی یزید بن عمر بن ہبیرۃ فقد مت بابی حنیفۃ فارادہ علی
 بیت المال فابی فصر بہ اسواطاً و بکی فی بعض الایام لوالدہ و قال کان غم والدتی اشد علی من
 الضرب۔ وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی و توخّم علی ابی حنیفۃ۔

اس کے بعد خود منصور امیر المؤمنین نے ابو حنیفہ کو بغداد بلایا تاکہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے مگر آپ نے
 انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ قاضی ضرور ہوں گے۔ آپ نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں ہوں گا۔ منصور
 نے پھر قسم کھائی تو ابو حنیفہ نے بھی پھر قسم کھائی اس کے بعد آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل ہی میں آپ کی
 وفات ہوئی۔

ایک روایت ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ
 بولتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ پھر تو جھوٹے کو قاضی نہیں بنا نا چاہیے۔

امام ابو حنیفہ حسین چہرے والے طویل قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ لباس ہمیشہ اچھا پہنتے تھے۔
 عطر زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ابو یوسف فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ ربعة من الرجال لیس بالقصیر
 ولا بالطویل۔ وقال محمد بن جعفر کان ابو حنیفۃ طویلاً تعلوہ سمرۃ۔

آپ بڑے دو تہمت تھے، اور کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ کوفہ میں آپ کی دکان لوگوں میں معروف و مشہور
 تھی۔ بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت و تقویٰ کے قصے مشہور ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ زیادہ تر
 حضرت حماد سے کیا چنانچہ اٹھارہ سال حماد کی صحبت میں رہے۔ ابو حنیفہ فرماتے تھے ماصلیت صلاۃ منذ
 مات حماد الا استغفرت لہ مع والدی۔ وانی لاستغفر لمن تعلت منہ علماً او علمتہ علماً۔ ایک بار
 ابو حنیفہ غلیفہ وقت منصور کے پاس گئے۔ منصور نے کہا ہذا عالم اہل الدنیا الیوم۔

معرین کہہ کر فرماتے ہیں ما احسد احداً بالکوفۃ الا امرجلین ابا حنیفۃ فی فقہہ و للحسن بن
 صالح فی زہدہ۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ فقیہاً معروفاً بالفقہ مشہوراً بالورع وسیع المال

معروفًا بالافضال علی من یطیق صبورًا علی تعلیم العلم باللیل والنهار کثیر الصمت۔
ابن المبارک فرماتے ہیں ما رأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ۔

ویکثّر فرماتے ہیں ما لقیۃ اقدم من ابی حنیفۃ ولا احسن صلاحۃ منہ۔

ابو حنیفہ کبھی ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھتے تھے۔ اس بن عمر و فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے پچیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ اور گاہے ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ہمایوں کو آپ پر ترس و رحم آتا تھا۔

وختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعة آلاف مرة۔ حسن بن عمارۃ نے ابو حنیفہ کو بعد الوفاۃ غسل دیا اور غسل کے وقت فرمایا غفر اللہ لک ابا حنیفۃ لم تقطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد عینک فی اللیل منذ اربعین سنۃ۔ وعن ابن المبارک ان ابا حنیفۃ صلی خمسًا واربعم سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وكان یجمع القرآن فی رکعتین۔

مشہور محدث زمانہ مسعر بن کدام کہتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہائی میں نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی قرأت مجھے بڑی پسند آئی۔ میں چپکے سے بیٹھ کر سننے لگا۔ اس شخص نے قرآن کے اوائل کی سات طویل سورتیں ایک رکعت میں ختم کیں۔ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رکوع پھرے گا مگر اس نے آگے پڑھتے پڑھتے ثلث قرآن ختم کیا پھر نصف ختم کیا اور بغیر رکوع یعنی کھڑے ہی پڑھتے پڑھتے سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہے دیکھا تو وہ ابو حنیفہ تھے۔

آپ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ جتنا خرچ گھر پر کرتے تھے اتنا ہی خرچ خدا کی راہ میں کرتے تھے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے مطابق شیوخ و علماء کو بھی پہنانے تھے۔

قیس بن ربیع فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ ورعًا فقیہًا کثیر البر والصلۃ کثیر الفضل علی اخوانہ وكان یبعث البضائع الی بغداد فیشتري بها الامتعة ویجلب الی الکوفۃ ویجمع الامراباح من سنۃ الی سنۃ۔ فیشتري بها حاجۃ الاشیاء الحدیثین والثوابهم وکسوۃهم وما یحتاجون الیہ۔

وعن ابی یوسف کان ابو حنیفۃ لا یکاد یسئل حاجۃً الا قضاها۔ بہر حال آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ اور بہت سے علماء نے اسباب اربعہ مثل حافظ سیوطیؒ و محمد بن یوسف دمشقیؒ و شافعیؒ وغیرہ نے آپ کے احوال میں متعلق کتابیں تصنیف کی ہیں۔

شیخ محمد بن یوسف شافعیؒ عقود الجمان فی مناقب النعمان ص ۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ تابعی ہیں اور پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی زیارت ابو حنیفہ نے کی ہے۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

قال ابو حنیفۃ قدم انس بن مالک الکوفۃ ونزل النخع وكان یحضب بالحجرۃ قد ایتہ مراراً۔ ۱۵۱ پر رکھتے ہیں :- (الامام) ابو حنیفۃ سمع ثمانیۃ رجال من الصحابة وامراًۃ۔ وھم انس بن مالک وعمر بن الخطاب و عبد اللہ بن اُنیس و عبد اللہ بن الحارث بن الخزاعی و جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن ابی ادی و واثلہ بن الاسقع و معقل بن یسار و عائشۃ بنت محمد رضی اللہ عنہم۔ ۱۵۱

در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۴۴ میں ہے و صحیح ان ابو حنیفۃ سمع الحدیث من سبعة من الصحابة كما بسط فی اواخر منیۃ المفتی و ادرك بالسبع نحو عشرین صحابیاً كما بسط فی اوائل الضیاء وقد ذکر ابو النصر فی منظومہ ثمانیۃ من الصحابة عن دی عنہم ابو حنیفۃ ۱۵۱۔

امام عیش رحمہ اللہ کا مقام محدثین کے نزدیک بہت بلند ہے۔ جب اُن سے کسی مسئلہ کا سوال ہوتا تو فرماتے علیکم بتلك الحلقة یعنی حلقۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

مغیرہ بن مقسم نے ایک بار جریر سے کہا جالس ابو حنیفۃ فلو كان ابراهيم حيّاً لكان محتاجاً الى مجالستہ اياہ هو اللہ یحسن ان یتکلم فی الحلال والحرام۔

حماد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو ایوب سے رخصت ہونے گیا، انہوں نے فرمایا بَلَّغْنِي ان الرجل الصالح فقیہ اهل الکوفۃ ابو حنیفۃ یحج فان لقیتہ فأقرأہ منی السلام۔

عبد اللہ بن عون کی مجلس میں ابو حنیفۃ کا ذکر ہوا تو فرمایا ذاك صاحب لیل و عبادۃ فقال بعض جلسائہ انه یقول الیوم قولاً ثم یرجع غداً فقال ابن عون فهذا دلیل علی الورع لا یرجع من قول الی قول الا صاحب دین و لو لا ذاك لنصر خطاه و دافع عنه۔

ابو الولید فرماتے ہیں کان شعبۃ حسن الذکر لابی حنیفۃ کثیر الدعا لہ ما سمعته قط یذکر بین یدیہ الادعائہ۔

نصر بن علی کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعبۃ کے پاس تھے۔ کسی نے ابو حنیفۃ کی موت کی اطلاع دی تو انہوں نے استرجاع کے بعد فرمایا لقد طغی عن اهل الکوفۃ ضوء نور العلم اما انھم لا یرون مثله ابداً۔ کذا فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری ص ۵۷۔

متعدد احادیث مرفوعہ میں ابو حنیفۃ کی عظمت کا ذکر ہے قال علیہ الصلاة والسلام ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین وماثیۃ۔ قال شمس الامۃ الکرمی ان هذا الحدیث محمول علی ابی حنیفۃ لانه مات تلك السنۃ کذا قال المحدث الکبیر ابن حجر المکی فی کتابہ الخیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان۔ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں امام ابو حنیفۃ کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے:

مری الشیخان عن ابی ہریرۃ والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعاً لو کان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس۔ وفی مزیات مسلّم عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لو کان الایمان عند الثریا لذهب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ۔ اس کا مصداق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ علماء اخاف کے علاوہ علماء شوافع وغیرہ مثل حافظ سیوطی و ابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام ابو حنیفہ کی طرف اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو رد مختار ج ۳۹۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی قال یحییٰ بن النضر لم یشککوا ان اباحنیفۃ "سُقِیَ السَّہْمُ فَمَاتَ۔ وعن محمد بن المهاجر قال سمعتُ ابی یقولُ مَرُفِعُ اِلٰی ابی حَنِیْفَةَ قَدْ حُفِّیَ فِیْہِ سَمٌ لِّیَشْرَبَ فَقَالَ لَا اشْرَبُ فَاکْرَا عَلٰی شَرْبِہِ مَرَاتٍ فَاَبٰی وَقَالَ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ مَا فِیْہِ لَا اُعِیْنُ عَلٰی نَفْسِیْ فَطُرِحَ ثُمَّ صُبَّتْ فِیْہِ ثُمَّ حُلِّیَ عَنْہُ۔ کذا فی کتاب عقود الجمان ص ۳۵۸۔

آپ کی وفات بحدہ میں ہوئی۔ فعن ابی حسان الزیادی قال لما احسَّ ابو حنیفۃ بالموت سبح فخرجت نفسہ وهو ساجد۔ حدیث صحیح ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرب ما یكون العبد من ربہ وهو ساجد۔ تراجم احمد و مسلم۔

حافظ نجم غیظی نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعہ نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت حاصل ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح و شام مندرجہ ذیل دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔ عربی عبارت یہ ہے :- فقال سبحانہ وتعالٰی من قال بعد الغلۃ والعشی :-

سُبْحَانَ الْاَبَدِيِّ الْاَبَدِ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ۔ سُبْحَانَ سَرَّاجِ السَّمَاءِ بِغَيْرِ عَمَدٍ۔ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْأَرْضَ عَلَى مَاءٍ جَمَدٍ۔ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَأَحْصَاهُمْ عَدَدًا۔ سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ أَحَدًا۔ سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا۔ سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا أَحَدًا نَحْنُ مِنْ عَذَابِي۔ ترجمہ ترجمہ ج ۱۔

قاری احمد بن محمد بن عبد اللہ بن القاسم بن نافع بن ابی ہریرۃ بشار الفارسی رحمہ اللہ تفسیر مذاہب میں کسی جگہ آپ مذکور ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ معروف بہ بزی ہیں۔ آپ قرآن سبعہ میں سے

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قبیل ہیں۔ قاری بڑی نے بصر ۸۰ سال ۲۴ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بڑی فسوب ہے جدا علی ابی بڑہ کی طرف۔ بڑی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن و امام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قراءت عکرمہ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمعیل بن عبد اللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قراءت پڑھی ہے۔ اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴ھ میں وفات پائی۔
ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلمہ رزقوا منها من ثمرة رزقنا قالوا هذا الذي رزقنا من
قبل الآية کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حسنة رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسف امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ابو یوسف کے جد حضرت سعد بن حسنة صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغریٰ کی وجہ سے انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ سعد کی ماں کا نام حسنة ہے بالجوار والیین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ض ۱۸۔ اور بعض مؤرخین نے ان کا نام جنتہ لکھا ہے کاھومذکور فی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للامام الصمیری متوفی ۳۲۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفر لہ و معہ برأسہ فتلك المسحة فیما الی الساعة۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکانہ اذا هن من تلك المسحة۔ کذا ذکر الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعش، بہام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحییٰ بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن و احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث و فقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہؒ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بنی لا تمدن رجلک مع ابی حنیفہ فان ابی حنیفہ خبزه مشوی وانت تحتاج الی المعاش۔ چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہؒ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی تفسیل ہیں۔ قاری بڑی نے بمصر ۸۰ سال سن ۲۷۷ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بڑی فسوب ہے جدا علی ابی بڑہ کی طرف۔ بڑی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن و امام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قرأت عکرمہ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمعیل بن عبد اللہ القسط سے دوم شبیل بن عباد سے قرأت پڑھی ہے۔ اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں سن ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں سن ۲۸۳ھ میں وفات پائی۔
ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلمات رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذي رزقنا من قبل الایة کی شرح میں مذکور ہیں۔

ہو یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حسنہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسف امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعد بن حسنہؒ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالجوار والیین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۔ اور بعض مؤرخین نے ان کا نام جبتہ لکھا ہے کما ہومن کو فی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للإمام الصمیری متوفی ۳۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفرہ و مسح برأسہ فتلك المسحة فینا الی الساعۃ۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکأنہ اذا هن من تلك المسحة۔ کذا ذکر الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت سن ۳۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، بہام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحییٰ بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن و احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث و فقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بنی لا تمدن سرجک مع ابی حنیفہ فان ابی حنیفہ خبزه مشوی و انت تحتاج الی المعاش۔ چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہؒ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

شغلِ معاش اور والد کی اطاعت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ جب مجلسِ علم برخواست ہوئی تو ابو حنیفہؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ایک تھیلی دی جس میں نو درہم تھے۔ یہ مقدار اُس زمانے میں مالِ کثیر شمار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ درس میں ہمیشہ آیا کرو۔ اور جب یہ مال ختم ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ میں مسلسل درس میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کچھ مدت کے بعد سو درہم دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ دیتے رہے اور میں نے کبھی سابقہ رقم ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ کذا قال الصمیری فی کتابہ۔

برایہ میں ابنِ کثیرؒ نے اس سے ملتا جلتا ایک اور قصہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ والد نے مزدوری کے لیے مجھے ایک دھوبی کے سپرد کر دیا۔ دھوبی کے پاس آتے جاتے راستے میں ابو حنیفہؒ کے حلقہٴ درس میں بھی کچھ دیر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اکثر مجھ کو دیر ہو جاتی تو میری والدہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آتیں اور حلقہٴ درس میں سے اٹھا کر مجھے دھوبی کے پاس پہنچا دیتیں۔ میں ہاں سے چھپ کر پھر حلقہٴ درس میں آ بیٹھتا۔ جب میری والدہ اور میرے درمیان کشمکش طویل ہوئی تو والدہ نے خود ابو حنیفہؒ کے پاس جا کر میری شکایت کی اور کہا ان ہذا صبی یتیم لیس لہ شی الا ما اطعمہ من مغزل و انک قد افسدتہ علی۔

ابو حنیفہؒ نے فرمایا اسکتی یار عناء ہا ہو ذایتعلم العلم وسیا کمل الفالوذج بدھن الفستق فی صحن الفیروزج۔ فقالت لہ انک شیخ قد خرفت۔

ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو گجراتیوں نے علم حاصل کر لیا پھر قاضی بنا اس کے بعد قاضی القضاۃ بن گیا۔ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا اذاتی بفالوذج بصحن الفیروزج فقال لی کل من هذا۔ فانہ لا یصنع لمانی کل وقت۔

میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ فالودہ ہے یہ سن کر میں مسکرانے لگا فرمایا کیوں مسکرا رہے ہو تو میں نے ابو حنیفہؒ اور اپنی والدہ کا قصہ سنایا فقال ہا سن ان العلم ینفع و یرفع فی الدنیا والآخرۃ۔ ثم قال مرحبا اللہ ابا حنیفۃ لقد کان ینظر بعین عقلہ ما لا ینظر بعین سرأسہ۔ ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابو یوسف میرے تمام تلامذہ میں اعلیٰ یعنی بڑے عالم ہیں۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں کان ابو یوسف اتبعہم للحديث۔ محدثین کے نزدیک ابو یوسف بڑے ثقہ ہیں۔

قال علی بن المدینی کان ابو یوسف صدقاً وقال ابن معین انہ کان ثقۃ وقال ابو زرۃ کان سلیمًا من التجہم۔ وقال بشار سمعتُ ابا یوسف یقول من قال القرآن مخلوق فخرام کلامہ فرض مبینہ ولا یجوز السلام ولا ردة علیہ۔

ابو یوسفؒ کا ایک قول ہے جو آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے من طلب المال بالکیمیا، افلس ومن تتبع غرائب الحديث كذب ومن طلب العلم بالکلام تزدق۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابو یوسفؒ کی مجلس علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی شریک ہوتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آپ کی ذہانت و نقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں ابو یوسفؒ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کو لایا گیا۔ اس چور نے اخذ مال کا اعتراف کیا، تو سارے علماء نے کہا کہ اب قطع ید لازم ہو گیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ قطع ید لازم نہیں ہوا۔ تمام علماء حیران ہو گئے کہ چور کے اعتراف کے باوجود قطع ید کیوں لازم نہیں ہے۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس شخص نے اخذ مال کا اعتراف کیا نہ کہ سرقہ کا۔ علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے ابھی دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس شخص سے پوچھا اهل سرقۃ؟ قال نعم! علماء نے کہا کہ اب تو قطع ید واجب ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب بھی قطع ید واجب نہیں ہے۔ علماء نے نہایت حیرانی کے ساتھ پوچھا، کیوں؟

قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اقرار اول اخذ مال غیر کا تھا اور وہ موجب ضمان مالی ہے تو اس شخص کے مال واجب ہو گیا۔ اس کے بعد اعتراف بالسرقة انکار ہے اس ضمان مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطع ید اور ضمان مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقع پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں۔ لہذا اس شخص پر صرف ضمان مالی واجب ہے نہ کہ قطع ید۔ علماء کا مجمع آپ کی نقاہت و ذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔

ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا قالوا هو اؤل من لقب قاضی القضاۃ۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کسی نے بہت بڑا ہدیہ پیش کیا جس میں ریشمی کپڑے خوشبو وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔ مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے اس حدیث کی سند پر مذاکرہ شروع کر دیا من اھدیت لہ ہدیۃ وعندک قوم جلوس فھم بشر کاؤہ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ہدیہ سب حاضرین میں تقسیم ہونا چاہیے تو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اقط یعنی پیڑ، تمر و زبریب وغیرہ کے باغ میں وارد ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدایا عموماً اسی قسم کے ہوتے تھے ثور قال ابو یوسف یا علامہ ارفع هذا الى الخزان ولم يعطهم منها شيئا۔

ابو یوسفؒ کے ذریعہ مذہب ابو حنیفہؒ خوب پھیلا اور مشرق و مغرب میں پہنچ گیا۔

محمد بن السامعہ کہتے ہیں کان ابو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتین رکعتاً۔

ابو یوسف فرماتے تھے صحبت اباحنیفۃ سبع عشرۃ سنتہ لا أفارقتہ فی فطر ولا اضحی الا من مرض۔
 ابو یوسف کی وفات ربیع الاول ۱۷۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا یوسف قاضی ہوا۔ کما صرح
 بہ ابن کثیر۔ امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جس شخص نے دونوں کی ملاقات کا ذکر کیا ہے
 وہ غلط ہے۔ صرح بہ ابن کثیر فی البدایہ۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تلحقوا بالیدکم الی التھلکۃ کے بیان میں مذکور ہیں
 ہوا ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب الانصاری الخزرجی البخاری المدنی رضی اللہ عنہ۔

ابو یوب جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ بیعت لیلۃ العقبہ و بیعت رضوان و بدر و احد وغیرہ جمیع معازری میں
 شریک رہے۔ آپ کے چند خصوصی مناقب و فضائل یہ ہیں :-

اول۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔

دوم۔ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بڑے بڑے امراء و رؤساء نے اپنے پاس حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرانے کی کوشش کی۔ ایک ایک قوم والے مسلح ہو کر حاضر خدمت ہوتے اور درخواست کرتے
 کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس اقامت کیجیے۔ آپ سب کو یہ جواب دیتے تھے خلوا عنی ناقتی فاھا ما مومرۃ میری
 اونٹنی مجھ خدا جہاں پر بیٹھ گئی میں اُس کا مہمان ہوں گا۔ آخر کار اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی
 اور آپ کو عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ نبی علیہ السلام آپ کے ہاں مقیم رہے تا آنکہ آپ کا اپنا مکان
 بن گیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسجد نبویؐ آپ کے گھر کے ساتھ ہے۔

سوم۔ آپ سے احادیث مرویہ ۱۵۰ ہیں۔ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک پر بخاری اور
 پانچ پر مسلم منفرد ہیں۔

چہارم۔ خدا کی راہ میں جہاد و غزوات میں شرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ بڑھاپے تک جہاد میں شرکت کرتے
 رہے حتیٰ کہ اسی میں وفات پائی۔ چنانچہ ارض روم میں عسکر مجاہدین کے ہمراہ تھے کہ آپ بیمار ہوئے۔ امیر المؤمنین
 معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ فوج کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔ اس فوج میں کبار تابعین کے علاوہ بہت
 سے صحابہ شریک تھے۔ یزید بن معاویہ آپ کی عیادت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں یہ وصیت کی کہ مفتوحہ
 زمین کے آخری سرے پر مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے دروازے تک مسلمان فوج لڑتے لڑتے پہنچ
 گئی اور وہیں آپ دفنائے گئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خواص و عوام ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں
 فمض ابو ایوب رضی اللہ عنہ و علی الجلیش یزید بن معاویہ فاذا ہا بعودہ فقال ما حاجتک قال حاجتی اذا نا
 مت فارکب بی ما وجدت مساعاً فی الارض العداۃ فاذا لم نجد فادفنی ثم ارجع۔

پنجم۔ آپ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی اور یہ غزوہ ۳۵ھ میں اور عند البعض ۳۵ھ میں ہوا تھا۔
 ششم۔ نبی علیہ السلام نے آپ کے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
 ہفتم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک کے چند بال آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ سدی سعید بن المسیب ان ابایوب اخذ من لحیۃ رسول اللہ شیئاً فقال علیہ السلام لا یصیبک السوء یا ابایوب !

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان تفسیر فاتحہ کے اواخر اور بیان ہملہ کے اوائل میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدث صحابی ہیں۔ آپ کے احوال حیات وصال حمید و مناقب عظیم بہت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں :-

اول۔ آپ کے نام میں اقوال کثیرہ ہیں۔ اتنا اختلاف کسی کے نام میں تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں لم یختلف فی اسم احد فی الجاہلیۃ ولا فی الاسلام بالاختلاف فیہ اہ۔ ابن عبد البر نے ابوہریرہ کے نام میں بیس اقوال اور دیگر علماء نے بیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ کے نزدیک قول اصح عبد الرحمن بن صخر ہے۔ کذا فی التہذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۔

امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہ کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا اور کنیت ابو الاسود تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کا نام عبد اللہ اور کنیت ابوہریرہ رکھی۔ وعن شعبۃ کان اسم ابی ہریرۃ عبد شمس و کذا قال یحییٰ بن معین و ابو زرعتہ۔ بقیہ چند نام یہ ہیں :-

۱۔ برید بن عسقرۃ ۲۔ سکین بن دومتہ ۳۔ عبد اللہ بن عبد شمس قالہ احمد بن حنبل ۴۔ عبد نحم بن عامر ۵۔ عبد غنم ۶۔ عبد عمرو ۷۔ عامر بن عبد غنم ۸۔ عامر بن عبد شمس ۹۔ عمیر بن عامر ۱۰۔ یزید بن عسقرۃ ۱۱۔ سعد بن الحارث ۱۲۔ عبد یالیل ۱۳۔ عبد تیمم ۱۴۔ عبد۔ حکاہ ابن منذہ ۱۵۔ عبد العزیٰ ۱۶۔ سکن۔ بفہم السین والکاف ۱۷۔ عبید ۱۸۔ عبید اللہ ۱۹۔ عمرو ۲۰۔ بتر ۲۱۔ سعید۔ یہ اختلاف ابوہریرہ اور ان کے باپ دونوں کے اسماء میں ہے۔ کذا فی الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۔ و کذا فی الاستیعاب۔

دوم۔ ابوہریرہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ اور کثیر الروایۃ صحابہ بقول بعض چھپے ہیں اور بقول بعض سات ہیں۔ یعنی عائشہ و ابن عباس و انس و عبد اللہ بن عمرو و ابوہریرہ و جابر رضی اللہ عنہم قال احمد بن حنبل ستہ من اصحاب رسول اللہ اکثر الروایۃ عنہ و عمرہ و ذکروہ کلاء الستہ۔ کذا فی التہذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۔

سوم۔ آپ محدث صحابہ ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ روایات ابوہریرہ کی ہیں۔ مسند تقی بن مخلد میں ابوہریرہ کی پانچ ہزار تین سو سے زیادہ حدیثیں مذکور ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابوہریرہ کی مروی احادیث جو کم تک پہنچی ہیں وہ ۵۳۷ یا ۵۳۸ ہیں۔ قال الشافعی ابوہریرۃ احفظ من ساری الحدیث فی دھرہ۔ وعن ابی صالح قال کان ابوہریرۃ احفظ اصحاب محل صلوات اللہ علیہما چہارم۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتب تاریخ میں منقول ہے کہ مروان نے ایک دفعہ ابوہریرہ کو اپنی مجلس میں بلایا تاکہ وہ حدیثیں سنائیں۔ چنانچہ ابوہریرہ نے حدیثیں سننا شروع کیں۔ مروان نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے اپنے کاتب و منشی ابو زعیرہ کو پردہ کے پیچھے چھپا کر بٹھادیا۔ چنانچہ ابوہریرہ نے بہت ساری حدیثیں سنائیں اور وہ سب ابو زعیرہ نے لکھ لیں۔ پورا ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہ کو بلا کر گزشتہ سال کی احادیث سنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوہریرہ نے اسی ترتیب ماضی کے مطابق وہ ساری حدیثیں پھر سنا دیں اور پردے کے پیچھے ابو زعیرہ اپنے جہیز میں ان احادیث کو دیکھتا رہا۔ خود ابو زعیرہ کا قول ہے فاعترتہم فاعن حرف۔ یعنی آپ نے کسی حدیث میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوہریرہ کے حافظہ اور وسعت علمی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ بخاری وغیرہ میں ابوہریرہ کی یہ حدیث موجود ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سیان احادیث کی شکایت کی فقال لیسطرتک فسطتہ ثم قال ضمتہ الی صدک فضممتہ فما لیسیت حدیثاً بعد۔ پنجم۔ آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں تقریباً تین سال رہے۔ کیونکہ آپ جنگ خیبر میں آئے تھے۔ اور جنگ خیبر محرم ۸ء میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ کو زیادہ احادیث معلوم ہیں۔ اور دیگر مہاجرین و انصار چونکہ کچھ وقت کاروبار میں بھی لگاتے تھے اس لیے ان کو ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت حاصل نہ تھی بلکہ وہ صرف فرصت کے اوقات میں حضور کی مجلس بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔

ششم۔ کنیت ابوہریرہ کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں انی وجدت ہرۃ فخلتہا فی کئی فقیل لی ما ہذہ قلت ہرۃ قیل فانت ابوہریرۃ۔ ابوہریرہ کی ایک روایت ہے قال ابوہریرۃ کنت امرئ غنم اہلی وکانت لی ہرۃ صغیرۃ فکنت اضعہا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النہار ذہبت بہا معی فلعبت بہا فکتونی اباہریرۃ۔ رواہ الترمذی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بلی دیکھی تو حضور نے آپ کو ابوہریرہ کہا۔

ہفتم۔ ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کی محبت ایمان کی علامت ہے قال ابوہریرہؓ واللہ ما خلق اللہ مؤمنًا سمعہی ولا یرانی الا احببنی ثم ذکر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سزاہ احمد۔

زمانہ حال کے بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ معترضین محدثین و اہل تشیع ہیں۔ ان محدثین میں سے ایک کا نام محمود ابوریہ مصری ہے۔ اس محدث نے ابوہریرہؓ کی اہانت و تذلیل کی غرض سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اضواء علی السنۃ المجدیۃ۔

ابوریہ اس کتاب کے ۱۹۷ پر لکھتا ہے کہ ابوہریرہؓ نبی علیہ السلام کی محبت یا اصلاح نفس و ہدایت کی غرض سے نبی کی صحبت میں نہیں رہتے تھے بلکہ وہ روٹی کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے نبی کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں پر جا کر کھانا مانگتے تھے۔ لیکن یہ باتیں ابوریہ کی حماقت و حماقت کی دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اگر ابوہریرہؓ کا مقصد روٹی حاصل کرنا ہوتا تو کسی نواب یا دولتمند صحابی کی صحبت میں رہتے یا تجارت کرتے۔ نبی علیہ السلام تو خود ہی فاقوں میں رہتے تھے اور نین تین دن تک آپ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے بچائے۔ ابوہریرہؓ کی وفات ۳۵ھ یا ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں ہوئی ہے۔

اعشى الشاعر۔ ثلاثہ قریۃ کی اور وادعوا شہداء کو من دون اللہ ان کنتم صدقین کی شرح میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہے۔

ہو میمون بن قیس من بنی سعد بن ضبیعتہ بن قیس۔ اعشى جاہلی مشہور شاعر ہے۔ کفر پر مرا ہے کنیت ابو بصیر تھی، نابینا تھا۔ کذا فی کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ ج ۱ ص ۱۷۰۔

خزانۃ الادب ج ۱ ص ۱۷۵ میں ہے کان الاعشى من فحول شعراء الجاہلیۃ ومن قدم علی سائرہم سلك فی شجرة کل مسلك وقال فی اکثر اماریض العرب ولس من تقدم من الفحول اکثر شعرا منہ۔ خزانۃ الادب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعشى آخری عمر میں نابینا ہو گیا تھا یعنی ابتداء میں وہ نابینا نہ تھا۔ اعشى کے معنی ہیں لغت میں وہ شخص جسے رات کو کچھ نظر نہ آئے اور دن کو نظر آئے۔ عورت کو عشواء کہتے ہیں۔ اعشى کا دیوان مطبوع ہے۔ دیوان اعشى کا شاہ محمد بن حبیب لکھتا ہے کہ اعشى نے کتب قدیمہ میں عرب میں ایک نبی کے کے مبعوث ہونے کے بارے میں سنا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے بطور کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی غرض سے آیا اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھہرا۔ ابوہریرہؓ کو جب پتہ چلا تو اعشى کے پاس آیا ہلایا پیش کیے اور آنے کا مقصد پوچھا۔ اعشى نے کہا محمدؐ سے ملنے کے لیے آیا ہوں، میں نے کتابوں میں آپ کی بعثت کے بارے میں سنا تھا۔ ابوہریرہؓ نے کہا وہ تو زنا کو حرام بتاتا ہے۔ اعشى نے کہا کوئی صریح نہیں میں بوڑھا ہوں مجھے زنا کی

خواہش نہیں۔ ابوہل نے کہا وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔ اعشی نے کہا پھر وہ کن اشیاء کو حلال بتاتے ہیں۔ ابوہل وغیرہ نے اسے اسلام سے بدظن کرنے کے لیے بہت کچھ کہا۔ پھر اعشی نے وہ قصیدہ والیہ سنایا جو اس نے نبی علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ قریش بڑے پریشان ہوئے وقالوا هذا رجل لا مدح احدا الا دفعه ولا يهجو احدا الا دفعه فمن لنا يصرفه عن هذا الوجه۔

ابوہل وغیرہ مشرکین نے مختلف جیلوں اور افترا پر دازیوں سے اسے اسلام سے باز رکھا۔ اور اعشی اپنی ثقافت سے فوراً مکہ مکرمہ سے نکل کر شہر میامہ چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد مر گیا۔ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ ابوہل کی زندگی میں شراب اسلام میں حرام نہ تھی۔

ابن دآب وغیرہ کی روایت ہے کہ اعشی نے نبی علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ منظوم کیا اور آپ کی زیارت کرنے اور اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اونٹنی سے گھر کر گیا۔ نبی علیہ السلام نے جب اعشی کے قصیدے میں سے یہ دو شعر سنے

وَالَيْتُ لَا أَرَى لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ وَلَا مِنْ حَفَى حَتَّى تَلْقَى مُحَمَّدًا

مَتَى مَا شِئْنَا خِي عِنْدَ بَابِ ابْنِ هَاشِمٍ تُرَاحَى وَتَلْقَى مِنْ فَوَاضِلِ نَدَى

تو فرمایا کاد بیجو ملتا۔ میں نے اپنی کتاب نغمۃ الريحانہ میں یہ قصہ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حصہ سے کسی نے پوچھا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو کہا شیخا وائل۔ الاعشی فی الجاہلیۃ والاضطلال فی الاسلام۔ ومثل یونس النحوی من اشعر الناس۔ قال لا اومئ الى رجل بعینه لکنی اقول اهرؤ القیس اذا سركب والنابعۃ اذا ذهب وزهیر اذا رغب والاعشی اذا طرب۔ اہ۔

اعشی عرب کا پہلا شاعر ہے جس نے شعر کو ذریعہ مال و سوال بنایا وکانوا یمنونہ صناجۃ العرب لبحرۃ شعرہ۔ ابو عمرو بن العلاء۔ اعشی کی بڑی تکمیل کرتے تھے اور کہتے تھے الاعشی شاعر مجید کثیر الاعمار یش و الافتنان۔ جب ابو عمرو بن العلاء سے لبید واعشی کے بارے میں سوال ہوتا تو کہتے لبید رجل صالح الاعشی مرجل شاعر۔ امام شعبی کی روایت ہے کہ عبد الملک بن مروان نے (اپنی) اولاد کے استاذ کو طریقہ تعلیم بتاتے ہوئے کہا اذ بھم بروایت شعر الاعشی فانہ قاتلہ اللہ۔ ماکان اعذب بحرہ واصلب صحرہ۔

مفضل کہا کرتے تھے من زعم ان احدا اشعر من الاعشی فلیس یعرف الشعر۔ اعشی شعر کے ذریعہ کسب مال کرتا تھا۔ لہذا متعدد بادشاہوں خصوصاً بادشاہ فارس کے پاس آنا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے شعر میں کثرت سے فارسی الفاظ موجود ہیں۔

الاضبط بن قریح السعدی - آیت وَاقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ - انا مردن الناس بالبر
الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے -

اضبط جاہلی قدیم شاعر ہے - یہ بنی عوف بن کعب رَسَہ زبرقان بن بدر میں سے ہے - اس کے
حالات انانی ج ۱۶ ص ۱۵۴ پر اور سمط ص ۲۲۶ پر و شرح شواہد معنی ص ۱۵۵ و خزائن الادب ج ۵ ص ۵۸۸
پر درج ہیں - اضبط اپنی قوم کا سردار رہا ہے - کتب تاریخ میں ہے و هو احد من اجتمع له الموسم والقضاء
بعکاظ من تميم -

کتاب محبر میں محمد بن حبیب تاریخی متوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں المہر عرب کے عنوان کے تحت وکان من
اجتمع له الموسم وقضاء عکاظ من بنی تميم وکان ذلك یكون فی اغناهم کلتها ویكون الرجلان یلیان هذا
من الامرین جمیعاً عکاظ علی حدۃ والموسم علی حدۃ فکان من اجتمع له الموسم والقضاء سعد بن زید مناة
ابن تميم ثم تولى ذلك حنظلة بن زید مناة ثم تولاہ ذؤیب بن کعب بن عمرو بن تميم ثم عاز بن مالک بن عمرو
ابن تميم ثم ثعلبة یرووع بن حنظلة ثم معاویة بن شریف ثم الاضبط بن قریح بن عوف بن کعب بن سعد بن
زید مناة - محبر ص ۱۸۲ -

محبر کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضبط بنو تميم کے شرفاء و کرام میں سے تھا - مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ
اضبط جنگ میں اپنی قوم کا قائد ہوتا تھا اور اس کا شمار عرب کے جہرا میں میں ہوتا ہے اور یہ مرتبہ عرب میں
بہت کم رؤساء کو حاصل ہوا ہے -

کتاب محبر ص ۲۴۶ پر ہے ولم یکن الرجل یسمی جہراً اُحتیٰ یأمر الفأضبط جہرا ین قبیلہ مُضَر سے
تھا - ان جہرا میں کا ذکر کرتے ہوئے ابن حبیب لکھتے ہیں والاضبط بن قریح بن عوف بن کعب بن سعد قاہ
سعداً کلتها الحنیز والفافا یوم صنعاء - اہ -

ابن قتیبة کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۹۸ پر لکھتے ہیں اضبط بن قریح کے ترجمہ میں :- وکان قومہ
اساء و اجاورتہ فانقل عنهم الی اُخرین فاساء و اجاورتہ فانقل منهم الی اُخرین - فاساء و اجاورتہ
فرجع الی قومہ - فقال بكل واد بنو سعد ویقال انه قال اینما اُوجہ القوی سعداً و هو قدیم وکان اغار علی
بنی الحارث بن کعب فقتل منهم واسر جدع وخصی ثم بنی اطمأ و بنت الملوك حول ذلك الاطم مدینۃ
صنعاء - اضبط کے چند شعر یہ ہیں جن میں بڑے نصائح ہیں :-

فَصِلْ جِبَالَ الْبَعِيدِ اِنْ وَصَلَ الْجِبَلْ وَاَقْصِ الْقَرِيبِ اِنْ قَطَعَهُ
وَاتَّقِ مِنَ الْعَيْشِ مَا اَتَاكَ بِهِ ۚ مَنْ قَرَّ عَيْنًا بِعَيْشِهِمْ نَفَعَهُ

قَدْ يَجْمَعُ الْمَالَ غَيْرُ أَكْلِهِ وَيَاكُلُ الْمَالَ غَيْرُ مَنْ جَمَعَهُ
لَا تَحْقِرَنَّ الْفَقِيرَ عَلَّكَ أَنْ تَخْشَعَ يَوْمًا وَالذُّهْرُ قَدْ رَفَعَهُ
أَوْسُ بْنُ مُجْرٍ الشَّاعِرِ - آیت الذین یظنون انہم ملقوا ربہم وانہم الیکہ
مرجعون کے بیان میں مذکور ہے۔

ہو اوس بن مجر بن عتاب - کتاب الشعر والشعراء میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں قل ابو عمر بن العلاء
کان اوس فحل مضر حتی نشأ النابغة وزهیر فاحملہ - اہ -

اوس شاعر جاہلی ہے اور ظہور اسلام سے پہلے گزر رہے۔ خزائن الادب ج ۲ ص ۲۳۵ و مؤرخ ص ۲۲۳
اغالی ساسی ج ۱۰ ص ۱ پر اس کے احوال دیکھے جائیں۔

عمر بن معاذ جو نفاذ شعر تھے سے کسی نے پوچھا من اشعر الناس فقال اوس قیل ثم من قال ابو ذؤیب
اوس کے اشعار میں نضاج اور عقل مندی کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وکان کثیر الوصف لمکارہ الاخلاق
وہو من اوصفہم للحمر والسلاح ولا سیما للقفوس -

اوس کے اشعار کے ضمن میں بہت سی امثال مشہورہ داخل ہیں۔ عرب میں مثل ہے بقال سمحت قرنت
ای سمحت نفسہ یہ مثل اس کے اس شعر سے مأخوذ ہے

فلاقی امرئاً من میدعان و آسمحت قرنتہ بالیأس منها فعا جلاً
عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں سر جل یخلط مزیل جب کہ زیادہ امور میں گھٹنے والا ہو۔ ای اذا کان لاجاً
خراً اجاً یہ مثل بھی اس کے اس شعر سے مأخوذ ہے

وان قال لی ما ذی یستشیرنی یجدنی ابن عی مخلط الامر مزیلاً
اوس کا دیوان مطبوع ہے۔ یہ بنو تمیم و بنو اسد میں سے ہے۔ یہ بنو تمیم و مضر کا سب سے بڑا شاعر تھا لیکن
اس کے بعد نابغہ و زہیر کی شاعری اوس کی شاعری پر غالب آگئی۔

اصمٰی کا قول ہے اوس بن حجر اشعر من زہیر و لکن النابغة طأ طأ منہ -

الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ - شرح بسملہ کے اوائل میں مذکور ہیں۔

ہو الامام عبد الرحمن بن عمر بن محمد ابو عمر الاوزاعی فقیہ اہل الشام و امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ -
اوزاعی مجتہدین و فقہاء کبار میں سے ہیں۔ آپ ملک شام کے باشندے ہیں۔ امام شافعی و امام ابو حنیفہ
رحمہما اللہ کی طرح آپ مجتہد و صاحب مذہب ہیں۔

آپ منسوب ہیں اوزاع کی طرف جو حمیر میں ایک قبیلہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ اوزاع میں

سے نہیں ہیں۔ ابو زرؓ فرماتے ہیں کہ اوزاعی دراصل سبی سند میں سے ہیں پھر اوزاع میں سکونت اختیار کی تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ دمشق کے قریٰ میں سے ایک قریہ سمیٰ بہ اوزاع میں مقیم تھے اسی کی طرف منسوب ہیں۔ عند البعض آپ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یمیم ہو گئے والدہ نے پرورش کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ عقل و اذرع و اعلم و اوفر و اعلم و اکثر صمتاً نہ تھا۔ آپ کی ہر بات آپ زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی عدالت و امامت و توفیق متفق علیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کان الاوزاعی اماماً یقتدی بہ و قال سفیان بن عیینہ کان امام اہل زمانہ۔ سفر حج میں مکہ میں داخل ہوتے وقت سفیان ثوریؒ آپ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور امام مالکؒ پیچھے سے حفاظت کرتے ہوئے اونٹ کو چلا رہے تھے اور ثوریؒ یہ آواز دیتے جاتے تھے افسحی للشیخ حتی اجلسا عند الکعبۃ وجلسا بن ید یدہ یاخذان عندہ۔

کتاب ہدایہ میں ہے افقی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلۃ بحد ثنا و اخبارنا و ما رثی الاوزاعی صاحباً مقہقہاً قط و لقد کان یعط الناس فلا یبقی احدٌ فی مجلسہ الا بکی و ما کان الاوزاعی بیکی فی مجلسہ قط و کان اذا خلی بکی حتی یرحمہ۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں العلماء اربعۃ الثوری و ابن حنیفہ و مالک و الاوزاعی۔

آپ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں سראیت رب العزۃ فی المناہر فقال انت الذی تأمر بالمعروف وتنہی عن المنکر؟ فقلت بفضلک ای رب ثورقلت یارب آمین تنی علی الاسلام فقال علی السنۃ۔

اوزاعیؒ کثیر العبادۃ یمتی، ورع، زاہد، محدث، نقیہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے من اطال القيام فی صلاۃ اللیل ہون اللہ علیہ طول القيام یوم القیامۃ۔ اخذ ذلك من قوله تعالیٰ ومن اللیل فاسجد لہ و سبحہ لیلاً طویلاً۔ الاۃ۔

زیادہ خشوع و خضوع کی وجہ سے بن ظاہر نابینا معلوم ہوتے تھے۔ ایک عورت اوزاعیؒ کی بیوی کے پاس آئی تو دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کا مصلیٰ گیلہ تھا۔ اس عورت نے کہا شاید کسی بچے نے مصلے پر میثاب کر دیا ہے۔ اوزاعیؒ کی اہلیہ نے کہا۔ نہیں یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو سجد میں وہ بہاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے العلم ما جاء عن اصحاب محمد و ما لم یجئ عنہم فلیس بعلم و کان یقول لا یجتمع حب علی و عثمان الا فی قلب مؤمن۔ آپ بڑے سخی تھے۔ خلفاء و امراء بنی امیہ و بنی عباس اور ان کے اقارب کی طرف سے آپ کو ستر ہزار دینار ملے۔ آپ نے سب خیرات کر دیے۔ خلیفہ منصور سے ملک شام میں ملاقات ہوئی

بوقت ملاقات سیاہ لباس نہ پہننے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اوزاعی سیاہ لباس کو ناپسند کرتے تھے فلما خرج الازاعی قال المنصور للربیع الحاجب الحقہ فاسأله لم کره لبس السواد؟ ولا تعلم انی قلت لك فساءله الربیع فقال لا انی لم اسر محرمًا احرم فیہ ولا میتًا کفن فیہ ولا عرسًا جلست فیہ فلہذا کرہہ۔ (کذا فی البدایہ ج ۱ ص ۱۲۷)

اوزاعی ملک شام میں بڑے محترم و محرم و مقبول و محبوب تھے۔ آپ کی عزت سلطان وقت سے بھی زیادہ تھی و قد ہم بہ بعض الولاۃ مرۃ فقال للوالی اصحابہ دعنا عنک واللہ لو امر اهل الشام ان یقتلوا لقتلوا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کے پاس بعض ولایۃ بادشاہ و گورنر بیٹھ کر کہنے لگے سر حاکم اللہ فوائدہ لقد کنت اخاف منک اکثر مما اخاف من الذی ولا انی یعنی الخلیفۃ المنصور سفیان ثوریؒ کے کسی نے یہ خواب ذکر کیا سرایت کان سریحانۃ من المغرب قلعت قال ان صدقت شرباک فقد مات الازاعی فکتبوا ذلک فجاء موت الازاعی فذلک الیوم آپ کا سبب موت بھی عجیب ہوا۔ آپ محرم حمام میں غسل کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ کی بیوی نے غلطی سے حمام کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ اسی میں آپ کا انتقال ہوا۔ بیوی نے قصد ایسا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسے سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بطور کفارہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ وقال کثیر من المؤرخین کان الذی اغلقت علیہ باب الحمام صاحب الحمام اغلقہ وذهب لحاجتہ ثم جاء ففتح الحمام فوجده میتًا قد وضع یدہ الیمنی تحت خدہ و هو مستقل القبلة۔ آپ کی وفات شہر ہریت میں ہوئی جہاں آپ مرابط تھے یعنی غزا کے لیے اور اس کی تیاری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض ۳۵۰ھ اور عند الجمهور ۲۷۰ھ اول ہمار ۲۸ صفر ۳۵۰ھ ہے۔ ساری عمر ۷۰ سال تھی اور عند البعض ۷۰ سے متجاوز تھی۔ صحیح قول ۶۷ سال کا ہے۔ تاریخ ولادت ۳۰۰ھ یا ۳۰۵ھ ہے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا دلتی علی عمل یقینی الی اللہ تعالیٰ فقال ما رأیت فی الجنة درجۃً اعلیٰ من درجۃ العلماء العالمین ثم المحزونین۔ ابن المزیب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وقولہ اللہ قننن کے بیان میں مذکور ہیں۔

ہو سعید بن المزیب بن حزن بن ابی وہب القرشی المخزومی رحمہ اللہ۔

سعید بن المزیب عظیم المقام و المرتبہ تابعی ہیں۔ ابن عباس و عمر و عثمان و علی و ابن عمر و غیر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے زہری و سالم بن عبد اللہ و قتادہ و غیر رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

قال نافع عن ابن عمر هو والله احد المتقين۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہ نے کہا اگر فقہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو ابن المسیب کے پاس جاؤ۔ قاضی فرماتے ہیں ما رأيت احدا قط اعلم بالحلال والحرام منہ وعن مكحول طفث الارض كلها في طلب العلم فالقيت اعلم منہ وقال سليمان بن موسى كان افقه التابعين۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال گزر چکے تھے۔ امام احمد فرماتے تھے افضل التابعين سعيد بن المسيب۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں لا اعلم في التابعين اوسع علما من سعيد بن المسيب۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام اور فیصلوں کے بڑے حافظ تھے۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاہے گاہے آپ سے احکام و قضایا اور عمر دریافت کرتے تھے۔ آپ مدنی و قریشی تھے ہیں۔ آپ کا قول ہے بلغت ثمانين سنة وان اخوف ما اخاف على النساء۔ آپ تیل کے تاجر تھے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجر۔ ج ۴ ص ۸۴۔

سعیڈ بڑے عابد و پابند جماعت تھے۔ صائم الدہر تھے۔ لچسیں ج کیے۔ آخر میں بنیائی کمزور ہو گئی تھی۔ آپ نے اپنی بیٹی کا ہنر نکاح صرف دو درہم مقرر فرمایا۔ اور یہ وہ بیٹی تھی جس کا خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے رشتہ مانگا تھا مگر سعیڈ نے انکار کیا اور ایک غریب نیک عالم سے اس کی شادی کر دی۔ آپ کے احوال و اقوال تفصیلاً حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۵ پر ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں ہے دخل المطلب بن حنطب على سعيد في مرضه وهو مضطجع فساله عن حديث فقال اقلدني فاقوله قال اني اكره ان احدث حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا مضطجع وعن ابن حزم ملته قال قال سعيد بن المسيب لا تقولوا مصيحف ولا مسيحد ما كان الله فهو عظيم حسن جميل۔ فرماتے تھے کسب مال حلال بہتر چیز ہے۔ اسی طرح حلال مال جمع کرنا بھی اچھا کام ہے۔ آپ کا قول ہے لا خير فيمن لا يحب هذا المال يصل به رحما ويؤدى به امانة ويستغنى به عن خلق سربه۔ وكان سعيد يقول دخلت المسجد ليلة اضحيان قال واظن اني قد اصبحنا فاذا الليل على حاله فقامت اصلي فجلست ادعو فاذا هاتفت يهتف من خلفي يا عبد الله قل قلت ما اقول؟ قال قل اللهم اني اسئلك بانك مالك الملك وانت على كل شيء قدير وماتشاء من امر يكن۔ قال سعيد لما دعوت بها قفا بشئ الا مرأتك محمد۔ کذا فی الحلیۃ۔ وفيها عن ابن حزم ملته قال قال سعيد ما فاتني الصلاة في الجماعة منذ اربعين سنة۔ وايضا قال سعيد ما اذن المؤذن منذ ثلاثين سنة الا وانا في المسجد۔ وعن عبد المنعم ابن ادريس عن ابيه قال صلى سعيد بن المسيب الغداة بوضوء العتمة خمسين سنة۔

آپ کی تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ عند الواقدي تاریخ وفات ۹۳ھ اور بقول ابو نعیم ۹۳ھ۔

وعن ابن معین انہ مات سنہ ۱۳۴ھ کذا فی تہذیب التہذیب۔

ابولہب۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لایؤمنون کے

بیان میں مذکور ہے۔

ہو ابولہب عبد العزی بن عبد المطلب بن ہاشم۔ ابولہب کا نام عبد العزی تھا۔ زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام کا چچا ہے۔ مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا اور اس کی ہوی بھی اسلام و مؤمنین کی بہت مخالف تھی۔ ان دونوں کی مذمت میں سورۃ تبت یٰ ابا لب نازل ہوئی۔ حالت کفر ہی پر دونوں کی موت ہوئی۔ ابولہب غزوہ بدر کے سات دن بعد بڑی حالت میں مرا۔ اسے ایک متعدی مرض لاحق ہوا جسے عدسہ کہتے ہیں۔ ابولہب کو اس کی باندی ثوبہ نے نبی علیہ السلام کی ولادت کی بشار دی اور کما کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے بطور اظہار خوشی اسے آزاد کر دیا۔ اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابولہب سے ہر سو موار کے دن عذاب کی تخفیف فرماتے ہیں اور کچھ پانی پلانے کا امر فرماتے ہیں۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے فجوزی تخفیف العذاب عند یوم الاثنین بان یسقی ماء فی جہنم فی تلك الليلة ای لیلۃ الاثنین فی مثل النقرة التي بین السبابة والاهام۔ مواہب میں ہے رؤی ابولہب بعد موتہ فی النور فقیل لہ ما حالک فقال فی النار الا انہ یخفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعی ہاتین ماء واشام برأس اصبعیہ وان ذلک باعنا فی لثوبیتہ عند ما بشرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضا عائلہ۔

ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ السّ و حروف مقطعات کے بیان میں مذکور ہیں۔

ہو البراء البصری مولیٰ قریش۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض نام زیاد بن فیروز ہے۔ وقیل زیاد بن اذینہ۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنی کنیت ابوالعالیہ سے معروف ہیں۔ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ قال ابو زرعة ثقة وذكره ابن حبان في الثقات وقال ابن سعد كان قليل الحديث۔ تاریخ وفات ماہ شوال ۱۳۴ھ ہے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱۲ ص ۱۴۳۔

فَاتَح۔ محدثین کے نزدیک ابوالعالیہ دو بزرگوں کی کنیت ہے اور دونوں تابعی ہیں۔ اول، ابو العالیہ بصری زیاد بن فیروز جن کا ذکر ہو گیا۔ دوم، رفیع بن مہران ابوالعالیہ الریاحی مولانا البصری۔ زیادہ معروف و مشہور ثانی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں مذکور ابوالعالیہ سے ممکن ہے اول مراد ہوں اور ممکن ہے کہ ثانی مراد ہوں۔ وہی

الارض لشهرته۔

ابوالعالیہ ریاحی کے مختصر احوال یہ ہیں۔ آپ نے زمانہ جاہلیت پایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ وغیرہ صحابہ سے ملے۔ علی و ابن مسعود و ابی موسیٰ و ابی بن کعب و ابوہریرہ و عائشہؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ قال ابن معین و ابوحاتم و ابودرعدہ ثقہ۔ آپ کی توثیق متفق علیہ ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تلامذہ میسر نہ آنے کی وجہ سے آپ کا علم ضائع ہوا۔ قرارت میں امام ہیں۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں لیسراحد بعد الصحابة اعلم بالقراءة من ابی العالیة و بعدہ سعید بن جبیر و بعدہ السدی و بعدہ الثوری۔ وکان ابوالعالیة یقول قرأت القرآن علی عہد عمر ثلاث مرّات۔ حسن بصریؒ تابعین میں مشہور ہیں مگر ابوالعالیہ ان سے مقدم ہیں۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں رحمہ اللہ الحسن قد سمعت العلم قبل ان یولد۔

تاریخ وفات ۹۰ھ ہے یا ۹۳ھ وقال المدائنی سلمہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۸۵۔ ابوالعالیہ ریاحیؒ نے گھروالوں سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں تعلمت الکتاب و القرآن فمات عربی اہلی و لا مرئی فی ثوبی مداد۔ نیز فرماتے ہیں ما مسست ذکری بیہنی منذ ستین سنتا و سبعین سنتا۔ نیز فرماتے ہیں انی لارحی ان لا یھلک عبد بین نعمتین نعمۃ یحملہا اللہ علیہ و ذنب یتستغفر اللہ منہ۔ نیز فرماتے ہیں اس آیت کے معنی میں فذلّٰلہ للھدٰی السّمٰوٰت و ربّ الارض ربّ العلّٰمین قال الجنّ عالم و الانس عالم و سوی ذلک ثمانیۃ عشر الف عالم من الملائکۃ علی الارض و الارض لھا اربع زوايا کل زاویۃ اربعۃ الاف عالم و خمسائۃ عالم خلقھم لعبادۃ۔ کذا فی الخلیۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔ نیز فرماتے ہیں لا یتعلم سخی و لا متکبر۔ وکان یقول ابتدوا بین الکلام بلا الہ الا اللہ۔ وکان یقول قال موسیٰ علیہ السلام لقومہ قد سوا اللہ عزوجل باصوات حسنۃ فالتسمع لھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابتداء بحث سلمہ میں مذکور ہیں۔

ہی ہند بنت حذیفہ و یقال بنت سہیل الخز و میثۃ اقر المومنین رضی اللہ عنہا۔

ام سلمہؓ کا نام بقول اصح ہند ہے و عند البعض رملہ ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام سلمہ تھا اسی نام سے آپ کی کنیت ام سلمہ ہوئی۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ جشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں ابو سلمہؓ کے ساتھ گئیں۔ ابو سلمہؓ سے آپ کی اولاد زینب و سلمہ و عمرو و ذرہ ہیں۔ عمر بن ابی سلمہ کی روایت ہے کہ جنگ احد میں میرے والد ابو سلمہؓ کو دشمن یعنی ابواسامہ حبشی کا تیر لگا۔ تیر بازو میں لگا تھا۔ ایک ماہ تک علاج کے بعد زخم کو

آرام ہوا۔ بعدہ نبی علیہ السلام نے ایک جہاد پر روانہ کیا۔ ۴ صفر ۳۸ کو واپس آئے تو وہی سابقہ زخم پھر کھل گیا اور اسی سے ۹ جمادی الآخرہ ۳۸ میں وفات پا گئے۔ عدت کے بعد میری والدہ کا نکاح شوال ۳۸ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ ماہ ذوقعدہ ۳۹ میں آپ وفات پا گئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ تمام ازواج نبی علیہ السلام میں آپ کی وفات آخر میں ہوئی۔ ابن عساکر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے چند روز بعد ۳۸ میں ہوئی۔
ابن ابی شریحہ - سورۃ فاتحہ کے آخر میں مذکور ہیں۔

ہو ابی بن کعب بن قیس بن عبید الانصاری البخاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو المنذر و ابو الطفیل ہے۔ یتیم القراء ہیں۔ حدیث شریف ہے اقرأہم ابی۔ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو یتیم المسلمین کہتے ہوئے فرماتے تھے اقرأ یا ابی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی شکلات میں آپ ہی کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ واقفی لکھتے ہیں، ہو اول من کتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واول من کتب فی اخر الکتاب وکتب فلان بن فلان ۸۴۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابو المنذر رکھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابو الطفیل رکھی۔ آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور سات پر مسلم منفرد ہیں۔ ابی بن کعب کے عظیم مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خصوصی حکم دیا کہ ابی کو قرآن و قرأت پڑھائیں اور سکھائیں۔

فعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ لم یکن الذین کفروا من اهل الکتاب وقال امر فی اللہ عز وجل ان اقرأ علیک قال النودی وہی منقبتہ عظیمۃ لابی لم یشاہد فیہا احد من الناس۔ ترجمہ الشیخان۔

وفی الصحیح عن عبد اللہ بن عمر مرفوعاً اخذوا القرآن من اربعۃ عبد اللہ بن مسعود و سالم مولی ابی حذیفۃ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ مسروق فرماتے ہیں۔ کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتیمۃ عمر علی و عبد اللہ و ابی و زید و ابو موسی۔ رضی اللہ عنہم۔ ابی رضی اللہ عنہ نے جب بیماری و امراض کے فضائل نبی علیہ السلام سے سنے تو اپنے لیے دائمی بخار کی نما مانگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور دائمی بخار میں تا وفات مبتلا رہے۔ مگر نماز جماعت میں کبھی غیر حاضر نہ ہوئے نہ دیگر عبادات میں کمی آئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدیی ان جلا من المسلمین

قال يا رسول الله ارايت هذه الامراض التي تصيبنا مالنا فيها؟ قال كفارات فقال ابي بن كعب يا رسول الله وان قلت قال وان شوكتنا فافوقها فدعا ابي رضي الله عنه ان لا يفارقوا الوُعك حتى يموت وان لا يشغلوه عن حج ولا عمرة ولا جهاد ولا صلاة مكتوبة في جماعة قال فامس انسان جسده الا وجد حرة حتى مات۔ سزاہ احمد۔

آپ کی تاریخ وفات سنہ ۳۳۰ ہے۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہیں۔
آپ بدری ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔
ابن الرقاق الشاعر۔ وہ بیان لا تاخذہ سنة ولا نوہ میں مذکور ہے۔

ابن رفاع شاعر ہے۔ وهو عدی بن زید بن مالک بن عدی بن الرقاق من عاملہ حتی من قضاعة۔ رفاع بروزن کتاب عدی کے جد کا جد ہے۔ جدِ جد کی شہرت کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب ہوئے عدی اسلامی شاعر ہے۔ بنو امیہ کے خصوصاً ولید بن عبد الملک کے مدح تھے۔ جریر کا معاصر تھا۔ وہ شام میں رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی شاعرہ تھی۔ ایک مرتبہ چند شعراء ابن الرقاق سے شعری مقابلہ کے لیے اس کے گھر پر گئے وہ موجود نہ تھا، اس کی بیٹی نے جو نبلغ تھی ان کی فخریہ باتیں سنیں تو باہر آکر ان سے کہنے لگی

تَجَمَّعْتُمْ مِنْ كُلِّ اَوْبٍ بِلَدِّیْ عَلٰی وَاَحَدٍ لَا زِلْمٌ لِّكُمْ قَرْنَ وَاَحَدٍ

وہ لوگ یہ سن کر واپس ہو گئے اور سمجھ گئے کہ جب اس کی یہ چھوٹی سی لڑکی انہی شاعرہ ہے پھر باپ تو بہت بڑا شاعر ہوگا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ ابن رفاع بڑا اچھا شاعر تھا۔

کذا فی الشعر والشعراء لابن قتیبة ج ۲ ص ۵۱۵۔ وکذا فی الاغانی وغیر ذلک۔ اغانی ج ۹ ص ۳۰۰۔ و طبقات ابن سلام ۵۵۸۔ مؤلف ص ۱۱۶ سمط ص ۳۰۹ معجم مرزبانی، ص ۲۵۳۔ نہایت الارب ج ۴ ص ۲۴۶۔ طرائف ادبیہ ص ۸۱ میں اس کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ابو علی رحمہ اللہ۔ الشعر کی بحث کی ابتداء میں وہ مذکور ہیں۔

مباحثہ نحو میں جب مطلق ابو علی کا ذکر کرتے تو ابو علی فارسی مراد ہوتے ہیں۔ ابو علی فارسی مشہور امام نحو،

دھو الحسن بن احمد بن عبد الغفار بن محمد الفارسی النحوی۔ ابو علی علم عربیت کے امام تھے۔ آپ

کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ نے علم امام زجاج وابن السراج و مبران و ابو بکر خیاط وغیرہ سے حاصل کیا تحصیل علم

کے لیے بلاد شام میں گھومے۔ بغیۃ الوعاة میں ہے ص ۲۱۶ وقال کثیر من تلامذتنا انہ اعلم من المبرد و

بروج من طلبہ جماعتہ کا بن جنی و علی بن عیسی الربعی و کان متہماً بالا اعتزال اہ۔ حلب میں سیف الدلہ

کے پاس مدت تک مقیم رہے پھر بغداد آئے اور تاجیات یہاں پر مقیم رہے۔ کتاب انباء الرواة میں ان کا ترجمہ

موجود ہے۔ و فیہ، قدم بغداد و اخذ من علماء النحویات و علت منزلتہ فی النحواہ۔ انباء الرأۃ۔ ص ۲۵۲۔
 خطیب لکھتے ہیں، ابوعلی فارسی فارس کے شہر قس میں پیدا ہوئے۔ فسا شیراز سے سات فرسخ پر ہے۔ ابوعلی
 سلطان عضد الدولہ کے خواص میں سے تھے۔ عضد الدولہ کہا کرتا تھا انا غلام ابی علی النحوی فی النحوی و غلام
 ابی الحسین الرازی الصوفی فی النجوم۔ عضد الدولہ کے لیے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ابوعلی
 نے کتاب الايضاح لکھ کر پیش کی تو عضد الدولہ نے کہا ما زدت علی ما اعرف شیئاً و انما یصلح هذا للصبی
 فحسب و صنف التکملة و حملها الیہ، فلما وقف علیہا قال غضب الشیخ و جاء بما لا فہمہ لحن لا هو
 و کان معہ یوماً فی المیدان فقال لہ ہم ینتصب المستثنی فقال بتقدیر استثنی فقال لہ لم قد سرت
 استثنی فصبت ہلا فقلت امتنع فرفعت فقال ہذا جواب میدانی فاذا ارجعت قلت للجواب
 الصیغ قال السیوطی فی البغیۃ ص ۲۱ و الذی اختارہ ابوعلی فی الايضاح انه بالفعل المقدم بتقویۃ
 الاوفی المسئلة سبعة اقوال حکمتہا فی جمع للجوامع انتہی بتصرف۔

علامہ یاقوت بمعجم الادب ارج ۴ ص ۲۵۴ پر ابوعلی فارسی کا یہ قول نقل کرتے ہیں لان اخطی فی خمین
 مسألة مما بابہ الرأۃ احب الی من ان اخطی فی مسألة واحدة قیاسیۃ اہ۔ و فیہ ان ابن جتّی حکى
 عن ابی علی انه کان یقول اخطی فی مائۃ مسألة لغویۃ و لا اخطی فی واحدة قیاسیۃ اہ۔
 ابوعلی شاعر نہیں تھے اور نہ شعر پر قادر تھے۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ ابوعلی سے میں نے ان کا اپنا شعر کبھی
 نہیں سنا۔ و دخل الیہ فی بعض الايام رجل من الشعراء فخری ذکر الشعر فقال ابوعلی انی لا احبکم
 علی قول هذا الشعر فان خاطری لا یواتینى علی قوله مع تحقیق للعلوم القوی من مواردہ فقال
 لہ ذلک الرجل فما قلت قط شیئاً منہ البتہ؟ فقال ابوعلی ما اعمد لی شعر الا ثلاثۃ ابیات قلتہا
 فی الشیب و ہی قولی ۛ

نضبت الشیب لئلا کان عیباً	ونضبت الشیب اولی ان یعابا
ولم اخضب مخافة ہجر خلی	ولا عیباً خشیت ولا عتابا
ولکن المشیب بدا اذ میماً	فصیرت للنضاب لہ عقابا

فاستحسنّاھا و کتبناھا عنہ اہ۔

ابوعلی کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔ کتاب الحجۃ۔ کتاب التذکرۃ۔ ابیات الاعراب۔ الايضاح
 الشعری۔ الايضاح النحوی۔ مختصر عرسل النحو۔ المسائل المحلیۃ۔ المسائل البغدادیۃ۔ المسائل الشیرازیۃ۔
 کتاب الانفار۔ المقصود الممدود۔ ابیات المعانی۔ کتاب تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی

الصلوة فاعسلوا النية وغيره۔ ابوعلی کی وفات بغداد میں ہوئی بتایا ۳۳۰ھ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوے سال سے زیادہ تھی۔

ابوتمام الشاعر۔ صمم بکم عی فھم لا یرجعون اور کلمات اضاء لھم مشوا فید اذا اظلم علیھم قاموا کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو ابوتمام حبیب بن ادس بن الحارث بن قیس۔ ابوتمام اس کی کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یعرب ابن قحطان تک پہنچتا ہے۔ لہذا آپ عربی النسب ہیں۔ بعض مستشرقین اس کی نسبت قادوس رومی کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رومی النسل ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شعراء سے ابوتمام کے مقابلے جاری تھے اور وہ شعراء اس کی مذمت میں اشعار کہتے تھے، مگر کسی نے بھی اس کی عربیت میں شک نہیں کیا اور نہ کسی نے غیر عربی ہونے کا طعنہ دیا۔

ابوتمام قریہ جاسم من اعمال دمشق میں پیدا ہوا۔ بقول بعض شہر منبج کے قریب پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بقول راجح اس کی ولادت ۱۹۰ھ ۳۸۰ھ ہے۔ اور بقول بعض ۲۸۰ھ ۳۷۰ھ ہے یا ۱۸۰ھ ۲۷۰ھ ہے۔

ابوتمام کے والدین بڑے غریب و مسکین تھے۔ والد مختار یعنی شراب فروش تھا۔ باپ نے اسے دمشق میں ایک حاکم یعنی جلاہ کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھا دیا۔ اسی طرح مدت تک ابوتمام طلب معاش میں ادھر ادھر سرگرداں رہا۔ پھر محض گیا اور محض سے مصر پہنچا اور جامع مسجد فسطاط میں سقاہ یعنی پانی بھرنے کا شغل اختیار کیا۔ پھر تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء و ادباء کی مجالس میں جاتا رہا۔ ادب خصوصاً شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ والا تھا۔ شعراء مصر مثل یوسف سرلج وغیرہ سے مہاجرت جاری رہی۔ مصر میں پانچ سال سے زیادہ رہا۔ بعد اُسے علاقہ میں واپس آیا۔ خلیفہ مامون الرشید کی مدح کہہ کر اس تک پہنچنا چاہا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ بعد اُسے مقسم نے اس کی بڑی تکریم کی اور مقمر بن میں شامل کر لیا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے گئے پھر خراسان جاکر عبداللہ بن طاہر کی مدح کی اور آرمینیہ جاکر خالد بن بزید کی مدح لکھی۔ بلاذجل جاکر محمد بن اہیشم کی مدح میں اشعار کہے۔ اسی طرح فیساہور و ابر شہر و موصل وغیرہ شہروں میں گئے۔ آخر کار موصل میں مقیم ہو گئے۔ موصل میں حسن بن و سب نے ایک اچھا عمدہ دے دیا یعنی حکمتہ ڈاک کا سربراہ مقرر کر دیا۔ بڑے فصیح و حلو الکلام تھے اور بہت نطین و حاضر جواب تھے۔ اپنے آپ کو اشعار الشعراء سمجھتے تھے۔

حکایت ہے کہ مقسم کی مدح میں جب آپ مشہور قصیدہ سینہ سنانے ہوئے اس شعر پر پہنچے

اقد امر عمرہ فی ساحتہ حاتم فی حلم احمد فی ذكاء ایاس
 کندی نے جو اس مجلس میں موجود تھے کہا الامیر فوق من وصفت۔ فاطرق ابو تمام مرأسہ شرفال سے
 لا تنکر واضرب لی له من دوسماً مثلاً شروداً فی الندی والبأس
 فالله قد ضرب الاحل لنورک مثلاً من المشکاة والنبراس
 جب قصیدہ آپ کے ہاتھ سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے فی البدیہہ یہ دو شعر
 کچھ تھے۔ یہ حکایت آپ کی شعری مہارت و سرعتِ خاطر اور حاضر جوابی پر دال ہے۔ ابو تمام کو جمع اشعار قدما
 کی حرص تھی۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں کتاب الاختیار من اشعار القبائل۔ کتاب الاختیارات من شعر الشعراء
 کتاب الفحول۔ یہ اجود قصائدِ مرثیہ ہے۔ دیوانِ حماسہ۔ اختیار المقطعات۔ پیش حماسہ ہے لیکن اس میں
 غزل سے ابتدا کی ہے۔ کتاب الاختیارات من شعر المحدثین۔ ابو تمام کے اشعار بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ قال
 صاحب الاغانی ابو تمام لطیف الفطنة دقیق المعانی غواص علی ما یستصعب منها و یسر متناو له
 علی غیرہ اہ۔ صاحب مثل سائر کہتے ہیں ان اباتمام اکثر الشعراء المتأخرین ابتداءً للمعانی وقد عدت
 معانیہ المبتدعة فوجدت ما یزید علی عشرين معنی اہ۔ ابو تمام اشعار میں صنائعِ علم باریع بہت کثرت
 سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی قال له السحاق الموصلی یا هذا لقد شققت علی نفسك ان الشعر لا قرب
 ما تظن۔ وقیل اراد المتنبی ان یسلک سبیلہ فوجدہ وعراً صعب المسالك فحول عنہ۔
 کئی علماء نے دیوانِ ابو تمام کی شرح و تعلیقات لکھی ہیں۔ ان شرح میں ابو ریحان بیرونی و ابو العلامہ معری
 و خطیب تبریزی (آپ نے دو شرح مطول و مختصر لکھی ہیں) و شیخ بدلی و غیرہ داخل ہیں۔
 تاریخ وفات محرم ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء ۸۴۶ء ہے۔ قبر شہر موصل میں ہے۔
 اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ۔ آیت ومن الناس من یحبک قوله فی الحیوة الدنیا و یشہد
 اللہ علی ما فی قلبہ و هو الذی للنصام کے شانِ نزول میں مذکور ہیں۔
 اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابن عطیہ آپ کی صحابیت کے منکر ہیں قال ابن عطیة ما ثبت
 قط ان الاخنس اسلم۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے صحابی ہونے کو رائج کہا ہے و هو الاخنس بن شریق
 ابن عمر بن وھب الثقفی ابو ثعلبة حلیف بنی زھرہ۔
 آپ کا نام ابی تھا و اما لقب بالاخنس لانه رجع بنی زھرہ من بدر لما جاءهم ان اباسفیان نجا
 بالعیز فقیل خنس الاخنس بنی زھرہ۔
 جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام لائے مؤلف

میں سے تھے۔ غزوہ حنین میں شریک ہے۔ اول زمانہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ان کا انتقال ہوا۔
 انھیں نے مدینہ منورہ میں آکر اظہار اسلام کیا۔ وقال اللہ اعلم فی صادق۔ تو ہرب بعد ذلك
 واستند فمروم من المسلمين فخرق لهم زرعاً و قتل حمراً فذل فیہ ومن الناس من یحبک قولہ
 الی قولہ بش المہاد۔ کذا فی الاصابۃ۔ ارتداد کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہوئے۔

سیرت حلبیہ میں ہے کہ ہنوز ہرہ سویاتین سو تھے جو انھیں کے ساتھ جنگ بدے کچے قبل واپس ہوئے
 جب ابو سفیان نے قریش کو نجات کی اطلاع دی۔ اور ابو جہل نے بدے واپس جانے سے انکار کیا قال
 الاخنس لبني زهرة يابني زهرة قد نجى الله اموالكم وانما نفرتم لذلك واجعلوا بي حمية وارجعوا فانہ
 لا حاجة لكم بان تخرجوا في غير منفعة وخلا باني جمل فقال له اترى محملاً يکذب فقال ما کذب
 قط کنا نسئیه الامین لکن اذا کانت فی بنی عبد المطلب السقایۃ والرفادۃ والمشورۃ فاق شیء یكون لنا
 فانخس الاخنس ورجع بنی زهرة ثم اسلم یوم الفقم۔ وقال السهلی انه قتل یوم بدکافل وتبعه علی
 ذلك التمسائی فی حاشیۃ الشفاء۔ انتہی بجاصلہ۔ مافی السیرۃ للطلبیہ ج ۲ ص ۱۵۳

ابن ابی المنافق۔ واذا القوا الذین امنوا قالوا امنا کے بیان میں مذکور ہے۔

هو عبد الله بن ابی ابن سلول۔ یہ ابن ابی رئیس المنافقین ہے۔ اس کی مذمت میں بہت
 آیات نازل ہوئی ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ ابی اس کے باپ کا نام اور سلول اس منافق کی ماں کا نام ہے۔ بظاہر وہم ہوتا ہے
 کہ سلول ابی کی ماں یا اس کے باپ کا نام ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں عبد اللہ اس المنافقین کے
 والدین ہیں۔

لہذا اس عبارت عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے پڑھنے لکھنے میں تین امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔
 اول یہ کہ ابی مثنون پڑھنا چاہیے۔

دوم یہ کہ ابن سلول مرفوع ہے صفت عبد اللہ ہے نہ کہ مجرور صفت ابی۔ بہر حال یہ عرب عبد اللہ کا
 تابع ہے رفع و نصب و جر ہیں۔

سوم ابن سلول میں ابن کا الف لکھنا لازم ہے۔

ابی کے باپ کا نام مالک بن الحارث بن عبید بن مالک بن سالم ہے۔

ابن ابی راس المنافقین قبیلہ خزرج کا رئیس تھا۔ اس کی موت نبی علیہ السلام کی حیات میں ہوئی۔
 آپ نے اپنی قمیص مبارک بطور کفن اس کے لیے عطا فرمائی نیز اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت تک

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ کے اکرام اور انہیں خوش کرنے کے لیے کیا کیونکہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بڑے مخلص اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام جناب تھا پھر نبی علیہ السلام نے اسے بدل کر عبداللہ رکھا، باپ کا نام بھی عبداللہ تھا۔ عبداللہ بن عبداللہ نے نبی علیہ السلام سے اپنے منافق باپ کے قتل کی اجازت مانگی تاکہ اس منافق کی اذیت ختم ہو جائے لیکن نبی علیہ السلام نے قتل سے منع فرمایا۔ عبداللہ بن عبداللہ جنگ یمامہ میں ۳۳ھ میں شہید ہوئے۔

الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت واذ قلنا للملکۃ امجدۃ الادمۃ کے بیان کے آخر میں مذکور ہیں۔ اسی طرح بسلا کی بحث کے آخر میں بھی مذکور ہیں۔

ہو ابوالحسن علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبد اللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوالحسن اشعری اہل السنۃ والجماعۃ کے امام ہیں۔ یہ المتکلمین القائم بنصرۃ مذہب السنۃ ورأس المذہب علم الکلام ہیں۔ اہل حق کو اشعریہ آپ کی نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آفتاب کی طرح مشہور ہیں۔ علم کلام کے اصول آپ نے قرآن و سنت سے اخذ کر کے وضع کیے۔ اشعری کی تاریخ پیدائش ۲۶۹ھ ہے۔ وفات ۳۲۹ھ بالبصرۃ۔

بہت سے علماء نے آپ کے احوال میں متقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کا ترجمہ ایک کامل جلد میں ذکر کیا ہے۔ متعدد کتابوں میں آپ کا تفصیلی ترجمہ مذکور ہے۔ مثل کتاب الانساب ج ۱ ص ۲۶۶ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۶، المنظم ج ۳ ص ۳۳۲، الخطط المقریز ج ۲ ص ۲۵۹، دیباج مذہب ج ۱ ص ۱۹۳، البدایۃ والنہایہ ج ۱ ص ۱۸۹، تبیین کذب المفسری لابن عساکر۔ یہ ساری کتاب آپ کی طرف سے دفاع میں ہے۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۳۵، الجواہر المصنیۃ ج ۱ ص ۳۵۳۔

ابوالحسن اشعری اولاً معتزلی تھے ابولعل جبائی کے تلمیذ تھے۔ پھر اعتزال اور عقائد معتزلہ سے تائب ہوئے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں بروز جمعہ منبر پر کرسی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرافہ بنفسی انا فلان بن فلان کنت اقول بخلق القرآن وان اللہ لا تراه الانصار وان افعال الشر انا فاعلمها وانا تائب مقلع معتقد للرد علی المعتزلۃ مخرج لفضائحهم ومعایبهم انتھی مافی وفيات الاحیاء، ج ۲ ص ۲۵۵۔

بقول ابن حزم آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ ہے۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں، کتاب اللع.

الموجز۔ ایضاً البرہان۔ کتاب التبيين عن اصول الدين۔ کتاب الشرح والتفصيل فی الرد علی اہل الکفر و
التفصيل وغيرہ۔

آپ عمر بھر معتزلہ و ملاحدہ و رافضیہ و جہمیہ و خوارج و دیگر اہل بدع کی تردید کرتے رہے۔ ابو بکر صیر فی
فرماتے ہیں۔ كانت المعتزلة قد رفعوا رأسهم حتى اظلم رايهم الا شعري فجوهم في اقمارهم وكان
ياكل من غلة ضيعة وقفها جده بلال بن ابي بردة بن ابي موسى على عقبه وكانت نفقته في كل يوم
سبعة عشر درهماً، كذا قال الخطيب۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ۳۲۳ھ و عند البعض فجأة ۳۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ وقيل
۳۳۳ھ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وکان في دعابة ومزاح كثير اہ۔

ابو عمرو بن عمار بن العریان بن عبد اللہ التمیمی المازنی البصری النحوی القاری المقرئ۔ آپ ابو
عمرو بن العلاء کی نسبت کے ساتھ معروف ہیں۔

ابو عمرو قراء سبعہ میں سے ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ کا نام زبان ہے و عند
البعض عریان ہے و عند البعض یحیی و عند البعض جز۔ و عند البعض ہی کنیت آپ کا نام ہے۔ آپ بہت بڑے
قاری و مقرئ و عالم عربیت و نحو و اخبار عرب تھے۔

آپ نے قرآن مجید باقرات پڑھا ہے جمید بن قیس اعرج و یحیی بن یمر و مجاہد و سعید بن جبیر و عمر مہ عبد اللہ
ابن کثیر وغیرہ سے۔ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے قرآن باقرات مندرجہ ذیل علماء نے پڑھا ہے۔ عبد الوارث بن سعید و حماد بن زید و معاذ
ابن معاذ و ہارون اعور و یونس بن حبیب نحوی و یحیی بن المبارک یزیدی و ابو بکر کراوی و خارج بن مصعب و
عبد الوہاب بن عطاء وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

آپ روایت حدیث کرتے ہیں اپنے والد سے اور انس رضی اللہ عنہ و حسن بصری و ابن سیرین و
نافع مولیٰ ابن عمر و بدیل بن میسرہ و عطاء بن ابی رباح و مجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی معاذ بن العلاء و شعبہ و حماد بن زید و کعب و ہارون بن
موسیٰ نحوی و اصمعی وغیرہ۔

قال الدرري عن ابن معين هو ثقة وقال ابو حنيفة كان ابو عمر رجلاً لا بأس به لكنه لم يحفظ
ابو عبيدہ عمر بن مثنی کہتے ہیں کان ابو عمر اعلم الناس بالقرآن والعربیة والعرب ايامها والشعر۔ وقال في الفهرست
حالت افتح ابن ابّا و اغلقتها حتى رأيت ابا عمر بن عمار

ابوبکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ ابو عمر مقدماً فی عصرہ عالم بالقرآن ووجوہا قدراً فی العلم واللغة امام الناس فی العربیة وکان مع علمہ باللغة وفقہہ بالعربیة متمسکاً بالاثار لا یجاد یمخالف فی اختیارہ ما جاء عن الائمة قبلہ وکان حسن الاختیار غیر متکلف وکان فی عصرہ بالبصرة جماعة من اهل العلم بالقرآن لم یبلغوا مبلغہ والی قراءتہ صار اهل البصرة او اکثرہم۔ وقال ابو عبید القاسم بن سلام رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فرضت علیہ اشياء من قراءة ابی عمر فخرت علی اکثرین۔ نصر بن علی الجبضی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ قال لی شعبۃ انظر ما یقرأ ابو عمر فایختارہ لنفسہ فاکتبه فانہ سیصیر للناس استاذاً۔

ابو عمر بن العلاء کے ترجمہ و تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب نور القبس ص ۲۵ و نزہۃ الالباب ص ۱۵ و غایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۲۸۸ و عبر الذہبی ج ۱ ص ۲۲۳ و الشذرات ج ۱ ص ۲۳۴ و طبقات الزبیدی ص ۱۷۶ و المعارف ص ۵۳۱ و اخبار الخوین البصریین ص ۲۲ و مراتب النحویین ص ۱۳ و غیرہ۔ ابو عمر بن العلاء بڑے زاہر متقی و عابد تھے۔ مرجع عوام و خواص و انحصار الخواص تھے۔ اولاً بہت کچھ لکھا پھر طریقہ زہد و عبادت اختیار کر کے سب کتابیں اور روک دیریں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں وکان کتبہ التي کتب عن العرب الفصحاء قد ملأت بیتاً له الی قریب من السقف ثم انہ تنسک فاخرجها کلتها فلما رجع الی علمہ الاول لم یکن عندہ الا ما حفظہ بقلبہ۔ ابو عمر و ابتداء سے محب علم و عاشق علوم عربیت تھے اور یہی عشق آخر عمر تک باقی رہا اور بڑھتا ہی رہا۔ ابو عمر فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی ظالم میرے والد کا دشمن تھا ہم اس کے خوف سے یمن کی طرف بھاگے خانا لنسیر بصحراء باليمن اذ لحقنا الحق ینشد ے

ربما تکرہ النفوس من الامر له فرجة کحل العقال

قال فقال له ابی مالخبر؟ قال مات الحجاج قال ابو عمر فانا بقوله له فرجة اشد سروراً منی بموت الحجاج قال فقال ابی اصر فربنا الی البصرة وکنت ابن نوح بضع وعشرين سنة يقال فرجة بالفتح بین الامرین وبالضم بین الجبلین۔ طبقات زبیدی ص ۳ ووفیات ج ۳ ص ۲۶ میں اصمعی کی یہ روایت مذکور ہے: قال حدث الاصمعی عن ابی عمر بن العلاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین غرة عبد او امة۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بالغرة معنی لقال فی الجنین عبد او امة ولکنه عنی البیاض ولا یقبل فی الدیۃ الا غلام بیض او جارية بیضاء لا یقبل فیها اسود ولا سواد وهذا غریب۔

ابن منذر کہتے ہیں میں نے ابو عمرو سے پوچھا حتیٰ منیٰ یحسن بالمرء ان یتعلم؟ قال ما دامت الحیاة
تُحسن بہ۔

ابو عمرو کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۶۸۰ یا ۶۸۱ء میں ہوئی۔

اور آپ کا سنہ وفات ۷۵۸ء اور بقول آخر ۷۵۹ء ہے۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

ولما حضرته الوفاة كان يقضى عليه، ويفيق فافاق من غشيت له فاذا ابنه بشرًا يبكي فقال ما يبكيك
وقد اتت على اربع وثلاثون سنة۔

امام احمد فرماتے ہیں قراءة ابی عمر احب القراءات الی ولما قدم المدينة اسرع الناس الیه للقراءة
علیه، وكان لا یعدون قارئاً من لم یحضر لادیہ۔

فائدا۔ قرأ ابو عمرو علی جماعة من التابعین بالجاز والعراق منهم ابن کثیر، مجاهد وسعيد بن
جبیر علی ابن عباس علی ابن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وايضاً قرأ ابو عمرو علی ابی جعفر القاری علی ابن
عباس وعلی عاصم وعلی الحسن البصری وعطاء وعكرمة وابن محيص وغيرهم۔

فائدا۔ ابو عمرو بن العلاء کے رواة قرار ست بہت ہیں۔ لیکن مشہور عند القراء والعلماء دو ہیں۔
اول، دوری، وهو ابو عمر حفص بن عمر الدوری۔

دوم، سوسی، وهو ابو شعيب صليح بن زياد السوسي۔

دوری اور سوسی دونوں بالواسطہ راوی ہیں۔ یعنی دونوں نے قرار تہی بن المبارک یزیدی سے پڑھی
اور یحیی بن المبارک نے ابو عمرو بن العلاء سے اخذ قرار کیا۔

ابودوداوی شاعر۔ وصد عن سبيل الله وكفر به والمبعض الحرام کی شرح میں مذکور ہے

شہاب خجائی فرماتے ہیں ابو دودا بجملة ابونا وبن سعاد واهمال الدالین شاعر من ايام مشهق اصمہ

جاریتہ آہ۔ غایۃ القاضی۔ ج ۲ ص ۳۰۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء میں لکھتے ہیں۔ ابودودا کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ہوجاریتہ

ابن الحجاج۔ اور اصمعی کے نزدیک اس کا نام خطلة بن الشری ہے۔ ابودودا کا دیوان مطبوع ہے۔ اس کا ترجمہ

اغانی ج ۱۵ ص ۹۱ میں و کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۱۶۱ و خزائن الادب ج ۴ ص ۱۹ و شواہد مننی ص ۱۲۴

میں مفصلاً مذکور ہے۔ بعض بادشاہوں نے ابودودا کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے یمن کے بادشاہ کے پاس پناہ لی

تو جارجانی دودا ضرب الفل بن گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے حارث بن ہمام بن مرہ نے اور عند البعض کعب بن مام

نے پناہ دی تھی۔ ابودودا گھوڑے کی تعریف و وصف میں مشہور ہے۔ اصمعی کہتے ہیں والعرب لا تودی شعرا لی

دؤاد و عدی بن زید و ذلک لان العاظماء لیست بخدیة اہ۔ خطیہ لے اشعر الناس کہتے تھے۔

ابو دؤاد کے یہ دو شعر ضرب المثل اور بہت مشہور ہیں۔ اول یہ شعر ہے

اکل امری تحسبین امرأً ونا تخرق باللیل نائراً

اور یہی شعر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ دوم یہ شعر ہے

الماء یجری دلاً نظائرہ لی وجد الماء غرقاً خرقہ

کذا فی کتاب الشعر والشعار۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب میں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ

اور کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ www.KitaboSunnat.com

ہو عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الصابی رضی اللہ عنہ۔

آپ قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں۔ بدری ہیں۔ ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے رہتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صاحب النعلین کے نام سے مشہور ہیں۔ حکم نبی علیہ السلام ہجرت سے پہلے ربیعہ سے اور بعد الحجۃ سعد بن معاذ سے مواخاۃ تھی۔ آپ کی والدہ ام عبد بنت عبد ود بن سواد بن ہذیل بھی اسلام لے آئی تھیں۔ اور ہجرت کی تھی۔ ابن مسعود نے چھٹے مسلمان ہیں۔ آپ سے قبل صرف پانچ اشخاص مسلمان ہوئے تھے قال ابن مسعود لقد رأیتنی سادس سنتہ ما علی الارض مسلمون غیرنا۔ راہ الطبرانی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تین ہجرتیں کیں۔ اولاً حبشہ کی طرف۔ پھر یہ افواہ سننے کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے تو واپس مکہ مکرمہ آئے لیکن وہ غلط افواہ ثابت ہوئی۔ پھر دوبارہ حبشہ گئے۔ پھر وہاں سے جنگ بدر سے کچھ قبل مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ تمام منازعی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں آپ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ وفی صحیح مسلم عند ما قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ نک ان ترفع للعباد وتسمع سوادى حتى انک انک۔ آپ کا علمی تجربہ صحابہ میں سب سے زیادہ تھا قال علیہ السلام خذوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ وسالم مولی ابی حذیفۃ ومعاذ وأبی بن کعب۔ ان چاروں میں عبد اللہ بن مسعود کا نام سب سے پہلے مذکور ہے۔ وقال فیہ عمر رضی اللہ عنہ کذیف علی علی۔ وقال علیہ السلام قسکو ابعد ابن امر عبد۔ راہ الشیخان۔

آپ کے تین بیٹے تھے عبد الرحمن و عقبہ و ابو عبیدہ۔ ایک بار یہ یلہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حیات کرتے ہوئے پوچھا مائشکی؟ قال ذوفی۔ قال فائشکی؟ قال رحمۃ ربی۔ قال الا امرک بطیب؟ قال الطیب امرضی۔ قال الا امرک بعتاء؟ قال لا حاجۃ لی فیہ۔ قال یون لبناتک قال اتخشى علی

بناقی الفقرا فی امرتھن ان یقرآن کل لیلۃ سورۃ الواقعة فی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
من قرأ سورۃ الواقعة کل لیلۃ لم تصبه فاقۃً ابداً۔

آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ۶۳ متفق علیہ ہیں اور ۲۱ میں امام بخاری منفرد اور ۳۵ میں امام
مسلم منفرد ہیں۔

فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر زیادہ اعتما کیا جاتا ہے وقد قالوا زرعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
وسقاه علقمہ وحصدہ ابراہیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابو حنیفہ وبعجنہ ابو یوسف وخبزہ محمد
فساثر الناس یا کدون من خبزہ۔

آخر وقت کوفہ میں رہائش اختیار کی اور کوفہ ہی میں ۳۳ یا ۳۴ میں وفات پائی اور عند البعض
وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور حنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال
سے کچھ زیادہ تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں کئی جگہ ہوا ہے۔ آپ جبر اللامۃ
و بحر ربیب المفسرین کے القاب سے مشہور ہیں کیونکہ آپ وسیع العلم تھے۔ قال ابن مسعود نعم تزجان
القرآن ابن عباس۔

آپ آخر میں مرکز علم و مرکز فتاویٰ بن گئے تھے۔ دور دراز علاقوں سے مسائل و علوم دریافت کرنے
اور رکھنے کے لیے علماء و عوام آپ کے پاس آتے تھے۔ عبادۃ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ بقیۃ بن عباد لہ ابن عمر
و ابن زبیر و ابن عمر و ابن۔

آپ چھ کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں قال الامام احمد ستۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اکثر الراءۃ عنہ و عنہم ابو ہریرۃ ثم ابن عمر ثم جابر و ابن عباس و انس و عائشۃ رضی اللہ عنہم
آپ بڑے جمیل حسین تھے قال عطاء ماریث القصر لیلۃ اربع عشرۃ الا ذکرۃ وجہ ابن عباس
وقال سفیان بن عیینۃ کان الناس ثلاثۃ ابن عباس فی زمانہ و الشعیب فی زمانہ و سفیان الثوری
فی زمانہ۔ حسب قول امام احمد آپ کی وفات شہر طائف میں ۶۸ میں ہوئی اور بقول بعض ۶۷ میں۔
وعن میمون بن مہران قال شہدت جنازۃ ابن عباس فلما وضع لیصلی علیہ جاء طرا یض فوقہ
علی کفانہ فدخل فیہا فالتمس فلم یوجد فلما سوی علیہ التراب سمعنا من یمین صوتہ ولا یری
شخصہ یقرأ یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فا دخل فی عبادۃ و ادخلی
جنۃ۔ کذا ذکر الثوری فی تہذیب السماء ج ۱ ص ۲۵۔

آپ آخر میں نابینا ہو گئے تھے اسی طرح آپ کے والد عباس رضی اللہ عنہ اور دادا عبدالمطلب بھی آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔

و ثبت فی صحیح البخاری ان النبی علیہ السلام ضم ابن عباس الی صدرہ وقال اللهم علّمہ الكتاب . فی رواية علیہ للحکمة فی رواية مسلم اللهم فقهہ -

ابن عمر رضی اللہ عنہما - آیت والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما -

آپ زاہد و کثیر العبادت صحابی ہیں۔ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل بلوغ اسلام لائے اور ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں صغیر سی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور غزوہ اُحد میں شرکت مختلف فیہ ہے۔ وفی الصحیحین انہ قال عرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام واحد وانا ابن اربع عشرة سنة فلم یجز فی عرضت علیہ یوم للتندق وانا ابن خمس عشرة سنة فاجاز فی۔

اتباع سنت کا جذبہ آپ پر غالب تھا اس لیے شدائد میں عمر فی اتباع مشہور تھے حتیٰ انہ یمنزل منازلہ ویصلی فی کل مکان صلی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویرک ناقتہ فی مبرک ناقتہ و نقلوا ان النبی علیہ السلام نزل تحت شجرة فكان ابن عمر یتعاهد ہا بالماء لئلا یتیسر۔ کذا ذکر النوی فی التہذیب ج ۲ ص ۲۷۹۔ قال النوی قل نظیرة فی المتابعة لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شیء من الاقوال والافعال وفی الزهادة فی الدنيا۔ ۵۸۔

وكان اذا قرأ هذه الآية الریان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذكر الله بکی حتی یغلبہ البكاء۔

آپ سے ۱۶۳۰، احادیث مروی ہیں۔ ۷۰ متفق علیہ ہیں اور ۸۱ پر بخاری اور ۳۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۳۷ھ میں ہوئی۔ مقام محصب میں مدفون ہیں۔

ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ - آیت لا تقصرا والدۃ بولدہا ولا مولود لہ بولدۃ وعلی الواریث مثل ذلک کے بیان میں مذکور ہیں۔ فقہاء کبار وائمہ دین و علم میں کنیت ابوزید سے مشہور ترین علماء ہیں۔ اول علم فقہ میں۔ دوم علم حدیث میں۔ سوم تصوف و زہد میں معروف ہیں۔ یہاں پر کم تینوں کے احوال جو فوائد کثیرہ پر مشتمل ہیں درج کرتے ہیں۔ البتہ تفسیر ریضاوی میں ابوزید ثالث مراد ہیں۔

اول ابوزید قاضی رحمہ اللہ - هو ابوبکر بن حماد بن دینیل قاضی المدائن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ ابو زید تلمیذ ہیں سفیان ثوری و حسن بن عمارہ و عمر بن نافع و ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے۔
 اور آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان بن محمد مبارکی و ابو جابر مسلم بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
 ابو زید نے علم فقہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ تاریخ بغداد میں آپ کا ترجمہ و حال درج ہے۔
 حسن بن عثمان کی روایت ہے کان الفضیل بن عیاض یقول فی ابی حنیفۃ و اصحابہ فاذا اسئل عن مسئلۃ
 یقول اثنی ابا زید فسلوه و کان ابو زید رجلاً اعلیٰ من اصحاب ابی حنیفۃ فقیل له انک تقول فی ابی حنیفۃ و
 اصحابہ ما تقول فاذا اسئل عن مسئلۃ دللت الیہم فقال ویلت ہم طلبوا هذا الامر ہر احی بهذا الامر۔
 کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۵۲۔

فضیل بن عیاض کا یہ قول شاہد عدل ہے اس بات پر کہ کل علماء مذاہب کے نزدیک مسائل اسلام و
 فقہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں۔ اور ان کی مہارت اس سلسلہ میں رب کے
 نزدیک مسلم تھی۔ دعون مہنی قال سالت احمد بن حنبل عن حماد بن دلیل قال کان قاضی المدائن لم یکن
 صاحب حدیث کان صاحب رأی قلت سمعت منہ شیئاً؟ قال حدیثین و سئل ابن معین عنہ فقال
 ثقۃ و قال ابن عمار حماد بن دلیل کان قاضیاً علی المدائن فہرب منها و کان من ثقات الناس سرایتہ
 بمکۃ یمسح البز و قال ابو داؤد لیس بہ بأس۔

دوم۔ دوسرے ابو زید مشہور محدث و امام ہیں۔ یحییٰ بن سعید قطانؒ کے تلمیذ ہیں۔ یحییٰ بن سعید امام احمدؒ
 کے بھی استاذ ہیں۔ ان دوسرے ابو زید کا نام و نسب یہ ہے ہو عمر بن شبتہ بن عبیدہ بن زید ابو زید
 النعمیری البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابو زید بصری روایت حدیث کرتے ہیں محمد بن جریر عن در و عبد الوہاب ثقفی و یحییٰ بن سعید قطانؒ عبد الرحمن
 ابن مہدی و ابی زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو جکون ابی الدنیا و ابو شعیب حرانی و ابو القاسم بغوی و محمد بن مخلد رحمہم
 اللہ خطیب تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں و کان ابو زید البصری ثقۃ عالم بالسیرۃ ایام الناس و لہ
 تصانیف کثیرۃ قدم بغداد و نزل بسۃ من رأی فی آخر عمرہ و بجاتونی اہ۔ ابو زید بصری فرماتے ہیں قدم و کعب
 ابن الجراح عبادان لم یعت من الخرج الیہ لحدائی فرأیتہ فی النوم یتموضع علی شاطئ دجلۃ من کون فقلت
 یا ابا سفیان حدثنی بحديث فقال حدثنا اسماعیل بن قیس قال قال عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبي صلى الله عليه وسلم ان
 خير المشركين اسلاماً للمسلمين عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ابو زید نحفظہ فی النور۔ احمد بن الحنفی تنوخی فرماتے ہیں
 کنا غصی الی عمر بن شبتہ و یحییٰ الینا ثم صرنا نوز و کلا یزورنا فاعتبتہ فاننا یقول ھ

أشد من نفسي وما تشد وقد مضت ثمانون لي تعد

ایام تری و لیال بعد کأن ایام للحیاة تعد

ابوعلی غزنی کہتے ہیں کہ شہر ستر من رآی میں میری موجودگی میں ابو زید بصری کا امتحان لیا گیا فقال ابو زید
القرآن کلام اللہ لیس بخلق فقالوا له فتقول من وقف فهو کافر فقال لا اکر احدًا فقالوا له انت کافر
وہم قی کتبہ فلزم بیتہ وحلف ان لا یحدث شہراً۔ ابو زید بصری بہت بڑے محدث و امام علم حدیث ہیں۔
ان کی وفات ستر من رآی میں بروز پیر ۲۵ جمادی الآخر ۲۲۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب
۱۷۳ھ ہے۔

سوم، ابو زید علی صوفی رحمہ اللہ۔ وہ ابو زید الجلی۔ آپ کا نام معضد ہے۔ امام عارف باشر و روع
و کثیر العبادۃ تھے۔

علیۃ الاولیاء میں حافظ ابو نعیم نے ان کے کچھ احوال لکھے ہیں۔ بلال بن سعد حضرت معضد ابو زید کا یہ قول
نقل کرتے ہیں قال معضد لولا ثلاث ظلموا جرح طول لیل الشتاء ولذا ذلة التجدد بکتاب اللہ عز و
جل ما بالیت ان اکون یعسوباً۔

ایک غزوہ میں کفار کے ایک چھوٹے پتھر کے گٹنے سے زخمی ہوئے اور یہی موت کا سبب بنا۔ عن
عبد الرحمن بن یزید قال خرجنا فی جیش فیہم علقمة ویزید بن معاویۃ الخضی و عمر بن عتبۃ و معضد قال
فخرج عمر بن عتبۃ و علیہ جبۃ جدیدۃ بیضاء فقال ما احسن الدم یصل علی ہذا فخرج فخرج فخرج للقصر
ای قصر الکفار فاصابه حجر ففجۃ قال ففجۃ علیہا الدم ثمرات منها قد فناء قال وخرج معضد الجلی یترض
للقصر فاصابه حجر ففجۃ فجعل یلبسہ ابیدہ و یقول انما الصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیرۃ قال فمات منها قد فناء۔
وعن علقمة قال حاصرنا مدینۃ ای فی غزوۃ فاعطیت معضدًا ثوبًا لئلا یفزعہ فاصابه حجر فی رأسہ
فجعل یسحہا وینظر الی و یقول انما الصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیرۃ فاصابه من دمہ قال ففسلتہ فلم
ین ہب وکان علقمة یلبسہ و یصلی فیہ و یقول انہ لیزیدۃ الی حبیبان دم معضد فیہ۔ کذا فی الطلیعہ ص ۱۵۹
ابو زید معضد تابعی ہیں اور علقمہ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے معاصر ہیں۔

آزر۔ تفسیر و علم ادر الاسماء کتھا میں مذکور ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یا چچا۔ آزر کا اصلی نام تارج ہے۔ امام سیبلی کہتے ہیں و آزر قیل معناه
یا اوجہ و قیل ہوا سم صم و انتصب علی اصابہ الفعل فی التلاوة و قیل ہوا سم لابیہ کان یسمی تارج و آزر و
ہذا ہوا الصغیر لمحیثہ فی الحدیث منسوباً الی آزر۔ انتہی مافی الرضوالانف ج ۱ ص ۱۔

قرآن شریف میں آزر مذکور ہے۔ یہ کافر تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس سے اس کا مشرک و کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قال یا ابت انی قد جاء فی من العلم ما لم یأتک فاتبعنی اهدک صراطاً سوئاً۔ یا ابت لا تعبد الشیطان ان الشیطان کان للرحمن عصبیاً۔ الی قوله، قال اسرغب انت عن الہی یا ابراہیم لئن لم تنتہ لاخر جنتک و اھم فی ملیاً۔ قال سلاھ علیک ساستغفر لک ربی انما کان لی حقیاً۔ واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ و ادعوا بقی عسی ان لا اکون بدعاء ربی شقیماً۔

ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے استغفار کرتے تھے تا آنکہ آزر حالت کفر پر ہر اور اس کے عدو اللہ ہونے کا یقین ہوا تو پھر استغفار ترک کر دیا۔

قرآن میں ہے و ما کان استغفار ابراہیم لابیم الا عن موعدا وعدہا ایتا فلما تبین لہ انہ عدو لہ تبرأ منہ ان ابراہیم لا ذواہ حلیم۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آزر بہت ترش تھا۔ قرآن میں ہے واذ قال ابراہیم لابیم اذرا اتخذ اصناماً الہة انی اسرک و قومک فی ضلال مبین۔

واخرج البخاری عن ابی ہریرۃ مرفوعاً یلقی ابراہیم اباءہ آزر یوم القیامۃ و علی وجہ آزر قترۃ و غبرۃ فیقول لہ ابراہیم الم اقل لک لا تعصی فیقول لہ ابوہ فالیوم لا اعصیک فیقول ابراہیم یا رب انک وعدتہنی ان لا تخزنی یوم تبعثون و اتی خزی اخزی من ابی الا بعد فیقول اللہ تعالیٰ انی حرمت الجنة علی الکافرین ثم یقال یا ابراہیم ماتحت سر جلیک فینظر فاذا ہو بذبح منقطع فیؤخذ بقوائمہ فیلقی فی النار۔

وفی البدایہ جرمۃ لابن کثیر ہذا یل علی ان اسم ابی ابراہیم آزر جمہو اهل النسب ہم ابن عباس علی ان اسم ابی ابراہیم و اهل لکتاب یقولون تارخ بالحاء المعجمة فیقول لہ لقب یصنم کان یعبده اسمہ آزر قال بن جریر و الصواب ان اسمہ آزر لعل لہ اسمان اثنان احدہما لقب والاخر علم و ہذا الذی قال بخطل اہ۔ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا اور غسر مویخ کلبی کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ہے ہونا بہت کبریا بن کر بنی انشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ فائدہ آزر کا کفر منصوص ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آزر کفر پر ہے۔ البتہ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا چچا۔ دونوں طرف علماء کرام نے ذہاب کیا ہے جو علماء اسے عجم ابراہیم سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اولاً اکثر محققین اہل کتاب کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا یا تارخ۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہ آزر اخراج ابن ابی حاتم بسند فیہ ضعف عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ و اذ قال ابراہیم لابیم اذرا قال ابن ابراہیم لیکن اسمہ آزر اما کان اسمہ تارخ و اخرج ابن ابی شیبۃ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم من طرق بضعہا صحیح عن مجاہد قال لیس آزر اب ابراہیم۔ و اخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریر فی قولہ تعالیٰ و اذ قال ابراہیم لابیم اذرا قال لیس آزر ابیہ۔

بابیہ انما هو ابراہیم بن تیرخ و تارخ بن شاخ بن ناخس بن فاطم۔

ثانیاً یہ کہ بعض روایات آثار میں اس پر طرح حکم کا اطلاق ہوا ہے۔ اخراج ابن المنذر فی تفسیرہ بسند صحیح

عن سلیمان بن صرد الصحابی رضی اللہ عنہ قال لما اراد ان یشعلوا ابراہیم فی النار جعلوا یجمعون الخشب حتی

ان كانت البحر لجمع الحطب فلما اراد ان يلقوه في النار قال حسب الله ونعم الوكيل فلما القوه قال الله يا ناركوني برداً
وسلاماً على ابراهيم فقال عم ابراهيم من اجل دفع عنه فارس الله عليه شارة من النار فوقعت على قدمه فاحرقته
حافظ سيوطي اس حديث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں فقد صرح في هذا الاثر بان عم ابراهيم وفيه فائدة
اخرى وهوانه مات في ايام القاء ابراهيم في النار قد اخبر الله تعالى في القرآن بان ابراهيم ترك الاستغفار
له لما تبين له انه عدو لله وحررت الآثار بان ذلك تبين له لما مات مشرکاً وان لم يستغفر له
بعد ذلك .
کذا في مسالك الحنفی والدی المصطفی ص ۲۵ .

یہ ثالثاً، اثر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آزر عم ابراہیم علیہ السلام بابل میں القاء فی النار کے
زمانے میں مر گیا تھا۔

اور اصحاب تاریخ و علماء تفسیر کہتے ہیں کہ امتحان القاء فی النار کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بابل ترک کر کے
ارض کنعانیین کی طرف ہجرت کی۔ اور اس سفر ہجرت میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد تاریخ بھی تھے
اور آپ کی بیوی سارہ اور لوط علیہ السلام بھی شریک سفر و ہجرت تھے۔ کما صرح بہ اہل التاريخ۔
اس سے دو امور معلوم ہوئے۔ اول یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، کیونکہ آزر کی موت کے
بعد بھی ان کے والد تاریخ کا فی مدت زندہ رہے۔

دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مؤمن تھے اور حفاظت ایمان کی خاطر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی عجمت
نے یہ ہجرت کی تھی۔

اس وقت کل مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے والد کے علاوہ دو اور یعنی لوط علیہ السلام اور
سارہ بھی تھے۔ اگر آپ کے والد مسلمان نہ ہوتے تو ہجرت کیوں کرتے؟

یہ ایک قوی دلیل ہے جو اس عاجز کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القا فرمائی۔ حافظ سیوطی نے اپنی کتاب
مسالك الحنفی والدی المصطفیٰ میں یہ دلیل ذکر نہیں کی۔ اس دلیل کا مأخذ البدریہ لابن کثیر ہے۔ چنانچہ ابن کثیر
بدریہ ج ۱ ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں: قالوا فتزوج ابراهيم سارة وكانت عاقراً لا تلد قالوا وانطلق تاريخ بابن
ابراهيم وامرته سارة وابن اخيه لوط بن هاران فخرج بهم من ارض الكلدانيين الى ارض الكنعانيين
فزلوا احران فمات فيها تاريخ وله مائتان وخمسون سنة وهذا يدل على ان ابراهيم عليه السلام لم يولد
بمصر وانما مولده بارض الكلدانيين وهي ارض بابل وما والاها۔

رابعاً، حافظ سیوطی نے مسالك الحنفی میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے کل اجداد آدم علیہ السلام تک مؤمن تھے قال في مسالك الحنفی والدی المصطفیٰ ص ۲۵ بعد بحث فعرف

من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبي عليه السلام كانوا مؤمنين بيقين من آدم الى زمن نمرود وفي زمنه كان ابراهيم عليه السلام وأزر، اهـ۔

وقال الفخر الرازي رحمه الله قيل ان أزر لم يكن والد ابراهيم بل كان نعتي واحبوا عليه بوجه منها ان ابااء الارباء عليهم السلام كانوا كفاراً ویدل عليه وجه منها قوله تعالى الذي يراد حين تقوم وتقلبك في السجدين۔ قيل معناه انه كان ينقل نورة من ساجد الى ساجد ثم قال وما يدل على ان ابااء محمد صلى الله عليه وسلم كانوا مشركين قول عليه السلام ازل انقل من اصلاص الطاهرين الى ارحام الطاهرات وقال تعالى انما المشركون نجس فوجب ان لا يكون احدهم من اجداده مشركاً۔ اهـ۔

نیز کسی احادیث مرفوعہ سے مذکورہ صددعوے کی تائید مستنبط کی جاسکتی ہے۔ مثلاً:-

اخرج البيهقي في دلائل النبوة عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ما افترق الناس فرقتين الا جعلني الله في خيرهما فاخرجت من بين ابوي فلم يعصني شيء من عهد الجاهلية وخرجت من كاج ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتى انتهيت الى ابي واتي فانا خير كره نفساً وخير كراماً۔

واخرج ابن نعيم في دلائل النبوة من طريق عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لم يزل الله ينقلني من الاصلاص الطيبة الى الارحام الطاهرة مصقياً مهذباً لا تشعب شعبتان الا كنت في خيرهما خامساً۔ آزر و تارح کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کے لیے دعا مضرت کرتے ہیں جب کہ کافر کے لیے بعد الموت ایسی دعا حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ آزر عجم ابراہیم علیہ السلام ہے اور آپ کے والد کا نام تارح تھا نہ کہ آزر۔ اور نیز ثابت ہوا کہ آپ کے والد مؤمن تھے اور ان کی موت ایمان پر ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کو کہہ کر مرہ میں چھوڑنے کے بعد یہ دعا کی رہنا انی استسكنت من ذریعتی بواد غیر ذی زرع ، انی قوله ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ فاستغفر لوالدیہ وذلك بعد هلاكهم بمدة فنستنبط من هذا ان المذكور في القرآن بالكفر التبری من الاستغفار له هو عتله لا ابره الحقیقی فلهذا الحمد علی ما ذکرنا والحمد۔

ثمی ابن سعد فی الطبقات عن الکلبی قال هاجر ابراهيم من بابل الى الشام وهو يومئذ ابن سبع وثلاثين سنة فأتى حمران فاقام بما زماناً ثم أتى الى الاردن فاقام بما زماناً ثم خرج الى مصر فاقام بما زماناً ثم رجع الى الشام فنزل السبع بين ايلياء وفلسطين ثم ان بعض اهل البلد اذوه فقتلوا من عندهم فنزل منزلاً بين الرملة واليلياء ورمى ابن سعد عن الواقدي قال ولد لاجراهيم اسماعيل وهو ابن تسعين سنة۔ فعرف من هذين الاثرين ان

بین ہجرتہ من بابل عقیب واقعة النار و بین الدعوة التي دعا بها بمكة بضعا ونحوه سنن۔

سوال۔ جب آزر والد ابراہیم علیہ السلام نہ تھا تو قرآن شریف میں اس پر آب کا اطلاق کیوں ہوا؟
جواب۔ عزم پر لغت عرب و عرب شرع میں آب کا اطلاق رائج و شائع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ اِذْ قَالَ لِبَنِيِّهِ مَا تَعْبُدُنْ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ الْهَلْكَ وَاللهُ اَبَانُكَ اِبْرَاهِيمَ وَاسْمَعِيلَ وَاسْحٰقَ۔ فاطلق على اسمعيل لفظ الاب وهو عم يعقوب كما اطلق على ابراهيم وهو جده۔ واخرج عن ابی العالیة فی قول تعالیٰ واللہ اباؤک ابراہیم واسمعیل قال سنی العم ابًا۔

بلال رضی اللہ عنہ۔ زین للذین کفر بالحیوة الدنیا ویضرون من الذین آمنوا۔ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ہو بلال بن رباح الحبشی المؤمن، رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔
کنیت میں کئی اقوال ہیں۔ عند البعض ابو عبد اللہ وعند البعض ابو عبد الکرم وعند البعض ابو عبد الرحمن ہے۔
بلال قدیم الاسلام والہجرة ہیں۔ بدو احد و خندق وغیرہ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے خادم و خازن تھے۔ کما روی ابونعیم۔ آپ امینہ بن خلف کے غلام تھے۔ اصابہ میں ہے فكان امیة یخوجه اذا حیبت الظہیرة فیطرحه علی ظہرہ فی بطحاء مکة۔ ثم یأمر بالصخرة العظيمة علی صدره ثم یقول لا یزال علی ذلك حتی یموت او یکفر یحج فیقول وهو فی ذلك احد احد فترى ابو بکر الصديق فاستتره منه بعد لاسو جلید قدرت کے کرشمے عجیب ہیں اسی امیہ بن خلف کو جنگ بدر میں بلال نے قتل کر دیا۔

بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ میں ہوئی۔ قال النبی فی تہذیب الاسماء وكان بلال من اسلم اول النبوة ومن اول من اظهر اسلامه استتره ابو بکر یحس اذ اوق و قیل بسبع وقیل بتسع واعتقه للہ عز وجل آہ سفر و حضر میں مؤذن ہے۔ اسلام میں اول اذان دینے والے حضرت بلال ہیں۔ بقول بعض مؤرخین نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بلال نے اذان دینے سے انکار کرتے ہوئے ملک شام جا کر غزوات میں شمولیت کو ترجیح دی۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ہی مؤذن تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد پر چلے گئے اور شام میں رہائش اختیار کی۔ فتح بیت المقدس کے وقت ایک بار حضرت عمر کے حکم سے اذان دی تو کہرام مچ گیا تمام صحابہ اتنا روئے کہ اس سے قبل اتنی کثرت سے رونے والوں کو نہیں دیکھا گیا۔

موضع وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ملک شام کے شہر حلب میں اور عند البعض دمشق میں مذکور ہیں۔
سنہ وفات سنہ ۱۲ یا سنہ ۱۳ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۳ سال اور بقول

بعض ۷۰ سال تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی نسل آگے نہیں چلی۔ بقول امام نووی وغیرہ آپ بے اولاد تھے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کی گردن میں رسی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیا جاتا پھر بچے مکہ مکرمہ کی گلیوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں انہیں کھینچے بیٹے پھرتے تھے اور مارتے بھی رہتے بلال رضی اللہ عنہ احد احد کے نعرے لگاتے تھے۔ اَیُّ اللّٰہُ اَحَدٌ اَوْ یَا اَحَدٌ اشارۃً الیٰ نفعی الاشراک وقال ابن الصبیح وَیُعْطِشُ بِوَمَا وَلِیْدَتٌ۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ عبد اللہ ابن جعدان کے مملوک تھے۔ ممکن ہے پہلے ابن جعدان کے مملوک ہوں پھر اس نے امیہ کو دے دیا ہو۔ ایک دن حسب معمول بلال عذاب میں مبتلا احد احد پکار رہے تھے کہ درقر بن نوفل وہاں پر گزرے تو ورقہ نے کہا نَعَمْ اَحَدٌ اَحَدٌ واللّٰہُ یابلال ثم اتی الیٰ امیۃ وقال واللّٰہ لان قتلتہم علیٰ ہذا لا تخزنہم حنانا ۱۱ لا تخزن قبورہ منسکاً ومسترحاً ادعو عندہ۔ کذا فی حلبیۃ۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کب تک اسے عذاب دے گا۔ امیہ نے کہا آپ ہی نے تو اسے خراب کیا ہے۔ یعنی اسلام کی ترغیب دے کر اب آپ ہی اسے ٹھہرائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس اس سے زیادہ قوی غلام ہے وہ کافر ہے اُسے اس کے بدلے میں لیے۔ امیہ نے منظور کر لیا اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس دیا تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی اور مظلوم کو جنہیں عذاب دیا جا رہا تھا خرید کر آزاد کر دیا مثلاً حمامہ ام بلالؓ۔ عامر بن نفیرہ۔ ابو فیکبہ و زئیرہ اور زبیرہ کی بیٹی اور ام عنیس و نہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی و لطیفہ و اخت عامر بن نفیرہ یا والدہ عامر۔ رضی اللہ عنہم۔

وعن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعر المرء بلال وهو سید المؤمنین۔ وعن ابی سعید الخدیی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال مت فقیراً ولا تمت غنیاً قال بلال فقلت کیف لی بذلک یا رسول اللہ قال ما سررت فقلت فلاتخبأ وما سئلت فلا تمنع فقلت یا رسول اللہ کیف لی بذلک قال ہو ذلک والناسر۔ کذا فی حلبیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعت فی الجنة خشخشة اما می فقلت من ہذا قالوا بلال فلخبرہ وقال ہم سبقتنی الی الجنة قال یا رسول اللہ ما احدثت الا توفضات ولا توفضات الا امرأیت ان اللہ تعالیٰ علیٰ سرکتین فأصلبہما۔ مرآۃ البوحیان عن ابی زرعۃ۔

وعن سعید بن المسیب قال لما كانت خلافتہ ابی بکر رضی اللہ عنہ تجوز بلال یخرج الی الشام فقال ابو بکر لہ

ماكنت اراك يا بلال تدعنا على هذا الحال لو امنت معنا فاعنتنا قال ان كنت انما اعتقنتي الله تعالى فدعني اذهب اليه وان كنت انما اعتقنتي لنفسك فاحبسني عندك فاذن له فخرج الى الشام فمات بها۔

بشیر بن النعمان رضی اللہ عنہ۔ تفسیر آیت ولا تجعلوا اللہ عرضة لایمانکم ان تبرؤا وتتقوا الاية میں مذکور ہیں۔ بشیر بروزن کریم ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اصحاب میں ہے بشیر بن النعمان بن عبید و یقال له مقرب بن اوس بن مالک الانصاری الاوسی۔ قال ابن القلاح قتل يوم الحرة (ای فی خلافتہ یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ) وقتل ابوہ يوم الیامامة۔ انتہی۔ بشیر رضی اللہ عنہ بیضاوی کے کلام کے پیش نظر عبد اللہ بن رواحہ کے بیٹوں ہیں۔ لیکن اصحاب میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور تمام صحابہ میں صرف ہی ایک شخص بشیر بن نعمان نام کے ہیں رضی اللہ عنہ۔

بخت نصر۔ اوکا لڈی مرے علی قریبہ وہی خاویہ علی عہد شہا کے بیان میں مذکور ہے۔

بخت نصر بابل (عراق) کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام نابو بولصر تھا۔ بخت نصر کی وفات سنہ ۶۱۵ ق م میں ہوئی۔ بخت نصر نے بابل سے نکل کر بلاد موصل پر قبضہ کیا۔ بنو اسرائیل سے سوریہ (ملک شام) چھین لیا۔ اہل فلسطین کے حاکم نے اطاعت و جزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ پہلے فلسطین کا بادشاہ مصر کو خرچ ادا کرتا تھا۔ بادشاہ مصر کا نام نخوس تھا۔ بادشاہ فلسطین کا نام بیویا قیم تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے اسے گرفتار کر لیا اور اجارہ یود کی ایک جماعت کے ساتھ بابل لے گیا۔ کہتے ہیں ان میں دانیال نبی علیہ السلام بھی تھے۔ بعدہ فلسطین کے حاکم بنجیو بن بیویا قیم نے قوت حاصل کی اور یود کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر نے حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اس جگہ پر بنجیو کا چچا صدقیا مقرر کیا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ مصر کی مدد سے صدقیا نے استقلال حاصل کیا۔ بخت نصر اس مرتبہ آگ بگولہ بن کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار لوگوں اور بنی اسرائیل کو صدقیا سمیت قتل کیا۔ شہر بیت المقدس کے ٹوٹنے کی عام اجازت دے دی اور اس میں موجود سب کچھ جلا ڈالا۔ اور قیامت خیز تباہی مچادی۔ یہ ۵۸۶ ق م کا واقعہ ہے۔

چنانچہ یود خوف سے متفرق ہوئے۔ بعض مصر بھاگ گئے۔ بخت نصر نے بادشاہ نیحائوس فرعون مصر سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں بڑی جنگ ہوئی اور فرعون مصر نے بخت نصر کو شکست دے دی۔ بخت نصر نے وہاں سے واپس آئے ہوئے صور کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اس کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ بہت سارے اموال و قیدی عورتوں کو ساتھ لے گیا۔ بابل پہنچ کر بڑا جابر و سرکش بنا۔ بد اخلاقی شروع کی اور لوگوں کو اپنے سامنے بلکہ اپنی تصویر و تمثال کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

مگر کچھ مدت کے بعد مجنون اور پاگل ہو کر امور مملکت سے برطرف ہوا۔ اس کی بیوی نینتو کرئیس نے امور

مملکت اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پھر اسے شفا حاصل ہو گئی تو دوبارہ امور مملکت سنبھال لیے۔ اور ایک سال بعد ۵۵۵ھ ق م میں مر گیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب بعض لوگوں کی شرارت مد سے متجاوز ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاہ و برزیا علیہما السلام کو یہ وحی بھیجی کہ عدنان کو بچانے ہوئے اپنے علاقہ میں لے جائے اور بخت نصر کو دونوں حکم دو کہ وہ عدنان کے سوا عرب کو قتل کرے اور بخت نصر کو یہ بھی بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے۔ چنانچہ بخت نصر نے بہت سے قبائل عرب تباہ کر ڈالے اور بڑا مال غنیمت حاصل کیا۔ بہت سی قیدی عورتوں اور مال غنیمت کے ساتھ واپس بابل آیا۔ اس تباہی کے بعد بلاد عرب بخت نصر کی موت تک غیر آباد اور ویران رہے۔ کذا فی دائرة المعارف۔

وفی تفویم التواریخ وتاریخ بیت المقدس للناصر مجیر الدین عبد الرحمن الحنبلی ان ابتداء ملک بخت نصر ۸۳۱ھ من ہبوط آدم علیہ السلام وان بخت نصر کان امیر اللہر اسپ الفارسی الذی فوض الیہ السلطنة کخسر وقیل ابتداء ملکہ ۸۳۲ھ من الہبوط وتخریب بیت المقدس علی یدہ سنتہ سبع وستین وثمان مائتہ واربعة الاف ۸۳۶ھ من الہبوط وقال ابو الفداء صاحب حماة ان انقضاء ملوک بنی اسرائیل وخراب بیت المقدس علی ید بخت نصر سنتہ عشرين من ولایتہ تقریباً وھو السنۃ التاسعة والتسعون وتسعمائة لوفاة موسی واستمر بیت المقدس خراباً سبعین سنۃ۔ کذا فی لقطۃ الجحان ص ۳۔ وقال المفتی السید احمد زینی دحلان فی السیرۃ ص ۱۵۷ وجاء ان اللہ تعالیٰ لما سلط بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالیٰ ارمیاء علیہ الصلاۃ والسلام ان یحمل معہ معدن عدنان علی البراق کی لا تضییہ النقمۃ وقال فانی سأخرج من صلیبہ نبیاً کریماً اختتم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلک۔ بخت نصر چونکہ بہت قدیم زمانے میں گھڑا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں بعض عجیب قصے مکتب اسرائیلیہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں ہے کہ بخت نصر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے مسخ کر کے پہلے شیر بنادیا پھر بیل بنایا پھر گدھ بنایا اور اس کے بعد پھر عطا کی۔

قال فی الحلیۃ فی ترجمۃ وھب بن منبہ و غیرھا عن وھب ابن منبہ قال ان بخت نصر مِسَخَ اسداً فكان مَلِک السباع ثم مِسَخَ نَکراً فكان مَلِک الطیر ثم مِسَخَ ثوراً فكان مَلِک الدواب وكان مِسَخَ سبع سنین و قلبہ فی ذلک کلہ قلب انسان

و هو في ذلك كله يعقل عقل الانسان وكان ملكه قائماً
ثم رَدَّه الله تعالى الى بشريته و رَدَّ عليه روحه فدعا
الى توحيد الله تعالى وقال كل اله باطل الا الله
إله السماء فقيل لوهب امات مسلماً فقال وَجَدْتُ اهل
الكتاب قد اختلفوا فيه فقال بعضهم اَمَنَ قَبْلَ ان
يموتَ وقال بعضهم قَتَلَ الانبياءَ وَخَرَّبَ بَيْتَ الله
المقدس وَاحْرَقَ كِتَابَهُ فغضب الله عليه فلم يقبل منه
التوبة. انتهى.

قال السدي ان بخت نصر لما رجع الى صورته و رَدَّ الله عليه ملكه كان
دانيال و اصحابه من اكرم الناس عليه فحسدتهم المجوس وقالوا لبخت نصر
ان دانيال اذا شرب لم يملك نفسه ان يبول و كان ذلك فيهم عاراً فجعل لهم
طعاماً فاكلوا و شربوا وقال للبواب انظر اول من يخرج للبول فاضربه بالطبر
فان قال انا لبخت نصر فقل كذبت بخت نصر امرني بقتلك فكان اول من قام
للبول بخت نصر فلما سراه البواب شَدَّ عليه فقال انا بخت نصر فقال البواب
كذبت، بخت نصر امرني بقتلك ثم ضربه فقتله.

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ - هو الامام العلامة عبد الله بن عمر بن محمد بن علي
الشيرازي البضاوي كنيت ابو الخير تقي - اور لقب ناصر الدين تھا - ملک شیراز میں بیضا کے کہنے
والے تھے۔ بیضا ایک قریہ ہے۔ یہ جامع الفنون، صاحب علوم کثیرہ، محقق و مدقق و اصولی و متکلم
و مقیر و ادیب و منطقی و فلسفی تھے۔ مذہب اشاعی تھے۔ ملک شیراز کے اندر قاضی القضاۃ کے عہدے پر
فائز تھے۔

تاج الدین سبکی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام مبراؤن نظر اصالحاً متعیداً زاهد اولی
قضاء القضاۃ بشیراز و دخل تبریز و ناظر بها کسی بنا پر وہ عہدہ قضا سے معزول کر دیے گئے۔ معزول
ہونے کے بعد شہر تبریز میں داخل ہوئے۔ جب وہ شہر تبریز میں پہنچے تو اتفاقاً وہاں پر ایک علمی مجلس میں
شریک ہوئے جس میں وزیر بھی موجود تھا۔ وزیر نے وہ مجلس بعض علماء میں مناظرہ کرانے اور علمی گفتگو کرانے
کے لئے منعقد کی تھی۔ بیضاوی وہاں جا کر لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اثنائے درس میں مدرس نے ایک

قوی اشکال ذکر کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حاضرین میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ مدرس نے حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کہ اس اشکال کی توضیح کر کے جواب دیا جائے۔ اور اگر جواب نہ بن سکے تو کم از کم اس سوال کی توضیح پیش کی جائے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مذکورہ اشکال کا اعادہ ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ بیضاویؒ نے مجلس کے آخر میں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ مدرس نے کہا کہ میں آپ سے اس وقت تک کچھ نہیں سُن سکتا جب تک اس اشکال کا آپ اعادہ نہ کر دیں۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ آپ یہ اعتراض سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر قاضی بیضاویؒ نے کہا کہ اشکال کا اعادہ بالفاظِ کروں یا اس کا صرف معنی و خلاصہ ذکر کر دوں۔ وہ مدرس حیران ہو گیا اور کہا کہ بالفاظِ اعادہ کر دو۔ قاضی بیضاویؒ نے بلفظہ اس سارے اشکال کا اعادہ کر دیا اور پھر اس کی توضیح اور جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ تمہارے اشکال کی ترتیب میں بڑا غلط ہے۔ اور پھر وہ غلط بتایا۔

پھر اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک اعتراض ذکر کر کے مدرس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر مدرس اس کا جواب نہ دے سکا۔ وزیر نے یہ منظر دیکھ کر بیضاویؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کمال و جامعیت کا معترف ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بیضاویؒ نے بتایا کہ میں بیضا کا رہنے والا ہوں اور میں شیراز میں عمدہ قضا کا طالب ہوں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ بیضاویؒ نے وزیر سے کہا کہ مجھے عمدہ قضا سے مطمئن کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اپنا سابقہ عمدہ مل جائے۔ وزیر نے فوراً ان کو عمدہ قضا پر بحال کر دیا۔ اور بہت سے انعام و اکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

بعض کتبِ تاریخ میں یوں درج ہے کہ قاضی بیضاویؒ اس وزیر ہی کے پاس رہ گئے اور قضا کا مطالبہ نہ کر سکے۔ مگر دلی تمنا تھی کہ میں قاضی القضاۃ بنوں۔ چنانچہ ایک موقع پر اس زمانہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد کتانی سے سفارش کروائی۔ شیخ مذکور نے وزیر کے پاس آکر عجیب پیرایہ میں سفارش کی اور کہا کہ اے وزیر بیضاویؒ بڑا عالم، فاضل، محقق ہے وہ تمہارے ساتھ شریکِ جہنم ہونا چاہتا ہے یعنی قاضی بننے کی خواہش ہے۔ بزرگ کی اس بات سے قاضی صاحب بہت متاثر ہوئے اور مناصبِ دنیوی کا خیال دل سے نکال کر ساری عمر شیخ مذکور کی خدمت میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے یہ تفسیر بھی ان کے اشارے پر لکھی۔ اور وفات کے بعد شیخ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ سن وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ قولِ اول ۶۸۵ھ میں تبریز میں وفات ہوئی۔

سبکی لکھتے ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن شیخ خواجه نے قول ثالث کو ترجیح دی ہے۔ وہ یکہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۹۱۰ھ میں ہوئی ہے۔ وھذہ عبارتہ والذی اعتقدہ وھم المأخوٹ فی التواریخ الفارسیۃ انہ توفی فی شہر جمادی الاولیٰ سنۃ تسع عشرۃ و سبعم مائتہ تقریباً و یشہد لہ ما فی اخر تاسریخہ نظام التواریخ وھو المعتقد انتہی۔ یہ تین قول ہوئے تاریخ وفات میں۔ بعض شرح نے اس اختلاف کے پیشین نظر کہا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت اولیٰ ہے تاکہ ہم کذب خطا سے بچ جائیں۔

قاضی بیضاویؒ کی اس تفسیر کے علاوہ متعدد تصنیفات ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) الطوالع (۲) المصباح (۳) الايضاح۔ یہ اصول دین میں ہیں۔ طوابع علم کلام کی معروف کتاب ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شرح لکھی ہیں۔ (۴) الغایۃ القصویٰ یہ فقہ میں ہے۔ (۵) شرح المصانج۔ یہ علم حدیث میں ہے۔ (۶) المنہاج یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۷) مختصر الکافیۃ۔ (۸) بقول بعض انہوں نے کافیہ ابن حاجب کی شرح بھی لکھی ہے۔ (۹) منتخب امام رازیؒ کی شرح منتخب اصول فقہ کی کتاب ہے۔ (۱۰) مختصر کشاف۔ (۱۱) بعض علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بیضاویؒ نے منطق میں مطالع کی شرح بھی لکھی ہے (۱۲) نظام التواریخ۔ یہ دُول فارسیہ کی تاریخ میں ہے (۱۳) یہ تفسیر جس کا اصل نام ہے انوار الترنیل و اسرار التاویل۔ علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں عموماً کشاف کی تقلید کرتے ہیں۔ صاحب کشاف کی طویل عبارت کو مختصر کر کے یا اس کے مطلب کو حسین الفاظ میں ذکر کر کے یا اس کی مختصر عبارت کو واضح عبارت میں ذکر کر کے یا اس کے بعض مطالب کی ترتیب میں قدرے رد و بدل کر کے۔

بہر حال علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں مقلد ہیں زرخشری کے دامن الفضل للسابق اور ہمیں اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ زرخشری حنفی ہیں۔ زرخشری کی تفسیر کشاف اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اور قیامت تک مفسرین عربیت و بلاغت کے مباحث میں کشاف کے محتاج و عیال بنیں گے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضاویؒ کی اس تفسیر کے مآخذ تین ہیں۔ چنانچہ حکمت و علم کلام کے مباحث تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اور مباحث معانی و بیان و بلاغت کا مآخذ تفسیر کشاف ہے۔ اور لطائف اشتقاق و لغت میں اس کا مآخذ امام راغب کی کتاب ہے۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وبالجملة ان هذا الكتاب رزق من عند الله سبحانه وتعالى حسن القبول عند جمہوں الافاضل و الفحول فاعكفوا علیہ بالدس والتحشیۃ فثم من علق تعلیقہ علی سواکامنہ ومنہم من حتی تحشیۃ

تامةً ومنهم من كتب على بعض مواضع منه، ولی تالیف مفرد فی ذکر شریعہ وحواشیہ ذکر ت فیہ
ما یزید عدلہا علی مائتہ۔ قال الجلال السیوطی رحمہ اللہ فی حاشیئہ علی هذا التفسیر المسماة
بنوا هذا الکلمۃ شولہ الافکار مانصہ۔ وان القاضی ناصر الدین البیضاوی تخص هذا
الکتاب فاجاد واتی بكل مستجد وما زفید اماکن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرر
مهمات واستدلک تہات فظہر کأنہ سبیکۃ نضارہ اشتہر اشتہار الشمس فی سربۃ النہار
وعکف العاکفون وھج بذکر محاسنہ الواصفون وذاق طعم دائقۃ العارفون فاکت علیہ العلماء
تدریساً ومطلعتاً وبادرہا الی تلقیہ بالقبول رغبتہ فیہ ومسارعتہ اذہ۔

وقال صاحب کشف الظنون فی تفسیر البیضاوی۔ وتفسیرہ هذا کتاب عظیم الشان غنی عن
البيان لخص فیہ من الکشاف ما یتعلق بالاعراب والمعانی والبیان ومن التفسیر الکبیر ما یتعلق
بالحکمۃ والکلام ومن تفسیر الراغب ما یتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات
وضم الیہ ما وری زناد فکرہ من الوجہ المعقولة فجللہ بن الشک عن السریۃ وزاد فی العلم بسطۃ
وبصیرۃ کما قال مولانا المنشی ۛ

اولو الالباب لم یأتوا
ولکن کان للقاضی
یکشف قناع ما تبلی
یکد بیضاء لا تبلی

ولکونہ متبحر لجال فی میدان فرسان الکلام فاظہر مہارتہ فی العلوم حسبما یلیق بالمقام۔
هذا والله اعلم وعلما اکمل۔

ثابت رضی اللہ عنہ۔ ولا یجمل لکما نأخذ واما ان یتیموہن شیئاً کی شرح میں مذکور ہیں۔
هو ثابت بن قیس بن شماس الانصاری الخرجی رضی اللہ عنہ۔

آپ مشہور عظیم القدر صحابی ہیں۔ خطیب الانصار وخطیب النبی علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
خطابت و بلاغت سے خوب نوازا تھا۔ خطابت کے تمام لوازم و خوبیاں آپ میں جمع تھیں۔ نبی علیہ السلام
کے پاس مختلف قبائل کے وفود کے آنے پر بطور مقابلہ آپ ان کو جبرستہ تقریر کا حکم دیتے تھے۔ ہجرت کے
اول میں انصار کی طرف سے آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا منعک مما منع منہ انفسنا واولادنا۔ فما
لنا؟ قال الجنة قالوا رضینا۔

آپ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ آہستہ بولتے وقت بھی باوجود کوشش کے آواز بلند رہتی تھی۔ جب
یہ آیت نازل ہوئی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تو آپ پریشان ہو گئے جس کا قصہ طویل عادیث میں

مذکور ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ثابت کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ تم جنتی ہو۔

مسئلہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ یمامہ میں آپ بھی موجود تھے۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی۔ مسئلہ کذاب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کا خطرہ ہوا۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لما انكشف الناس يوم اليمامة قلت لثابت بن قيس ألا ترى يا عمر ووجدت يتحفظ فقال ما هكذا كنا نقاتل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بس ماعوذتم اقرانكم اللهم اقر ابرأ اليك مما جاء به هؤلاء وما صنع هؤلاء ثم قاتل حتى قتل وكان عليه رزع نفيسة فمربى رجل مسلم فاخذ هابينا من رجل من المسلمين نائما اتاه ثابت في منامه فقال اني اوصيتك بوصيتي فايالك ان تقول هذا حلم فقصيعة اني لما مت كنت اخذ درعي فلان ومنزل في اقصى الناس وعند خبيثاء فربى تستن وقد كفأ على الدرع برمة وفوقها رجل فامت خالدا فمرة فليأخذها وليقل لابي بكر ان علي من الذين كذا وكذا وفلان عتيق فاستيقظ الرجل فأتى خالدا فاخبره فبعث الى الدرع فأتى بها وحدث ابا بكر رؤياه فاجاز وصيته۔ سراء البغوى وغيره۔ جنگ یمامہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔

استیباب میں اس قصہ کے بعد لکھا ہے وأنفذت وصيته من بعد موته ولا يعلم احدا أنفذت له وصية سواه۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا یا ثابت ترضی ان تعیش حميدا وتقتل شهيدا وتدخل الجنة۔

ثعلب النحوی رحمہ اللہ۔ آیت ومن يرغب عن ملّة ابراهيم الا من سفه نفسه کے بیان میں مذکور ہیں۔ ہوا محمد بن یحییٰ بن یسار ابو العباس المعروف بثعلب النحوی امام الکوفین فی النحو واللغة رحمہ اللہ۔ تاسیخ ولادت سنہ ۲۰۰ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۲۷۹ھ اولیٰ سنہ ۲۷۹ھ ہے۔ خلافت مکفی بن المعتض میں ثعلب کا انتقال ہوا۔ امام ثعلب نے گیارہ خلفاء کو دیکھا تھا اور ان کی حکومت کا زمانہ پایا۔ اول مأمون اور آخر مکفی ہے۔ اخیر عمر میں بہرے ہو گئے تھے۔ علی بن سلیمان خضش و محمد بن العباس یزیدی وابن الانبار رحمہم اللہ وغیرہ نے ثعلب سے سماع علوم کیا ہے۔ کان ثعلب يقول سمعت من القوادیر مائة الف حديث۔ اولاً ثعلب نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب فرایا دیکھنے کے بعد شعر و معانی و غریب و لغت کی طرف توجہ کی۔

امام ثعلب فرماتے ہیں قال لی محمد بن عیسیٰ بحضرة الامیر محمد بن عبد الله بن طاهر نحن نقدرک لتقدمنا الامیر فقلت له یا شیخ انی لم اتعلم العلم لتقدّمنا الالهة وانما تعلمت لتقدّمنا العلماء۔ مبرور و ثعلب معاصر تھے۔ دونوں نحوی لغوی تھے۔ دونوں میں سخت منافرت و مخالفت تھی۔ قال ابو العباس

ثعلب بعث الى عبد الله بن اخنوخ الويزير قعداً فيها خط المبرد - ضربتُ بلا سيف - قال ايجوز
 هذا ؟ فوجهت اليه لا والله ما سمعت بهذا قال ثعلب هذا خطأ البتة لان لا التبرئة لا يقع عليها
 خافض ولا غيره لانها أداة وما تقع أداة على أداة - كذا في معجم الادباء لياقوت ج ٥ ص ٣٣ -
 قال احمد بن فارس كان ثعلب لا يتكلف الاعراب في كلامه كان يدخل المجلس فنقوم له
 فيقول أقعدوا أقعدوا ابغض الالف - قال ابن كامل القاضي انشد في ابن العلاف لما مات
 المبرد هـ

ذَهَبَ الْمَبْرَدُ وَانْقَضَتْ أَيَّامُهُ	وَلَيَحْقُقْ مَعَ الْمَبْرَدِ ثَعْلَبٌ
بَيْتٌ مِنَ الْأَدَبِ أَصْبَحَ نَصْفُهُ	خَرِبًا وَبَاقِي بَيْتِهِ فَنَسِخَرِبُ
فَابْكُوا لِمَا سَلَبَ الزَّمَانُ وَوَطَّنُوا	لِلدَّهْرِ أَنْفُسَكُمْ عَلَى مَا يَسْلُبُ
ذَهَبَ الْمَبْرَدُ حَيْثُ لَا تَرْجُوهُ	أَبَدًا وَمَنْ تَرْجُوهُ فَمَغْيِبُ
فَتَزَوَّدُوا مِنْ ثَعْلَبٍ فَبُكَاسٍ مَا	شَرِبَ الْمَبْرَدُ عَنْ قَلِيلٍ يَشْرَبُ
وَاسْتَحْلَبُوا الْفَاطِمَةَ فَكَانَتْ كُمْ	بَسْرِيرَةٍ وَعَلَيْهَا جَمْعٌ يَنْحَبُ
وَأَمْرِي لَكُمْ أَنْ تَكْتَبُوا أَنْفَاسَهُ	إِنْ كَانَتْ الْأَنْفَاسُ مِمَّا يَكْتَبُ
فَلَيَحْقُقَنَّ بَيْنَ مَضَى مَتَخَلَّفٌ	مِنْ بَعْدِهِ وَلَيَذْهَبَنَّ وَنَذْهَبُ

قال ابن الطيب كان ثعلب ثقة متقناً يستغنى بشهرته عن نعته وكان حجة دينا وراما مشهوراً
 بالحفظ والصدق واكثر الرضاية وحسن الداية كان ابن الاعراب اذا شك في شيء يقول لواء عندك
 يا ابا العباس في هذا ؟ ثقة بغزارة حفظه وكان المبرد اعلم بكتاب سيبويه من ثعلب لانه قرأه على
 العلماء بخلاف ثعلب -

وكان ابو علي احمد بن جعفر النحوي المعروف بالدينوري حين ثعلب اى زوج بنته فكان ابو علي
 يخرج من منزله و ثعلب جالس على باب داره مع اصحابه فينتحط ابو علي اصحابه ويمضي ومعه
 دفتره ومحبته فيقرأ على المبرد كتاب سيبويه فيعاتبه ثعلب على ذلك ويقول له اذا راك الناس
 واصحابي الى هذا الرجل اى المبرد تقرأ عليه يقولون ماذا ؟ ولم يكن ابو علي يلتفت الى قوله فيقول لابي
 على كيف صار المبرد اعلم بكتاب سيبويه من ثعلب ؟ قال لان المبرد قرأه على العلماء و ثعلب قرأه على
 نفسه اى ليس له فيه استاذ - قيل وكان ثعلب ضيق النقطة مقترنا على نفسه -

قال ثعلب يوماً اللهم علة قائمة بنفسها فاذا كان معه علة فذلك امر عظيم وانشد هـ

ارى بصري في كل يوم وليلة
ومن يصحب الايام تسعين حجة
لعمري لئن اصبحت امشي مقيداً
لما كنت امشي مطلقاً قبل اكثر

وحدث الخطيب قال قال ثعلب كنت احب ان ارى الامام احمد بن حنبل رحمه الله فلما دخلت عليه
قال لي فيم تنظر؟ قلت في النحر والعربية فانشدني الامام احمد رحمه الله تعالى وهو لبعض بني اسد

اذا ما خلوت الدهر يوماً فلا تقل خلوت ولكن قل علي سري
ولا تحسب الله يغفل ساعة ولا أن ما تخفي عليه يغيب
لهو ناعز الاثام حين تتابع ذنوبك على اثاره
فيا ليت از الله يغفر ماضى فياذن في توباً تبتوب

قال ابو محمد الزهرى كان ثعلب عزاء ببعض امله فتأخرت عنه لانه خفي على ثم قصدته معتزلاً
فقال لي يا ابا محمد ما بك حاجة التي تكلف عن رفاة الصديق لا يحاسب والعد ولا يحتسب له اى لا
يهتم له وليس بحسبان -

امام ابو العباس ثعلب نحاة كوفه كى امام هيس . تا هم نحو اهل بصره كى بهى ما هم كى . قال الشيخ
التاريخى حدثني ابو الحسين البجلي قال تقول اهل الكوفة لنا ثلاثة فقهاء في نسق لم ير الناس مثلهم
ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد بن الحسن ولنا ثلاثة فحوليين كذلك وهم ابو الحسن على بن حمزة الكسائي
وابو زكريا الفراء وابو العباس ثعلب انتهى . قال ابو عمر كنت في مجلس ابي العباس ثعلب فذكرنا
له شيخ من الظاهرية لو علمت مالك من الاجري افاة الناس لصبرت على اذا هم فقال لولا ذلك
ما تعدت -

وحدث الخطيب قال كان بين المبرد و ثعلب منافرة كثيرة والناس مختلفون في تفضيل كل
واحد منهما على صاحبه قال وجاء رجل الى ثعلب فقال ان المبرد هك بقوله فانشده

أقسم بالبتسم العذب ومشتكى الصب الى الصب
لو أخذ النحر عن الرب ما زاده إلا عى القلب

فقال ثعلب ه

يشتمنى عبد بنى مسمع فصنت عنه النفس والعرضا
ولم اجه لاحتقارى له من ذا يعص الكلب ان عضا

وعن بعض العلماء قال كنت يومًا في مجلس ثعلب فقال له رجل يا سيدي ما البعجة؟ قال لا أعرفها في كلام العرب فقال الرجل فاني وجدتُها في شعر ابن المعتل حيث يقول

أعاذ لتي اقصرى أبع جدتي بالمئن

المجدة العظيمة فاغتاض ثعلب غيظا عظيما وقال يا قوم أجيدوا أذنيه عركا أو يحلف أنه لا يرجع يحضر حلقتي ففعلنا. وقال أبو محمد الزهري جئت يوم ما أنشأوس في الانتقال من محلة إلى محلة لتأذي بالجيران فقال يا أبا محمد العرب تقول صبرك على أذى من تعرف خير من استحداث ما لا تعرف. قال الصولي كتأعند ثعلب فقال رجل المسجد بفتح الجيم هذا المعروف فما المصدر؟ قال السجود قال فعرفتني ما لا يجوز من ذا؟ قال ثعلب لا يقال مسجد بفتح الجيم وضحك وقال هذا يطول ان وصفنا ما لا يجوز وإنما يوصف الجائز ليدل على ان غيره لا يجوز.

ونظير هذه القصة ان ماسويه الطبيب الشهير وصف لانسان دواء ثم قال له كل العزج وشيئا من الفواكه قال ذلك الانسان اريد ان تخبرني بالذي لا أكل فقال ماسويه لا تأكلني ولا حماسي ولا غلامي واجمع كثيرا من القراطيس ويكر الى فان هذا يكثر ان وصفته لك.

قال ثعلب دخلت على الأمير محمد بن عبد الله بن طاهر فاذا عند المبرد واصحابه فلما قعدت قال محمد بن عبد الله ما تقول في قول امرئ القيس

لها مئنتان خطاتا كما أكتب على ساعد يدي النمر

فقلت خطا تا صيغة ما في مئنتي المئنت يقال لحم خطا يخطا اذا كان صلبا مكتنزًا ووصف فرسا وقوله على ساعدي النمر اي في صلاحية ساعد النمر اذا اعتقد على يده والمئنت الطريقة الممتدة من عين يمين الصلب وشماله واصل خطا تا خطا فلما تحركت التارعاد الالف من اجل الحركة والفتحة.

قال فاقبل بوجهه على المبرد فقال له المبرد انما اراد خطاتا بالاضافة الى ما قال فقلت ما قال هذا احد قال المبرد بلى سيبويه يقول له فقلت لمحمد بن عبد الله لا والله ما قال سيبويه وهذا كتابه فليحضر ثم اقبلت على محمد بن عبد الله وقلت ما حاجتنا الى كتاب سيبويه؟ اي قال مررت بالزبيد بن طريف عمر فيضاف نعت الشيء الى غيره فقال محمد لصحة طبعه لا والله ما يقال هذا ونظر الى المبرد فامسك ولم يقل شيئا وقمت ونهض المجلس.

قلت ثعلب علی جلالة مقامه اخطأ هنا فی موضعین والحق مع المبرد فی هذا المجلس۔

الاول۔ ان الالف المحذوفۃ فی مثنی المونث الغائب لا تعود قط یقال فی مونث دعا ورمی دعت دعنا وسمت سمرتا ولا یصح دعنا وسمتا فکیف اعيدت الالف فی خطاتا والصواب خطا مثل دعنا۔

والثانی لا ادری لہ لا یجوز اضافة نعت الشئ الی غیرہ وما ظن احدًا ینکر قول القائل رأیت الفرسین مرکوبی زید ولا الغلامین عبدی عمرو ولا الرجلین حبیبی عمرو ورفیق زیداً ومثلہ مررت بالزیدین طریفی عمر۔ وقال ابن مجاهد کنت عند ثعلب فقال لی یا ابا بکر اشتغل اصحاب القرآن بالقرآن فغازوا واشتغل اهل الفقه بالفقه فغازوا واشتغل اصحاب الحدیث بالحدیث فغازوا واشتغل انا بزید وعمر فلیت شعری ما یکون حالی فی الاخرة؟ فانصرفت من عنده فرأیت تلك اللیلة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی اقرئی ابا العباس (وهو ثعلب) عتی السلام وقل له انک صاحب العلم المستطیل۔ قال الرذی باری اراد ان الکلام بہ یکمل وللخطاب بہ یجمل وقال مرآة اراد ان جمیع العلوم مفتقرة الیه۔

جبریر الشاعر۔ ان کا ذکر تفسیر بیضاوی میں منکر ہے۔

ہو جبریر بن عطیة بن حذیفہ بن بدہ۔ جبریر مشہور اسلامی شاعر ہیں۔ ان کا تعلق نسباً بنو کلیب بن مرثد سے ہے۔ کنیت ابو حرزہ ہے۔ بصری ہیں۔ دمشق میں بکثرت ان کا آنا جانا تھا۔ یزید بن معاویہ اور اس کے بعد کے خلفاء کی مدح میں شعر کہتے تھے۔ فرزدق واخل جبریر کے معاصر تھے۔ ان دونوں سے اور اسی طرح کئی دوسرے شعراء سے ان کے مقابلے ہوتے تھے دکان جبریر اشعر ہم وخیر ہم قال غیر احدی ہوا شعر الثلاثۃ اہ۔ کذا فی البدایۃ لابن کثیر۔ ج ۹ ص ۲۶۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۳۷ میں لکھتے ہیں :- جبریر کے دو بھائی تھے ایک : نام عمرو بن عطیہ اور دوسرے کا نام ورد بن عطیہ تھا۔ جبریر سات یا چھ ماہ کے محل میں پیدا ہوئے۔ یعنی ماں کے بطن میں صرف چھ یا سات ماہ رہے۔ جبریر کی اولاد کی تعداد دس ہے۔ آٹھ بیٹے تھے اور دو بیٹیاں۔ جبریر نے خواب دیکھا کہ اس کی چار انگلیاں کٹ گئی ہیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد ہنوزبتہ کے ساتھ جنگ میں آپ کے چار بیٹے قتل ہوئے۔ جبریر کے احوال کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ طبقات ابن سلام، ص ۳۱۵۔ شرح

شواہد معنی، ص ۱۶۔ خزائن الادب ج ۱ ص ۳۶۔ موش، ص ۱۱۸۔ یعنی ج ۱ ص ۹۱۔ اغانی ج ۱ ص ۳۵۔
 جریر کا بیٹا بلال بن جریر بڑا فاضل و شاعر تھا۔ مکرمہ بن جریر و نوح بن جریر بھی بڑے شاعر تھے۔ جریر بھارو دم
 میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے شعراء کی مذمت و بھجوسیں اشعار کہتے تھے۔ زیادہ معرکے فرزدق و اخطل کے ساتھ لڑتے۔
 پھر سب سے زیادہ مقابلہ فرزدق کے ساتھ رہا۔ آج کل کی سیاسی پارٹیوں کی طرح دونوں کے عقیدہ مندوں و طرفداروں
 کی الگ الگ مجلسیں ہوتی تھیں یعنی جلسے ہوتے تھے جن میں اپنے اپنے شاعر فرزدق اور جریر کے اشعار پڑھے
 جاتے تھے اور ایک کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر ثابت کرتے تھے۔

ابو الفرج اصفہانی اغانی ج ۸ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ اخطل آخر میں یعنی مرث مدید کے بعد فرزدق اور جریر کے
 مقابلوں میں داخل ہوا۔ نیز اصفہانی لکھتے ہیں: ۱۔ اتفقت العرب علی ان اشعر اہل الاسلام ثلاثہ جریر و الفزدق
 و الاخطل و اختلفوا فی تقدیم بعضهم علی بعض و کان ابو عمر یشتبه جریرا بالاعشى و الفزدق بن ہیر و الاخطل
 بالنابغة۔ ۲۔ جریر کو مقدم کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں ان جریرا کان اکثرہم فنون شعر و
 اسہلہم الفاظا و اقلہم تکلفا و اسرہم نسباً و کان دینا عقیفا و قال محمد بن سلامہ ایت اعرابیا من بنی
 اسد فقلت ایماعندکم اشعر؟ قال بیوت الشعراء بعدہ فخر و ہمار و نسیب و مدیح و فی کلہا کان جریر غالباً۔
 ثم ذکر الککل و فصل کما فی الاغانی ج ۸ ص ۴۵ اجمعی فرماتے ہیں ۳۳ شعراء نے جریر سے مقابلہ کیا۔ جریر نے سب کو
 شکست دی صرف فرزدق و اخطل ان کے مقابلے میں جتھے رہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ جریر اشعر الناس ہے۔ کیونکہ اس کا والد کمینہ اخلاق والا بخیل و کنجوس تھا مگر اس کے
 باوجود اس نے باپ و قبیلہ کے بڑے بڑے اوصاف بیان کر کے شعراء پر غلبہ حاصل کیا۔ اجمعی فرماتے ہیں کہ کسی نے
 جریر سے سوال کیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ جریر نے کہا آؤ میرے ساتھ تاکہ جواب کا پتہ چلے فاخذنا بیدہ و
 جاء بہ الی ابیہ عطیتہ و قد اخذ عزالہ فاعقلہا و جعل یمنضضہا فاصلاح بہ اضرج یا ابیت فخرج شیخ
 دمیث سرٹ الہیبتہ و قد سأل اللہ بن علی الحیتہ فقال جریر للرجل الا تری ہذا؟ قال نعم قال ہذا ابی کان
 یشرٹ من ضرع العنز محافۃ ان یسمع صوت الحلب فیطلب منه لبن ثم قال جریر اشعر الناس من فخر مثل
 ہذا الاب ثمانین شاعر و قاسرہم بہ فغلبہم جمیعاً۔

بعض علماء کے نزدیک جریر کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عقیف اور پاک دامن تھے۔ خوفِ
 خدا سے روتے اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے۔ اور اخطل کا فر تھا کیونکہ وہ مہسائی تھا اور فرزدق فاسق تھا، اجنبی
 عورتوں کے پیچھے اس کا بھاگنا مشہور ہے۔

اغانی ج ۸ ص ۵۰ پر ابو عمر بن علاء کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں جریر اشعر شمار ہے تھے اتنے میں ایک

جنازہ گزرا فقط جبریر الانشاد وجعل یبکی ثم قال شَیْبَتْنِیْ هَذِهِ الْجَنَازَةُ فَقُلْتُ لَهُ فَقَلَامَ تَقْدِرُ الْمَحْصَنَاتِ مِنْكَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اَنْهَمَ یَبَدُّ اَوْ نَعْنِیْ ثُمَّ لَا اَعْفُو۔ ۸۵۔

ابن کثیر لکھتے ہیں۔ عن عثمان البنی قال رأیتُ جبریراً وما أَضْمَمْتُ شَفَنًا لَهُ مِنَ التَّسْبِیحِ فَقُلْتُ وَمَا يَنْفَعُكَ هَذَا؟ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَحْصَنَاتِ يَذْهَبْنَ السَّيِّئَاتِ وَعَدَّ مِنَ اللَّهِ حَقًّا أُوْهُ۔ اسی عفت کی وجہ سے عمر بن عبد العزیز نے جبریر کے سوا دروازے پر کھڑے تمام شعراء کو اپنی مجلس میں آنے سے منع فرما دیا۔

جبریر کی تاریخ وفات سن ۳۷۰ ہے۔ فرزدق کی وفات ان سے ۴۰ دن پہلے ہوئی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ فرزدق کے انتقال کے چند ماہ بعد جبریر کی وفات ہوئی۔ بوقت وفات جبریر کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔ جابر رضی اللہ عنہ۔ آپ آیت واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ۔ وآیت وامنوا باللہ والیوم الآخرۃ اللہ میں مذکور ہیں۔

ہو جابر بن عبد اللہ الصحابی بن الصحابی الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللہ عنہما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کی احادیث مرویہ ۱۵۴۰ ہیں۔ ۶۰ متفق علیہ ہیں اور ۲۶ پر بخاری اور ۱۲۶ پر مسلم منفرد ہیں۔

جابر کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جنگ اُمد میں شہید ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر کے پوچھا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو فقال اُسرید ان ارجع الی الدنیا فاستشهد مرۃً أُخریٰ۔ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قال دفنت ابی یوم اُحد مع رجل ثم استغفرت بعد ستمۃ اشهر فاذا هو کیم وضعنتہ غیر اذینہ۔ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جنگ بدر و احد میں والد صاحب کے منع کر دینے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے عقبہ میں موجود تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوہ بدر میں موجود تھے مگر البخاری فی تاریخہ باسناد صحیح عن ابی سفیان عن جابر قال کنت امضاً صحابی الماء یوم بدر۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کے خلاف ہے جس میں خود جابر رضی اللہ عنہ عدم شرکت بیان کرتے ہیں۔

امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وجبت اُطلق جابر فی هذه الکتاب فهو جابر بن عبد اللہ واذا اُسرید ابن سمرۃ قید کا اُھ۔ تہذیب الاسماء ص ۱۲۳۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بقیع میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات سن ۳۷۰ یا ۳۷۱

یاسٹہ ہے۔ بناءً علی اختلاف الاقوال فیہ۔ آپ کی کل عمر ۹۰ سال تھی۔
کتاب اصابع میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابرؓ کا الگ حلقہ علم تھا جس میں لوگ اگر آپ سے علوم حاصل کرتے تھے۔

وعن قتادة قال اخبرنا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم موتاً بالمدينة جابر قال البغوي هو همد
اخبرهم مؤسسهل بن سعد۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔

هو ابو خالد جابر بن سمره بن جنادة رضي الله عنهما۔

آپ کے والد بھی صحابی ہیں تو آپ صحابی ابن صحابی ہیں۔ ۱۳۶، احادیث آپ سے مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں اور ۲۳ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے شعی و عامر بن سعد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر ابن سمره قال قال الله لقد صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر من الف صلاة۔ وروى الطبراني عن جابر بن سمره قال جالس النبي صلى الله عليه وسلم اكثر من مائة مرة۔

کوفہ میں اقامت اختیار کی وہاں پر ایک گھر بھی بنایا۔ آپ نے ۳۲ میں وفات پائی۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت وَاَنْ تَعْقِبُوا اقْرَبَ لِلتَّقْوَىٰ كَمَا تَحْتَ مَذْكُورِہیں۔

هو جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر و علماء نسب میں سے ہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت نبی علیہ السلام سورہ طور پڑھ رہے تھے۔ جبیر کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے میں بہت متاثر ہوا اسلام میرے دل میں اُض ہو گیا نبی علیہ السلام نے جبیر سے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے چھڑانے کی درخواست کرتا تو میں یہ سب قیدی اسے بخش دیتا۔

حضرت جبیرؓ صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے۔ قال البغوي اسلم قبل الفتح ومات في خلافة معاوية۔

آپ کی مروی احادیث ۶۰ ہیں۔ ان میں ۶ متفق علیہ ہیں اور بخاری میں ۱ پر اور مسلم ایک پر منفرد ہیں۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۳۵ھ اور بقول ابن قتیبہ ۳۹ھ میں ہوئی۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت وَلَا يَحِلُّ لَكَرَانَ تَأْخُذُوا مَا آتَيْتُمْوهَا شَيْئًا لِّمَنْ تَكَرَّرَ ذِكْرُہیں۔

وہی جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ وقيل جميلة بنت ابي۔ فنسبها الى جدّها۔ آپ صحابیہ ہیں۔

آپ کے بارے میں آیتِ فُلَع نازل ہوئی ہے۔ استيعاب میں جمیلہ بنت ابی لکھا ہے۔ ثور ذکر باسنادہ عن جمیلہ

بنت ابی ابن سلول انھا کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس فنشزت علیہ فأرسل الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جمیلۃ ما کرہت من ثابت فقالت واللہ ما کرہت منہ شیئاً الا ما ممتنہ فقال لھا تزویج من علیہ الحد یقیناً ؟ قالت نعم ففرق بینہما وکانت قبل ثابت بن قیس تحت حنظلۃ بن ابی عامر الغسیل للہ لکن المقتول یوم احد ثم تزویجھا بعد ثابت مالک بن الدخشم ثم تزویجھا بعد حبیب بن اساف الانصاری انتہی بتصرف - ابن حجر نے اصابہ میں ان کے بارے میں تاریخی و علمی تحقیق کی ہے -

جمل - رضی اللہ عنہا - آیت فلا تفضلوہن ان ینکحن ازواجہن کی تفسیر میں مذکور ہیں -
 ہی جمل بنت یسار المزنیۃ اخت معقل بن یسار رضی اللہ عنہا -

ان ہی جمل کے بارے میں مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی - جمل کے نام میں اختلاف ہے - اخرج الطبری من طریق ابن جریر ان اسمہا جمیلۃ وقال الکلبی اسمہا جمیل بالتصغیر یقال اسمہا لیلی - کذا فی الاصابۃ -

وقال فی الاستیعاب جمیل بنت یسار اخت معقل سماھا الکلبی فی تفسیرہ فی التی عضلھا اخوھا معقل وکان زوجھا ابوالبداح بن عاصم حکنا قال عبد الغنی بالتصغیر اھ وکانت طلقھا زوجها ثم اراد ان یعیدھا فنعہ معقل اخرج البخاری عن الحسن قال فی هذه الآیۃ حدثنی معقل بن یسار انھا نزلت فیہ قال کنت زوجتُ اختاً لی من رجل فطلقھا حتی اذا انقضت عدتھا جاء یخطبھا فقلت لہ زوجتک واکرمک وافرشتک فطلقھا ثم جئت فخطبھا لا واللہ لا تقو الیہا ابداً قال وکان رجلاً لا بأس بہ وکانت المرأة لا تکرہ ان ترجع الیہ فانزل اللہ الآیۃ فلا تفضلوہن ان ینکحن ازواجہن فقلت الا ان یرسل اللہ فزوجھا ایامہ -

الجعدی الشاعر رضی اللہ عنہ - آیت اُحِلَّ لکم لیلۃ الصیام الرہق الی نساءکم کے تحت مذکور ہیں نابینہ جعدی مشہور شاعر و معمر صحابی ہیں - ان کے نام میں اختلاف ہے - عند البعض قیس بن عبد اللہ بن عدس ہے اور عند البعض عبد اللہ بن قیس بن عمر اور عند البعض جہان بن قیس - کذا فی الاصابہ - ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۰۸ پر عبد اللہ بن قیس لکھا ہے - کنیت ابولیلی ہے - ان کے احوال طبقات ابن سلام ص ۱۰۳ - انانی ج ۴ ص ۱۲۸ - معجم مزرانی ص ۲۳۱ - کتاب المعمرین ص ۶۶ - خزائن الادب ج ۱ ص ۵۱۲ - موشح ص ۶۴ وغیرہ میں مذکور ہیں - قال الفحذی کان النابغة قدیمًا شاعرًا مغلطاً طویل العمر فی الجاہلیۃ و فی الاسلام وکان اسق من النابغة الذبیانی وقال البعض اقام مدۃ لا یقول الشعر ثم قال فقیل نبغ فنهی النابغة -

آپ دو سو سال تک زندہ رہے - کما قال ابوہاتم فی کتاب المعمرین - وعند البعض ۸۰ سال تک اور بقول ابن قتیبہ ۲۲۰ سال تک زندہ رہے - اور بقول صمیمی ۲۳۰ سال تک - اصابہ - لیکن ابن قتیبہ کی طرف یہ نسبت مشکوک ہے - کیونکہ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء میں ۱۲۰ سال مکتوب ہے - نابینہ جعدی جاہلیت میں بھی شراب

بت پرستی سے اجتناب کرتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے۔

نابغہؑ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو میں نے ایک قصیدہ سنایا، جب میں نے یہ پڑھا ہے

بلغنا السماء بحمدنا ووجدنا وانا لمرجوفون ذلک مظهرًا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این المظہر یا ابابلی قلت للجنة قال اجل ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب یہ پڑھا ہے

ولا خیر فی حلیم اذا لم یکن لہ یواد ریحی صفوہ ان یکدہا

ولا خیر فی جہل اذا لم یکن لہ حلیم اذا ما اورد الامراصدہا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفرض اللہ فاک مرتین وفي مرایة فقال لی اجدت لا یفرض اللہ فاک فرأیت أسنانه کالہر المنہل ما انفصمت لہ سن ولا انفکت وفي مرایة فقال لی صدقت لا یفرض اللہ فاک فبقی عمرہ احسن الناس ثغرًا کما سقطت سین عادت اضری۔ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۳۔ قال ابن قتیبہ ومات باصبهان وهو ابن مائتہ وعشرین سنۃ۔ ایک روایت میں خلافت ابن زبیر تک ان کا زہر رہنا ثابت ہے۔

الحسن البصری رحمہ اللہ۔ تفسیر فابجینکم واغرقنا لفرعون اور اوک صیدب من السماء الخ میں و دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ہو ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار التابعی البصری رحمہ اللہ۔ حسن بصریؒ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ وہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کی باندی تھیں جس سے اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافت فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ بچپن میں حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ روتے تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں اٹھا کر خاموش کرنے کے لیے ان کے منہ میں اپنے پستان لے دیتیں جس میں ان کے لیے فوراً کچھ دودھ پیدا ہو جاتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کے دودھ کے ان چند قطروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حسن بصریؒ کو فصاحت و بلاغت اور علوم و حکمت کے اسرار عنایت فرمائے۔

حسن بصریؒ کا زہد و تقویٰ، امامت، جلالت، محدث کبیر ہونا مسلم ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان سے سماع احادیث کیا ہے۔ ابن عمر۔ انس۔ سمرہ۔ ابو بکرؓ۔ قیس بن عاصم معقل بن یسار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ بقول ہشام بن حسان آپ نے ۱۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے ۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں حسنؒ نے اس سے بھی زیادہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ خود حسن بصریؒ فرماتے ہیں غزوہ غزوۃ الی خراسان معانیہا ثلثاۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی مجلس علوم و حکم و

ونصائح درغیب وترہیب کی مجلس تھی۔

فعن مطر الوتران قال کان الحسن کاتماً کان فی الآخرۃ فهو یخبر عماراً وعائناً ومن جلد الحسن ما ذکرہ الشافعی فی قولہ تعالیٰ وشدادہم فی الامر۔ قال الحسن کان غنیاً عن مشا ورتھم لکن اراد ان یکتن بہ الحکام بعدہ۔ کذا ذکر النوی فی التہذیب ج ۱ ص ۱۶۷۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپؑ کے حکم و اسرار و علوم ذکر کیے ہیں۔

حسن بصریؒ پر ہر وقت خوف و فکر آخرت و حزن کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ فقیہ۔ زاہد۔ عابد۔ بگوار اور تارک دنیا تھے۔ آپ کا قول ہے ذہبت المعارف و بقیت المناکر من بقی من المسلمین فهو مغنوم۔ نیز مؤمن کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ان المؤمن یصبح حزیناً و یمسی حزیناً ولا یسعہ غیر ذلک لانہ بین محافتین بین ذنب قد مضی لا یدئی ما اللہ یصنع فیہ و بین اجل قد بقی لا یدئی ما یشیب فیہ من المہالک۔

حکیم بن جمل جو ابن سیرینؒ کے دوست تھے انہوں نے ابن سیرینؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایک محل اور عمدہ حالت میں دیکھا تو پوچھا ای اخی فما صنع الحسن قال رفعہ فوئی بتسعين درجۃ فقلت و ہم ذلک؟ قال بطول حزنہ۔ ابن ابی حزمؒ کہتے ہیں سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الہ الاہو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن وکان الحسن یقول یحییٰ لمن یعلم ان الموت مورڈة وان الساعة موعڈة وان القیامہ بین یدی اللہ مشہدہ ان یطول حزنہ وکان یقول طول الحزن فی الدنیا تلقیہ العمل الصالح وکان الحسن یقول و یحک یا ابن آدم هل لك بحارۃ اللہ طاقۃ؟ انه من عصا اللہ فقد حاربہ واللہ لقد ادرکت سبعین بدئاً اکثر لباہم الصوف ولو رأیتهم قلدہم بحانین و لو رأوا اخبارکم لقوالوا ما لہؤلاء من خلاق و لو رأوا اشراکم لقوالوا ما یؤمن هؤلاء بسیرہ الحساب ولقد آیت اقواماً یسئ احدهم و ما یجد عندہ الا قوتاً فیقول لا اجعل هذا کالہ فی بطنی لا اجعل بضعہ للہ عزوجل فینصدق ببعضہ۔

وکان یقول انما الدنیا ثلاثۃ ایام یوم مضی لا ترجوہ و یوم انت فیہ ینبئ لك ان تغنمہ و یوم یرائی لا تدری انت اهل امر لا ولا تدری لعلک تموت قبلہ فاما أمس فحکیم مؤدب و اما الیوم فصدیق مودع و غدا فی یدیک منه املہ فخذ الثقتہ بالعل و اترک الغم رب الا مل قبل حلول الاجل و انما الیوم ان عقلت صیف نزلک و هو مر تلک عنک فان احسنت نزلہ و قریہ شہد لك و اتشی علیک بذلک و صدق فیک وان آسأت ضیا فتہ جال فی عینیک۔

ایک موقع پر نو علامات تقویٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا ابن آدم علمک علمک فانما ہو لحک و دماک

فانظر على اي حال تلقى علمك ان لاهل التقوى علامات يعرفون بها صدق الحديث والوفاء بالعهد وصلوة الرحم
ومرحمة الضعفاء وقلة الفخر والخيلاء وبذل المعروف وقلة المباهاة للناس وحسن الخلق وسعة الخلق مما يقرب
الى الله عز وجل يا ابن آدم انك ناظر الى علمك يؤذن خيرة وشره فلا تحقرن من الخير شيئا وان هوصغر
فانك اذا سريت سرت مكانه ولا تحقرن من الشر شيئا فانك اذا رايت ساءك مكانه -

حسن بصري فرما کرتے تھے من كانت له اربع خلال حرمه الله على الناس اعادته من الشيطان من
يملك نفسه عند الرغبة والرهبة وعند الشهوة وعند الغضب - كذا في الحديث ج ۲ ص ۱۳۴

عمران بن قيس کہتے ہیں سالت الحسن عن شئ فقلت ان الفقهاء يقولون كذا وكذا فقال وهل رأيت
فقيها بعينك؟ انما الفقيه الزاهد في الدنيا البصير بدنيته المداوم على عبادة ربه عز وجل - وعن ايوب قال لو
رأيت الحسن لقلت انك لم تجالس فقيها قط وكان الحسن اذ ذكر عند ابي جعفر محمد بن علي بن الحسين قال ذاك
الذي يشبه كلامه كلام الانبياء عليهم السلام -

حسن بصري کا قول ہے ما من رجل يرى نعمة الله عليه فيقول الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات
الا غناه الله تعالى وزادة - وكان يقول يا ابن آدم انما انت ايامر كلما ذهب يوم ذهب بعضك وكان
يقول فضع الموت الدنيا فلم يترك فيها لذي لب فرحا وكان الحسن يمثل بمدين البيتين احداهما في اول النهار
والاخرى في اخر النهار -

يَسِّرُ الْفَتَى مَا كَانَ قَدَّمَ مِنْ تَقَى إِذَا عَرَفَ الدَّاءَ الَّذِي هُوَ قَاتِلُهُ

۵ وما الدنيا بباقيّةٍ ليحْتِ ولا تحي على الدنيا بباقي

وكان الحسن يحلف بالله ويقول ما أعزّ أحد الداهم الا ذلّه الله - ويقول بئس الرفيقان الداهم
والدينار لا ينفعانك حتى يفارقا نيك -

وسأل رجل الحسن فقال يا ابا سعيد ما الايمان؟ قال الصبر والسماحة فقال الرجل يا ابا سعيد فما الصبر
والسماحة قال الصبر عن معصية الله عز وجل والسماحة بادل فرائض الله عز وجل وكان يقول فضل الفاعل على
المقال مكرمة وفضل المقال على الفاعل منقصة - وكان يقول للخوف والرجاء مطيتا المؤمن وكان يقول
لو علم العابد انهم لا يرون ربهم يوم القيامة لما اتوا وكان يقول ارى رجلا ولا ارى عقولا اسمع أصواتا
ولا ارى أنبياء - اخصب السنة واجد اب قلوبا -

حذ ليضم رضی اللہ عنہ - قل ان كانت لكم الدار الآخرة الى قوله فمتموا الموت ان كنتم صادقين

کے بیان میں مذکور ہیں -

ہو ابو عبد اللہ حذیفہ بن الیمان الصابیؓ۔

یمان آپ کا لقب ہے اور اصل نام حنظل ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد حنظل انصار میں بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ متعدد مناقب و احوال کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اول یہ کہ انصار سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ بمع والدین مہاجرین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ قال النوفی فی التہذیب ج ۱ ص ۱۵۱ ما حاصلہ اسلم حذیفہ وابوہا جراً و اسلمت اقر حذیفہ و ہاجرہ اہ۔ وعن سعید بن المسیب عن حذیفہ خیر فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الحجرة والنصرة فاضترت النصرة۔ دوم۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب برسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو منافقین کے نام اور قیامت تک آنے والے بعض واقعات و فتن کی تفصیلات اور بعض رؤسائے فتن و تجالین کے نام بتلائے تھے۔ مروی مسلم عنہ قال لقد حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان وما یکون حتی تقوم الساعة۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اس سلسلے میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ دنی اثران عمر سألہ هل فی عثمائی احد من المنافقین قال نعم واحد قال من هو قال لا اذکرہ فعزلہ عمر کا نمادُل علیہ۔ وفی صحیح مسلم عنہ واللہ انی لأعلم الناس بكل فتنۃ کائتۃ فیما بینی و بین الساعة۔

سوم۔ حذیفہ کے والد یمان کو جنگ اُحد میں اپنے رفقاء یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

چہارم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور آپ اپنی وفات تک مدائن ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ہم دن بعد آپ وفات پا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ ہے۔

مری ابو نعیم باسنادہ فی الحلیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ عن حذیفہ قال القلوب اربعة قلب المؤمن و قلب کافر و قلب مصفر فذلک قلب المنافق و قلب اجرد فیہ سراج یزہی فذلک قلب المؤمن و قلب فیہ نفاق و ایمان مثل الایمان کمثل شجرة یمد ہا ماء طیب و مثل النفاق مثل القرحة یمد ہا قیحم و دمر فایما غلب علیہ و کان حذیفہ رضی اللہ عنہ یقول ما من یوم اقرت لعینی ولا احب لنفسی من یوم انی اہلی فلا اجد عندهم طعاماً و یقولون ما تغد علی قلیل ولا کثیر و ذلک انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اشد حمیۃ للمؤمن الدنیا من المریض اهل الطعام واللہ تعالی اشد تعاہداً للمؤمن بالبلاء من الوالد لولدہ بالخیر کان یقول لیس خیرکم الذین یترون الدنیا للأخرة ولا الذین یترون الآخرۃ

للدنيا ولكن الذين يتنادلون من كماله -

حَسَّان - رضی اللہ عنہ - بیان واذ قلنا للملئكة ابعثوا الادم من ذکور ہیں -

هو حسان بن ثابت المذنب حرام الانصاری الخزرجی ثم البخاری رضی اللہ عنہ -
حسان کی والدہ کا نام فزیرعہ (بالتصغیر) ہے - حسان نبی علیہ السلام کے شاعر تھے - قال ابو عبیدہ فضل
حسان علی الشعراء بثلاث کان شاعرا لانصار فی الجاهلیة وشاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوة و
شاعر الیمن کلها فی الاسلام -

وعن البراء رضی اللہ عنہ ان النبی علیہ السلام قال لحسان اھجھم وجبریل معک - اخرجه
الشیخان -

آپ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دست مبارک سے مسجد میں آپ کے لیے منبر
رکھتے تھے عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی علیہ السلام کان یضع لحسان المنبر فی المسجد یقوم علیہ
قائماً یھجو الذین کانوا یھجون النبی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان روح القدس مع
حسان ما دام ینافخ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - رواہ ابو داود -

سعيد بن مسیب کی روایت ہے کہ ایک روز حسان مسجد نبی علیہ السلام میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت
رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھا - حسان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور کہا کنت انشد فیہ من هو
خیر منک - آپ کے اشعار کا دیوان مطبوع ہے -

قال ابن سعد عاش فی الجاهلیة ستین سنة وفي الاسلام ستین سنة ومات وهو ابن عشرين مائة -
آپ کی وفات ۳۵ھ میں اور بقول بعض ۳۸ھ میں اور بقول بعض ۳۹ھ میں ہوئی -

وقال فی السیرة الخلیفة ج ۱ ص ۶۹ وحسان من عاش فی الجاهلیة ستین سنة وفي الاسلام مثلاً وکانا عاشراً هذا
القداء وهو ۱۲۰ سنة ابوه وجدته والجدّة ولا یعرف اربعة تناسلوا وتسوات اعمارهم سواهم وکان حسان بضرب
بلسانه امرئبة افقه وکذا ابنه وابوه وجدّه - انتهى -

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ بزدل تھے مگر یہ بات غلط ہے - آپ کے بہت سے شعراء سے مقابلے
ہوئے اگر آپ بزدل ہوتے تو ضرور کوئی آپ کو بزدلی کا طعنہ دیتا -

حاتم الطائی - وایدناہ بروج القدس کے بیان میں مذکور ہے -

هو حاتم بن عبد الله بن سعد الطائي -

حاتم مشہور سخی شاعر جاہلی ہے - کنیت ابو عدی و ابو سفانہ ہے قبل مات کافراً بطور اسلام سے پہلے

وفات پائی ہے۔ البتہ اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اخراج احمد فی مسند ابن عبدی
قال قلت یا رسول اللہ ان ابی کان یصل الرحم ویفعل کذا وکذا قال ان اباک امرأ فاذکرک۔ خزائن الادب
ج ۳ ص ۱۳۳ اور ج ۱ ص ۲۶۱ پر حاتم و عدی کے احوال مذکور ہیں۔ عدی بن حاتم بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ شکار
میں متعلق اکثر احادیث آپ سے مروی ہیں کیونکہ آپ شکاری تھے۔ شکاری گتے پال رکھے تھے جن سے شکار کرتے
تھے۔ عدی رضی اللہ عنہ سترہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے وقال
الوافدی قدم سنۃ عشر۔

ابن اعرابی لکھتے ہیں۔ حاتم بڑے جو اد تھے۔ ان کا جو دان کے شعر کے مطابق تھا یعنی ان کا فعل ان کے
قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جہاں اترتے آپ کی منزل اور قیام گاہ لوگوں میں مشہور ہوتی تھی۔ بڑے خوش نصیب
تھے۔ بخت سدا ان کی یادری کرتا تھا۔ جب جنگ پر جاتے تو غالب ہو کر آتے۔ غنیمت حاصل کرنے جاتے تو
کامیاب لوٹتے۔ قرعہ اندازی میں حرب خواہش کامیاب ہوتے تھے۔ مقابلہ ہونا تو رب پر سبقت لیجانی
جب ماہِ وجب شروع ہوتا چونکہ یہ مہینہ عرب میں بڑا محترم تھا تو ہر روز دس اونٹ لوگوں کو کھلانے کے لیے
ذبح کرتے تھے۔

حاتم کی سخاوت کے قصے بڑے عجیب ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ اول اول آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی
حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ حاتم کو باپ نے جنگل میں اپنے اونٹ اور بکریوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک دن حاتم
کے پاس شعراء کی ایک جماعت جن میں عبید بن ابرص و بشر بن ابی حازم و نابغہ ذبیانی وغیرہ تھے وارد ہوئی۔
یہ جماعت نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے حاتم سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ حاتم نے
ہر ایک کے لیے الگ الگ اونٹ ذبح کیا۔ اور حاتم کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بعدہ جب تعارف ہوا
اور پتہ چلا کہ یہ تو بڑے بڑے شعراء ہیں تو حاتم نے سب اونٹ اور ساری بکریاں ان میں تقسیم کر دیں۔ جب باپ
آیا اور پوچھا کہ اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ تو حاتم نے یہ عجیب جواب دیا۔ قال طَوَّقْتُكَ جَدَّ الدَّهْرِ نَطَوَّقُ
لِلْحَامَةِ اور پھر سارا قصہ سنا دیا۔ باپ ناراض ہوا اور کہا اِذَا لَا اُسَاكَ نَكَتَ بَعْدَ هَا اَبْدًا اَوْ لَا اُوْدِيكَ فَقَالَ
حاتم اِذَا لَا اُبَالِي۔

موت کے بعد بھی حاتم کی سخاوت کا ایک عجیب قصہ مورخین و اہل ادب نے ذکر کیا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے
مرثیہ من عبد القیس بقبر حاتم فنزلوا قریباً منه فقام الیہ رَجُلٌ یقال لہ ابو الخبیری وجعل یرکض برجلہ
قبرہ ویقول اقرنا فقال بعضهم لہ ویک ما یدعوك ان تعرض لرجل قدمات قال ابو الخبیری ان طیناً ترغمہ
انہ ما نزل بہ احدٌ الا قرأہ ثم اجنہم اللیل فناموا فقام ابو الخبیری فرغاً و هو یقول واسر جلتاہ۔ فقالوا لہ مالک؟

قال اتاني حاتم في النوم وعقر ناقتي بالسيف وانا انظر اليها ثم انشدني شعراً حفظته يقول فيه حاتم هـ
 ابا الحخيرى وانت امرؤ ظلوم العشرة شتأمتها
 اتيت بصحبك تبغى القرى لدى حفرة قد صدت هامها
 اتبعنى الذر عند المبيت وحولك طي وانعامها
 فاناسن شبع اضيافنا ونأفى المطنى فنعتمها

فقاموا واذا ابتاعة الى الحخيرى تكوس عقيراً فانحروها وياتوا ياكلون وقالوا قرأنا حاتم حياً وميتاً وأردفوا صاحبهم وانطلقوا سائرين واذا برجل راكب بعيراً ويقود آخر قد لحقهم وهو يقول انيكم ابو الحخيرى؟ قال الرجل انا قال فخذ هذا البعير انا عدى بن حاتم جاءنى حاتم في النوم وزعم انه قرأكم بناتيك وأمرنى أن أحمّلك فشانك والبعير ودفعه اليهم وانصرف - راجع كتاب المحاسن لملاحظ ملاحظ والبيهقى ج ۱ ص ۱۲۱ والقالي ج ۱ ص ۱۵۱
حمزة بن حبيب بن عمار بن اسماعيل الامام عماره الديلمي نيم الله ولده وقيل نسباً الكوفي المعروف بالزيات رحمه الله تعالى -

قارى حمزه امام، ثقة، حافظ، ضابط، ورع، متقى، ثبت، قارى، مقرئ، جامع، كمال، اور قرأ سبعه
 میں سے ہیں۔ ابن خلکان وفیات میں لکھتے ہیں کہ آپ زیات کے نام سے مشہور تھے۔ وقيل له الزيات لانه كان
 يجلب الزيت من الكوفة الى حلوان ويجلب من حلوان اللبن واللبن الى الكوفة اھ۔ بہر حال آپ تیل وغیرہ اشیاء
 کے تاجر تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وہو الامام المبر شيم القرءاء واحد السبعة الائمة ولد سنة ثمانين وادرك
 الصحابة بالنسب فيقتل ان يكون رأى بعضهم انتهى ما في الوفيات ج ۲ ص ۲۹ -

حمزه كوفي رحمه الله تعالى کی قرأت کا مدار چار صحابہ ہیں یعنی علی و عثمان و ابن مسعود و ابی رضی اللہ عنہم اور
 ان چاروں نے نبی علیہ السلام سے اخذ قرأت کیا ہے۔ حمزه رحمہ اللہ کی قرأت کے سلسلے بھی چار ہیں۔

اول یہ ہے قرأ حمزة على جعفر الصادق على ابيه محمد الباقر على ابيه زين العابدين على ابيه الحسين على ابيه
 علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

دوم یہ ہے قرأ حمزة ايضاً على الاعشى على يحيى بن زئاب على علقمة على ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔
 سوم قرأ حمزة ايضاً على محمد بن ابی ليلى على ابی المنهال على سعيد بن جبیر على عبد الله بن عباس على ابی
 ابن كعب رضی اللہ عنہم۔

چہارم قرأ حمزة ايضاً على جرير بن اعين على ابی الاسود على عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔
 حمزه قارى روايت کرنے ہیں ابو اسحاق سبيعي و اعشى و عدی بن ثابت و حبيب بن ابی ثابت و منصور بن

المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارک و عبد اللہ بن صالح علی و سلم بن عیسیٰ و عیسیٰ بن یونس و ابو احمد زبیری و محمد بن فضیل و دکیج و تبیصہ بن عقبہ وغیرہ رحمہم اللہ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۷۔

ابو بکر بن منجویہ فرماتے ہیں کان من علماء زمانہ بالقراءات دکان من خیبر عبد اللہ عبادۃ و فضلًا و ورعًا و نسکًا۔ ابن جبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے و قال ابن معین ثقة و قال النسائی لیس بہ بأس و قال الجلی ثقة رجل صالح۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کان رجلاً صالحاً عند احادیث و کان صدوقاً صاحب سنة۔ ابن فضیل فرماتے ہیں ما احسب ان الله يدفع البلاء عن اهل الکوفة الا بحمزة و سائرہ الاعمش مقبلاً فقال و بشیر المختبئین حسین جعفی فرماتے ہیں ربما عطش حمزة فلا یستقی کواهة ان یصادف من قرأ علیه۔ ساجی کا قول ہے صدق سیفی اللفظ لیس بمتقن فی الحدیث۔

آپ اپنے تلامذہ قرآن سے ادنیٰ خدمت لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ حسین جعفی کی حکایت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ہمیں یہ خدمت اخذاً بقرآن نہ ہو جائے۔ آپ تعلیم قرآن پر اجرت نہیں لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شاطبی ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کان لا یأخذ اجراً علی الاقراء و ام شمع حین عرض علیہ تلذذ لہ فی یوم حر کذلک الماء و قال شعیب بن حرب دخلت الکوفة فلیت سفیان الثوری و شریک بن عبد اللہ قاعدین قدام حمزة یقران فقلت فی نفسی اکون الثالث و قال حمزة قرئت الف حدیث باسناده عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نماز ظہر کے بعد سے تا عصر اور نماز مغرب کے بعد نماز عشاء نوافل میں مشغول رہتے نیز رات کا اکثر حصہ نوافل پڑھنے میں گزارتے تھے۔

حمزہ سے امام مسلم نے صحیح میں اور ابو داؤد و ابن ماجہ و نسائی و ترمذی نے اپنی اپنی کتاب میں روایت حدیث کی ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نہیں کی۔ امام حمزہ رحمہ اللہ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ قیل لم یلق احدًا الا و هو یقرأ القرآن۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حمزہ سے کہا شیطان غلبتنا علیہا لکننا نزارعک فیہما القرآن الفرائض و قال سفیان الثوری غلب حمزة الناس علی القرآن و الفرائض و قال شعیب بن حرب الا تسألونی عن الدار یعنی قراءۃ حمزة اخذ حمزة القراءة عرضاً عن الاعمش و الامام جعفر بن محمد الصادق و ابن ابی لیلی و حمران بن اعین و اخذوا القراءة عن ابرہیم بن ادم و سفیان الثوری و شریک بن عبد اللہ و علی بن حمزة الکسانی و غیرہم و الی حمزة المذنبی فی الصدوق و الوریع و القوی و البیہ صارت الامتہ فی القراءة بعد اعاصم و الاعمش و کان اماماً حجة ثقة ثبتاً رضیاً قیاماً بکتاب اللہ بصیراً بالفرائض خبیراً بالعربیۃ حافظاً للحدیث عابداً زاهداً خاشعاً قانتاً للہ و ورعاً عذیم

النظير كذا في الوقفات -

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قرأت پر اگرچہ بعض ائمہ قدما معترض تھے لیکن بعد وہ امت میں مقبول ہوئی اور اس کی صحت مجمع علیہ ہو گئی۔ لہذا اب اس میں شک کرنا کفر ہے۔ آپ کی ساری قرأت نبی علیہ السلام سے مروی ناخوڑ ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۷ میں ہے قال الأجرى عن أحمد بن سنان كان يزيد بن عيسى بن هارث يكره قراءة حمزة كراهية شديدة قال أحمد بن سنان وسمعت ابن مهاد يقول لو كان لي سلطان على من يقرأ قراءة حمزة لأوجعت ظميرة ويطنه وقال الساجي وقد ذم جماعة من أهل الحديث في القراءة وأبطل بعضهم الصلاة باختياره من القراءة وقال الساجي والازدي يتكلمون في قراءته وينسبونه إلى حالة مذمومة فيه قال الساجي سمعت سلمة بن شبيب يقول كان أحمد يكره أن يصلي خلف من يقرأ بقراءة حمزة وقال أبو بكر ابن عتياش قراءة حمزة عند ناهد عة وقال ابن دريد أتى لاشتى أن يخرج من الكوفة قراءة حمزة يريد ما فيها من المد المفطر والسكت وتغيير الهمز في الوقف والامالة وغير ذلك انتهى -

ابن خلکان رحمہ اللہ اشرویات الاعیان میں لکھتے ہیں واما ما ذكر عن أحمد بن حنبل وابي بكر بن عتياش ويزيد بن هارث وعبد الرحمن بن مهاد وعبد الله بن ادريس وحماد بن زيد من كراهتهم لقراءة حمزة لما فيها من المد المفطر والسكت واعتبار الهمزة في الوقف والامالة ونحو ذلك من التكلف فان حمزة ايضا كان يكره ذلك وينهى عن شئ اسمه كان يقول لمن يفرط في المد والهمز لا تفعل اما علمت ان ما فوق البياض فهو برص وما فوق المعوجة فهو ققط وما فوق القراءة فهو ليس بقراءة - وبعد فقد انعقد الاجماع على تلقى قراءة حمزة بالقبول والانكار على من تكلم فيها - انتهى - قال الحافظ ابن حجر قد انعقد الاجماع بأخذه على تلقى قراءة حمزة بالقبول ويكفي حمزة شهادة الشوكه فانه قال ما قرأ حمزة حرفاً الا باشر انتهى -

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حمزہ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ امام ائمۃ الامصار ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی قرأت کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا شیطان غلبتنا علیہا لساننا ازعک فیہما القرآن والفرائض۔ اگر حمزہ کی قرأت قواعد عربیت کے خلاف ہوتی اور نبی علیہ السلام سے بروایات صحیحہ ثابت نہ ہوتی تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے محتاط و متبع آثار زاہد و عابد و خائف من اللہ حمزہ کی اور قرأت حمزہ کی ہرگز تعریف نہ فرماتے۔

امام دانی لکھتے ہیں کہ حمزہ کا سنہ ولادت سنہ ۶۵۷ء اور وفات سنہ ۷۲۸ء اور بقول آخر

مسلمہ ہے۔ آپ کا انتقال سواد عراق کے شہر حلوان میں ہوا۔ کتاب طبقات القراء لابن الجوزی جلد اول و کتاب الوافی بالوفیات قسم اول جزء راجع، کتاب الاعلام جلد اول میں آپ کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

قال الشعرانی فی کتاب الیواقیت لا استحالة فی شریة اللہ تعالیٰ فی المنام وکان حمزة الزیات القاری یقول قرأت سقیس علی الحق تعالیٰ حین آیة فلما قرأت تنزیل العزیز الرحیم بضم اللام قرء علی الخو بسجاء تنزیل بغض اللام وقال انی نزلتہ تنزیلاً وقال حمزة وقرأت علی اللہ جل و علا سق طفا فلما بلغت الی قوله انا اخترناک فقال تعالیٰ وانا اخترناک۔ فی قراءة برزخية اہ۔

فائدہ۔ قاری حمزہ رحمہ اللہ کے تلامذہ ورواۃ بہت ہیں۔ البتہ مشہور اور وہ جن پر قرار کا اعتماد درہادو ہیں اول ابو محمد خلف بن ہشام البزار۔ دوم ابو عیسیٰ خلاد بن خالد کوفی۔ ان دونوں راویوں نے قرأت حضرت سلیم بن عیسیٰ کوفی سے پڑھی اور سلیم بن عیسیٰ کوفی نے حمزہ سے پڑھی۔

۵۷۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابو عمر البزار الکوفی القاری المقرئ رحمہ اللہ۔

حفص کو غامضی بھی کہتے ہیں دہی نسبتہ الی غاضقة بن المثلث بن ثعلبة کما فی لب اللباب۔

بقول بعض علماء آپ کے دادا کا نام منیرہ ہے۔ حفص قاری عالم احد القراء بسعۃ کے دوراویوں میں سے

ایک ہیں۔ دکان حفص ابن امراءۃ عاصم کما فی التہذیب۔ حفص روایت کرتے ہیں عاصم بن ابی النجود وعاصم احوال و عبد الملک بن عمیر ولیث بن ابی سلیم والی اسحاق سبعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو شیبہ صالح بن محمد القواس و حفص بن غیاث و علی بن عیاش و علی بن

محمد و ہشام بن عمار و محمد بن حرب بخولانی وغیرہ رحمہم اللہ۔

اس زمانے میں تقریباً سارے عالم میں امام عاصم کی قرأت حسب روایت امام حفص بن سلیمان راجع و

معروف ہے۔ حفص بڑے عالم قاری مقرئ سید القراء و الفقہاء صاحب سنت، عابد و محدث تھے۔

امام عاصم کے دوراوی ہیں۔ دوسرے راوی کا نام ابو بکر شعبۃ بن عیاش ہے۔ بعض اوصاف میں ابو بکر

اعلیٰ وفاق تھے حفص سے لیکن قرأت کے باب میں حفص برتر و فائق ہیں ابو بکر سے۔

قال یحییٰ بن معین زعم ابو بکر بن المتوکل وکان بصراً من القراء قال ابو عمر یعنی حفصاً اصح

قراءة من ابی بکر بن عیاش و ابو بکر او ثمنہ۔ روایت حدیث میں بعض محدثین کے نزدیک حفص ضعیف

ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور ثقہ کہتے ہیں۔ قال الساجی عن احمد بن محمد البغدادی عن ابن

معین کان حفص و ابو بکر من اعلم الناس بقراءة عاصم وکان حفص اقرا من ابی بکر کان کذاً اباً وکان ابو

بکر صدقاً۔ قال ابن معین لیس بشقة و قال ابن المدینی ضعیف الحدیث و ترکہ علی عمد و قال البخاری

تَرْكُوهُ وَقَالَ مُسْلِمٌ مَتْرُوكٌ وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِثِقَّةٍ وَلَا يَكْتَبُ حَدِيثُهُ وَقَالَ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ لَا يَكْتَبُ حَدِيثُهُ
وَأَحَادِيثُهُ كُلُّهَا مَنَكِيرٌ وَقَالَ السَّاجِيُّ يُحَدِّثُ عَنْ سَمَاءَ وَغَيْرِهِ أَحَادِيثَ بِوَاطِلٍ - وَذَكَرَ الدَّانِيُّ قَالَ قَالَ
وَكَيْفَ كَانَ ثِقَّةَ الْخُرُوجِ النَّسَائِيُّ حَدِيثُهُ فِي مُسْنَدٍ عَلَى مُتَابَعَةٍ وَأَوْسَرُ الْبُخَارِيِّ فِي الضَّعْفَاءِ حَدِيثُهُ عَنْ لَيْثِ
ابْنِ أَبِي سَلِيمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ فِي الزِّيَارَةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْعَوْنِيُّ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ
سُلَيْمَانَ لَوْ رَأَيْتَهُ لَقَرَّتْ عَيْنَاكَ فِيمَا وَعَلَّمَ - كَذَلِكَ فِي التَّهْذِيبِ -

بمعر ۹۰ سال ۱۸۰ میں خصص کا انتقال ہوا۔

الْحُطَيْيَّةُ - آیت و بَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّ لَهُمْ حِجَّتَ الْآيَةِ کے بیان میں
مذکور ہے۔

حُطَيْيَّةُ مشہور شاعر ہے۔ یہ اس کا لقب ہے۔ اور نام اس کا بَحْرُؤَلْ بنِ أَوْسِ بنِ مَالِكِ ہے۔ وہ فحول شعراء
وفصحاء شعراء میں سے ہے۔ ہمدان بخارا، فخر اور سیب وغیرہ جملہ فنون شعر میں بلند درجہ رکھتا ہے۔ شرارت و
بیوقوفی اس پر غالب تھی مخضرم ہے جاہلیت و اسلام دونوں پائے ہیں۔ مسلمان ہوا پھر مرتد ہو گیا۔

اس کا نسب مخلوط و مخفی ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً نسب بدلتا رہتا تھا۔ قال ابوالفرج الاصبهانی فی الاغانی کان
اذا غضب علی بنی عبس یقول انا من بنی ذُهل واذا غضب علی بنی ذُهل قال انا من بنی عبس۔ وقال
ابن الکلبی کان للحطیئة معنی النسب وكان من اولاد الزنا الذین شرفوا اھ ما فی الاغانی بخلاصة ج ۱ ص ۱۳ -
اس کی ماں کا نام خُزْرَا تھا۔ اس نے اپنی ماں سے نسب یعنی باپ کے بارے میں پوچھا ماں نے صحیح جواب نہ دیا
تو حطیئہ نے کہا ہے

تَقُولُ لِي الضَّرَّةُ اَلْاُسْتُ لَوَاحِدٌ وَلَا اَتَيْنِ فَاَنْظُرْ كَيْفَ شَرُّكَ اَوَّلُكَ
وَاَنْتَ اَمْرٌ تَبْغِي اَبَا قَدْ ضَلَلْتَهُ هَبْلَتِ اَلْمَا تَسْتَفِقُ مِنْ ضَلَالِكَ

ابن حجرؒ لکھتے ہیں اسلم فی عہد النبی علیہ السلام ثم ارتد ثم اُسِرَ عادا الی الاسلام وكان کثیر الجہاد حتی
جاء اباہ وَاُمُّہ وَاخاہ ووزوجتہ وفسدہ وكان یلقب الحطیئة لقصة وقال حماد الراویة سُمی بذلك لان خُزْرَا
خُزْرَا بَین قوم فقیل لہ ما هذا؟ فقال انما ہی حُطیئة فسُمی الحطیئة۔ سراجہ الاصابہ ج ۱ ص ۳۴
وہ بڑا فصیح شاعر تھا۔ اُصمعی کہتے ہیں کہ ہر شاعر کے اشعار میں بعض عیوب ضرور ملتے ہیں سوائے حطیئہ کے کہ
اس کے اشعار میں عیب پا نا بہت مشکل ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں لو یقل العربُ بَیْنًا اَصْدَقَ مِنْ قَوْلِ
الحطیئة ۵

مَنْ یَفْعَلُ الْخِیْرَ لَا یَعْدُ مَرْجُوًّا زَیْدٌ لَا یَذْهَبُ الْعُرْفُ بَیْنَ اللَّهِ وَالنَّاسِ

والمجازی جمع جازية مصداً للجزاء كالعافية فقیل له نقول طرفة ۛ

سَبْدَى لَكَ الْإِيَّامُ مَا كَبَّ جَاهِلًا وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مِنْ لَمْ يَشْرُودُ
فَقَالَ مَنْ يَأْتِيكَ بِهَا مِنْ زُرُودَتٍ أَكْثَرُ - كَذَا فِي الْأَعْنَافِ - ج ۲ م ۱۳۵ قَالَ لِحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ وَذَكَرَ ابْنَ أَبِي الدُّنْيَا فِي
اصْطِنَاعِ الْمَعْرِفِ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ الْحَبِيبَةُ عِنْدَ عُمَرَ فَانْشَدَ هَذَا الْبَيْتَ فَقَالَ كَبَّ هِيَ وَاللَّهِ فِي التَّوَاتُؤِ لَا
يَذْهَبُ الْعُرْفُ بَيْنَ اللَّهِ وَخَلْقِهِ أَهْ -

لوگ اس کی ہجاء سے ڈرتے تھے اور خوفِ ہجاء کی وجہ سے لوگ اسے مال دیا کرتے تھے۔ اس نے ابو موسیٰ
اشعری رضی اللہ عنہ کی طرح میں شعر کہے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو
ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت باز پرس کی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اِنِّیْ شَتْرَبْتُ عَرَضِي
مِنْهَا فَكَتَبَ إِلَيَّ عُمَرُ أَنْ كَانَ هَذَا هَكَذَا وَأَمَّا فَدَيْتَ عَرَضَكَ مِنْ لِسَانِهِ وَلَوْ تَعَطَّيْتُ لِمَدْحٍ وَالْفَخْرِ
فَقَدْ أَحْسَنْتَ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبیئہ کو زبیر بن برد کی ہجاء کرنے کی پاداش میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ کچھ
مرت کے بعد جیل سے نکال کر اس سے فرمایا اِيَّاكَ وَهَجَاءُ النَّاسِ قَالَ اِذْنُ يَمُوتُ عِيَالِي جُوعًا هَذَا نَكْسِي
وَمِنْهُ مَعَاشِي قَالَ فَايَاكَ وَالْمَقْدِنَعَ مِنَ الْعُقُولِ قَالَ وَمَا الْمَقْدِنَعُ؟ قَالَ اَنْ تُخَيَّرَ بَيْنَ النَّاسِ فَتَقُولُ فَلَانِ
خَيْرٌ مِنْ فَلَانٍ وَآلِ فَلَانٍ خَيْرٌ مِنْ آلِ فَلَانٍ قَالَ فَانْتَ وَاللَّهِ أَجْهَى مَتَى تَمُوتُ قَالَ عُمَرُ وَاللَّهِ لَوْ لَا اَنْ تَكُونَ سِنَةً
لَقَطَعْتُ لِسَانَكَ -

بعض روایات میں ہے کہ جب حبیئہ کے بارے میں شکایات بہت بڑھ گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا قال عمر علی بالکریہی فأتی به فجلس علیه ثم قال أشيروا علیّ
فی الشاعر فانه يقول الهجر وينسب بالحرم ويمدح الناس ويذمهم بغير ما نرى في الاقطاع السنا
ثم قال علیّ بالطست فأتی بها ثم قال علیّ بالحصف - علیّ بالسکین لا بل علیّ بالملوئی فهو اوحی فقالوا لا یعود
یا امیر المؤمنین فاشاروا الیه ان قل لا أعوذ فقال لا أعوذ یا امیر المؤمنین فقال له الجاء فاطلقه
كذا فی الاعنافی -

وَمَرَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللَّهُ اَنْ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا أَطْلُقَ لِلْحَبِيبَةِ اسْرَادَانَ يُوَكِّدُ
عَلَيْهِ الْحِجَّةَ فَاشْتَرَى مِنْهَا أَعْرَاضَ الْمُسْلِمِينَ حِيَعًا بِثَلَاثَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ -

حبیئہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ بقول حافظ ابن حجر خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے
بعد بھی مدت تک زندہ رہا۔

خلف بن هشام بن ثعلب و یقال هشام بن طالب بن غلب البزار البغدادی المقرئ

رحمہ اللہ تعالیٰ۔ قاری خلف کی کنیت ابو محمد تھی۔

خلف مذکور بہت بڑے قاری۔ زاہد و کثیر العبادۃ۔ صاحب سنت۔ ثقہ۔ امین و متبع سنت تھے۔ دور دور سے علماء آپ سے اخذ قرأت کے لیے آتے تھے۔ آپ قاری حمزہ کے دوراویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت حمزہ کی قرأت کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔

خلف بن ہشام کے احوال کے لیے دیکھیے تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۴۲۲ وغایۃ النہایہ ج ۱ ص ۲۷۳ و وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۴۱۔ قاری خلف روایت کرتے ہیں امام مالک و محمد بن زید و شمیم و ابو عوانہ و دراوردی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم و ابو داؤد و ابن ابی شیمہ و ابراہیم حرلی و عباس دوری و عبد اللہ بن احمد ابن حنبل و ابو زرہ و ابو حاتم و عبد اللہ بن محمد بن یوسف رحمہم اللہ۔ امام احمد آپ کی توثیق کرتے ہیں و قال ابنہ واللہ عندنا الثقة الامین۔

خلف بڑے محدث تھے اور بڑے محتاط تھے۔ احتیاط فی الروایۃ کے بارے میں ایک حکایت سن لیں قال عباس الدری و تبحنی خلف الی یحیی فقال کانت عندی کتب حماد بن زید فحدثت بها و بقی عندی قلع بعضہا دابرئ فاجتمعت علیہ انا و اصحابنا فاستخرجنا فہل تری ان احدثت بها قال فقال لی یحیی قل لہ حدثت بها یا ابا محمد فانک الصدق الثقة و قال النسائی بغدادی ثقة و قال الدارقطنی کان عابداً فاضلاً قال أعدت صلاة اربعین سنة کنت اتناول فیہا الشراب علی مذهب الکوفیین۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ج ۳ ص ۱۵۶۔

آپ صائم الدہر تھے۔ ابو عمرو دانی فرماتے ہیں قرأ القرآن عن سلیم و اخذ حرف نافع عن اصحاق السیسی و حرف عاصم عن یحیی بن آدم و هو امام فی القراءات ولہ اختیار مجمل عندہ متقدم فی سرائر الحدیث ص ۱۰۰ سنۃ ثقة مامون اھ و فی الخلاصۃ قیل کان یصوم الدہر۔

علماء قرأت کہتے ہیں کہ خلف قاری حمزہ کی قرأت کے راوی ہیں بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کو فی حنفی کے۔ خلف نے سلیم سے اخذ قرأت کیا اور سلیم نے حضرت حمزہ سے اخذ کیا۔ ابن خلکان و وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں۔ قال خلف اتیت سلیم بن عیسیٰ لاقرأ علیہ و کان بین ید ید قوم و اظنہم سبقتونی فلما جلست قال بلغنی انک تريد الترفع فی القراءة فلست اخذ علیک شیئاً قال فکنت احضر المجلس اسمع ولا یاخذ علی شیئاً فیکرت یومائی الفلاس و خرج فقال من ہا هنا یتقدم و یقرأ فتقدمت و استفتحت بسوۃ یوسف و ہی

من اشدّ القرآن إعراباً فقال لي من انت فاسمعتُ أقرأ منك ؟ فقلتُ خلف فقال لي فعلتها ما يحلُّ لي أن أمنعك فكنت أقرأ عليه حتى بلغت يوماً حرم المؤمن فلما بلغتُ الى قوله تعالى ويستغفرون للذين آمنوا - غافر - بكي بكاءً شديداً ثم قال لي يا خلف الا ترى ما أعظم حق المؤمن تراه نائماً على فراشه و الملائكة يستغفرون له اه -

نبیذ جب مسکرنہ ہو تو وہ باتفاق ائمہ جائز ہے۔ خود نبی علیہ السلام سے اس کا پینا ثابت ہے۔ کما روی البخاری فی صحیحہ وغیرہ۔ لیکن مسکر کا پینا باتفاق علماء ممنوع ہے۔ خلف پہلے نبیذ قریب اسکا یا قریب افطار تاویل کر کے جائز سمجھتے اور پیتے تھے پھر ترک کر دیا۔ ابو جعفر فضلی کہتے ہیں خلف صاحب سنت تھے لیکن ان میں نبیذ پینے کا عیب تھا۔ عبد الکرم بن حداثہ کہتے ہیں کان خلف یشرّب من الشراب علی التادیل فكان ابن اختہ يوماً یقرأ علیہ سورۃ الانفال حتی بلغ قوله تعالى لیمیز الله الخبیث من الطیب - فقال یا خال اذا میز الله الخبیث من الطیب ابن یكون الشراب ؟ قال فنکس رأسه طویلاً ثم قال قال مع الخبیث قال فترفع ان تكون مع اصحاب الخبیث ؟ قال یابنی امض الی المنزل فاصبب کل شیء فیہ فترک فاعقبہ الله تعالی الصوم فصام الدهر الی ان مات -

قاری خلف بن ہشام بواسطہ یحیی بن آدم ابو بکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں برابر راست ابن عیاش سے روایت نہ کرنے کا سبب ایک قصہ ہے جس پر خلف عمر بھرا فوس کرتے رہے۔ وہ قصہ ابن خلکان نے یوں لکھا ہے۔ قال ابو العباس سمعتُ خلفاً یقول قد مت الکوفة فصرخت الی سلیم بن عیسی فقال ما اقدمک ؟ قلت اقرأ القرآن علی ابی بکر بن عیاش بحرف عاصم فقال لی الا ترید ؟ قلت بلی قال فدعا بئہ و کتب معہ رقعتاً الی ابن عیاش فاستاذن لی علیہ سلیم بن عیسی فدخل علیہ فاعطاہ الرقعة وکان لخلف سبع عشرة سنة قال فلما قرأ قال ادخل الرجل فدخلت فسلمت فصعد فی النظر ثم قال لی انت خلف ؟ قلت نعم قال لی انت لم تخلف ببغداد احداً اقرأ منك ؟ فسکتُ فقال لی اتعد هات اقرأ قلت علیک ؟ قال نع قلت لا اله الا الله لا اقرأ علی رجل یتصغر رجلاً من حملة القرآن وتوکتہ وخرجت فوجہ الی سلیم فسأله ان یؤدّی الیہ فلم أرجع قال خلف فندمت واحتجت فکتبت قراءة عاصم عن یحیی بن آدم عن ابی بکر بن عیاش اه - ابن عیاش قاری عاصم کے راوی ہیں۔ وروی خلف بسندہ الی ابی ہریرۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الله عز وجل خلق مائتہ رحمة فانزل منها رحمة علی عباده یتراحمون بها وحباً تسعاً وتسعين عندہ فاذا کان یوم القیامة جمع تیک الرحمة الی التسع والتسعين وفضھا علی عباده فمن رحمة واحدة جعلی مسلماً وعلی القرآن وعمر فنی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وفعل بی وفعل بی وانا ارجو من تسع وتسعين الجنة -

خلف رواۃ قرا میں یہ ممتاز شان رکھتے ہیں کہ آپ صاحبِ قنارت مستقلہ ہیں۔ علماء آپ کو مستقل قاری، صاحبِ قنارت شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ دس مشہور قرا میں سے ہیں۔

خلف کا انتقال بغداد میں جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

فائدہ۔ خلف قنارۃ عاشرہ کے امام ہیں۔ آپ کے دورِ راوی مشہور ہیں۔ اول، اسحق بن ابراہیم تراق مرزی ثم بغدادی متوفی ۳۵۷ھ مشہور زمانہ قاری ابن شنبوذ اسحق کے تلمیذ ہیں۔ دوم، اور میں بن عبد الحکیم بغدادی متوفی ۳۹۲ھ۔

خلاد بن خالد الصیرفی الکونی رحمہ اللہ۔ آپ کی کنیت ابو عیسیٰ ہے۔

آپ حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ کے دورِ راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ حمزہ سے بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفی روایت کرتے ہیں۔ آپ کی وفات شہر کوفہ میں ہوئی۔ سال وفات ۳۲۲ھ ہے۔

الخلیل بن احمد بن عمر بن نعیم الفراهیدی البصری ویقال الفروہی الازدی البجیدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خلیل رحمہ اللہ علمِ نحو و عربیت کے امام اور سیبویہ کے استاد ہیں۔ علم عروض کو مستنبطِ بحر کے دم سے وجود میں لائے اور اس کی اقسام کو پانچ دوائر میں منحصر کیا جن سے پندرہ بحر یعنی اوزان شعر کا استخراج ہوتا ہے انھوں نے ایک اور بحر کا اضافہ بحر کے اس کا نام بحرِ خبیب رکھا۔ احمد کا والد عمر و بالواو ہے۔ کمالی علم من ذیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۴۴۔ اور بغیہ میں عمر بلاوا و درج ہے۔ واللہ اعلم۔

خلیل بن احمد زہد۔ عابد منقطع الی اللہ اور تارک دنیا تھے۔ خلیل روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وعاصم احول و عثمان بن حاضر و عوام بن حوشب وغالب القطان رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں حماد بن زید و نصر بن شمیل و سیبویہ و اصمعی و ہارون بن موسیٰ نحوی و داؤد بن الحجیر وغیرہ رحمہم اللہ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کان للخلیل یزی سرای الاباضیۃ حتی من اللہ علیہ بجالسۃ ایوب۔ آپ بڑے متواضع اور تارک دنیا تھے۔

سلیمان بن علی امیر بصرہ یا امیر سندھ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے ہاں آکر میری اولاد کو تعلیم دیں فاضل للخلیل الی رسولہ خبر ایاہا و قال مادام ہذا عندی لا حاجۃ لی فیہ ولا حاجۃ فی سلیمان فقال الرسول فاذا ابلاغتک فالتأی قول ے

ابلاغ سلیمان آتی عنک فی سعتی وفي غناغیر الخ لست ذامال

شَحَابَنَفْسِي إِلَى لَا أَسْرَى أَحَدًا يَمُوتُ هَذَا وَلَا يَبْقَى عَلَى حَالٍ
الْزَرْقُ عَنْ قَدَرٍ لَا الضَّعْفُ يَنْقُصُ وَلَا يَزِيدُكَ فِيهِ حَوْلٌ مُحْتَالٍ
وَالْفَقْرُ فِي النَّفْسِ لَا فِي الْمَالِ نَعْرِفُهُ وَمِثْلُ ذَلِكَ الْغِنَى فِي النَّفْسِ لَا الْمَالِ
سلیمان موصوف نے وہ وظیفہ بند کر دیا جو اس سے قبل وہ ہمیشہ خلیل کو دیا کرتا تھا تو خلیل نے کہا
اِنَّ الَّذِي شَوَّفَ فِي ضَامِنٍ لِلزَّرْزَرَةِ حَتَّى يَتَوَفَّانِي
صرمتنی خیراً قلیلاً فما زَادَكَ فِي مَالِكَ صِرْمَانِي
سلیمان نے اشعار سننے کے بعد دوبارہ وہ وظیفہ مالی جاری بحر کے خلیل کو معذرت لکھی اور معافی مانگی نیز وظیفہ
دُکنا کر دیا۔ تو خلیل نے پھر یہ شعر کہے

وَزَلَّةٌ يَكْثُرُ الشَّيْطَانُ اِنْ ذَكَرْتَ مِنْهَا التَّعَجُّبُ جَاءَتْ مِنْ سَلِيمَانَ
لَا تَجْعَلَنَّ لِحَيْرٍ زَلَّ عَنْ يَدِهِ فَالْكُؤُوبُ الْخُسُ يَسْقِي الْاَرْضَ اَحْيَانًا
مشہور فصیح و بلیغ ادیب عبداللہ بن المقفع اور خلیل ایک رات جمع ہوئے اور دیر تک ان میں علمی گفتگو ہوتی
رہی فلما تقرق اقلیل للخلیل کیف رأیت ابن المقفع؟ فقال رأیت رجلاً علمہ اکثر من عقلہ وقیل لابن
المقفع کیف رأیت للخلیل؟ قال رأیت رجلاً عقلہ اکثر من علمہ۔

خلیل کی تصانیف یہ ہیں۔ کتاب العین فی اللغة و کتاب العروض و کتاب الشواہد و کتاب النقط و الشکل
و کتاب النغم و کتاب فی العوائل۔ کذا فی وفيات الاعیان۔ ج ۲ ص ۲۴۶۔ لیکن علامہ قطبیؒ کہتے ہیں
کتاب العوائل منقول علیہ خلیل کی کتاب عین لغت عربی میں پہلی کتاب ہے مگر اس میں بہت سے اغلاط لغویہ
و علمیہ ہیں۔ لہذا بعض علماء کے نزدیک یہ خلیل کی تصنیف نہیں۔

آپ کے والد احمد پہلے شخص ہیں جو احمد کے نام سے موسوم ہوئے نبی علیہ السلام کے بعد۔
خلیل اکثر اوقات اُحطل کا یہ شعر و ہر اتنے تھے

وَإِذَا انْتَقَرْتَ إِلَى الذَّخَائِلِ تَجِدُ دُخْرًا يَكُونُ كَصَالِحِ الْأَعْمَالِ

آپ کی موت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ وفيات میں ہے ان للخلیل قال اسریدان اقرب نوعاً
من الحساب تمضی بہ الحاریرۃ الی البیاع فلا یمکنہ ظلمہا و دخل المسجد و هو یعمل فکرہ فی ذلک فصدمتہ
ساریۃ و هو غافل عنہا بفکرہ فانقلب علی ظهرہ فکان سبب موتہ وقیل بل کان یقطع شجراً من العرض اھ۔
خلیل بن احمد کا بیٹا غمی تھا۔ ایک دن باپ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ اشعار کی تقطیع میں مشغول
تھے۔ بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ باپ کیا بول رہے ہیں چنانچہ اسے باپ کے پاگل ہو جانے کا یقین ہو گیا اور

فخرج الى الناس وقال ان ابي قد جئ فدخلوا عليه واخبروه بما قال ابنه فقال مخاطباً لابنه

لو كنت تعلم ما اقول عذرتني او كنت اعلم ما تقول عذرتك

لكن جهلت مقالتي فعذرتني وعلت انك جاهل فعذرتك

خليل بن احمد یہ شعر زیادہ پڑھا کرتے تھے

يقولون لي دار الاجبة قد دنت وانت كئيب ان ذا العجيب

فقلت وما تغني الديار وقرورها اذا لم يكن بين القلوب قريب

خلیل کے تلمیذ نصر بن شمیل فرماتے ہیں اقام للخليل في شخص من اخصاص البصرة لا يقدر على فلسين

واصحابه يكسبون بعله الاموال ولقد سمعته يوماً يقول اني لأعطي علي بابي فاجاوزه همتي

خلیل بن احمد فرمایا کرتے تھے احمّل ما يكون الانسان غفلاً وذهناً اذا بلغ اربعين سنة وهي السن

التي بعث الله فيها محمد اصل الله عليه سلم ثم يتغير وينقص اذا بلغ ثلاثاً وستين سنة وهي السن التي قبض

فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم واصفى ما يكون ذهن الانسان في وقت السحر اه

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وكان آية في الذكاء وكان الناس يقولون لم يكن في العربية بعد الصحابة اذكي

منه وكان يحج سنة ويغزو سنة وهو اول من جمع حروف المجمع في بيت واحد وهو

صِفْ خُلُقِي خَوْدَ كَمَثَلِ الشَّمْسِ اذْ رَغَتْ يَحْظُ الضَّجِيحُ بِهَا جَحْلًا مَعْطَار

خلیل کا سال وفات ۳۷۷ھ ہے۔ کل عمر ۷۷ سال تھی۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا فقيل

له ما صنع الله بك فقال ارايت ما كنا فيه لم يكن شيئاً وما وجدت افضل من سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔

الدورى القارى رحمه الله تعالى۔ آپ امام کسائی و ابو عمر بن العلاء کے راوی ہیں قرأت سبعہ میں

وهو حفص بن عمر بن عبد العزيز بن صهيب الازدي ابو عمر الدوسري المقرئ الضري الاصغر

دوری مشہور قاری ہیں۔ قرأت سبعہ میں سے دو قاریوں یعنی کسائی و ابو عمر بن العلاء کی قرأت کے راوی

ہیں۔ آپ ساحر کے باشندے ہیں۔ نابینا تھے۔ دوری منسوب ہے بغداد کے قریب ایک موضع کی طرف۔ آپ

روایت کرتے ہیں ابن عیینہ والی بحر بحر راوی و اسماعیل بن جعفر و اسماعیل بن عیاش و عبد الوہاب خفاف و علی

ابن حمزہ کسائی و یزید بن ہارون و دکیع وغیرہ رحمہم اللہ

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ و ابو زرہ و ابن ابی الدنیا و ابو حاتم رحمہم اللہ

قال ابو حاتم هو صدق وقال ابو داود لايت احمد يكتب عنه وقال الدارقطني ضعيف وقال العقيلي ثقة - قراءت میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی۔ ابن سعد فرماتے ہیں کان عالماً بالقرآن وتفسیرہ دوری نے علم قراءت کسائی واسماعیل بن جعفر ویزیدی و سلیم بن عیسیٰ و شجاع بن ابی نصر الحمراسانی سے پڑھی خطیب فرماتے ہیں کان یقرئی بقراءة الکسانی واشتهر بها۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص ۴۰ - سال وفات ۳۳۲ھ ہے۔ کل عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ دوری کی کنیت ابو عمر ہے بلاواؤ نہ کہ ابو عمرو بالواو۔

فائدہ - دوری کو ابو عمر الضریر الاصفہانی سے کہتے ہیں کہ علماء کبار میں اسی نام و کنیت اور وصف کے ایک اور عالم بھی ہیں۔ علماء ان کو ابو عمر الضریر الاکبر کہتے ہیں۔ ابو عمر اکبر کا مختصر ترجمہ یہ ہے ہوخص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری۔ یہ اکبر قاری نہیں ہیں۔

یہ اکبر روایت کرتے ہیں جبر بن حازم و صالح مری وغیرہ سے اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو داؤد و امام احمد و ابو حاتم و ابو زرعة وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ بڑے محدث تھے۔ قال ابو زرعة هو صدوق صالح الحديث ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولد و هو اعمی۔

سال وفات ۳۳۲ھ ہے۔ کل عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی۔ کذا فی التہذیب - رفاعہ رضی اللہ عنہ - وہ تفسیر آیت فلا تحل لہ من بعد حتی تنیک زوجا غیرہ میں مذکور ہیں۔ ہو رفاعہ بن سموال القرظی رضی اللہ عنہ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی تیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی۔ پھر اس نے عبدالرحمن بن الزبیر (فتح الزاء و کسر الباء) سے نکاح کیا۔ دوبارہ وہ رفاعہ کے پاس آنا چاہتی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لا حتی تدؤقی عسکلتہ ویدؤق عسکلتک مری مالک باسنادہ عن الزبیر بن عبد الرحمن بن الزبیر ان رفاعہ بن سموال طلق امرأتہ تیمہ بنت وہب فذکر القصة بعض روایات میں اس عورت کا نام عائشہ بنت عبدالرحمن بن عتیک النضری ہے۔

مری ابن شاہین من طریق تفسیر مقاتل بن حبان فی قوله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنیکم زوجا غیرہ نزلت فی عائشہ بنت عبد الرحمن بن عتیک النضری کا نہ تحت رفاعہ بن وہب بن عتیک و ہوا بن عہا فطلقها طلاقاً بائناً فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر۔ کذا فی الاصابة وغیرہ۔

بعض روایات میں اس کا نام تیمہ بنت ابی عبید القرظیہ لکھا ہے اور خانہ کا نام رفاعہ اور ارفع بالمشک لکھا ہے۔ مری قتادہ ان تیمہ بنت ابی عبید القرظیہ کا نہ تحت رفاعہ اور ارفع القرظی فطلقها۔ مگر محدثین اسحٰنی نے بالکل

برعکس روایت کی ہے جیٹ مری محمد بن اسحاق عن هشام بن عروة عن ابیہ قال کانت امرأة من بنی قریظۃ یقال لها قیمة تحت عبد الرحمن بن الزبیر فطلقها فترجعا سرا فاعة ثم طلقها سرا فاعة فاسرادت ان ترجع الی عبد الرحمن فذکر الحدیث - اخرجه ابو نعیم وقیل اسمها سہیمۃ -

رؤبہ شاعر رحمہ اللہ - وہ تفسیر آیت ذلک بأنہم کانوا یکفرن بأیت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الخلق الایۃ میں اور تفسیر یُضِلُّ بہ کثیرا و ھدی بہ کثیرا و ما یُضِلُّ بہ الا الفسقین میں مذکور ہیں -

ھو ابو الجحاف رؤبۃ بن العجاج عبد اللہ بن رؤبۃ بن لبید بن بنی مالک -

رؤبہ اور اس کے والد عجاج دونوں شاعر ہیں - ہر ایک کا رجز میں دیوان ہے - رؤبہ اپنے باپ سے انصع و اعلیٰ ہے - مری اندہ قال لابیہ انا اشعر منک لانی شاعر ابن شاعر انت شاعر فقط - دونوں راجز ہیں - یعنی عام قصیدہ کی بجائے صرف بحر رجز میں شعر کہتے تھے وقیل لیونس الفحوی من اشعر الناس ؟ قال العجاج ورؤبۃ نقیل لہ لم نعن الرجا قال ھا اشعرا ھل القصید اما الشعر کلام فاجوۃ اشعر کذا فی خزائنۃ الادب ج ۱ ص ۹۲ -

یونس نحوی رؤبہ کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے اور مختلف اشعار و لغات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے تھے - یونس کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے پاس گئے تو رؤبہ نے مجھ سے کہا حتی متی تسألنی عن ھذہ الاباطیل و ازر قہا لک اما ترئی الشیب قد بلغ فی راسک و لحیتک و ذکر ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر الشعراء ج ۲ ص ۲۹۵ قال ابو عبیدۃ دخلت علی رؤبۃ و هو یمل جردا فی النار فقلت لہ انا کما قال نعم انا خیر من دجا حکم انا تأکل البر و التمر اھ -

خزائنۃ الادب میں ہے رؤبہ نے دولت عباسی کا زمانہ پایا - منصور و ابوسلم کی مدح کی - بصرہ میں مقیم تھے زمانہ قنسر میں دیہات میں اقامت اختیار کی اور ۱۴۸ھ میں انتقال ہوا -

فائدہ - معنی بہ رؤبۃ بن اشخاص ہیں - ایک رؤبۃ بن العجاج بن رؤبۃ بن لبید جو مذکور ہوئے اور مشہور ہیں -

دوسرا رؤبۃ بن العجاج بن شدقم الباہلی -

تیسرا رؤبۃ بن عمرو بن ظہیر ثعلبی - کذا قال الادمی فی المؤلف و المختلف -

۴۵ - روح رحمہ اللہ - بفتح الراء و سکون الواو - آپ تاریخی نامن یعنی یعقوب حضرمی کے دو راہوں میں سے ایک ہیں -

هو روح بن عبد المؤمن الهذلي مولا همد البصري المقرئ رحمه الله -

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ عظیم قاری و محدث تھے۔ آپ روایت حدیث کرتے ہیں نیز یدین سراج و حماد بن زید و عبد الواحد بن زیاد و ابو عوانہ و جعفر بن سلیمان ضعی و معاذ بن ہشام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ کذا فی التہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۹۶ -

اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری و عثمان دارمی و ابو زرعہ و عبد اللہ بن احمد و ابو خلیفہ و ابو یعلیٰ موصلی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

روح کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ آپ بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

ابو عمر دانی طبقات میں لکھتے ہیں قرأ علی یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ابن جبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صدق۔ سال وفات ۲۳۳ ھ یا ۲۳۵ ھ ہے۔
رویس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں رویس منکر الذکر ہیں۔

هو محمد بن المتوكل اللؤلؤي البصري القاري المقرئ الثقة الضابط للوع المواظب على العلم والقراءة المعترف بمردئیس۔

رویس بضم راء و فتح و او صیغہ تصغیر ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ہیں۔ قاری ثامن یعقوب بن اسحق حضرمی کے مشہور درواریوں میں سے ایک ہیں۔

دوسرے راوی روح بن عبد المؤمن ہیں۔ رویس بنو مازن میں رہائش پذیر تھے۔

رویس اپنے شیخ قاری یعقوب کے علوم خصوصاً علم قرأت کے حامل و امین ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ قرآنہ یعقوب پہلی اور مشہور ہوئی۔ شیخ یعقوب کا آپ پر بڑا اعنما و تھا۔ چنانچہ پڑھاتے وقت آپ کو اس طرح خطاب فرماتے ہات یا لال۔ احسنت یا لال۔ ہات یا لالک۔ احسنت یا لالک۔

لال لالی کا مخفف و مرتم ہے یہ جمع ہے لؤلؤ (موتی) کی۔ حسن قرأت و ہودت تلاوت کی وجہ سے یعقوب ان کو لال کہتے تھے اور مفرد یعنی لؤلؤ کی بجائے ذکر جمع سے مقصد مزید تعظیم و تکریم ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ لال مخفف لائل بروزن علاہ و ضم اب ہو۔ لائل موتی فروش کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو لؤلؤی کہتے ہیں۔

باقی تلیق بہ لاک کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔

اول یہ کہ لاک ایک قسم کا گوند یا چپکنے والی شے ہے جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ درس میں ہمیشہ

حاضر رہنے اور ملازمت قرات و مواظبت تلاوت اور علم سے چھٹے رہنے کی وجہ سے ان کو لاک کہا جاتا تھا۔
دوم۔ ممکن ہے کہ لاک کا ماخذ لوگ ہو۔ اور اصل میں لاکب بصیغہ اسم فاعل ہو۔ پھر ہمزہ حذف ہو کر
لاک ہوا۔ خلیل بن احمد وغیرہ ائمہ نحو کے نزدیک قائل میں قال و دائر میں دار اور جائز میں جار کہنا جائز ہے تو
بنابرین قول لاکب لاک ہوا۔ اور یعقوب نے جو دت قرات اور بسہولت حروف ادا کرنے کی وجہ سے روئیں کو
لاک کہا ہو۔ روئیں کا سال وفات ۲۳۸ھ ہے۔

زہیر شاعر۔ صم بک علی فہم لایرجعون کی شرح میں وہ مذکور ہے۔

ہو زہیر بن ربیعۃ بن قحط۔

زہیر مشہور جاہلی شاعر ہے۔ اس کا خاندان شعراء کا خاندان تھا۔ زہیر کے بیٹے کعب رضی اللہ عنہ بڑے شاعر
تھے۔ کعب صحابی ہیں اور صاحب قصیدۂ بابت معاد ہیں۔ اصابع میں ہے کان زہیر و ولدہ ابیجر کعب و ولدہ
کعب عقبۃ و العوام شعراء اہ۔

۲

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو اشعر عرب کہتے تھے۔ یروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال انشد فی الشعر
شعرا کم قیل و من هو؟ قال زہیر۔ قیل و ہم صاۃ کذلک؟ قال کان لایعاطل بین القول و لا یتبع
حوتی الکلام و لا یمدح الرجل الا بما ہو فیہ اہ۔ عکرمہ نے اپنے والد جریہ سے پوچھا من اشعر الناس؟
قال فی الجاہلیۃ زہیر و فی الاسلام الفہر و حق قلت لہ فانت؟ قال انا عثرۃ الشعر فخر۔

عبدالملک نے ایک مرتبہ شعراء سے پوچھا ای بیت امدح؟ فاتفقوا علی بیت زہیر

سراہ اذا ما جئتہ متھللاً کانتک تعطیہ الذی انت سائلہ

کتاب الشعر و الشعراء ص ۹ میں ابن قتیبہ کہتے ہیں کان زہیر جاہلیام یدک الاسلام و ادرك ابنہ کعب بجر و کان کعب
ابن یسعی عقبۃ کعب ہو شاعر و ولد عقبۃ العوام و ہو شاعر فہو لخمۃ شعراء فی نسق العقوام
ابن عقبۃ بن کعب بن زہیر بن ابی سلمی و کان ابو سلمی ایضاً شاعر اہ۔ زہیر کے اچھے اشعار ہر مری کی
مدح میں ہیں۔ بعض مستشرقین کی تحقیق کے مطابق زہیر کی وفات ۳۷۶ھ میں ہوئی۔

وفی الاغانی ج ۱ ص ۱۰۷ وجدت فی بعض الکتاب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی زہیر بن

ابی سلمی و لہ مائتہ سنة فقال اللهم اعد فی من شیطانہ فمالک بیتا حتی مات اہ۔

زہیر بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ۔ وہ آیت فلا تجعلوا اللہ انداداً میں مذکور ہیں۔

ہو زہیر بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی القرشی العدوی۔ حضرت عمر رضی اللہ کا والد الخطا۔

زہیر کا چچا اور انیائی بھائی یعنی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ وذلک لان عمرو بن نفیل قد خلف علی امراۃ ابیہ

بعد اسیہ وکان لہا من نفیل اخوہ للظاہب - کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۷ -

زید بن عمرو نے اگرچہ زمانہ نبوت نبی علیہ السلام نہیں پایا تاہم وہ مؤمن و موحد تھے۔ جاہلیت میں وہ بت پرستی سے بیزار تھے۔ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے لوگوں کو شرک سے روکتے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کہتی ہیں کہ میں نے زید کو بیت اشتر شریف سے بیکہ لگائے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا یا معشر قریش والذی نفس زید بیدلہ ما اصبحت احد منکم علی دین ابراہیم غیر ی ثم یقول اللہم انی لو اعلم احب الوجہ الیك عبدک بہ ولکتی لا اعلم ثم یسجد علی راحلہ - وعن هشام انہ کان یصلی الی الکعبۃ ویقول الہی اللہ ابراہیم و دینی دین ابراہیم - زید مودہ لڑکیوں کو جنہیں کفار زیدؓ دفن کر دیا کرتے تھے بچاتے تھے اور دفن کرنے والے سے کہتے تھے لا تقتلہا اذفعہا الی اکفلہا فاذا ترعرعت فان شئت فخذہا وان شئت فادفعہا۔

نسائی وغیرہ میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو زید بن عمرو بن نفیل و ورقہ بن نوفل عثمان بن الحویرث و عبد اللہ بن جحش پر مشتمل تھی عبادت اصنام سے بچنے اور دین حق کی تلاش میں ملک شام گئی۔ وہاں پر یہو نصاریٰ سے ملے۔ واپسی پر ان میں سے ورقہ نے تو نصرانیت اختیار کر لی اور کتابیں پڑھ کر بڑا عالم بن گیا۔ اور زید بن حنیف دین ابراہیم پر ہی قائم رہے۔ اس سلسلے میں زید نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ چنانچہ خطاب انہیں بہت اذیت دیتا تھا۔ حرم شریف میں آنے سے انہیں روکتا تھا۔ شام میں ایک شہب نے زید کو نپایا تھا کہ صحیح دین آج کہیں بھی نہیں مل سکتا۔ اس زمانے میں ایک نبی آنے والے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سامنے زید بن عمرو کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا ہوامۃً وحدۃ یوم القیامۃ۔

زید کے فرزند سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ایک دن سعید بن زیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ان ابی کما رأیت وکما بلغک فاستغفرلہ قال نعم فانت یبعث یوم القیامۃ امتۃ واحدۃ۔

واقفی عامر بن ربیعہ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے زیدؓ سے سنا کہ میں اولاد اسمعیل یعنی اولاد عبد المطلب میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں قال زید ولا اسرائی ادرکک وانا وامن بہ وأصدقہ وأشہد انہ نبی فان طالبت بک مدۃ فرأیتہ فاقترتہ منی السلام وسأخبرک ما نعتہ حتی لا یخفی علیک قلت ہلہ قال ہو رجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیلہ ولیست تفارق عینہ حمرةً وخاتم النبۃ بین یمینیہ واسمہ اسمی وهذا البلد مولدہ ومبعثہ ثم یخرجہ قومہ منها ویکونون ماجاء بہ حتی یہاجر الی یثرب فیظہر امرہ فایاک ان تخرج عنہ ثم قال عامر فلما اسلمت اخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قول زید بن

عمر و اقراءه منه السلام فردد عليه السلام و ترخم عليه و قال قد ايت في الجنة يعجب ذوقا.

و عن اسماء قالت سمعت زید بن عمر يقول یا معشر قریش ایاکم والزنا فانہ یوث الفقر۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ زید بن عمر و اس وقت وفات پا گئے جس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ یعنی نبوت سے پانچ سال قبل۔ بقول و اقدی مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جبل حراء کے دامن میں مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملک شام میں بقاء کے قریب بنو نخم نے انہیں قتل کیا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنة فرأيت لزید بن عمر

ابن نفیل دو حیتین۔ کذا فی البدایہ۔ زید کے چند اشعار حسب روایت عروہ یہ ہیں۔

أرَبُّ واحدٍ أم ألف ربٍّ أدينُ إذا تَقَمَّتِ الاموالُ

عزلتُ اللات والعزیٰ جميعًا كذلك يفعل الجدل الصبغ

فلا العزیٰ أدينُ ولا ابتیها ولا صَنَعنی بنی عمرُ ازور

ولا غنما أدينُ ولا ربًّا لنا فی الدهرِ إذ جلی یسیر

عجبتُ وفي الليالیٰ مُعجباتٌ وفي الايامِ یَعْرِفُها البصیر

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت یسئلونک عن الخمر المیسر الخ میں مذکور ہیں۔

هو سعد بن مالك بن أهيب القرشي رضي الله عنه۔

آپ قریشی و مہاجر ہیں۔ عشرۃ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرۃ مبشرہ میں آپ کی وفات رب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔ یعنی ابوسفیان بن حرب کی بنت عم ہے۔ حضرت سعدؓ کے چند احوال و اوصاف شریفہ یہ ہیں۔

اولاً آپ عشرۃ مبشرہ میں سے ہیں و آخر ہم مؤثرا۔ اور ان چھ اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ شوریٰ کی تقرری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ان أصابتہ الإمرة فذاك ولا فلیستعن بہ الوالی۔

ثانیاً۔ عراقی فتوحات کی ابتداء آپ نے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا جو بلاد فارس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ جنگ قادسیہ میں امیر آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے کسریٰ کا دار الخلافہ مدائن فتح کیا۔

ثالثاً۔ عن ابن اسحق قال کان اشد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعة عمر الزبیر وسعد ابن ابی وقاص و علی رضی اللہ عنہم۔

رابعاً۔ جنگ احد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع أبوہم الاحد الا لسعد بن ابی وقاص فاتی سمعته یوم احد یقول اشرم فداک ابی وأختی۔ مرآۃ الشیخان۔ قال الزہری رحمہ اللہ یوم احد الف سہم۔

خامساً۔ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں اور لڑائیوں سے بالکل برطرف ہے۔
سادساً۔ هو اول من رمی فی سبیل اللہ۔

سابعاً۔ هو اول من اراق دمائی فی سبیل اللہ۔

ثامناً۔ آپ مستجاب الدعاء تھے۔ صحابہ آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے ان کی بددعا سے سب ڈرتے تھے۔
مری الترمذی ان النبی علیہ السلام قال اللهم استجب لسعد اذا دعاک فان لا یدعو الا استجب لہ۔
تاسعاً۔ قال النوی واسلم قد یمابعد اربعۃ وقیل بعد ستۃ وهو ابن سبع عشرۃ سنۃً وفی صحیح البخاری انہ قال لقد مکثت سبعۃ ايام وانی لثالث الاسلام۔

عاشراً۔ مری الترمذی من حدیث جابر قال أقبل سعد فقال النبی علیہ السلام هذا خالی فلیرنی امرؤ خالہ۔

سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں ہوا پھر جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور یہاں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ سال وفات ۳۵ھ یا ۳۶ھ ہے۔

سیبویہ رحمہ اللہ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں مکرر ہے۔

هو عمہ بن عثمان بن قنبر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سیبویہ نخاعہ بصرہ کے امام ہیں۔ کنیت ابو بشر ہے۔ کان مولیٰ بنی الحارث بن کعب۔ تلقیب سیبویہ کی منفرد وجہ ہمارے ذکر کی ہیں۔ سیوطی بغیہ میں فرماتے ہیں ولقب سیبویہ ومعناہ راحۃ التفاح فقیل کانت أمہ ترخصہ بذلک فی صغرہ وقیل کان من یلقاہ لا یرال یشتم منہ راحۃ الطیب فسمی بذلک وقیل کان یعتاد شتم التفاح وقیل لقب بذلک للطفۃ لان التفاح من أطیب الفواکھ اھ۔

آپ فارسی الاصل ہیں۔ فارس کے شہر بیضا سے آپ کی اصل وابستہ ہے۔ شہر بصرہ میں رہتے تھے خلیل ویونس وابو الخطاب انفس وعیسیٰ بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ابن کثیر برایہ ج ۱ ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں وقد کان فی ابتداء امرہ یحب اهل الحديث والفقهاء وكان یستملی علی حماد بن سلمۃ فلحق یوماً فردد علیہ قولہ فأنف من ذلک فلزم لللیل بن احمد فبرع فی الخوا اھ۔

بغداد گئے تو وزیر یحییٰ برمکی سے ملے یحییٰ کی مجلس میں کسائی سے مناظرہ ہوا اور شکست کھائی۔ مناظرہ اس

اس قول میں تھا قد كنت اظن ان الزنبق اشدا لسعة من العقب فاذا هو هي او هو اياها سيبويه نے کہا کہ صرف نفع جائز ہے یعنی فاذا هو هي اور هو اياها جائز نہیں ہے۔ کسائی نے کہا رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ سارے اعراب نے جو وہاں پر موجود تھے کسائی کی رائے کو صحیح کہا۔

کسائی نے یحییٰ سے سفارش کرتے ہوئے کہا اصلہم اللہ الوزیرائہ قد وفد الیک من بلدہ مؤملاً فان رأیت ان لا تزدہ خائباً فأمر له بعشرة آلاف درهم۔ اس کے بعد سيبويه خراسان و فارس کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں کے امیر طلحہ بن طاہر علم نحو پسند کرتے تھے۔ راستے میں شہر بصرہ میں اور عند البعض شیراز میں اور عند البعض بصرہ میں وفات پائے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر بقول خطیب ۳۲ سال تھی۔ اور بقول بعض علماء۔ آپ کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ تھی۔

سال وفات میں کئی اقوال ہیں۔ یعنی ۱۸۰ھ یا ۱۸۱ھ یا ۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ میں وفات ہوئی۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کان سيبويه شاباً حسنًا جميلًا نظيفاً وقد تعلق من كل علم بسبب وضرب مع كل هل ادب بهم مع حدائز سنہ ۱۸۰ھ۔

علم نحو میں سيبويه نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو بے نظیر ہے۔ بڑی مشکل مغلط۔ بحر حقائق و منبع دقائق و کنز علوم نحو و عربیت ہے۔ ثعلب فرماتے ہیں انه لم ينفرد بتصنيفه بل ساعده جماعة في تصنيفه نحواً من اربعين نفساً هو احدثهم و هو اصول الخليل فاذا عاها سيبويه لنفسه ۱۸۰ھ۔ لیکن سیرانی وغیرہ نے ثعلب کے اس دعویٰ کو غلط کہا ہے۔

سيبويه کی زبان میں کچھ بندش و کنت تھی مگر آپ کا قلم زبان سے ابلغ و فصیح تھا۔ سيبويه علم غلیل کے حامل ہیں۔ سيبويه کی کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مازنی فرماتے ہیں من امداد ان يعمل کتاباً کبیراً فی النحو بعد کتاب سيبويه فلیستحی ما آتاه علیہ وقال ایضاً ما اخلو فی کل زمن من العجوبة فی کتاب سيبويه ولهذا ساء الناس قرآن النحو وقال ابن کيسان نظرنا فی کتاب سيبويه فوجدناه فی الموضع الذی یستحقه ۱۸۰ھ۔ کذا فی الخزانة ۳۳۵ خزائن الادب میں آپ کی کتاب کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث ہے۔ میردے جب کوئی شخص اس کتاب کے پڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے هل سركبت البحر؟ تعظيماً لما فيه واستصعاباً لافاظه ومعانيه۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض الآية کے بیان میں مذکور ہیں۔

سلمان فارسی مشہور صحابی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ انہیں سلمان بن اسلام و سلمان الخیر بھی کہتے

ہیں۔ آپ اصل میں رام ہرمز یا اصفہان کے ہیں۔

آپ نے نبی آخر الزمان کی بعثت کے متعلق سنا تھا تو ان کی طلب میں نکلے پھر قیدی بنائے گئے اور غلام ہو کر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے خریدا اور ہجرت نبی علیہ السلام کے بعد سلمان ہوئے اور آزاد ہو گئے۔ اور غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔ اول مشاہد سلمان فارسی غزوہ خندق ہے۔ اور آپ ہی خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ فقال ابوسفیان واصحابہ اذ مروا هذه مكيده ما كانت العرب تكيد لها بعده جمع مشاہد میں شریک ہے۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں ويقال انه شهد بدرًا۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحات عراق وغیرہ میں شریک تھے۔

واذا قيل له ابن من انت؟ قال اناسلمان بن الاسلام من بني ادم ويقول كنت من ابناء اساورة فارس۔ دین حق کی تلاش میں در بدر پھرتے رہے۔ بڑی تکالیف بھلیں کچھ مدت نصرانی بھی رہے۔ کتب سابقہ بھی پڑھی تھیں۔ وكان يقول انه تداولته في ذلك بضعة عشر ثمان من رب الى رب حتى افضى الى النبي عليه السلام ومن الله عليه بالاسلام۔ فتح مائیں کے بعد مائیں کے امیر و گورنر مقرر ہوئے۔

وذكره عمر بن مرجل من اصحابه قال انه دخل على سلمان وهو امير على المدائن وهو يعمل الخوص (نوجریان) فقيل له تعمل هذا وانت امير تجرى عليك رزق فقال اني احب ان ااكل من عمل يدي وذكر انه تعلم عمل الخوص بالمدينة من الانصار۔

وعن مالك كان سلمان يعمل الخوص بيده فيعيش منه ولا يقبل من احد شيئاً ولم يكن له بيت وانما كان يستظل بالجد من الشجر ان رجلاً قال له لا ابني بيتاً فيه تسكن فقال مالي به من حاجة فما زال الرجل حتى قال اني اعرف البيت الذي يوافقك قال فضفه لي قال ابني لك بيتاً اذا انت ثمت فيه اصاب رأسك سقفة وان انت مددت فيه رجلك اصابها الجملاء قال نعم فبني له بيتاً كان لك۔

وعن بريدة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال امرني ربي بحب اربعة واخبرني انه سبحانه يحبهم علي وابو ذر والمقداد وسلمان۔ رضي الله عنهم۔

وعن كعب الاحبار سلمان حشيشي علماً وحكمة۔ نبی علیہ السلام نے سلمان و ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاة قائم فرمائی تھی۔

آپ کے قدیم نام میں اقوال ہیں۔ (۱) مایہ بن بوح قالہ ابن منذ (۲) وقيل اسمه بهبو۔

بقول بعض آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ لیکن محقق قول یہ ہے کہ وصی عیسیٰ علیہ السلام کو پایا ہے۔ ایک مقام پر حافظ ذہبی لکھتے ہیں سلمان کی عمر ۲۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ البتہ اس سے زائد میں اختلاف ہے۔ پھر ذہبی لکھتے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد نہ تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی کل عمر ۳۵ سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۳ یا ۳۴ میں ہوئی۔

حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں سلمان فارسی کے اقوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نہایت سادگی پسند زاہدین اور شدت سے متبع سنت تھے۔ رُئی ابو عبد الرحمن السلمی عن سلمان انه تزوّج امرأة من كندة فبني بها في بيته فلما كان ليلة البناء مشى معه اصحابه حتى اتى بيت امرأته فلما بلغ البيت قال اسرجوا اجرکم اللہ، ولم يدخلهم عليها كما فعل السفهاء فلما نظروا الى البيت والبيت مبخد قال احميهم بينکم امرأتکم لتکعبه في کندة قالوا لا هذا ولا ذاك فلم يدخل البيت حتى نزع كل ستر في البيت غير ستر الباب فلما دخل رأى متاعاً كثيراً فقال لمن هذا قالوا متاعك ومتاع امرأتك قال ما بهذا اوصاني خليلي صلى الله عليه وسلم اوصاني خليلي ان لا يكون متاعي من الدنيا الا كزاد الراكب ورأى خدماً فقال لمن هذا الخدم؟ فقالوا خدمك وخدم امرأتك فقال ما بهذا اوصاني خليلي اوصاني خليلي صلى الله عليه وسلم الا امسك الا ما انکر او انکر۔ ثم قال للنسوة التي عند امرأته هل انتم فخرجات عني فحليات بيني وبين امرأتی قلن نعم فخرجن فذهب الى الباب حتى اجاقه وارضى الستر ثم جاء حتى جلس عند امرأته فسمع بناصيتها ودعا بالبركة فقال لها هل انت مطيعتي في شيء امرتك به قالت جلست مجلس من يطاع قال فان خليلي صلى الله عليه وسلم اوصاني اذا اجتمعت الى اهلي ان اجتمع على طاعة الله تعالى فقام وقامت الى المسجد فصليا ما بدا لهما ثم خرجا ففضي منها ما يقضي الرجل من امرأته فلما اصبح غدا عليه اصحابه فقالوا كيف وجدت اهلك فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم قال انما جعل الستور والخدر والابواب لتوازي ما فيها حسب امرئ منكم ان يسأل عما ظهر له فاما ما غاب عنه فلا يسألن عن ذلك سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المتحدث عن ذلك كالحمارين يتسافران في الطريق۔ كذا في حلية الاولياء ج ۱ ص ۱۸۶ -

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جو جوع لایراہیم علیہ السلام آسداں ثم اُسر سلا علیہ فجعلنا یلحسانہ ویجحدان لہ۔ وعن میمون بن مهران قال نزل حذیفة وسلمان رضی اللہ عنہما علی نبطیة ثقالا لہا هل ههنا مکان طاهر نصلي فيه؟ فقالت طهر قلبك وصل حيث شئت فقال احدهما للاخر خذها حکمة

من قلب کافر۔ وعن جعفر بن برقان قال بلغنا ان سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کان یقول اُصْحَكُنِي ثَلَاثًا
وَأَبْكُنِي ثَلَاثًا ضَحِكْتُ مِنْ مُؤَمِّلِ الدُّنْيَا وَالْمَوْتِ يَطْلُبُهُ وَغَافِلٌ لَا يَفْعَلُ عِنْدَ ضَاحِكٍ مَلَأَتْهُ لَا يَدْرِي
أَمْسِخَ سِرِّيَّةَ أَمْرٍ مُرْصِيَّةٍ وَأَبْكُنِي ثَلَاثًا فِرَاقَ الرَّحْبَةِ عِجْجًا وَحَزْبَهُ وَهَوْلَ الْمُطْلَعِ عِنْدَ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَ
الْوُقُوفِ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ حِينَ لَا أَدْرِي إِلَى النَّاسِ انْصِرَافِي أَمْ إِلَى الْجَنَّةِ۔ وعن سعيد بن
سوقة قال دخلنا على سلمان الفارسی فی مرض موته نعوذ به وهو مبطون فأكلنا الجالوس عنده فشق
عليه فقال له امرأته ما فعلت بالمسك الذي جئنا به من بلخ؟ فقالت هو ذا۔ قال القيه في الماء ثم
أضربني بعضه ببعض ثم انصحبى حول فراشي فانه الآن يأتينا قوم ليسوا بآنس ولا حزن ففعلت وخرجنا
عنده ثم أتينا فوجدناه قد قبض رضي الله عنه۔ وعن أبي البخترى قال بينا ابوالدءاء يوقد تحت قد له
وسلمان رضي الله عنه عنده إذ سمع ابوالدءاء في القد صوتًا ثم ارتفع الصوت بتسبيح كهنية صويت
الصبي قال ثم بدلت فانكفأت ثم رجعت الى مكانها لم ينصب منها شيء فجعل ابوالدءاء رضي الله عنه
ينادي يا سلمان انظر الى العجب انظر الى ما لم تنظر المثل انت ولا ابوك فقال سلمان اما انتك لو سكت
لسمعت من آيات الله الكبرى۔ كذا في الحلية ج ۱ ص ۲۲۔

وعن المغيرة بن عبد الرحمن قال لقي سلمان الفارسی عبد الله بن سلام قال ازمئت قبلي فأخبرني
ما تلقى وازمئت قبلك أخبرك قال مات سلمان فرأه عبد الله بن سلام في المنام فقال كيف انت يا
ابا عبد الله؟ قال بخير قال أي الاعمال وجدت افضل؟ قال وجدت التوكل شيئًا عجيبًا وفي رواية
قال سلمان عليك بالتوكل نعم الشئ التوكل۔

شماخ رضي الله عنه۔ آيت او كصيتب من السماء فيه ظلمت الآية كي شرح میں مذکور ہیں۔

هو معقل بن ضرار رضي الله عنه قاله ابن قتيبة في كتاب الشعر الشعراء ج ۱ ص ۲۳ وفي ديوان اخيه
عزيرد من اسم شماخ هيثم۔ خزائن الادب ج ۳ ص ۱۷۷ میں ہے اسمہ معقل بن ضرار الفطفاي وهو
مخضرم ادرك الجاهلية والاسلام وله صحبة اھ۔ شماخ رضي الله عنه كاديوان مطبوع ہے۔ خطيبه شاعر نے اپنی
وصيت میں کہا بلغوا شماخ انه اشعر غطفان۔ اھ۔

شماخ کے احوال اغاني ساسي ج ۸ ص ۹۷۔ طبقات ابن سلام ص ۱۱۰۔ مؤلف ص ۱۳۸۔ سمط ص ۵۸ و
اصابہ ج ۲ ص ۵۴ میں بالتفصيل مذکور ہیں۔

شماخ جابلي اسلامي ہیں صحابی ہیں۔ حماسہ ابوتام میں شماخ کا ذکر موجود ہے۔ اصابہ میں ہے ہوی شماخ
امراة اسمها كلبة بنت حوال اخت جبل بن حوال الشاعر القلبي وغاب فتزوجها اخوة جزء بن ضرار فلم

یکلمہ الشماخ بعدہ و مات متھا جرین۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوہ موقان میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنگ قادسیہ میں شہداء شریک تھے۔

شعبۃ بن عیاش بن سالم ابو بکر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شعبۃ قاری امام عاصم اہل القراءۃ السبعۃ کے مشہور و روایوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے مشہور شعبہ ہے۔ شعبۃ نے امام عاصم سے بڑے ضبط و محنت سے پڑھا۔ اور امام عاصم بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے مؤرخین لکھتے ہیں کہ امام عاصم سے ہر روز صرف پانچ آیات باقرات پڑھتے تھے۔ تعلیم من عاصم خمساً خمساً کما یعلم الصبی من المعلم وذلک فی نحو ثلاثین سنۃ۔ کذا فی سراج القاری۔ و قیل فی ثلاث سنین۔ آپ کی کنیت ابو بکر ہے۔

حکی القاری انہ کان یأتی عاصمًا فی الحرم والقمر ویرتبا خاض ماء المطر فیلثم حقو یہ او اکثر وکان عالمًا عاملاً فاضلاً کاملاً قیل ختم اربعاً و عشرین الف حتمۃ منها ما مری انہ قال لولده یا بنی ایاک ان تصلى الله تعالی فی هذه العرفۃ فانی ختمت فیها القرآن ثمانیۃ عشر الف حتمۃ ۱۵۔

قاری شعبۃ کا یہ قول آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس میں علماء کے لیے عبرت و نصیحت کا بڑا سامان ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں اور میں نے کبھی کوئی کام اسلام و شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ اور تیس سال سے مسلسل ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلیفہ اول ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ کل صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی خلافت اور خلیفہ اول ہونے پر اتفاق و اجماع ہے اور قرآن مجید میں صحابہ کے بارے میں ہے اولئک هم الصّدقون یعنی صحابہ سچے ہیں اور سچوں کا اجماعی قول حجت ہے۔

آپ کے سینہ پر ایک نورانی نشان تھا۔ عام لوگ اسے برص سمجھتے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی برکت سے نور کا نشان ہے۔

آپ بہت بڑے عابد و قائم اللیل تھے۔ کہتے ہیں کہ پچاس سال رات کو آپ بستر پر نہیں سوئے۔ بس ساری رات عبادت و تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کا سال ولادت ۳۹ھ ہے۔ اور آپ کی وفات ۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی۔

شعبۃ امام عاصم کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان سے توثیق و صدق و ضبط و روایت میں اعلیٰ ہیں۔ عن ابن معین کان حفص وابوبکر من أعلم الناس بقرآن عاصم وکان حفص أقرأ من ابی بکر وکان حفص کذا باً و کان ابو بکر صدقاً۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص ۴۔

الشافعی رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔

هو ابو عبد الله محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرطبی المطلبي الشافعی الحجازی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعی کے مناقب میں بہت سے ائمہ و علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

آپ قبیلہ قریش سے ہیں اور قریش کی فضیلت مسلم ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے الامۃ من قریش۔ صحیح

مسلم میں ہے عن جابر مرفوعاً الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔

آپ کی ولادت سنہ ۱۵۰ میں ہوئی اور اسی سال امام ابو حنیفہ کی وفات ہوئی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جو دن وفات ابو حنیفہ کا ہے وہی دن ولادت شافعی کا ہے۔ لیکن عند المحققین دن کی موافقت کی بات صحیح نہیں ہے۔ ولادت شہر غرہ میں اور بعض کے نزدیک شہر عقلاں میں ہوئی۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں اور بیت المقدس سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پھر جب آپ کی عمر دو سال تھی تو مکہ مکرمہ لائے گئے اور آپ کی وفات مصر میں بمرور ۵ سال سنہ ۲۰۴ میں ہوئی۔

ربیع کا قول ہے کہ امام شافعی نے شب جمعہ بعد المغرب وفات پائی اور جمعہ کے دن بعد عصر دفنائے گئے۔

اور یہ ماہ رجب کا آخری دن تھا۔ آپ کی قبر مصر میں ہے۔

حضرت ربیع کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام وفات پلگئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ اہل ارض میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے لا الہ الا اللہ تعالیٰ علم ادم السماء کلہا فاما کان الا بسیرا مات الشافعی۔

امام شافعی بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اور غربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں آپ علماء کی مجلس میں جا کر استفادہ کرتے تھے اور کاغذ خریدنے کی طاقت نہ تھی اس لیے آپ ہڈی وغیرہ پر علماء کی قیمتی باتیں لکھ لیتے تھے۔ ان ہڈیوں سے کئی شکے بھر گئے۔

ابتداء میں امام شافعی شعر و ایام عرب یعنی تاریخ عرب اور ادب کے طالب علم تھے۔ بعدہ مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ کی ترغیب پر فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ ایک اور واقعہ بھی اس کا سبب بنا جس کا بیان خود امام شافعی یوں کرتے ہیں کنت انظر فی الشعر فارقیعت عقیبة بنی فاذا اصوت من خلفی علیک بالفقه پھر مسلم بن خالد وغیرہ علماء مکہ سے علم فقہ کی تحصیل کی اور امام مالک سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہے۔

امام مالک نے انہیں ایک دن نیصیحت کی جو کشف پر مبنی ہے انواللہ فانہ سیکون لك شان وان اللہ تعالیٰ قد القی علی قلبک نورا فلا تطغیه بالمعصیۃ۔ آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب امام مالک کے پاس آئے۔ پھر

میں گئے نیز عراق و بغداد گئے اور امام محمدؑ سے علمی مباحثے و مذاکرے کرتے رہے۔

امام محمد بن الحسن حنفیؑ سے آپ نے بہت زیادہ استفادہ کیا جن کا کچھ بیان محمد بن الحسن کے احوال میں کیا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور حدیث و فقہ کا شغف اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا۔ دُر مختار میں ہے کہ امام شافعیؒ کی بیوہ والدہ سے امام محمد حنفیؑ جنے نکاح کر لیا تھا چنانچہ اس قریبی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے امام محمدؑ سے براہ راست اور ان کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا اور ان کتابوں کی برکت سے آپ کی فقہانیت میں قوت و وسعت آگئی۔ عراق میں آپ نے کتاب نجات لکھی، پھر سنہ ۱۹۹ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے۔

دبیح کا قول ہے کہ آپ سنہ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لائے اور مذہب جدید اور ساری کتابیں مصر میں تصنیف کیں۔ مثلاً کتاب اصول فقہ و کتاب القسامۃ۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی کا ماخذ بھی کتاب اللہ، سنت اجماع اور قیاس ہے۔

امام شافعیؒ لغت کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کو نوجوانی میں ہی جب کہ آپ کی عمر نپڑہ سال تھی آپ کے شیخ مسلم بن خالدؒ کی نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔ آپ فقہی مسئلہ بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ ایک حدیث مرفوع ہے اَنَّ عَالِمًا مِّنْ قُرَيْشٍ يَّمْلَأُ طَبَاقَ الْاِحْرَاضِ عِلْمًا اَوْ كَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عُلَمَاءُ مُتَقَدِّمِينَ وَمُتَأَخِّرِينَ كَے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام شافعیؒ ہیں۔

امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت و مقبولیت نصیب فرمائی اور یہ محبوبیت و مقبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔ حالانکہ آپ خود شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

قال الرہج سمعت الشافعی یقول وددت ان الخلق تعلموا هذا العلم علی ان لا یُنسب الیہ احدٌ ان یظہر اللہ الخلق علی ذکرہ السابحی فی اول کتابہ فی الاختلاف۔ وقال الشافعی وددت اذا ناظرت احداً ان یظہر اللہ الخلق علی یدیه۔ اور آپ فرماتے تھے طلب العلم افضل من صلاۃ النافلۃ۔ نیز آپ نے فرمایا ما تقرَّب الی اللہ تعالیٰ بشئ بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔ وقال ما اظلم فی العلم الا من طلبہ فی القلۃ ولقد کنت اطلب القرطاس فیعسر علی۔ اور فرماتے تھے من طلب علماً فلیدق لان لا یضیع دق القلم۔ اور فرماتے تھے زینۃ العلماء التوفیق و حلیتہم حسن الخلق و جمالہم کرم النفس۔ اور فرماتے تھے زینۃ العلم الورع الخلم۔ وقال لیس العلم ما حفظ العلم ما نفع۔ وقال المراء فی العلم یقسی القلب ویوت الضغائن۔

آپ کثیر علمی مشاغل کے باوجود بڑے عابد تھے۔ آپ نے رات میں حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ پہلے حصہ میں علوم لکھتے تھے دوسرے حصہ میں نماز یعنی نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں سوتے تھے۔

امام حمیدی لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ امام احمدؒ کا قول ہے قد جمعہ اللہ تعالیٰ فی الشافعی کل خیر۔ وقال الشافعی ما کذب قط ولا حلفت باللہ صادقاً ولا کاذباً۔ وما ترکْتُ غُسلَ الجمعة فی برد ولا سفر ولا غیرہ وما شبعْتُ منذ ست عشر سنۃ الا شبعة طرحتها من ساعتہ۔

امام شافعیؒ ہمیشہ اپنے پاس لاٹھی رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کمزور بھی نہیں ہیں تو ہر وقت اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصا سفر کی علامت ہے اس لیے میں یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا و آخرت کی خیر پانچ خصلتوں میں جمع ہے وہی غنی النفس و کفّ الاذی و کسب الحلال و لبس التقوی و الثقة باللہ عزوجل علی کل حال۔

نیز آپ نے فرمایا مروت کے چار ارکان ہیں حسن طلق۔ سخاوت۔ تواضع۔ عبادت۔

وقال اتمت اربعین سنۃ اسأل اخوانی الذین تزوجوا عن احوالہم فی تزوجہم فاما منہم احد قال اندمأی خیراً۔

اور فرماتے تھے من وعظ اخلاً سرّاً فقد نصحه وزانہ ومن وعظه علانیۃ فقد فضحه و شانه۔ وقال من کان فیہ ثلث خصال فقد اکمل الایمان من امر بالمعروف و اثمربہ و نہی عن المنکر و انتہی عنہ و حافظ علی حدّ اللہ۔ وقال ارجی حدیث للمسلمین حدیث ابی موسی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ دفع الی کل مسلم یوحی و نصرا فی وقیل یا مسلم هذا فداؤک من الناس۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ بہت بڑے سخی تھے۔ امام حمیدیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ صنعا سے مکہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ دس ہزار دینار لائے اور مکہ سے باہر خمیہ کھڑا کر کے اس میں بیٹھ گئے اہل مکہ آپ کے پاس ملاقات کے لیے آتے رہے آپ نے اسی جگہ وہ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بوہیطیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو خلیفہ وقت کی بیوی زبیدہؓ آپ کے پاس کپڑوں اور سامان کے بڑے بڑے بندل بھیجتی تھی۔ آپ وہ سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ امام شافعیؒ کی عظمت علمی نقاہت و تقویٰ و ہجر کل ائمہ کے نزدیک مسلم ہے۔

شاخ - تفسیر و علم آدم الاسماء کلتھا میں مذکور ہے۔

شاخ حسب قول ابن ہشام مورخ ابراہیم علیہ السلام کے جد سادس ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے ابراہیم علیہ السلام بن تارح وھو ازہر بن ناحل بن سارح بن راعون فالخ بالغین وقیل بالخاء ای فالخ بن عبد بن شاخ بن اسفحشد بن سامر بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلح بن اخنوخ و اخنوخ ھو ادریس علیہ السلام فیما یزعمون و ادریس ھو ابن ید بن مہلیل بن قینن بن یالنش بن شیت بن آدم علیہما السلام۔ بعد ابراہیم علیہ السلام یہ سب اسماء سریانی ہیں۔ شاخ کے معنی میں رسول یا وکیل۔ قال السہیلی فی الرض الافج اص و ما بعد ابراہیم علیہ السلام اسماء سریانیۃ فشر اکثرھا بالعربیۃ ابن ہشام فی غیر هذا الکتاب و ذکر ان فالخ معناه القطار و شالح معناه الرسول او الوکیل و ذکر ان اسمعیل تفسیر مطیع اللہ انتہی۔

فائدہ مہمہ۔ مذکورہ سلسلہ نسب ابراہیم میں اہل تحقیق کا بڑا اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ معتبر ذرائع سے یہ سلسلہ ثابت نہیں ہے لہذا اس کا صحیح علم عند اللہ ہے۔

عدنان سے آگے تعداد آباء و اجداد نبی علیہ السلام اور ان کے اسماء کا علم صحیح کسی انسان کو حاصل نہیں ہے۔ علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب عدنان سے اوپر ابراہیم علیہ السلام تک سلسلہ مبہول ہے تو ابراہیم علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلہ آباء بطریق اولیٰ مبہول ہوگا۔

ہم اے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلہ نسب آدم علیہ السلام تک ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں یوں بیان کیا ہے :-

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرثدہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحل بن تیہج بن یعرب بن شعیب بن نابت ابن اسمعیل بن ابراہیم بن تارح وھو ازہر للبقیہ سلسلہ کا بیان چند سطور قبل مذکور ہو چکا ہے۔

ابن قتیبہ معارف ص ۱۵ پر لکھتے ہیں و اختلف النسبون فیما بعد عدنان وقد بینت ذلك فی کتاب النسب اھ۔

مورخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ پر عدنان تک سلسلہ نسب بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں :-

هذا هو النسب المجمع علیہ فی نسبه صل اللہ علیہ وسلم عند العلماء بالانساب ثم لما قال فقاموا

شرط الامام الاعظم ای الخليفة ان يكون قرشيًا فان لم يوجد قرشي جامعًا للشرط التي ذكرها فكناني قال بعضهم
وقياس ذلك ان يقال فان لم يوجد كناني فخرمي فان لم يوجد خزيمي فمدكي فان لم يوجد مدكي فالياسي فان
لم يوجد الياسي فمضري فان لم يوجد مضري فنزاري فان لم يوجد نزاري فمعدني فان لم يوجد معدني
فعدناني فان لم يوجد عدناني فمن ولد اسمعيل لان من فوق عدنان لا يصح فيه شيء ولا يمكن حفظ النسب
فيه منه الى اسمعيل - اهـ -

عدنان سے اوپر عدوآبار میں بڑا اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک عدنان سے اوپر اسمعيل علیہ السلام
تک چالیس آبار ہیں اور عند البعض تیس آبار اور عند البعض بیس آبار اور عند البعض پندرہ آبار اور عند البعض چار آبار
ہیں۔ کذا فی البدیۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۹۳۔

متعدد احادیث و آثار میں تصریح ہے کہ عدنان سے اوپر آبار کا عدد معلوم نہیں ہے۔ فعن ابن عباس رضى
الله عنهما انه قال بن عدنان واسمعیل ثلاثون اباراً لا يعرفون ورؤی عن ابن عباس رضى الله عنهما ايضاً انه
كان اذا بلغ عدنان يقول كذب النسابون مرتين او ثلاثاً والاصح عن ابن مسعود مثله وقال عمر الخطاب
رضي الله عنه انما تنسب الى عدنان وقال ابو عمر بن عبد البر في كتابه الانباه في معرفة قبائل الرأۃ رؤى ابن
طبيعة عن ابى الاسود سمع عروة بن الزبير يقول ما وجدنا احداً يعرف ما وراء عدنان ولا ما وراء قحطان
الا تخفراً صاً۔

وقال ابو الاسود سمعت ابا بكر بن سليمان بن ابى خيثمة وكان من اعلم قريش بأشعارهم وانسابهم
يقول ما وجدنا احداً يعرف ما وراء معد بن عدنان في شعر شاعر ولا علم عالم قال ابو عمر وكان قوم من السلف منهم
ابن مسعود وعمر بن ميمون الازدي وهو محمد بن كعب اذا تلاوا قوله تعالى والذين من بعدهم لا يعلمون الا الله
قالوا كذب النسابون۔

قال ابو عمر رحمه الله والمعنى عندنا في هذا غير ما ذهب اليه والمراد ان من ادعى احصاء بني آدم فانهم
لا يعلمون الا الله الذي خلقهم واما انساب العرب فان اهل العلم بايامها وانسابها قد عوا وحفظوا اجماعاً
وامهات قبائلها واختلفوا في بعض فروع ذلك۔

قال ابو عمر الذي عليه ائمة هذا الشأن في نسب عدنان قالوا عدنان بن أدد بن مقوم بن ناحي بن
تيرج بن يعرب بن يشجب بن نابت بن اسمعيل بن ابراهيم الخليل عليهما الصلاة والسلام قال ابن هشام و
يقال عدنان بن أدد بن أدد۔

علامہ سیلی کہتے ہیں وما بعد عدنان من الاسماء مضطرب فيه فالذي صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

انہ انتسب الی عدنان لم يتجاوزہ بل قد روی من طریق ابن عباس انه لما بلغ عدنان قال كذب النسابون مرتين او ثلاثاً والاصح في هذا الحديث انه من قول ابن مسعود وروى عن عمر رضي الله عنه انه قال انما انتسب الی عدنان وما فوق ذلك لا ندی ما هو۔

واصح شئ روى فيما بعد عدنان ما ذكره الدولابي ابو بشر من طريق موسى بن يعقوب عن عبد الله بن هب ابن زمعة الزمعي عن عتته عن ام سلمة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال معد بن عدنان بن ادد بن زبد بن اليرى بن اعراب الثرى قالت ام سلمة فرند هو الهيمس واليرى هونبت واعراق الثرى هو اسمعيل عليه السلام لان ابن ابراهيم وابراهيم لم تأكله النار كما ان النار لا تأكل الثرى وقد قال الدارقطني لا تعرف زناً الا في هذا الحديث۔ قال السهيلي وهذا الحديث عندى ليس بمعارض لما تقدم من قوله كذب النسابون ولا نقول عمر رضي الله عنه لانه حديث متأول يحتمل ان يكون قوله ابن اليرى بن اعراب الثرى كما قال كلکم بنو آدم وادم من تراب لا يريد ان الهيمس ومن دونه ابن اسمعيل لصلبه ولا بد من هذا التاويل او غيره لان اصحاب الاخبار لا يختلفون في بعد المدة ما بين عدنان وابراهيم ويستحيل في العادة ان يكون بينهما اربعة ابناء او سبعة كما ذكر ابن اسحق او عشرة او عشرون فان المدة اطول من ذلك كله اه۔

وقال السهيلي انما نكلمنا في رفع هذا النسب على مذهب من أى ذلك من العلماء ولم يكرهه كابن اسحق والطبري والبخاري والزيبر وغيرهم من العلماء واما ما لك رحمه الله فقد سئل عن الرجل يرفع نسبه الى آدم فذكر ذلك قيل له فالى اسمعيل فانك ذلك ايضا وقال ومن يخبر به وكذا ايضا ان يرفع في نسب الانبياء مثل ان يقال ابراهيم بن فلان بن فلان قال ومن يخبر به ذكره المصلي في كتابه الكبير۔

صهيب رضي الله عنه۔ وتفسير ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله من اور تفسير زين للذين كفر الحليقة الدنيا ويخفون من الذين امنوا من ذكر اور هو صهيب بن سنان بن مالك رضي الله عنه۔

حضرت صهيب رضي الله عنه کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ صہیب رومی کی نسبت سے مشہور ہیں لیکن آپ عربی الاصل ہیں رومی نہیں ہیں۔ سنی بذلت لاق الرم مسبوہ صغیرا وکان ابوہ وعمہ علی الابلۃ من حمۃ کسریٰ وکان منازلہم علی دجلۃ من حمۃ الموصل فنشأ صہیب بالرم فصار لکن ثم اشتراہ رجل من کلب فباعہ بمکۃ فاشتراہ عبد اللہ بن جدعان فاعقہہ ویقال بل ہرب من الرم فقد رمکۃ فحالف ابن جدعان۔ کذا فی الاصابۃ۔

آپ کی زبان میں اہل مکہ جیسی فصاحت و بلاغت نہ تھی آپ اپنے غلام یحس نامی کو کلفت کی وجہ سے

ناس ناس پکارتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے صہیب آپ میں تین عیب ہیں
 اَمَّا كُنْتُ عَرَبِيًّا وَلَسَانُكَ اَعْجَمِي وَتَكُنِي بِاسْمِ نَبِيٍّ وَتُبْدِي مَا لَكَ قَالَ اَمَّا تَبْذِيرِي مَالِي فَاَنْفَقَهُ اَلَا
 فِي حَقٍّ وَاَمَّا كُنْتُ فَكُنَّا نِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا اَنْتِمَا فَاِنَّ اِلَى الْعَرَبِ فَانَ الرُّومُ سَبْتَنِي صَغِيرًا
 فَاخَذَتْ لِسَانَهُمْ۔ كَذَا فِي الْاَصَابَةِ۔

لیکن طبرانی کی یہ روایت آپ کے عربی الاصل ہونے کے خلاف ہے وہو ما سُرِّيْ اَبُو اَمَامَةَ عَنْ رَسُولِ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّبَاتِ اَرْبَعَةً اَنَّا سَابَقَ الْعَرَبُ وَصَهِيْبُ سَابَقَ الرُّومُ وَبِلَالُ سَابَقَ الْحَبَشَةَ وَ
 سَلْمَانَ سَابَقَ الْفَرَسَ۔ ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ چونکہ صہیب روم میں زیادہ رہے تھے اور آخر تک
 رومی نسبت سے معروف ہے پس اس ظاہری ارتباط و وابستگی کی وجہ سے فرمایا و صہیب سَابَقَ الرُّومُ
 بہر حال صہیب خالص عربی ہیں لہذا یہ شعر فارسی بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حسن زبیرہ بلال از ہمیش صہیب روم ز خاکِ مکہ ابو جہل اس پر بوالعجبی است

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کا اصلی نام عمیرہ تھا رومیوں نے صہیب کے نام سے مشہور کر دیا۔ و
 عَنْ صَهِيْبٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ مَعَهُ اَبُو بَكْرٍ وَكُنْتُ قَدْ هَمَمْتُ بِالْخُرُجِ
 مَعَهُ وَصَدَّ فِي فَتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَجَعَلْتُ لِيْلَتِي تِلْكَ اَقْوَمُ لَا اَقْعُدُ وَقَالُوْا قَدْ شَغَلَهُ اللّٰهُ عَنْكُمْ بَيْطْنَهُ وَلَمْ اَكُنْ
 شَاكِيًا فَمَا وَاخْرَجْتُ فَخَفَنِي مِنْهُمْ نَاسٌ فَقُلْتُ لِمَ هَلْ لَكُمْ اِنْ اَعْطَيْكُمْ اَوَاقِي مِنْ ذَهَبٍ وَحُلَّتَيْنِ لِيْ بِمَكَّةَ وَ
 وَتَخْلُوْنَ سَبِيْلِيْ وَتَوْثِقُوْنَ لِيْ فَفَعَلُوْا فَتَبِعْتَهُمْ اِلَى الْمَكَّةِ فَقُلْتُ لِمَ احْفَرُوا تَحْتَ اسْكُفَةِ الْبَابِ فَاَنْ تَحْتَهَا
 الْاَوَاقِيْ وَاذْهَبُوْا اِلَى فَلَامَنَ بَابِيْةً كَذَا وَكَذَا فَخِذُوا وَالمُحَلَّتَيْنِ فَخَرَجْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَتَحَوَّلَ مِنْهَا فَلَمَّا سُرِّىْ قَالَ يَا اَبَا عَجِيْجٍ رَاحَ الْبَيْعُ ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا سَبَقَنِيْ اِلَيْكَ
 اَحَدٌ وَمَا اَخْبَرُكَ اِلَّا جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِي رَايَةِ اَنْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهُ فِي الْغَاوِمِ قَالَ
 وَاَصْهَبِيَّاهُ وَاَصْهَبِيَّاهُ وَحِينَ اَمْرًا دَرَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُرُجَ لِهَاجَرَةَ بَعَثَ اَبَا بَكْرٍ مَعَهُ اَوْ ثَلَاثًا
 اِلَى صَهِيْبٍ فَوَجَدَهُ يَصَلِيْ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ لِلنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَدْتَهُ يَصَلِيْ وَكَرِهْتُ اَنْ اَقْطَعَ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ
 فَقَالَ اَصْبَتْ۔

صہیبؓ سابقین الی الاسلام یعنی قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے سے ہی
 میں نبی علیہ السلام کا رفیق و صاحب تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی قوم مکہ میں نہیں تھی اس وجہ سے آپ کو اسلام
 کے راستہ میں بلالؓ و عمارؓ وغیرہ کی طرح بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ کئی دفعہ کفار کے مارنے اور عذاب سے
 بے ہوش ہو جاتے تھے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا قُضِيَ

صہیبؓ جب مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو مشرکین کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آئی اور آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے ان سے فرمایا یا معشر قریش انی من ائمہ ما کم ولا تصلون الی حتی ائمہ یکم بکل سہم معی ثم اضرکم بسیفی فان کنتم تریدون مالی دلتکم علیہم فراضوا فعاہدہم وذلہم فرجعوا فاحذروا مالہ فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ربح البیع فانزل اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء رضا اللہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقت شہادت وصیت کی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب تک مسجد نبوی میں نماز صہیب پڑھائیں۔ آپ بدری ہیں۔ تمام مغازی میں شریک رہے۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۳۳ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۰ سال تھی۔

قاری صالح بن زیاد بن عبداللہ بن الحارث ابو شعیب المقرئ المشہور بالسوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کی کنیت ابو شعیب ہے۔ شہرقہ کے ساکنین میں سے ہیں۔ سوی بضم سین نسبت ہے سویس کی طرف۔ جو خوزستان میں ایک شہر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سوی ابوہز میں ایک جگہ ہے۔ سوی بہت بڑے قاری زاہد عابد کثیر العبادۃ والتلاوۃ و محدث تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن نمیر و محمد بن عبید و ابن عیینہ و یحییٰ بن المبارک و یزیدی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں نسائی و ابن عاصم و ابو حاتم وغیرہ۔ ابن حجر روایت نسائی کے منکر ہیں۔ قال ابو حاتم صدوق وقال النسائی ثقہ۔

آپ کی وفات ماہ محرم ۱۲۳ھ میں شہرقہ میں ہوئی۔ کذا فی تنذیب التذنیب۔ قاری سوی امام ابو عمرو کے دورادوں میں سے ایک ہیں۔ ابو عمرو کے دوسرے راوی خضص دوری ہیں۔

ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت فان احصاتم فاستیسر من الہدی کی شرح میں مذکور ہیں۔

ہی ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب الهاشمیۃ۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ نبی علیہ السلام کی چچا زاد بہن اور صحابیہ ہیں۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن مقداد کی والدہ تھیں۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھے اور شہید ہوئے۔

اشتراطنی الحج میں ضباعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جو ابو داؤد و نسائی و ترمذی میں موجود ہے۔ نیز ان کی ایک اور حدیث ہے عن امر عطیۃ عن اختہا ضباعۃ انہا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل کثیفا ثم قام الی الصلاۃ ولم یتوضأ۔ کذا فی الاصابۃ۔

الضحاك . تفسیر آیت وان كنتم على سفر ولم تجدوا كتاباً فراهان مقبوضه

هو الضحاك بن مزاحم الهلالی ابو القاسم الخراسانی رحمه الله .

آپ مشہور تابعی مفسر و امام ہیں . بلخ و سمرقند و نسا بور میں مختلف اوقات میں جائے اقامت بدلتے رہتے تھے .

انس و ابن عمرو ابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں .

آپ تفسیر میں امام و ماہر ہیں . سفیان ثوری فرماتے ہیں خذا و التفسیر عن اربعۃ مجاہد عکرمہ و سعید بن جبیر و الضحاك امام احمد فرماتے ہیں هو ثقة و انكشعبة سماعہ من ابن عباس و قال انما اخذ عن سعید عنہ و قال ابن سعید القطان كان ضعیفاً . ابن جان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے . آپ بچوں کو مفت پڑھاتے تھے . آپ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے . ولادت کے وقت آپ کے دانت نکل آئے تھے .

آپ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی . قالہ ابن کثیر فی البدایہ .

طاہوت رحمہ اللہ . قرآن مجید میں طاہوت مذکور ہیں .

طاہوت کے قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے . آپ کا سلسلہ نسب بنیامین بن یعقوب بن اسحق علیہما السلام تک پہنچتا ہے . آپ کے زمانے میں بنی شمویل علیہ السلام تھے اور بعض نے ان کا نام شمعون بتایا ہے . طاہوت بہت نیک اور صالح تھے . آپ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت فائدے پہنچے چنانچہ آپ کی وجہ سے وہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس ملا جو دشمنوں نے چھین لیا تھا اور جس کی برکت سے بنی اسرائیل جنگ میں دشمنوں پر فتح حاصل کرتے تھے . وہ تابوت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی باقیات صالحات میں سے تھا . قال اللہ تعالیٰ . وقال لهم نبیہم ان آیۃ ملکک ان یأتیکم التابوت فیہ سکینة من ربکم و بقیۃ مما ترک ال موسیٰ و ال ہارون تحملہ الملئکۃ . قيل السکینۃ طست من ذهب کان یغسل فیہ صدرا الانبیاء علیہم السلام . یہ تابوت بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے تھے اور مدت تک ان کے قبضہ میں رہا .

بنی اسرائیل کو عمالقہ نے بہت ذلیل کیا تھا ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا . پھر بنی اسرائیل نے اپنے نبی یعنی شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ عمالقہ وغیرہ اعداء سے اس بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر لڑیں .

قرآن مجید میں ہے قال هل عسیتم ان کتب علیکم القتال ان لا تقاتلوا قالوا مالنا الا ان نقاتل فی سبیل اللہ و قد اخرجنا من ديارنا و ابناءنا . قرآن مجید میں یہ قصہ تفصیلاً مذکور ہے . وقال لهم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم طاہوت ملکاً قالوا لانی یكون له الملك علینا و نحن احق بالملك الایہ .

طالوت کے عجیب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جالوت کے ساتھ جنگ میں ان کے رفقاء صالحین کی تعداد وہ تھی جو جنگ بڑیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی یعنی ۳۱۳۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا۔ اور اس کو امور سلطنت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے جو اس وقت نوجوان تھے میدان جنگ میں جالوت کو قتل کیا اور جالوت کی فوج بھاگ گئی۔ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح داؤد سے کر دیا اور امور مملکت میں بھی شریک کر لیا۔ داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں طالوت کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو گئے۔ طالوت کو حسد ہوا۔ کئی لوگوں کو قتل کیا پھر توبہ کی اور اپنی سلطنت داؤد علیہ السلام کے حوالے کر کے خود جہاد و غرہا پر چلے گئے اور اپنے تیرہ بیٹوں سمیت شہید ہو گئے کذا ذکر ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۱ قال عکرمہ کان طالوت اولاً قبل صیور ورتہ ملکاً سقاء وقال وہب بن منبہ کان دباغاً۔

وفی کتاب محاضرة الاحوال ص ۳۷ اول من عمل الدباغۃ من انواع الادم وکان شہیلاً بفتحھا طالوت الملك لبني اسرائيل کان دباغاً اولاً قبل الملك ثم اصطفاه الله تعالى ملکاً فی زمن داود علیہ السلام۔ اہ۔ معارف لابن قتیبہ ص ۲۰ پر طالوت کے مختصر احوال مذکور ہیں۔

طاووس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بیان آیت ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام الایہ میں مذکور ہیں۔

هو طاووس بن کيسان اليماني الحيمري مولاهم۔ رحمہ اللہ۔ طاووس کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ شہر خند کے باشندے ہیں۔ جند بفتح جیم میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپ کبار تابعین فضلاء صالحین، محدثین مفسرین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ابن عباس وابن عمر و جابر و ابو ہریرہ و عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ و مجاہد و عمرو بن دینار وغیرہ ائمہ دین روایت کرتے ہیں۔ آپ کے تثبت و جلالت و امامت و صلاح و حفظ و وفور علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینار فرماتے ہیں ما رأیت مثلاً طاووس۔ کذا فی تھذیب النحوی ج ۱ ص ۲۵۱۔ عبد الرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں قال کان طاووس یصلی فی غداة بارحة مغیمة فمر بہ محمد بن یوسف اخو الحجاج بن یوسف و ایوب و هو ساجد فی موكبه فامر بساچ و طیلسان مرتفع فطرح علیہ فلم یرفع رأسہ حتی فرغ من حاجتہ فلما سلم نظر فاذا الساج علیہ قال فانتفض ولم ینظر الیہ ومضی الی منزله۔

عطاء بن ابی رباح ابن عباس کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ائی لاطلٹ طاووساً من اهل الجنة۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲ تا ۲۳ میں آپ کے اقوال و احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ایک شخص نے طاووس سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا ما اجد فی قلبی خشية فادعوك۔ سفیان
 ثوری نے ابن طاووس سے پوچھا کہ تمہارے والد طاووس سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے
 کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اللھم لك الحمد هذا من فضلك ونعمتك علينا فلك الحمد ربنا سبحان الذی سبحنا
 هذا وما كنا له مقرین۔ اور رعد کی آواز سن کر یہ دعا پڑھتے تھے سبحان من سبحت له۔ کذا فی الحلیۃ ص ۴۵
 طاووس بوقت سحر ایک شخص سے ملنے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ سویا ہوا ہے تو فرمایا ما كنت اری ان احدا
 ینام فی السحر۔ نیز فرمایا کرتے تھے لا یتیم نسك الشاب حتی یتزوج۔ وعن ابراہیم بن میسرۃ قال قال
 لی طاووس لتتکھن اولاً قولن ما قال عمر بن الخطاب لابی الزوائد ما يمنعك من النکاح الا عجزاً او فجراً۔
 عمران بن خالد خزاعی کہتے ہیں کہ میں حضرت عطاءؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور حضرت عطاءؓ سے کہا
 یا ابا محمد ان طاووساً یرغم ان من صلی العشاء ثم صلی بعد ہا رکعتین یقرأ فی الاولی تنزیل السجدة و
 فی الثانية تبارک الذی بیدہ الملك کتب له مثل وقوف ليلة القدر۔ فقال عطاء صدق طاووس ما
 ترککھا۔ طاووس اکثر یہ دعا کرتے تھے اللھم احرمنی کثرة المال والولد واسرقنی الايمان والعمل۔
 طاووس نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا اذا آتبرتني فانظر فی قبری فان لم تجد فی فاحمد
 اللہ تعالیٰ وان وجدتنی فاناد اللہ وانا الیہ راجعون قال الرازی فاخبر فی بعض ولده انه نظر فلم يجد شیئاً
 وراى فی وجه السرور۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ عبد اللہ بن صالح مکی کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو
 طاووس عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا ابا عبد الرحمن ادع اللہ لی فقال ادع
 لنفسک فانہ یحب المضطر اذا دعاہ۔ طاووس نے ایک دن ایک شخص سے فرمایا ترید ان اجمع لك فی
 مجلسی هذا التوبة والاعمال والبر والفرقان۔ قال نعم۔ قال خف اللہ تعالیٰ مخافة لا یکون عندک شیء
 اخوف منہ واسرجه رجاء هو اشد من خوفک اياه واجبت للناس ما تحب لنفسک۔ سفیان ثوری
 طاووس کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعاً فکانوا یستحبون ان یطعم عنهم ثلاث
 الايام۔ آپ نے ایک دن بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا یا بنی صاحب العقلاء تنسب الیہم وان
 لم تکن منهم ولا تصاحب الجهال فتنسب الیہم وان لم تکن منهم واعلم ان لكل شیء غایتاً وغایتہ
 المرء حسن خلقه۔

طاووس کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ وفات بھی سفر حج میں ہوئی۔ وفات کے
 وقت لوگوں کے از و عام سے نظام درم بر کم ہو گیا اور انعام کے لیے پولیس بلائی گئی۔ کتاب علیہ میں ہے توفی
 طاووس بالمرد لفة ادبغی فلما حمل اخذ عبد اللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب بقائمة السریر فما زالہ حتی

بَلَغَ الْقَبْرَ وَاضْعًا السَّرِيعَ عَلَى كَاهِلِهِ قَالَ الرَّاويُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ سَقَطَتْ قَلَنْسُوَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ، وَمُزَّقٌ رِدْأُهُ مِنْ خَلْفِهِ
تَارِيخِ وفاتِ يَزِيدِ وَالحِجَّةِ ثَلَاثَةً هِيَ - آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ کذا فی التہذیب للنووی۔
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ - آیت وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰہِ عُرْضَةً لِأَعْمَانِکُمْ اِنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَ
تُضِلُّوْا اِلَیَّہِ کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو عبد الله بن راحة بن ثعلبة الانصاري الخزرجي رضي الله عنه - آپ کی کنیت ابو
محمد یا ابو رواحہ یا ابو عمر ہے۔ عبداللہ بن رواحہ بے اولاد تھے۔ سابقین اولین انصار اور نقباء بیۃ العقبہ میں سے
ہیں۔ بڑی ہیں تمام مغازی میں موجود تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ آپ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ جنگِ بدر میں فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ والوں کو
دینے والے آپ ہی ہیں۔ مرنے والے احمد ان النبی علیہ السلام قال رحمہ اللہ عبداللہ بن راحة انہ یحب المجالس التي
تتباہی بہا الملائكة۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ میں فرمایا
اجلسوا۔ مجلس مکانہ خارجاً من المسجد فلما فرغ قال له ناذك الله حرصاً على طواعية الله وطواعية رسوله
آپ فتح مکہ میں شریک نہ تھے کیونکہ اس سے قبل جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جنگِ موتہ ماہِ جمادی الاولیٰ
ششمہ میں ارضِ شام میں ہوئی تھی۔ جنگِ موتہ پر جاتے ہوئے لوگوں نے آپ کے لیے برعافیت واپس آنے کی
دعا کی تو آپ نے کہا میری تمنا ہے کہ اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤں اور یہ شعر کہے

لِحِكْمِي اسأل الرحمن مغفرةً وضربتُ ذات فرج تقدف الزبد

او طعنہ بیدی صرّان مجھ سے بھر بہت تقدف الاحشاء والکبد

حتی یقولوا اذا امرت واعلى جدائی یا ارشد اللہ من غازی وقد مرشدی

جنگِ موتہ میں آپ زید و جعفر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد امیرِ لشکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے
جنگ کے دوران شعر پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے سے اترے تو آپ کے ابنِ عمر نے
گوشت پیش کرتے ہوئے کہا شَدَّ بَهْظًا ظَهْرَكَ فَانْكَ قَدْ لَقِيتَ فِي اَيَّامِكَ هَذَا مَا لَقِيتَ فَاحْذَاكَ مِنْ يَدِهِ
فَانْتَهَسَ مِنْهُ خَشَةً ثُمَّ سَمِعَ لِحَطَّةٍ فِي النَّاسِ فَقَالَ دَامَتْ فِي الدُّنْيَا فَاَلْقَاهُ مِنْ يَدَيْهِ ثُمَّ اخَذَ بِسَيْفِهِ فَتَقَدَّمَ
فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ۔

آپ نبی علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں اور بڑے شاعر ہیں۔ صحیح روایت ہے کہ مشیٰ لیلۃ الی امة
له فمالها وفطنت له امرأته فلامته فحمدها وكانت قد رأت جماعة لها فقالت له ان كنت صادقا فاقرا

القرآن فالجنب لا یقرأ القرآن فقال عبد الله ۛ

شَهِدْتُ بِأَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ
وَأَنَّ النَّاسَ مَثْوَى الْكَافِرِينَ
وَأَنَّ الْعَرْشَ فَوْقَ الْمَاءِ حَقٌّ
وَأَنَّ الْعَرْشَ رَبُّ الْعَالَمِينَ
وَتَحْمِيلُهُ مَلَائِكَةُ غِلَظٍ
مَلَائِكَةُ الْإِلَهِ مُسَوِّمِينَ

فَقَالَتْ أَمْرَاتُهُ صَدَقَ اللَّهُ وَكَذَبَتْ عَيْنِي وَكَانَتْ لَا تَحْفَظُ الْقُرْآنَ وَلَا تَقْرَأُهُ۔

عمر بن قترہ رضی اللہ عنہ۔ آپ ایک غیر معروف صحابی ہیں۔ صرف ایک حدیث میں آپ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذریعہ معاش گانا پل و دف بجانا تھا۔ اصابہ میں ہے اخرج حديثه عبد الرزاق في مصنفه من رواية مكحول قال حدثنا يزيد بن عبد الله عن صفوان بن امية قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم جاءه عمر بن قتره فقال يا رسول الله ان الله قد كتب على الشقوة وما لاني ان اُشرق الا من دقي بكفي فانذني لي بالغناء من غير فاحشة فقال لا اذن لك ولا كرامة ولا نعمة ابتغ على نفسك عيالك حلا لا فان ذلك جهاد في سبيل الله واعلم ان عون الله تعالى مع صالحى البخارى۔ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا۔ آیت ولا تجعلوا الله عرضة لايمنكم ان تبروا للز وكتب عليكم اذا

حضر احدكم الموت ان تتركوا خير الخ اور دیگر کئی جگہوں میں مذکور ہیں۔ ہی عائشہ ام المؤمنین بنت ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہا۔ والدہ کا نام ام رومان ہے بضم را یا بفتح را۔ ام رومان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۳۳ میں ہوئی۔ قالہ الواقدي۔ حضرت عائشہ نے بچپن میں اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب کہ صرف اٹھارہ انسان مسلمان ہوئے تھے۔ نبی علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہجرت سے دو سال قبل ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر چھتے سال تھی یا سات سال کما قیل۔ اور خستہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جنگِ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال ۳۳ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بہت سی خصوصیات ہیں اول یہ جس کا بیان ابھی ہوا۔

دوم یہ کہ آپ اُن صحابہ میں سے ہیں جن سے احادیثِ کثیرہ مروی ہیں اور وہ چھتے میں عند بعض العلماء اور عند بعض العلماء سات ہیں۔ آپ سے کل دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ۴۷۷ متفق علیہ ہیں بخاری و مسلم کے مابین اور ۵۸۶ پر امام مسلم منفرد ہیں۔

سوم۔ آپ کی وسعتِ علمی صحابہ میں مسلم تھی اور بڑے بڑے صحابہ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چہارم۔ بوقتِ وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا۔

پنجم۔ اور آپ ہی کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کیا گیا۔

ششم۔ نبی علیہ السلام پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔

ہفتم۔ آپ کی برات کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں جن کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔

ہشتم۔ آپ حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نہم۔ آپ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث آپ کے مناقب میں مروی ہیں۔

دہم۔ ایک سفر میں آپ کا ہار گم ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی افواج کے ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے

اس اثناء میں صبح کی نماز کا وقت ہوا اور اس مقام پر پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے جواز تمیم کے بارے میں آیتیں نازل

فرمائیں تو تمیم کا نزول آپ کی برکات میں سے ایک برکت ہے کل امت محمدیہ کے لیے۔

یازدہم۔ شریعت محمدیہ میں عورت کے بلوغ کی اقل مدت ۹ سال ہے کیونکہ حضرت عائشہ نو سال کی عمر میں

بالغہ ہوئی تھیں۔

دوازدہم۔ حنفی مذہب میں اکثر مدت محل دو سال ہے۔ اور اس قول کا مدار حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے

کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ رہ کر نہیں رہ سکتا۔ آپ کی وفات منگل کی رات کو ۱۸ رمضان ۳۶ھ

میں ہوئی وقیل سنۃ ثمانی و خمین۔ نماز جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی علیہ السلام سے آپ کی عمر دو یا تین

سال زیادہ تھی۔ آپ کی والدہ کا نام ثقیلہ ہے۔ آپ کی ماں پہلی عربی عورت ہے جس نے بیت اللہ شریف پر ریشم کا

غلاف چڑھایا۔ کیونکہ بچپن میں عباس گم ہو گئے تھے تو ماں نے یہ نذرمانی تھی۔ عباس قریش میں اسلام سے قبل رئیس جلیل

شمار ہوتے تھے۔

عمارؓ مسجد حرم اور سفینت آب زمزم آپ کے سپرد تھی۔ اسلام لانے سے قبل آپ لیلۃ العقبہ میں حضور

علیہ السلام کے رفیق تھے جس میں انصار نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ

آپ بادل ناخواستہ مجبوری سے گئے تھے اور پھر قیدی ہو گئے تھے اور فدیہ دے کر اپنی خلاصی حاصل کی۔ بعد میں

آپ مسلمان ہوئے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام کو چھپا کر مکہ میں مقیم تھے اور مکہ میں کمزور مسلمانوں

کی نصرت کرتے ہوئے مشرکین کے احوال سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ کئی کئی میل تک سناؤ دیتی تھی۔ ۸ میل تک رات کو آپ کی آواز اور باتیں واضح طور پر سنی جاسکتی تھیں۔ ذکر الحارثی فی کتاب المؤلف عن الضحاک قال کان عباس یقف علی سلع فینادی غلمانہ فی اضر اللیل وہم فی الغایۃ فیسمعونہم قال و بین السلع والغایۃ ثمانیۃ امیال۔

مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۲ جب ۳۲ء میں اور بقول بعض ۳۳ء ہجری میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ آپ سے کل ۳۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری اور تین پر مسلم منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ان عمر رضی اللہ عنہ کان اذا اخطأ استسقی بالعباس فقال انکنا تو مثل الیک بنیتنا فتسقینا وانا تو مثل الیک الیوم بعمر نیتنا فاستسقی^ن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا متآذی کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ہو عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث القرظی رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں آپ کا نام عبد عمرو یا عبد الکعبہ تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد الرحمن رکھا۔ آپ کئی اوصاف و احوال میں ممتاز ہیں۔

اولاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُن آٹھ میں سے ایک ہیں جو سابقین الی الاسلام تھے۔ ثانیاً، آپ ان پانچ میں سے ایک ہیں جنہوں نے صدیق اکبرؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔ ثالثاً، آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

رابعاً، آپ ان چھ اہل شوریٰ میں سے ہیں جو حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے اور پھر سب نے آپ کو اختیار دیا اور آپ ہی نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

خامساً، آپ مہاجرین اولین میں سے ہیں اور صاحب ہجرتین ہیں۔ تمام مغازی بدو و معدوہ میں آپ شریک ہے۔ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام نے آپ کو سعد بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔

سادساً، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ تبوک کے سفر میں آپ کے پیچھے صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی اور یہ فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبد الرحمن بن عوفؓ اور صدیق اکبرؓ ہی کو حاصل ہے۔

سابعاً، آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے اور خدا کی راہ خوب مال دیتے تھے۔ ایک بار ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے۔

ثامناً، فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عبد الرحمن بن عوف امین فی السماء امین فی الارض

امام زہریؒ کی روایت ہے کہ ایک بار آپ نے نصف مال یعنی چار ہزار درہم خدا کی راہ میں دیے۔ پھر ۴۰ ہزار دینار دیے۔ پھر خدا کی راہ میں ۵۰۰ گھوڑے دیے پھر ۵۰۰ اونٹ دیے۔

تاسعاً۔ آپ صحابہؓ میں بہت زیادہ دولت مند تھے اور ساتھ ہی بہت زیادہ مال خدا کی راہ میں دیتے رہتے تھے۔
وفی الترمذی اوصی لامہات المؤمنین بحدایقہ بیعت بارسبع مائتہ الف۔ وفات کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے ہر ہری صحابی کو ۴۰۰ دینار دیے جائیں اس وقت اہل بدر میں سے ۱۰۰ صحابہ زندہ تھے چنانچہ سب نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس کے علاوہ ۴۰ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کی بھی وصیت کی تھی۔ اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ تقسیم وراثت کے لیے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں پھالے پڑ گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ قانون وراثت کے پیش نظر چاروں بیویوں میں ہر ایک کو تیسواں حصہ ملتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان چار میں سے ایک بیوی نے اپنے پورے حصے لینے کی بجائے صرف ۸۰ ہزار لینے پر کفایت کیا۔

عاشراً۔ حدیث میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فقراے مہاجرین سے ۵۰ سال بعد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کی وفات ۳۳ء میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

عبداللہ بن حبش رضی اللہ عنہ۔ یسئلونک عن الشہر للہرام قتال فیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ہوا ابو عبد اللہ بن حبش بن رثاب بن یغفر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبد المطلب ہے۔ ابن حبش قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں۔ آپ زینب بنت حبش ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بعد الحجۃ ایک سر پہنچائی یعنی چھوٹی سی فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ آپ اول امیر ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی واپسی پر لائی ہوئی غنیمت اسلام میں اول غنیمت ہے۔ آپ بدر و احد کی جنگ میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

وکان من دعاہ یوم احد ان یقاتل ویستشہد ویقطع انفہ وأذنتہ ویمثل بہ فی اللہ تعالیٰ۔
فاستجاب اللہ دعائہ واستشہد وعمل الکفائر بہ ذلک۔ وکان یقال لہ المجدد فی اللہ تعالیٰ بوقت شہادت آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ کذا قال النووی فی تہذیب الاسماء۔

علی رضی اللہ عنہ۔ آیت فتمنوا الموت ان کنتم صدقین اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ہو علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ ابوطالب کا نام عبد مناف تھا۔ کما ہو المشہور علی رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی والدہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ فصلىٰ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرہا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن و ابو تراب تھی۔ آپ عشرہ مبشرہ اور خلفائے اربعہ راشدین و علمائے ربانین میں سے تھے۔ بڑے شجاع و زائد احد سابقین الی الاسلام تھے۔

اول مسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض خدیجہ ہیں اور عند البعض ابو بکرؓ ہیں اور عند البعض علیؓ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اول مسلم خدیجہ ہیں پھر ابو بکرؓ پھر علیؓ ہیں رضی اللہ عنہم۔ امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اول مسلم خدیجہؓ ہیں۔ البتہ اس کے بعد اول میں اختلاف ہے بعض علماء نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ اول مسلم رجال احرار میں ابو بکرؓ ہیں اور بچوں میں علیؓ اور عورتوں میں خدیجہؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں بلالؓ ہیں۔ اسلام لاتے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۱۰ سال تھی اور بقول بعض ۵ سال تھی۔ ابوالاسود کا قول ہے کہ علیؓ اور زبیرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ دونوں کی عمر ۸ سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا تا کہ آپ امانتیں اور ودائع ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ آپ تبوک کے سوا تمام منازعیں میں شریک تھے۔ غزوہ تبوک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی شجاعت مسلم و مشہور ہے اسی طرح آپ کا بحر علم ہونا بھی مسلم ہے۔ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ آپ کی احادیث مرویہ ۵۸۶ ہیں جن میں سے ۲۰ متفق علیہ ہیں اور ۹ پر بخاری اور ۱۵ پر مسلم مفرد ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ہے اولاد نبی علیہ السلام کہلاتی ہے اور آپ ہی کے واسطے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلہ تناسل جاری ہے۔ حدیث شریف ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ امر فی بحب امریعتہ و احب فی انہ یحبہ قیل یا رسول اللہ ستہم لنا قال علیؓ منہم یقول ذلک ثلثا و ابوذر و المقداد و سلمان رضی اللہ عنہم۔ رواہ الترمذی۔ آپ ۱۴ رمضان شریف جمعہ کی رات کو ابن ابی نمیر کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور اتوار کی رات ۱۹ رمضان المبارک سنہ ۳۷ کو شہر کوفہ میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال اور بقول بعض ۶۵ سال تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر بیضاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر مشکوٰۃ ہے ھو ابو حفص عمر بن

لخطاب بن نفیل القرشی العدوی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام خنتمہ بنت ہاشم ہے۔ آپ کی ولادت واقعہ فیل سے ۱۳ سال مؤخر ہے۔ اشرف قریش میں آپ کا شمار تھا۔ جاہلیت میں سفارت آپ کے سپرد تھی۔ جنگوں میں اور اہم بڑے واقعات میں فیصلے اور گفتگو کے لیے اہل مکہ کی طرف سے آپ ہی سفیر ہوتے تھے۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے ہائے میں آپ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ قدیم الاسلام میں ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ اور بقول بعض ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے بعد اور عند البعض ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد۔ وعن سعید بن المسیب قال أسلم عمر بعد أربعين رجلاً وعشرة نسوة فما هو إلا أن أسلم فظهر الإسلام بمكة اه۔

آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان چھپے چھپے رہتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی تقویت و قوت حاصل ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد فوراً آپ قریش کی مجلسوں میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر قریش اور آپ میں مقابلہ شروع ہوا۔ وہ آپ کو اور آپ انہیں مارتے رہے تا آنکہ اسلام ظاہر ہوا۔

آپ کی ہجرت و خلافت و امامت بڑی رحمت تھی۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان اسلامہ عمر فتحاً وکانت ہجرته نصراً وکانت امامته رحمةً ولقد آئتنا ومانستطيع ان نصلی فی البیت حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتلهم حتی ترکونا فاصلینا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو فاروقی کا لقب دیا۔

حدیث مرفوعہ ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں باسناد یہ روایت ذکر کی ہے عن عائشة مرضی اللہ عنہا قالت کان بینی و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فقال بنی ترضین ان یکون بینی و بینک؟ اترضین بابی عبیدۃ بن الجراح؟ قلت ذاک رجل لئن یقضی لک علی قال اترضین بعمر بن الخطاب؟ قلت لا انی لا افرق من عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والشیطان یفرق منه فقال اترضین بابی بکر؟ قلت نعم فبعث الیہ فجاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقض بینی و بین ہذہ قال انا یا رسول اللہ؟ قال نعم فکلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لہ اقصد یا رسول اللہ قالت فرغم ابو بکر یدہ فلطم وجهی لطمۃً بکد منها انی و مغضای دما و قال لا ام لک لئن یقصد اذالم یقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما امرنا هذا و قام فغسل لدم عن حی ثوبی بیدہ۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱ ص ۲۷۰ قال علیہ السلام ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ و هو الفاروق فرق اللہ بہ بین الحق و الباطل۔ سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین کہا گیا۔

آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی مری امادیت ۵۳۹ ہجری میں ۲۶ متفق علیہ میں اور ۳۴ پر بخاری اور ۲۱ پر مسلم متفق ہیں۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ قال ابن مسعود حین توفي عمر ذهب بتسعة اعشار العلم۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم مخفی طور پر ہجرت کرتے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر قریش کے مجمع میں جا کر اعلان کیا کہ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ لہذا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم اور یتیم کو بیوہ اور

ماں کو غمگین کرنا چاہے وہ مکہ سے باہر آئے میرا سترہ روکے۔ لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا آپ کا زہر و تقویٰ مشہور ہے۔ فعن طلحة بن عبد الله كان عمرًا هذاني الدنيا - وعن انس قال سأيت في قيص عمار بن ربعي رفاع بين كتيفيه وعن غيره ان قيص عمر كان فيه اربع عشرة رقعة احداها من ادم - عموما آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا تھا۔ وعن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اللهم اعز الاسلام يا حب هذا بين الرجلين اليك يا بى جهل او بعمر بن الخطاب وكان احبهما اليه عمر - رواه الترمذى - وعن عقبه بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب - رواه الترمذى -

وعن عمر رضى الله عنه قال استأذنت النبى صلى الله عليه وسلم في العمرة فأذن لي وقال لا تنسانا يا اخي من دعائك فقال كلمة ما يسرني ان لي بها الدنيا وفي رواية قال أشركنا يا اخي في دعائك رواه ابو داود والترمذى - آپ شہادت کے طالب بہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب فرمائی۔ ایک دن جب آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تو ابو لؤلؤ فیروز نے جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا آپ پر زہر میں بچھے ہوئے خنجر سے حملہ کیا چھے ضربات آپ کو لگیں اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ ابو لؤلؤ مجوسی کافر تھا۔ لوگوں نے جب قاتل کو پکڑنا چاہا تو اس نے مزید ۱۳ مسلمانوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات مر گئے۔ پھر آپ نے انتخاب غلیفہ کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی قائم فرمائی یعنی عبد الرحمن بن عوف - علی - عثمان - طلحہ - زبیر - سعد رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ عشرہ مبشرہ میں سے یہی چھ اصحاب زندہ تھے۔

آپ بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۳۲ھ کو زخمی ہوئے چند دن زندہ رہ کر وفات پا گئے اور بروز اتوار یکم محرم ۳۳ھ کو آپ دفنائے گئے۔ مدت خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دن ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

فائدہ۔ مسلمانوں میں لقب امیر المؤمنین سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملقب ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اولیت کا شرف عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جنہیں نبی علیہ السلام نے اسلام کے پہلے سر یہ کا امیر مقرر کر کے ان کو امیر المؤمنین کہا۔ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ علماء محققین کہتے ہیں کہ مطلق اولیت کا شرف ابن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ البتہ خلفاء میں اولیت لقب امیر المؤمنین کا شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ وفي السيرة الطليبية ج ۳ ص ۱۵۱ عند بعث عبد الله بن جحش على سرية قبل بدل بشهرين او ثلاثة قال فيها فبعث عليهم عبد الله بن جحش وسماه رسول الله صلى الله عليه وسلم امير المؤمنين فهو اول من تسمي في الاسلام بامير المؤمنين

ثم بعد عمر رضي الله عنه ولا ينافي ذلك قول بعضهم اول من تسمى في الاسلام بامير المؤمنين عمر رضي الله عنه لان المراد اول من تسمى بذلك من الخلفاء وان هذا امير جميع المؤمنين وذلك امير من معد من المؤمنين خاصة فقد جاء ان عمر كان يكتب اولا من خليفة ابى بكر فاتفق ان عمر رضي الله عنه ارسل الى عامل العراق ان يبعث اليه رجلين جلد ين يسألها عن اهل العراق فبعث اليه بعد بن سبيعة و عدى بن حاتم فقد ما المدينة ودخلا المحمد فوجدا عمر بن العاص فقالا استأذن لنا على امير المؤمنين فقال عمر انما والله اصبتم اسماءه فدخل عليه عمر وقال السلام عليكم يا امير المؤمنين فقال ما بد لك في هذا الاسم فاخبره الخبر وقال انت الامير ونحن المؤمنون فاوّل من سماه بذلك عبد بن سبيعة و عدى ابن حاتم وقيل اول من سماه بذلك المغيرة بن شعبه و حينئذ صار يكتب من عبد الله عمر امير المؤمنين اهـ

عتبان بن مالك رضي الله عنه ايسل لونك عن الخضر الميسر کے بيان میں مذکور ہیں۔ عتبّان ابن مالک صحابی ہیں۔ انصار میں قبیل خزرج سے ہیں۔ جمہور کے نزدیک آپ بدری ہیں۔ لیکن ابن اسحق نے آپکو شمر کا جنگ بدر میں ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنی قوم بنی سالم کے امام تھے صحیحین میں آپ کی حدیث مذکور ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین موافقہ قائم فرمائی تھی۔ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ کذا فی الاصابہ۔

عمر بن الجموح رضی اللہ عنہ۔ آیت دیس لونک ما ذینفقون قل العفو کے بیان میں مذکور ہیں۔ ہو عمر بن الجموح بن زید بن جرہم رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری خوزجی ہیں۔ جموح بفتح جیم ہے۔ بیعت عقبہ کے شرکار میں سے ہیں۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ بدری ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں۔ سادات انصار میں سے ہیں جنگ اہد میں شہید ہوئے۔ آپ اور عبداللہ بن عمر بن جرہم والد جابر بن ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا لقد ائمتہ فی الجنة۔

ابن کلبی لکھتے ہیں کان عمر بن الجموح اضر الانصار اسلامًا۔ آپ کا قبیلہ بنو سلمہ ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جد بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بہت نجیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ناز و مصلحت ہم کو لبا کرتے ہوئے فرمایا و آت داہ ادا و امن الخ بل سید کہ عمر بن الجموح۔ و فی رایتہ بل سید کم الایض للجد عمر بن الجموح۔ کذا فی الادب المفرد للبخاری وغیرہ۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا

لمن قال متامن تئتمون سیداً

وقال رسول الله والقول قوله

نخله منها وإن كان اسوداً

فقالوا لجد بن قيس على التی

فَسَوِّدَ عَمْرُو بْنُ الْجَوْجِ بِحُجُودِهِ وَحَقَّ لِعَمْرِ بِالْمَدَىٰ أَنْ يُسَوِّدَا

آپ ایک ٹانگ سے لنگرے تھے۔ ایک حدیث ہے عن ابی قتادۃ ثانی عمرو بن الجوج الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ امرایت ان قاتلت حتی اُقتل فی سبیل اللہ ترانی امشی برحلی ہذا فی الجنة قال نعم وکانت عرجاء فقتل یوم احد هو ابن اخیه فمر النبی علیہ السلام بہ فقال فانی اراک تمشی برحلتک ہذا صحیحة فی الجنة۔

آپ کے اسلام لانے کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ چنانچہ ابن اسحق نے مغازی میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ نے گھر میں لکڑی کا ایک بُت رکھا ہوا تھا جس کی آپ بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے جن میں آپ کے بیٹے معاذ بن عمرو و معاذ بن جبل بھی شامل تھے تو وہ رات کو چپکے سے عمرو بن جحوش کے اس بُت کو اٹھا کر کسی گڑھے میں اوندھا ڈال دیتے۔ صبح اٹھ کر عمرو اپنے بُت کو گندگی میں پڑا ہوا پاتے اور پھر اسے اٹھا کر لانے اسے دھو کر خوشبو لگاتے اور بطور افسوس یہ کہتے کہ کاش مجھے پتہ چل جائے کہ تیری یہ بے عزتی کس نے کی ہے تاکہ میں اسے سخت سزا دوں۔ کئی دن تک یہ نوجوان ایسا ہی کرتے رہے۔ آخر ایک دن عمرو نے اپنی تلوار بُت کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت و قدرت ہے تو اپنی حفاظت آپ ہی کر۔ لیکن رات کو نوجوانوں نے ایک مردہ کتے کو اس بُت کے گلے میں باندھ کر ٹکا دیا اور تلوار نکال کر لے گئے۔ جب صبح کو عمرو نے اپنے بُت کی یہ دُرگت بنی دیکھی تو اب ان کے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور سمجھ گئے کہ اگر یہ بُت خدا ہوتا تو ایسا دلیل نہ ہوتا۔ پھر اسلام لاتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے

ثَالِثًا لَوْ كُنْتُ إِلَهًا لَسَرْتُكُمْ أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسَطٌ بَيْتِي قَرَّانٌ

مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا ماذا انفق من اموالنا وَاَيْنَ نَضْمُهَا تَوْبَةُ آیت نازل ہوئی یَسْلُونَكَ مَاذَا يَنْفِقُونَ قُلْ مَا نَنْفِقُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ وَاللِّدِّينِ وَالْأَقْرَبِينَ الْآیۃ۔ اور نیز آپ ہی کے سوال پر یہ آیت بھی نازل ہوئی دِیَسْلُونَكَ مَاذَا يَنْفِقُونَ قُلْ الْعَفْو۔

عمار رضی اللہ عنہ۔ بیان آیت فَتَمَتُّوا الْعَوْتَ ان کنتم صادقین میں مذکور ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ہو عمار بن یاسر بن عامر بن مالک الشامی الدمشقی۔ آپ اور آپ کے والدین قدیم الاسلام اور سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ عمار و صہیب ایک ہی وقت میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل تیس سے کچھ زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

مجاہد کی روایت ہے اَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ ابُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ وَخُبَابٌ وَصَهْبٌ وَعِمَارٌ أُمَّهُ سَمِیَّةٌ رَضِیَ اللہ عنہم۔ عمار اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر شکر کین مکہ نے بڑی سخت اذیتیں دیں۔ عمار متعدّد اوصاف و

نصائے میں ممتاز ہیں۔

اولاً یہ کہ آپ مع والدین کے سابقین الی الاسلام ہیں۔

ثانیاً۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو خدا کی راہ میں مشرکین نے بڑا عذاب دیا۔ نبی علیہ السلام جب ان پر اس حالت عذاب میں گزرتے تو فرماتے صبراً الی یاسر فان موعداً کو الجنة۔

ثالثاً۔ آپ کی والدہ سمیۃؓ کو ابو جہل نے قتل کیا ذی اول شہیدۃ فی الاسلام۔ آپ کے والد تو عربی الاصل ہیں لیکن والدہ سمیۃؓ ابو حذیفہؓ کی باندی تھیں جن سے یاسرؓ کی شادی ہوئی تھی تو ابو حذیفہؓ نے عمارؓ کو آزاد کر دیا۔

رابعاً۔ عن علیؓ قال استأذن عمار علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اذنوا لہ مرحباً بالطیب المطیب۔ وعن علیؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عماراً ملئ ایماناً المشاشہ اخرجه الترمذی وابن ماجہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی بڑی مضبوط تھی۔ و جاء ان عماراً دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحباً بالطیب المطیب ان عمار بن یاسر حشی ما بین انخص قدمیہ الی شحۃ اذ نہ ایمانا و فی رؤیۃ ملئ ایماناً من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ کذل فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۷۳۔

خامساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے عداوت کو اللہ تعالیٰ کی عداوت قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ خالد بن ولیدؓ اور عمارؓ میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ خالدؓ نے انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عادى عماراً عاد اہ اللہ ومن ابغض عماراً ابغض اللہ و فی رؤیۃ عمار یزول مع الحق حیث یزول۔

سادساً۔ عن عائشۃؓ مرفوعاً ما خیر عمار بن امرئ الا اختار لیرہما۔ رواہ الترمذی۔ سابعاً۔ جمہور علماء امت کے نزدیک علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی خاصیت و نزاع میں حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر و واجب التعظیم صحابی ہیں لہذا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھنا یا ناپسندیدہ الفاظ کہنا سخت گناہ ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی ہوگی۔ ان کی نیت بری نہیں تھی وہ محض دنیا و حکومت کے طالب نہ تھے وہ مجتہد تھے اور مجتہد اگر خطا بھی کرے تو بھی اسے ثواب ملتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اختلافات میں عوام کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گناہ اور زوال ایمان کا سخت خطرہ ہے۔

جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت و تصویب کے لیے ایک یہ دلیل بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور معاویہؓ کی فوج نے عمارؓ کو شہید کیا تھا اور حدیث مرفوعہ ہے

ان عماراً تقتل الفئة الباغية۔ صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال میح عمار تقتل الفئة الباغية۔ نبی علیہ السلام نے عمار کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری طعام دودھ ہوگا۔ چنانچہ دوران جنگ صفین میدان حرب میں عمار کی خدمت میں رفقاء نے دودھ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ قوت حاصل ہو جائے تو عمار خوشی سے مسکرانے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد شہید ہو گئے۔ کتب سیرت میں ہے ان عمار لما برز للقتال قال اللهم لو أعلم رضاك عنى أن أوقد ناراً فأحرقى نفسى فيها لفعلت أو أغرق نفسى لفعلت وإنى لا أريد قتال هؤلاء ألا لو جهك الكريم وأنا أرجو أن لا تحببى وجعلت يد عمار ترتعش على الحربة لأن عمره يومئذ كان ثلاثاً وسبعين سنةً وقد كان جنى بلبن فضحك فقيل له ما يضحكك قال سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لى أضر شراب تشرب حين تموت لبن وفى رواية أضر زادك من الدنيا مثيق من اللبن ثم نادى عمار اى من شدة سر الموت اليوم زُفرت الجنان وزينت للحول الحسان اليوم تلقى الحبة محمداً وحزبه وعن ابى العالىة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قاتل عمار فى النار۔

ولما قتل عمار جبر دخرمية بن ثابت رضى الله عنه سيفه وقاتل مع على اى صار فيقه فى الحرب كان خزيمة قبل ذلك اعتزل عن الفريقين وقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتل عماراً الفئة الباغية وكان ذوالكلاع رضى الله عنه مع معاوية وقال له يوماً ولعمربن العاص كيف نقاتل علياً وعمار بن ياسر فقال له ان عماراً يعنى الينا ويقتل معنا فقتل ذوالكلاع رضى الله عنه قبل قتل عمار لما قتل عمار قال معاوية لو كان ذوالكلاع حيّاً لما مال بنصف الناس الى على لأن ذوالكلاع كان ذووة عشرة آلاف اهل بيت۔ ولما قتل عمار ندّم ابن عمر على عدم نصرة على والمقاتلة معه وقال عند موته ما اسقى على شئ ما اسقى على ترك قتال الباغية ولما قتل عمار دخل عمر بن العاص على معاوية فرعاً وقال قتل عمار سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتل عماراً الفئة الباغية فقال له معاوية دحضت اى زلفت فى بولك الحن قتلناه انما قتله من اخرجته وفى رواية انما قتله على واصحابه جاؤا به حتى القوه بيننا وذكر ان علياً رضى الله عنه لما احتج على معاوية رضى الله عنه بهذا الحديث ولم يسمع معاوية النكاره قال انما قتله من اخرجته من دارة يعنى بذلك علياً فقال على رضى الله عنه فرسول الله صلى الله عليه وسلم اذن قتل حمزة حين اخرجته كذا فى كتب السيرة۔

قال فى السيرة الحلبية ج ۲ ص ۲ فى حديث صحيح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعوونه الى النار۔ الى الجنة اى الى سببها وهو اتباع الامام الحق لانه كان يدعو الى اتباع على وطاعته وهو الامام الواجب طاعته۔ وقوله الى النار اى الى سببها وهو عدم اتباع على وطاعته واتباع معاوية وطاعته وفيه

ان تلك الفئة التي كان فيها قاتل كان فيها جريح من الصحابة وهم معذورون بالتأويل الذي ظهر لهم وقال بعضهم وفئة معاوية وان كانت باغية ولكنه بغى لا فسق فيه لانه انما صدر عن تأويل يعذر به اصحابه انتهى۔

ثامناً۔ وعن حذيفة مرفوعاً، اقتدوا بالذين من بعدى ابى بكرو عمر واهتدوا بهدى عثمان۔
 اضرحة الترمذی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں باہر بیچ الاول کشتہ میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ و قبل عمره ۳، سنة۔

تاسماً۔ آپ نے سب سے اول اسلام میں مسجد بنائی ہے۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں وکان عمار بنی مسجداً لله تعالى في الاسلام بنی مسجد قبا۔ جنگ یمامہ میں آپ شریک تھے جس میں آپ کا کان کٹ گیا تھا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ۔ علقمہ فاضل آیت قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا کی شرح میں مذکور ہیں۔
 هو علقمة بن علاثة بن عوف بن الاحوص العامري رضي الله عنه۔ اسلام لانے سے قبل علقمہ اور عامر بن طفیل میں تفاخر کا بڑا سخت مقابلہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ عامر کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا انسان ہوں اور مجھ میں کمالات اور کامر اخلاق تم سے زیادہ ہیں۔ اور علقمہ بن علاثہ کہتے تھے کہ میں بڑا ہوں اور کمالات مناقب حسنہ میرے اندر تجھ سے زیادہ ہیں۔ اور یہ مقابلہ تمام عرب میں مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں حکم و ثالث بننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ہر ایک شخص دونوں کے شر سے ڈرتا تھا۔ آخر میں ہرم بن قطبہ فزاری نے حکم ہننا منظور کر لیا اور ایک سال کی مہلت مانگی۔ ایک سال کے بعد ہرم نے دونوں کو اپنا یہ فیصلہ سنایا لقد تهاكمما الى وانما كركبتي البعير تفعان معاً وكلا كما سيد كويم ولم يفصل احدهما۔ ایشی ولسید عامر کے طرفدار تھے اور خطیبہ علقمہ کا طرفدار تھا۔ اور علقمہ کی مدح اور عامر کی مذمت میں شعر کہتا تھا۔ علقمہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو کر ملک شام چلا گیا۔ بعدہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پھر مسلمان ہوا۔

ابو عبیدہ لکھتے ہیں کہ علقمہ نے شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ علقمہ ناراض ہو کر مرتد ہوئے اور ملک شام چلے گئے۔ شاہ روم نے ان کا اکرام کیا اور کہا انت ابن عم عامر بن الطفيل ففضب علقمة وقال لا امراني اعرف الا بعامر فجع واسلم۔

علقمہ تابعی، تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ آیت یا ایہا الناس اعبدوا امرئکم کے تحت مذکور ہیں۔
 هو ابو شبل علقمة بن قيس بن عبد الله بن مالك الضبي الكوفي رحه الله۔ علقمہ موصوف تابعی جلیل، فقیہ کبیر ہیں۔ آپ اسود بن یزید کے عم ہیں اور اسود بن یزید ابراہیم بنی کے خال ہیں۔ علقمہ بن قیس نے عمر و عثمان و علی ابن مسعود

وسلمان فارسی وحذیقہ رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے خاص تلمیذ ہیں اور ابن مسعودؓ کے علوم کے حامل ہیں۔ آپ کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ سے ابراہیم نخعی وابن سیرین وشعبی وغیرہ نے سماع کیا ہے۔

قال ابراہیم النخعی کان علقمۃ شیشہ بابن مسعود وقال ابو اسحق السبیعی کان علقمۃ من الربانیین وقال البوسعدی السلمانی کان علقمۃ اکبر اصحاب ابن مسعود واشبهہم ہمدان وداود اللہ۔ وفات ۲۷۲ھ وعند البعض ۲۸۲ھ میں ہوئی۔ حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں علقمہ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں فذکر باسنادہ عن قابوس بن ابی ظبیان قال قلت لابی لای شیء کنت تأتی علقمۃ وتذرع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألون علقمۃ ویستفتونہ۔ وعن عبد الرحمن بن عبد الرحمن بن یزید قال قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ ما اقرأ شیئاً ولا أعلم شیئاً الا علقمۃ یقرئہ ویعلمہ قیل یا ابا عبد الرحمن واللہ ما علقمۃ بأقرئنا قال بلی اند واللہ لا قرئ کر۔ وكان علقمۃ بن قیس یقول کنت رجلاً قد اعطانی اللہ حسن الصوت بالقرآن وكان عبد اللہ بن مسعود یرسل الی فاقراً علیہ القرآن قال فکنت اذا فرغت من قراءتی قال زدنا من هذا وعن ابراہیم ان علقمۃ قرأ علی ابن مسعود وكان حسن الصوت فقال لہ رجل رتل فذاک ابی وامی فاند زین القرآن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۹۔ وكان علقمۃ یحکم القرآن کل خمیس وعن السیب بن رافع قال کانوا یدخلون علی علقمۃ وهو یقرع غمۃ ویجلب ویعلف وعن ابن یزید قال قیل لعلقمۃ لا تدخل المسجد فیجتمع الیک وتسل فجلس معک فان یسئل من ہودنک؟ قال انی اکثر ان یوطأ عقبی فیقال هذا علقمۃ ولما مات علقمۃ لم یتک الاداسۃ وبرزوا مصحفاً ووضی بہ لمولیٰ لہ کان یقوم علیہ فی مرضہ وكان علقمۃ یتزوج الی اہل بیت دون اہل بیت یزید بذلک التواضع وعن ابراہیم عن علقمۃ انہ قال لاهراتہ فی مرضہ تزیننی واقعدی عندی اسی لعل اللہ یرزقک بعض عوادی وعن عابس قال قال علقمۃ ارحیاء العلم المذاکرۃ وعن ابراہیم عن علقمۃ قال تذکرۃ الحدیث فان حیاتہ ذکرۃ وعن علی بن مدیک قال قال علقمۃ لا سود ان انا مت فلقی لا الہ الا اللہ فاذا انا مت فلا تمنی لاحد فانی اخاف ان یتعین لکنی الجاہلیۃ فاذا خرجتم یجنازی من الدار فاعلموا الباب من یخرج اضر الرجال وعلی اول النساء فاند لا ارب لی فیہن وكان علقمۃ یقول فی قرۃ حفظہ ما حفظت وانا شاب کأنی انظر الیہ فی ورقۃ او قرطاس ومرضی علقمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اللہ یحب ان تقبل رخصۃ کا یحب ان توفی عزائمہ وایضاً مرضی عنہ مرفوعاً الخ لا یم عیال اللہ واحبکم الی اللہ من احسن الی عیالہ۔

عثمان رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا متّٰ ولا

اذیٰ کی شرح اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ہو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی رضی اللہ عنہ۔ والد کا نام اردی بنت کحزہ ہے۔ آپ خلیفہ ثالث، قدیم الاسلام و صاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں ہجرتوں میں آپ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کو ذوالنورین اس لیے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ قال النبیؐ ولا یعرف احدًا تزوّج بنتیٰ نجیٰ غیرہ۔ اولاً رقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ وہ غزوہ بدر کے ایام میں ماہ رمضان ۳ء میں وفات پا گئیں۔ اور انھیں کی تیمارداری کی وجہ سے بحکم نبی علیہ السلام آپ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ اس کے بعد ام کلثوم بنت نبی علیہ السلام سے عقد نکاح ہوا۔ ام کلثوم ۴ء کا ۳ء میں انتقال ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ ۱۴۶ ہیں۔ ان میں تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ جمعہ کے دن ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ء کو شہید ہوئے۔ کل عمر ۹۰ سال تھی۔ اور عند البعض ۸۸ سال تھی۔ محرم کی ابتداء ۳۵ء میں خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی کل مدت تقریباً ۱۲ سال ہے بقیع میں مدفون ہیں آپ کے چند خصوصی احوال و مناقب یہ ہیں۔

اولاً۔ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ و تلقیب ابھی گزری ہے۔

ثانیاً۔ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ یہ شرف اولاد آدم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

ثالثاً۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی شہادت اور آزمائش کی طرف کئی بار اشارے فرمائے۔ ذری الخاری عن انس قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحدًا ومعہ ابوبکر وعمر عثمان فرحب فقال اسکن فلیس علیک آلام نبی و صدیق و شہید۔

رابعاً۔ جیش عسرة یعنی جنگ تبوک کی تیاری کے لیے نبی علیہ السلام نے جب چندہ دینے کا اعلان کیا تو آپ نے تین سو اونٹ کل سامان سمیت اور ہزار دینار پیش کیے۔ قال عبد الرحمن بن حباب فانما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزل عن المنبر و هو یقول ما علی عثمان ما عل بعد هذه سرّاه الترمذی۔ وفی سرّایتہ قال ما صرّ عثمان ما عل بعد الیوم مرتین۔ امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جیش عسرة کے لیے ۹۵۰ اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے تھے۔

خامساً۔ نبی علیہ السلام نے بیعت رضوان میں درخت کے نیچے جب صحابہ سے بیعت لی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا دست مبارک اپنے ہاتھ پر رکھا کیونکہ عثمان اہل مکہ کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر

گئے تھے۔ وعن انس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عثمان في حاجة الله وحاجة رسوله فضرِبَ باحد
يديه على الاخرى فكانت يد رسول الله صلى الله عليه وسلم لعثمان خيرا من ايديهم ولا نفسهم رواه الترمذی
سأوسا۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا عثمان ان الله لعل الله يُفْضِلَكَ قِيصًا فان
امدادك على خلقه فلا تخلفه حتى يخلعوا رواه الترمذی۔ وعن ابن عمر قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقتل
فقال يُقتل فيها هذا مظلوماً لعثمان۔ رواه الترمذی۔

سابقاً۔ آپ بڑے غنی تھے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ بڑے سخی اور
رحم دل تھے۔

ثامناً۔ آپ جامع قرآن ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کو اس ترتیب سے جمع کرایا جو لوح محفوظ میں ہے
اور جس کی تصریح نبی علیہ السلام نے کی تھی۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔
ثامناً۔ عن طلحة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل نبي رفيق ورفيقي في الجنة عثمان
رواه الترمذی۔

عاشراً۔ بہت زیادہ حیا دار تھے۔ یہاں تک کہ ملائکہ اللہ بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ السلام بھی
آپ سے حیا کرتے تھے۔ وفي الصحيحين عن عائشة رضي الله عنها في الحديث الطويل ان النبي عليه السلام جمع
ثيابا حين دخل عثمان وقال ألا أستحي من رجل تسقي منه الملائكة۔

عبدان الحضرمي۔ وہ تفسیر ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوها الى الحکام الآیہ میں
مذکور ہیں۔ شرح نے اس کے احوال ذکر نہیں کیے۔ بلکہ غلطی میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے عبدان بالبار المودعہ سمجھتے
ہوئے بروزن عطشان لکھا ہے۔ قال الشيخ المحقق الشهاب الخفاجی فی شرح هذا التفسیر ج ۲ ص ۲۸۳ وعبدان
بنون عطشان علم اھ۔ یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھیں وہ یہ کہ تنازعہ زمین میں امرؤ القیس کا ضمیر ربیعۃ بن
عیدان تھا نہ کہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان بن ربیعہ کا ذکر البعض۔ ہم نے ترجمہ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ میں اس پر
بحث کی ہے وہاں پر ملاحظہ کیا جائے۔

عناق۔ آیت ولا تشکوا المشرکین حتی یؤمن کے بیان میں مذکور ہے۔ عناق مکہ مکرمہ میں
قبل الفتح ایک زانیہ عورت تھی۔ اسلام سے قبل مرثد رضی اللہ عنہ سے اس کی دوستی تھی۔ آیت مذکورہ عناق و مرثد کے
بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کتاب میں مرثد رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس قصہ کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

قاری عثمان بن سعید المصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عثمان مذکور کا لقب ورش ہے۔ یہ لقب آپ کے شیخ حضرت
نافع بن ابی نعیم مدنی نے رکھا ہے وکان یقول له نافع هات یا وشرشان اقرا یا وشرشان۔ قيل القبة بعد الشد قبلا

آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ عثمان مذکور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ قاری نافع مدنی احد القراء السبعة کے دور لوہوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت نافعؒ سے پڑھنے کے لیے مصر سے مدینہ منورہ گئے۔ حضرت نافعؒ سے مدت تک قرآن باقرۃ پڑھتے رہے تا آن کہ اس فن کے ماہر و امام بن گئے اور امام نافع کی قرأت کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اپنے زمانے میں مرجع علماء و فضلاء تھے۔ پست قامت تھے۔ ۵۵ھ میں امام نافعؒ سے قرأت پڑھنی شروع کی اور ان کے پاس کئی بار اجازت قرأت کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا۔ ۸۵ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی مصر میں ۱۹۹ھ اور عند البعض ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ہو عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما الهاشمی المدنی۔ عکرمہ کی اصل بربر ہے اہل مغرب میں سے ہیں۔ آپ کبار تابعین۔ مفسر کبیر۔ فقیہ متقی۔ وسیع حامل علوم ابن عباسؓ تھے۔ آپ نے ابن عباس و ابو قتادہ و ابن عمر و ابن عمرو و ابو ہریرہ و معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ اور آپ سے امام شعبی نخعی۔ ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا۔ قال ابن معین عکرمہ ثقۃ قال واذا رأیت من یتکلم فی عکرمۃ فاقہ علی الاسلام وقال ابو حاتم ہوثقۃ واما انکر علیہ مالک و یحییٰ بن سعید الثمالیہ وقال محمد ابن سعد کان کثیر العلم جہراً من الصلوٰۃ و لیس یمتحن بحدیثہ و یتکلم الناس فیہ قال البیہقی یرى له البخاری دون مسلم۔ کذا ذکر النبی فی تہذیب الاسماء واللغات۔ ج ۱ ص ۲۳۱ عکرمہ ابن عباسؓ کے غلام تھے اور ان سے پڑھتے تھے۔ عکرمہ خود فرماتے ہیں کان ابن عباس یجعل فی ررجلی الکبل و یعلمنی القرآن والسنن۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ جنیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں اجتمع عندی خمسۃ لا یجتمع عندی مثلم ابدالاً عطلاً طادوساً و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ فاقبل مجاہد و سعید یتلقیان علی عکرمۃ التفسیر فلم یسالاہ عن آیتہ الا فسرہا لہما فلما نفد ما عندہما جعل عکرمۃ یقول انزلت آیتہ کذا فی کذا و انزلت آیتہ کذا فی کذا قال ثم دخلوا الحمام لیلاً۔ جابر بن زید کہتے تھے ہذا عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہذا اعلم الناس۔

وعن الشعبی انما کان یقول ما بقی احدٌ اعلم بکتاب اللہ تعالیٰ من عکرمۃ وقال قتادۃ اعلمہم بالتفسیر عکرمۃ۔ ایوبؒ فرماتے ہیں قدم علینا عکرمۃ فاجتمع الناس علیہ حتی اصعد فوق ظہر بیت۔ عمر بن مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ عکرمہ طادوس کے پاس حیرہ میں تشریف لائے فخلہ طادوس علی نجیب ثمنہ ستین دیناراً وقال لا تشتري علم هذا العالم بستین دیناراً۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی تھی بلکہ اسی کام پر مامور فرمایا تاکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سے لوگوں کا از و حام کچھ کم ہو جائے۔ سیفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے خذ والتفسیر عن اربع عن سعید بن جبیر و مجاہد و عکرمۃ والفضالہ و فی آیتہ عطاء بدل

الضحاك كذا في الحلية ج ۳ ص ۳۲۹ - وفيها عن عبد العزيز بن ابي مراد قال قلت لعكرمة بن نسيان الرجل يدخل الخلاء وفي اصبعه خاتم فيه اسم الله قال يجعل قصه في باطن حقه ثم يقبض عليه وعن معبد بن مسروق عن عكرمة قال كانت الخيل التي شغلني سليمان بن داود عليها السلام عشرين الفا فقهرها.

وعن ابي يزيد المدني ان عكرمة حدثهم قال لما زوج النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة رضي الله عنها كان ما يجهزها به سريراً مشرطاً وسادة من ادم حشواً هاليفاً وثوباً من اوطق قال نجا وابطاء فنثروها في البيت - وعن عكرمة قال قال لقمان لابنه قد دقت الممررة فليس شيء اكرم من الفقر حملت الحمل الثقيل فليس شيء اقل من جارس السوء ولوان الكلام من فضة لكان الصمت من ذهب - وكان يقول من قرأ ليس والقرآن الحكيم لم يزل ذلك اليوم في سرور حتى يمسي ويقول لكل شيء اساس واساس الاسلام للخلق الحسن - عكرمة اورشاعر كثير عزة كي وفات ايك هي دن ميں هوئی فاخرجت جنازتها فقال الناس مات آفة الناس واشعر الناس - عكرمة رحمه الله كي وفات سنة ۱۱۸ ھ ميں هوئی -

عطامہ رحمہ اللہ تعالیٰ - هو عطام بن ابي سراج المكي القرشي مولی ابن خثیم الفهری - ابو رباح كا نام اسلم تھا۔ عطام تابعین کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ہی جوان ہوئے۔ عبادلہ اربعہ یعنی ابن عباس وابن زبیر وابن عمر وابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیا۔ آپ سے بہت سے تابعین وغیرہ روایت کرتے ہیں مثل زہری وقتادہ وغیرہما۔ حضرت عطام امام تفسیر محمد بن قسیر۔ فقیہ۔ عابد۔ کثیر العبادۃ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں نے بہت سے مسائل دریافت کرنا شروع کر دیے تو آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں عطام بن ابی سراج کی موجودگی میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۱۱ -

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد مکہ مکرمہ کے مفتی آپ تھے۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان کہتے ہیں اذکرہم فی زمان بنی امیۃ یا مرون فی الحاج صاحباً یصیح لا یفتی الناس الا عطام بن ابی سراج۔ کذا فی التہذیب للنووی ج ۱ ص ۳۳۲ - سلمہ بن کیل فرماتے ہیں ما رأیت احداً یطلب بعلمہ ما عند اللہ تعالی الا ثلاثاً عطام و طادوسا وجاھذا۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں۔ مات عطام وهو رضی اهل الحرمین۔ علیہ میں ہے کہ کان عطام یطیل الصمت فاذا تکلم یخجل الینا انہ یؤید۔ وكان عطام یقول من جلس مجلس ذکر کفر اللہ عندہ بذلک المجلس عشرۃ مجالس من مجالس الباطل وان کان فی سبیل اللہ کفر اللہ بذلک المجلس سبعاً من مجالس الباطل قال ابو ہریران الراوی عند قلت لوطاء ما مجلس الذکر؟ قال مجلس الحلال والحرام وكيف تُصلی وكيف تصوم وكيف تنکم وكيف تُطلق وتبیم وتشتري -

وكان يقول ما قال عبد قتيب يارب يارب ثلاث مرات لا نظل الله اليه قال الرازي عنه فذكرت ذلك للحسن فقال اما تقر ان القرآن؟ مرتبنا اتنا سمعنا مناديا ينادي للايمان ان امنوا بربكم فامتناسنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئاتنا ونوفنا مع الابرار مرتبنا ادنا ما دنا عننا على سرك ولا تخزنا يوم القيمة انت لا تخلف الميعاد فاستجاب لهم ربهم - ابن جرير عطاء بن سفيان نقل کرتے ہیں النظر الى العابد عبادة - عمر بن الورد نقل کرتے ہیں قال لعطاء ان استطعت ان تخلو بنفسك عشية تعرفه فافعل - عطاء نے کسی نے پوچھا ما افضل ما اعطى العباد؟ قال العقل عن الله عز وجل وهو المعرفة بالدين - وكان يقول اذا تناهقت الحشر من الليل فقولوا بسم الله الرحمن الرحيم اعرف بالله من الشيطان الرجيم -

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں عطاء سے ملا فقال من اين انت قلت من اهل الكوفة قال انت من اهل القرية الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعة؟ قلت نعم قال لمن اتي الاصناف انت؟ قلت من لا نسب السلف ويؤمن بالقد ولا يكفر احدا بدين فقال لي عطاء عرفت فالزم - حضرت عطاء نے یہ سوال اس لیے کیا کہ کوفہ میں اہل تشیع وواج کی کثرت تھی اور یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ عطاء نے سترج کیے۔ امام شافعی کا قول ہے ليس في التابعين احد اكثر اتباعا للحدیث من عطاء - عطاء کی توثیق و جلالت و امامت پر محدثین کا اتفاق ہے - وفات مکہ مکرمہ میں ۳۸۸ھ میں ہوئی -

ومن غرائب عطاء انه قال اذا اراد الانسان سفرا فله القصر قبل خروجه من البلد وخالف الجهول - ومن غرائب ما حكى عنه كحافي تهذيب الاسماء للنووي انه قال اذا كان يوم العيد يوم الجمعة وجبت صلاة العيد ولا يجب بعدها الجمعة ولا ظهر ولا صلاة بعد العيد الا العصر -

عبد الرحمن بن مقفل رضي الله عنه - بحث آمین میں مذکور ہیں - هو عبد الله بن مقفل بن عبد غنم بن عفيف المزني المدني - آپ مشہور صحابی ہیں - کنیت ابو عبد الرحمن و ابو زید و ابو سعید تھی - اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں و كان يقول اني لمتن رفعا غصنا الشجرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم - مدنی ہیں - اولاد زید منوہ میں رہا لش تھی پھر بصرہ میں رہنے لگے اور جامع مسجد کے قریب گھر بنایا - آپ ان بکامین (رونے والوں میں) سے ایک ہیں جن کے بائے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا على الذين اذا ما اتوا لتجمعهم قلت لا اجد ما اجمعكم عليهم تولوا و اعينهم تغيب من الدمع حزنا لا يجد و اما ينفقون اور ان دس افراد میں آپ بھی تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا تھا - جب مشہور شہر تشر کو مسلمانوں نے فتح کیا تو اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی تھے - آپ سے کل ۴۳ حدیثیں مروی ہیں - ان میں چار متفق علیہ ہیں اور ایک ایک پر سلم و بخاری منفرد ہیں - کذا قال النووي في تهذيب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۹۱ - بصرہ میں سنہ ۱۸۸ھ میں وفات پائی -

آپ کی وصیت کے مطابق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کذا فی الاصابۃ ج ۲ ص ۳۷۲۔

قاری عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں مکرر الذکر ہیں۔ ہو ابو بکر عاصم بن ابی النجود بھدلة مولیٰ بنی جندبہ بن مالک بن نضر بن قعین بن اسد۔ امام عاصم رحمہ اللہ قاری و مقری ہیں۔ سید القراء متقی۔ روع۔ عابد۔ خاشع۔ ثقہ و نور اسلام ہیں۔ قرآن سبعہ میں سے ایک ہیں۔ قرآن سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ ہی کی قرأت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قرأت سہل ہے۔ اس میں تصرفات مشککہ مثل المار والاشمام و تسہیل وغیرہ نہیں ہیں یعنی بہت کم و نادر ہیں۔ والناذک للمعذور۔ امام احمد رحمہ اللہ آپ کی قرأت پسند کرتے تھے اور اسی کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ کما صلی عنہ ابنہ عبداللہ بن احمد۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۹۱ پر ابن کمال لکھتے ہیں۔ اخذ القراءة عن ابی عبدالرحمن السہمی و زید بن حبیش و اخذ عن ابوبکر بن عیاش و ابو عمر البزار و اختلفوا اختلافاً شديداً في صرف كثيرة و النجود بفتح النون و ضم الجيم و سکون الواو و بعد هاء الهملة و هي اللامرة الوحشية التي لا تمحل و قيل هي المشرفة انتهى۔ نجود کا معنی الحمار الوحشیہ اللہ کرنا مشکوک ہے۔ والصواب ما في الاجناس ان النجود الطويلة من اللجر و قيل هو الناقة التي لا تبرك الا على مكان مرتفع۔ و بحد له بفتح باء موحدة و سکون هاء و فتح دال هملة۔ یہ ابوالنجود کا نام ہے۔ بعض علماء کی رائے میں یہ ان کی اولاد کا نام ہے۔

امام عاصم کا انتقال شہر کوفہ میں ۱۲۷ھ کو ہوا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں بھدلة هو ابوالنجود و قال عمر بن علی وغیرہ ہوا سم امت و خطا ہ ابوبکر بن داؤد۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۷۵۔ آپ نے علم القراءۃ زیر ابن حبیش و ابی عبدالرحمن سلمیٰ سے حاصل کیا۔ نیز ان دو اساتذہ کے علاوہ ابوالواہل و ابوصالح السمان و ابوزر بن مسیب بن رافع و مصعب بن سعد وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے امام اعظم و منصور و عطاء بن ابی رباح (حالانکہ عطاء آپ سے عمر میں بڑے ہیں) و شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و سعید بن ابی عروبہ و زائدہ و شریک و ابوعوانہ و حفص بن سلیمان و ابوبکر بن عیاش وغیرہم رحمہم اللہ روایت حدیث کرتے ہیں اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔ کان ثقة۔ الا انہ کثیر الخطا فی حدیثہ۔ وقال الامام احمد کان عاصم رجلاً صالحاً قارئاً للقرآن و اهل الکوفة یختارون قراءتہ و انا اختارہا و کان خیراً ثقةً و الا عظم احفظ منها و کان شعبۃ یختارہ الا عظم علیہ فی ثبت الحدیث نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں عاصم صاحب قرآن و حماد صاحب فقہ و عاصم احب الینا و قال ابن معین لا بأس به و قال البعلی کان صاحب سنة و قراءۃ و کان ثقةً رأساً فی القراءۃ و عن ابی زرعة انه ثقة۔ ابن ابی

حاتم اپنے والد حافظ ابو حاتم سے یہ نقل کرتے ہیں قال ابی الحاتم ان عاصما صالح دھلے عندی محل الصدق
الحديث وليس محله ان يقال هو ثقة ولم يكن بالحافظ وقد تكلم فيه ابن علية فقال كل من اسمه عاصم
ميتي الحفظ وقال النسائي ليس به بأس وقال ابن خراش في حديثه نكرة وقال العقيلي لم يكن فيه إلا سوء الحفظ
قال ابو بكر بن عياش سمعت ابا اسحق يقول ما رأيت اقرا من عاصم -

وقال ابن عياش دخلت على عاصم وقد احتضر فجلت أسمعته يردد هذه الآية تحققة ما كانه في
الحرب ثم ردت الى الله مولا هم لحي لا للحكم وهو اسرع الناسين - آپ کی وفات عند البعض ۳۷ میں
اور عند ابن سعد ۳۸ میں ہوئی - کذا قال ابن حجر في التهذيب وقال فيه اخرج له الشيخان مقرونين بغيره - ابو
عوانہ فرماتے ہیں صحیح مسلم میں آپ کی صرف ایک حدیث موجود ہے وہ لیلۃ القدر کے بارے میں ابی بن کعب کی حدیث
ہے - حماد بن سلمہ فرماتے ہیں اخیر عمر میں امام عاصم کی عقل میں کچھ خلط واقع ہو گیا تھا -

فائدا۔ امام عاصم کے قرأت میں معروف دو راوی ہیں اول ابو بکر شعبہ بن ابی عیاش کوفی - دوم ابو
عمر حفص بن سلیمان کوفی - دونوں کے احوال اسی کتاب میں اپنی جگہ ملاحظہ کریں -

فائدا۔ قرأت کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے اور تفسیر بیضادی میں کثیر الدوران و کثیر الذکر ہے اور ان
قرآن کے نام مکرر الذکر ہیں لہذا بطور اتمام افادہ امام عاصم کے دونوں شیوخ قرأت کا مختصر ترجمہ ذکر کرنا مناسب
معلوم ہوتا ہے -

شیخ اول ابو عبد الرحمن سلمیٰ ہیں وہو عبد الله بن حبيب بن ربيعة بن شداد الباء وبالقصير ابو
عبد الرحمن السلمي الكوفي القاسمي - کذا في تهذيب التهذيب لابن حجر - حبيب بن ربيعة صحابی ہیں -
ابو عبد الرحمن سلمیٰ روایت کرتے ہیں عمرو عثمان و علی و سعد و خالد بن الولید و ابن مسعود و حذیفہ و ابو موسیٰ الاشعری و ابو
ہریرہ و غیرہ رضی اللہ عنہم سے - اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی و علقمہ بن مرثد و سعید بن جبیر و عاصم بن
ہدله و غیرہ رحمہم اللہ - قال ابو اسحاق اقرا ابو عبد الرحمن القرآن في المسجد اربعين سنة وقال الجعفی کوفی تابعی
ثقة وكان اعلى - واقفي فرماتے ہیں شہد مع علی صفین ثم صار عثمانيا اھ - آپ اصحاب ابن مسعود میں سے ہیں
بر عمر ۹۰ سال عشرہ میں انتقال ہوا - کذا في التهذيب ج ۵ ص ۱۸۴ -

شیخ دوم زر بن حبیش بن جاسہ بن اوس الاسدي الكوفي - زر بن کسر زار و تشدید راہ ہے - آپ کی کنیت
ابو مریم و ابو مطرف ہے مخضرمین میں سے ہیں - زمانہ جاہلیت پایا ہے تابعی ہیں صحابیت سے محروم ہے - عمرو عثمان
و علی و ابن مسعود و ابو ذر و عبد الرحمن بن عوف و عباس و حذیفہ و ابی بن کعب و صفوان بن عسال و عائشہ رضی اللہ عنہم
سے روایت کرتے ہیں - اور آپ سے ابراہیم نخعی و عاصم بن ہدله و منہال بن عمرو و عیسیٰ بن عاصم و عدی بن ثابت
و شعبی و غیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں - زر بن حبیش ثقة کثیر الحدیث و عظیم محدث و حافظ ہیں - آپ علقمہ و اسود

کی طرح ابن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ و اصحاب میں سے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زتر سے عربیت و لغت کے بارے میں گاہے گاہے سوال کرتے تھے کیونکہ آپ فصیح اعراب میں سے تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم قرأت کا منبع ابن مسعودؓ ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی کچھ مدت تک استفادہ کیا۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۶۱ میں ہے عن عاصم عن زتر قال خرجت فی وفد من اهل الکوفة و اسم الله ان حَرَصَنی علی الوفادة الالقاء اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم المهاجرین والانصار فلما قد مت المدینة اتیت ابی بن کعب و عبد الرحمن بن عوف فکانا جلیسین و صاحبی فقال ابی یا زتر ما تريد ان تدع آیتاً من القرآن الا سألتنی عنها قال فقلت فی ای شی اتیتہ فقلت یا ابا المنذر سرحت الله اخفض لی جناحک فانما اقمتم منک تمتماً انتھی بزیادة من تہذیب الکمال۔ حرص قرأت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت بار آور کرنے اور عام کرنے کے لیے آپ کو امام عاصم جیسے تلمیذ نصیب فرمائے جنہوں نے کل دنیا تک قرأت پہنچائی اور احد القراء السبعة کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔ مذکورہ صدر حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زتر کو فیہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مزید علم قرأت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

نیز اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح فقہ حنفی کا مدار علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قرائن و احادیث اس کے مآخذ ہیں اسی طرح امام عاصم کی قرأت کا مآخذ بھی قرأت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ عاصم کو فیہ ابن مسعودؓ سے بھی کو فیہ ہیں اور قرأت میں امام عاصم کے دونوں شیوخ زبر بن جیش و ابو عبد الرحمن سلمیٰ علقمہ و اسود کی طرح ابن مسعودؓ کے تلامذہ بلکہ خصوصی اصحاب اور انما آپ کی صحبت میں رہنے والے ہیں۔

قال الجلی کان زتر من اصحاب علیؓ و عبد اللهؓ ثقة و قال ابن سعد کان ثقة کثیر الحدیث قال ابن البکان زتر عالم بالقرآن قاسر ثاقفاً ضابطاً۔ زتر کی وفات ۳۳ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۱۲۴ سال تھی۔ عبد الله بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ هو عبد الله بن کثیر الداری المکی ابو معبد القاسمی المقصری مولیٰ عمر بن علقمہ الکنافی۔ ابن کثیر احد القراء السبعة ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ نسبت داری میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ مکہ مکرمہ میں عطار تھے۔ اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔ اور عند بعض العلماء آپ مہم داری کے قبیلہ یعنی دار بن ہانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقول ابو نعیم آپ بنو عبد الدار کے مولیٰ یعنی عقیق ہیں۔ ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر و مجاہد و ابو المنہال عبد الرحمن بن مطعم و عمرہ مولیٰ ابن عباسؓ وغیرہ رحمہم اللہ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ایوب و جبر بن حازم و ابن جریج و حماد بن سلمہ و ابن عیینہ وغیرہ

رحمہ اللہ۔ ابن المدینی وابن سعد فرماتے ہیں ہونفتہ ولہ احادیث صالحہ۔ ابو عمرو بن العلاء جو قرآن سبعہ میں سے ہیں آپ سے قرأت پڑھتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں مکہ میں ابن کثیر سے بڑا قاری نہ تھا۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کان فصیحاً بالقراءان۔ ابو عمرو دانی فرماتے ہیں ابن کثیر نے قرأت مشہور صحابی عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ مجاہد بن جبر سے اخذ قرأت کیا ہے۔ امام بخاری کی رائے میں ابن کثیر قریش کے قبیلہ بنو عبد الدار میں سے ہیں۔ ابن حجر نے بخاری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وعن ابن معین انہ قال ابن کثیر القاسری ثقہ۔ اہل مکہ نے آپ کی قرأت اختیار کی تھی۔ ابن کثیر حدیث میں بھی امام تھے۔ آپ کے امام شافعی و خلیل بن احمد بھی نقل و روایت کرتے ہیں۔ ابن کثیر تابعی ہیں۔ ابو ایوب انصاری و انس بن عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ ملا علی قاری وغیرہ لکھتے ہیں ابن کثیر ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جنہیں کسریٰ نے گشتیوں میں بین بھیجا تھا جب کہ اہل حبشہ یمن سے نکالے گئے۔ ابن کثیر کی ولادت مکہ مکرمہ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۸۳ھ میں ہوئی۔ کچھ مدت عراق میں مقیم رہے لیکن پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے اور یہاں مقیم رہے۔

سال وفات ۱۲۳ھ ہے۔ اس تاریخ وفات پر ابی جعفر احمد بن علی ابن الباز ش متوفی ۳۲۵ھ نے اپنی کتاب الاقناع فی القراءات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاریخ صحیح نہیں ہے لان عبد اللہ بن ادریس الاعدی قرأ علیہ ومولداً ابن ادریس سہلہ فکیف نصہ قراءتہ علیہ لان ابن کثیر تجاوزت ۱۲۳ھ وانما الذی مات فیہا عبد اللہ بن کثیر القرشی وهو غیر القاسری واصل الغلط فی هذا من ابی بکر بن مجاهد انتہی ماحکاہ ابن خلکان فی الوفيات ج ۲ ص ۳۲۔ علامہ جزری ابن الباز ش کی یہ رائے ذکر کر کے فرماتے ہیں وهو معذور فیما قال غیر ان الصواب فی ذلک آن ابن ادریس الاعدی لم یقرأ علی ابن کثیر هذا واللہ اعلم۔ ابن کثیر کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کریں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۸۴ غایۃ النہایۃ ص ۴۴۳ وفيات الاعیان ج ۳ ص ۴۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۷۔ العقد الثمین ج ۵ ص ۲۳۶۔ شذرات ج ۱ ص ۱۵۷ فائدہ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کے واقعہ بہت ہیں۔ مشہور دو ہیں اول ابوالحسن احمد بن محمد البرزلی۔ دوم ابو عمر محمد قبیل۔

فائدہ۔ ابن کثیر کی قرأت کا زیادہ تر ماخذ قراءات ابی بن کعب وزید بن ثابت رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ آپ نے قرأت عبداللہ بن السائب مخزومی صحابی و مجاہد سے پڑھی ہے اور ابن السائب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی سے حاصل کی ہے۔ اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عباس نے زید بن ثابت و ابی رضی اللہ عنہما سے علم قرأت حاصل کیا ہے۔ ابن السائب وہ شخص ہیں جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے مکتوبہ نسخوں میں سے ایک نسخہ دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ یہ نسخہ اہل مکہ کو پڑھائیں۔ نو

عبد اللہ بن کثیر مکی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ابن السائب رضی اللہ عنہ سے مصحف پڑھا۔
 عابد اللہ بن عامر بن یزید بن مہم بن ربیعہ الجعفی المشقی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابن عامر تابعی و قرآن سبعہ میں
 سے ہیں آپ ابن عامر دمشقی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی متعدد کتبتیں ہیں ابو عمران۔ ابو عبید اللہ۔ ابو عامر۔
 ابو نعیم۔ ابو عثمان۔ ابو سعید۔ ابو محمد۔ ابو موسیٰ۔ آپ نے قرآن مع القراءۃ مغیرۃ بن ابی شہاب سے پڑھا۔ اور
 آپ سے متعدد علماء نے علم قرأت حاصل کیا۔ مثلاً اسمعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر۔ و ابو عبید اللہ مسلم بن
 مشکم و یحییٰ بن الحارث الذہیری رحمہم اللہ۔ ابن عامر تابعی ہیں۔ ابن عامر دمشقی روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ
 عنہ و نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ و ابو امامہ و فضالہ بن عبید و اثلثہ بن الاسقع و ابو ادیس خولانی و قیس بن الحارث
 رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی عبد الرحمن اور ربیعہ بن یزید و عبد اللہ بن العلاء و
 عبد الرحمن بن یزید بن جابر و جعفر بن ربیعہ و محمد بن الولید الزبیری وغیرہ رحمہم اللہ۔ قاری ابن عامر دمشق میں
 قاضی و خطیب تھے۔

آپ نے قرآن مجید مغیرۃ بن ابی شہاب سے اور مغیرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ
 نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ نیز ابن عامر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابو الدرداء نے نبی علیہ السلام سے
 پڑھا۔ بقول بعض علماء ابن عامر نے بلا واسطہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے۔ قال الہدثم بن عمران
 کان عبد اللہ بن عامر رئیس اهل المسجد زمان الولید بن عبد الملک و کان یزعم انه من حمیر و کان یغز فی
 نسبه و قال النسائی هو ثقہ۔ قرآن سبعہ میں باعتبار زمانہ آپ سب سے مقدم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی سند
 بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ قال محمد بن سعد مات مسلمہ و کان قلیل الحدیث۔ آپ کی ولادت نبی علیہ السلام
 کی وفات سے دو سال قبل قریہ رعب میں ہوئی۔ پھر دمشق منتقل ہوئے۔ آپ کی وفات بروز عاشوراء و شمس
 محرم کو ہوئی۔
www.KitaboSunnat.com

فائدہ۔ ابن عامر قاری کے تلامذہ بہت ہیں مثل ولید بن عقبہ۔ ولید بن مسلم۔ عبد الرزاق الوریقی وغیرہ۔
 مگر مشہور دو ہیں۔ ابو الولید ہشام بن عمار سلمیٰ دمشقی۔ اور ابو عمر و عبد اللہ بن احمد بن بشر بن ذکوان۔
 عیسیٰ بن مینا ابو موسیٰ المدانی النخعی ربیب نافع القاسمی الامام رحمہما اللہ۔ عیسیٰ بن مینا کا لقب
 قالون ہے۔ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ قالون غبی لفظ ہے اس کے معنی ہیں جید یعنی اچھا۔ جو دت قرأت کی وجہ سے
 آپ کا یہ لقب نافع نے یا امام مالکؒ نے رکھا۔ قالون ہی روم میں سے تھے۔ لفظ قالون غیر منصرف ہے علمیت و عجمہ کی
 کی وجہ سے۔ قالون اصم یعنی بہرے تھے۔ اپنا کان قاری کے منہ کے قریب رکھ کر تحصیل علم کرتے تھے۔
 بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اتنے بہرے تھے کہ ڈھول وغیرہ کی آواز بھی نہیں سُن سکتے تھے لیکن قرآن مجید
 بلا تکلف سنتے تھے اور یہ عجیب کرامت و سعادت ہے قیل لم یکن یمعہ البوق و اذا قرئ القرآن علیہ لیسعہ

آپ امام نافع جو قرآن سبعہ میں سے ہیں کے مشہور تلمیذ ہیں۔ سال ولادت ۲۲۰ھ ہے۔ امام نافع کے علوم و قرارت کے حامل ہیں۔ وفات مدینہ منورہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبد اللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البہرائی دمشقی المقرئ رحمہ اللہ۔ عبد اللہ بن احمد مشہور قاری ہیں۔ قرآن سبعہ میں سے قاری ابن عامر شامی کے راوی ہیں۔ ابن ذکوان کے نام سے مشہور ہیں۔ ذکوان آپ کے جد کے والد ہیں۔ عبد اللہ بن احمد کی کنیت ابو عمر و عند البعض ابو محمد ہے۔ آپ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے سوا پانچوں نمازوں کے امام تھے۔ ابن عامر سے بالواسطہ قرارت کے راوی ہیں کیونکہ عبد اللہ بن احمد نے ایوب بن یحیم مقرئ سے اور ایوب نے یحییٰ سے اور یحییٰ نے ابن عامر شامی سے قرارت پڑھی۔

عبد اللہ بن احمد ایوب بن یحیم مقرئ و بقیۃ و ضمرۃ بن ربیعہ و مروان بن محمد و ولید بن سلم و مروان بن معاویہ و کعب و غیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابو داؤد ابن ماجہ و ابو زرعة رازی یقوتوب ابن سفیان و ابو حاتم اور آپ کے بیٹے احمد بن عبد اللہ و غیرہ ائمہ کبار رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس بدأس وقال ابو حاتم صدوق وقال الولید بن عتبہ ما بالعراق أقرأ منه وقال ابو زرعة الدمشقی ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمنہ عندی اقرأ منه و ذکرہ ابن حبان فی الثقات کذا قال ابن حجر فی تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۳۰۔ آپ روز عاشوراء ۲۲۰ھ کو پیدا ہوئے اور وفات حسب قول ابو زرعة وغیرہ ۲۲۰ھ اور بقول ابن حبان ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ قالوا انہ من کما امن السفہاء کے بیان میں مذکور ہیں۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جلیل القدر و مشہور صحابی ہیں۔ اولاً یہودی تھے پھر ہجرت نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے۔ بقول عام محدثین آپ مدینہ منورہ میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے فوراً بعد مسلمان ہوئے اور بقول بعض علماء شیعہ میں مسلمان ہوئے۔ آپ کا نام حصین تھا پھر نبی علیہ السلام نے تبدیل کر کے عبد اللہ رکھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے عبد اللہ بن سلام بن الحارث ابو یوسف من ذریۃ یوسف النبی علیہ السلام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قینقاع سے تھا۔ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا۔ فعلمت ان لیس بوجه کذاب و کان اول شئ سمعته منه ایہا الناس أفشوا السلام و اطعموا الطعام و صلوا الارحام و صلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام۔

نبی علیہ السلام نے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی فعن معاذ رضی اللہ عنہ یقول سمعت النبی علیہ السلام یقول لعبد اللہ بن سلام انہ عاشر عشرۃ فی الجنة۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت و شہد شاہد من بنی اسرائیل علی مثل فامن واستکبرتم سے عبد اللہ بن سلام مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیت

ومن عنده علم الكتاب میں بھی عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ واخرج البغوی باسنادہ عن عبد اللہ بن معقل قال فی عبد اللہ بن سلام علیہ رضی اللہ عنہما عن خروجه الى العراق وقال الزہر منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ترکته لا تراه ابداً فقال علی انہ رجل صالح مریتا۔ آپ کی وفات مدینہ شریفہ میں ۳۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی احادیث مرفوعہ جو آپ سے مروی ہیں ۲۵ ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری منفرد ہیں۔

عمر بن عبداللہ الحضرمی۔ آیت یسئلونک عن الشهر الحرام الذیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے قتل کیا تھا۔ صحابہ کی اس جماعت کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ غزوہ جب ۳۳ھ میں واقع ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحش سابقین الی الاسلام میں سے ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ بقول بعض مؤرخین یہ غزوہ جس میں ابن الحضرمی قتل ہوا تھا جمادی الآخرہ ۳۳ھ میں واقع ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سریہ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بطرف نخلہ بھیجی۔ نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر طائف و مکہ مکرمہ کے مابین ایک مقام کا نام ہے اور عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر فرمایا قال سعد بن ابی وقاص بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریہ و بعث علینا عبد اللہ بن جحش و ساء الامیر المؤمنین قال اهل النار یخرج فہو اول من تسمی فی الاسلام بامیر المؤمنین ولا ینافیہ القول بان عمر رضی اللہ عنہ اول من تسمی بامیر المؤمنین لان المراد اول من تسمی بذلک من الخلفاء۔ وکتب لصلی اللہ علیہ وسلم کتاباً وامرہ ان لا ینظر فیہ حتی یمیر یومین فلما سائر یومین فتح الکتاب فاذا فیہ اذا نظرت فی کتابی هذا فامض حتی تنزل نخلہ فترصد بجاقوشا وتعلم لنا من اخبارہم وكان معہ ثمانیۃ من المهاجرین وقیل اثنا عشر کان یعتقب کل اشین منهم بعیراً۔ مقام بحران میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوہ ان کا اونٹ گم ہو گیا وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گئے اور عبداللہ بن جحش مقام نخلہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان پر قریش کا ایک قافلہ گزر جس کے ساتھ اونٹوں پر تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ کفار قریش کے اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی و عثمان بن عبداللہ و نوفل بن عبداللہ و حکم بن کسان وغیرہ تھے۔ یہ جب کی آخری تاریخ تھی اور بقول بعض رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ رجب اشہر حرم میں سے ہے جس میں جنگ کربلا عرب حرام سمجھتے تھے۔ صحابہ نے پہلے تو تردد کیا کہ اشہر حرم میں حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن مشورہ کے بعد انہوں نے حملہ کر ہی دیا۔ عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اور عثمان و حکم کو گرجہ قتل کر کے قیدی بنایا اور باقی کفار بھاگ گئے۔ یہ اسلام کی پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن الحضرمی کا قتل اسلام میں اعلا کلمۃ اللہ کے لیے پہلا قتل تھا۔ وہ یہ مال مدینہ میں لے آئے اور غزوہ بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے ان میں تقسیم فرمایا وقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرکم بقتال فی الشهر الحرام وتکلمت قریش فقالوا ان محمداً سق

الدماء واخذ المال في الشهر الحرام وقالت اليهود تنفأول بذلك عليه صلى الله عليه وسلم عمر قتل واقد بن عبد الله
عمر وعمر بن الخطاب والحضرى حضرت الحرب وواقد وقدت للحرب فكان ذلك عليهم لا على المسلمين فانزل الله
تعالى يستلونك عن الشهر الحرام قتال فيه الآية وبعث قریش الى رسول الله صلى الله عليه وسلم في فداء الاسيرين
فقال صلى الله عليه وسلم لا نقد يكموها حتى يقدم صاحبنا يعني سعد بن ابى وقاص وعتبة بن غزوان فان
تقتلوهما تقتل صاحبكم فقدم سعد عتبة بعد هابا يام۔

بعض مؤرخین نے اس کا نام عیینہ بن غزوان لکھا ہے کما فی المحلیۃ ج ۳ ص ۱۵۷۔ اور بعض نے عتبہ بن
غزوان لکھا ہے کما فی سیرۃ احمد زینی وعلان ج ۱ ص ۳۶۲ والاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۳۔ عتبہ کا سال وفات ۳۷
ہے یا ۳۸۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۱ میں بھی اس کا نام عتبہ بن غزوان مکتوب ہے۔ یہی عمر بن ابی بکر بن
بدر کا سبب بنا۔ کیونکہ جب بدر میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے کئے تو بعض کفار نے جنگ روکنے اور قریش کو واپس
کھانے کی کوشش کی اور قریب تھا کہ جنگ ٹل جائے لیکن ابوہل نے جنگ کھانے کی ضد کی اور حکیم بن حزام غیر جنگ
روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قال حکیم بن حزام لعتبۃ بن ربیعۃ یا ابا الولید انک کبیر قریش وسید ہاہلک ان تذکر خیر الی
اضرالدہربان فحمل دم حلیفک عمر بن الحضرى وتیحل ما اصاب محمد من تلک العیر فانہم لا یطلبون من
محمد الا ذلک فقال عتبۃ نعم قد فعلت ہو حلیفی فعلی عقلہ وما اُصیب من المال ونعم ما قلت ونعم ما دعوت
الیہ وراکب عتبۃ جملال وصار یجیلہ فی صفوف قریش یقول یا قوم اطیعونی فانکم لا تطلبون غیرہ من
الحضرى وما اخذ من العیر وقد تحملت ذلک وھذا یضعف قول من زعم انہ علیہ السلام عقل ابن الحضرى
ای اعطی دینہ وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم لما رای قریشا اقبلت وعتبۃ علیہم لاجل ان یکن فی احد من القوم
خیر فعند صاحب الجمل الاحمر ان یطیعوا برشد والذافی کتب السیرۃ۔ حکیم بن حزام وعتبہ نے ابوہل کو سمجھایا
اور جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ابوہل اپنی ضد پر اڑا رہا اور آخر کار جنگ شروع ہو گئی۔

ابوہل نے جب لوگوں کا میلان حکیم وعتبہ کی طرف دیکھا تو عمر بن عبد اللہ حضرى مقتول کے بھائی عامر بن الحضرى
سے کہا ہذا حلیفک عتبۃ یرجع بالناس وقد تحمل دینۃ اخیک من مالہ یزعم انک قابلہا الا ننتحی ان تقبل
الدینۃ من مال عتبۃ وقد آیت تأثرک بعینک فقم فاذا کو مقلد اخیک فقام عامر بن الحضرى فکشف
استہ وحتا علی التراب وحتا علی رأسہ ایضا التراب ثم صرخ واعمرالہ واعمرالہ فتأثرت النفوس وحبیت الحرب
وتھیو القتال والشیطان معہم فی صورۃ سراقۃ ثم کان ما کان وفى الاستیعاب ان عامر بن الحضرى قتل یوم
بدر کا فراق۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمر بن الحضرى کے قتل کی وجہ سے رؤسا کفار مکہ نے لوگوں کو بدر میں جنگ پر ابھارا
اللہ تعالیٰ کو جنگ منظور تھی تاکہ اعلا کلمۃ اللہ ہو جائے اور عمر بن الحضرى کا قتل جنگ کا سبب بن گیا۔

فائدہ۔ اس دنیا میں تقسیم شقارت و سعادت کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ عمرو بن الحضرمی اور عامر بن الحضرمی کے حصہ میں شقارت آئی دونوں کفر پر قتل ہوئے اور دوسری طرف ان کے تیسرے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ عظیم القدر صحابی و صاحب کرامات مشہور ہیں۔

سیرت طیبہ ج ۲ ص ۱۵۹ پر علامہ برہان الدین طبری شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں واما اخوها العلّاء لم يفضله الصحابة رضي الله عنهم وقد كان يقال إنه فحّاب الدعوة وإن خاض البحر هو وسريته التي كان اميراً عليها وذلك في زمن خلافة عمر رضي الله عنه يقال يابس حتى رأت الفجار من حوافر الخيل بكلمات قالها ودعاها وهي يا على يا حكيم يا على يا عظيم اناعيدك وفي سبيلك نقاتل عدوك اللهم فاجعل لنا اليهم سبيلاً وقد وقع نظير ذلك اى دخول البحر لابی مسلم الخولاني التابعي فانه لما غزا الرّوم مع جيشه مرّوا بنهر عظيم بينهم وبين العدو فقال ابو مسلم اللهم اجزّ بني اسرائيل البحر واتّاعبادك وفي سبيلك فاجزنا هذا النهر اليوم ثم قال اعبروا باسم الله فعبروا فلم يبلغ الماء بطون الخيل۔

وكلّما وقع نظير ذلك لابی عبيد الثقفي التابعي امير الجيوش في ايام سيّدنا عمر رضي الله عنه فان دجلة حالت بينه وبين العدو وقتل قوله تعالى وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتباً مؤجلاً ثم سمى الله تعالى واقحم بفرسه الماء واقحم الجيش وسراة ولما نظر اليهم اعاجم صاروا يقولون ديوانا ديوانا اى عجائب ثم ولّوا مدبرين فقتلهم المسلمون وغنموا اموالهم، انتهى ما في السيرة۔

وفي كتاب الدعاء للعلامة ابى بكر محمد بن الوليد الفهرى الطرطوشى المتوفى بالاسكندرية سنة ۵۲۰ عن مطرف بن عبد الله بن ابى مصعب المدنى انه قال دخلت على الخليفة المنصور فوجدته مغموماً حزياً قد امتنع من الكلام لفقد بعض أحبته فقال لي يا مطرف طرفي من الهم ما لا يكشفه الا الله الذي بلّبه فهل من دعاء ادعوه عسى يكشفه الله عني فقلت يا امير المؤمنين حدّثنى محمد ابن ثابت عن عمر بن ثابت البصرى قال دخلت في اذن رجل من اهل البصرة بعوضه حتى وصلت الى صاخة فانصبته واسهرته ليل وفهارة فقال له رجل من اصحاب الحسن البصرى يا هذا ادع بدعاء العلّاء بن الحضرمي صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي دعا به في المفازة وفي البحر فخلصه الله تعالى۔

فقال له الرجل وما هو؟ فقال قال ابوهريرة رضي الله عنه بعث العلّاء بن الحضرمي في جيش كنت فيهم الى البحرين فسلكنا مفازة فعطشنا عطشاً شديداً حتى خفنا الهلاك فنزل العلّاء بن الحضرمي و صلى ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا على يا عظيم اسقينا فجاوت سحابة كأنها جناح طائر ففقععت علينا و امطرتنا حتى ملأنا الأنية وسقينا الركاب ثم انطلقنا حتى اتينا على خيلهم من البحر ما خيض قبل ذلك

الیوم ولا خِیضَ بعده فلم نجد سُنْفًا فصلی العلاء بن الحضرمی رکعتین ثم قال یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اِجْرنا ثم اَخذَ یَعْنانَ فرسه ثم قال بسم اللہ جَوَدُ وقال ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فَمَشینا علی الماءِ فواللہ ما اَبْتَلْ لَنَا قَدَمٌ وَلَا خَفٌّ وَلَا حَافِرٌ وَكَانَ الْجَحِشُ اَرْبَعَةَ اَلْفٍ قَالَ فدعا الرجلُ ہما فواللہ ما بَرِحَا حتی خَرَجْتُ من اَذِنِ لہا طَیْنٌ حتی صَعَّكَ الحائطُ وَبَرَأَ الرَّجُلُ قَالَ فاستقبل المَنْصُورُ القِبْلَہَ ودعا بهذا الدعاءِ سَاعَۃً ثم اَقْبَلَ بوجہہ الی فقال یا مطرف قد کَشَفَ اللہُ عَنی ما کُنْتُ اَجِدُہُ من الھَمِّ ودعا بالطعام فاجلَسَنی فاکلْتُ مَعہ۔

علاء بن الحضرمیؓ کی وفات خلافتِ عمرؓ میں ۳۲ھ میں ہوئی اور بعض علماء کے نزدیک خلافتِ عثمانؓ میں ۳۲ھ میں ہوئی۔

علامہ کمال الدین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۱۹۱ پر بحثِ بعوض میں قصہ مذکورہ سے مشابہ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں وبقرب من هذا ما حکاہ ابن خلکان فی ترجمۃ موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق ان ہارن الرشید حبسہ فی بغداد ثم دعا صاحب شرطۃ ذات یوم فقال رأیت فی منامی حبشیًا اتانی ومعہ حربۃ وقال ان لم تُخَلِّ عن موسیٰ بن جعفر ولا تُفَرِّکَ ہذہ الحربۃ فاذهب فخلِّ عنه واعطہ ثلاثین الف درھم وقل لہ ان اُجبتَ المقام عندنا فک عندی ما تُحبُّ و ان اجبتَ المضی الی المدینۃ فامض قال صاحب الشرطۃ ففعلتُ ذلک وقلت لموسیٰ لقد رأیتُ من امرک عجبًا فقال انا اُخبرکَ بینما انا ناثم اذ تانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا موسیٰ حُجِسَتْ مَظْلُوتُا فقل ہذہ الکلمات فانک لا تَبْیْتُ ہذہ اللیلۃ فی السجون قل "یا سامِعُ کُلِّ صَوْتٍ ویا سَابِقُ کُلِّ فَوْتٍ ویا کاسِیَ العِظامِ کُحْمًا ومُشْرِہا بَعْدَ المَوْتِ اَسْأَلُکَ بِاَسْمَائِکَ العِظامِ ویا سَمِکَ الاعْظَمِ الکَبْرِ المَعزُورِ المَکُونِ الذی لم یَطْلَعْ علیہ احدٌ من المخلوقین یا حلیمًا ذَا اَناءٍ لَا یَقْدِرُ عَلَی اَنائِہِ یا ذا المَعْرِفِ الذی لَا یَنْقُطِعُ مَعْرِفَہُ اَبَدًا وَلَا یُغْصِی لَہُ عَدَدًا اَفْرَاجٌ" فَکانَ ما تَرٰی۔ توفی موسیٰ الکاظم فی رجب سنہ ۳۲ھ ببغداد مسمومًا اھ۔

بعض دعائیں قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہوتی ہیں۔ بعض الفاظ خاص نورانیت کے حامل ہوتے ہیں جن کی برکت سے دعا قبولیت کے قریب ہو جاتی ہے۔ یہاں پر کم چند ایسی دعائیں ذکر کرتے ہیں جو قبولیتِ دعا و قضاء حاجات و شفا امر ارض میں مجرب ہیں۔

فمن ذلک ما سَمِعَی عن عون بن عبد اللہ بن عتبۃ قال بینما عبد اللہ بن مسعود یدعُو عبد عام اذ مر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما فلما تاجز بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعَ عامًا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرفہ فقال من ہذا؟ سل تعطہ فرجع ابوبکر الی عبد اللہ فقال الدعا الذی کنت تدعُو بہ اَنْفًا اَعَدَہُ علی فقال حمدتُ اللہَ وحمدتہ ثم قلتُ لا اِلٰہَ الا انت وعد الحق ولقاؤ الحق

الجنة حق والنار حق ورسلك حق وكتابتك حق والنبیون حق و محمد صلى الله عليه وسلم حق. كذا في الحلیة ج ۱ ص ۱۳۸ -
 ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی حاکم یا افسر وغیرہ کے شر اور سزا سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل ۷ باتیں
 مرتب پڑھنی چاہیے۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں ذکر الحافظ ابو نعیم باسنادہ عن ابن عباس رضی
 اللہ عنہما قال اذا انت سلطانا مهيبا تخاف ان يسطو عليك فقل "الله اكبر الله اعز من خلقه جميعا الله
 اعز مما اخاف واحذر اعوذ بالله الذي لا اله الا هو الممسك السماوات السبع ان تقع على الارض الا باذنه
 من شر عبدة فلان وجند واتباعه واشياعه من الجن والانس اللهم كن لي جارا من شرهم جل شأوك وعز
 جارك وتبارك اسمك ولا اله غيرك - ثلاث مرات - كذا في الحلیة ج ۱ ص ۱۳۸ -

ومن ذلك ما نقل عن الشيخ الاجل ابي القاسم القشيري رحمه الله تعالى ان ولده مرض مرضا شديدا
 حتى اشرف منه على الموت واشتد عليه الامر قال فرأيت النبي عليه السلام في المنام فشكوت اليه ما بولدي فقال
 اين انت من آيات الشفاء فانتبهت ففكرت فيها فاذا هي في ستة مواضع من كتاب الله وهي قوله تعالى (۱) ويشف
 صدر قوم مؤمنين (۲) وشفاء لما في الصدور (۳) يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس (۴)
 ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين (۵) واذا مرضت فهو يشفين (۶) قل هو الله ان امنوا هدي وشفاء
 قال فكتبتهنم حللها بالماء وسقيته اياها فكاما نشط من عقال -

ومن ذلك ما مرى الترمذي وغيره ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لصاحب الوجه ضع يدك على موضع
 الوجه وقل بسم الله ثلاثا واعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد احاذر سبع مرات ففعل فذهب الله تعالى
 عنه ما كان -

اسی قبیل سے ہیں مندرجہ ذیل اشعار امام سہیلؒ کفوف متوفی ۱۹۵ھ - کئی علماء نے لکھا ہے کہ ان کا پڑھا قضا
 حاجات کے لیے مجرب ہے ان کے الفاظ و معانی میں بڑا سوز اور دروہ ہے۔ قال ابو الخطاب بن دحية انشدني السهيلي
 ابیاتا وقال ما سأل الله تعالى بها احد حاجة الا قضاها واعطاه الله تعالى اياها وكذا لك من استعمل انشادها
 وهي ۷

يا مَنْ يَرى ما في الضمير وَيَسْمَعُ	اَنْتَ الْمَعْدُ لِكُلِّ ما يَتَوَقَّعُ
يا مَنْ يُرَتِّحُ لِلشَّدائدِ كَلِّها	يا مَنْ اِلَيْهِ الْمُشْتَكى وَالْمَفْزَعُ
يا مَنْ خَزائِنُ رِزْقِهِ في قول كُنْ	اَمْنُنْ فانَّ الحَخيرَ عِنْدَكَ اَجْمَعُ
مالِي سَوى فَقْرِي اليكَ وَسِيلةُ	فَبِالْاِنْتِقارِ اليكَ فَقْرِي اَدْفَعُ
مالِي سَوى قَرْبِي لِبابِكَ حيلةُ	فَلَنْ تُرَدِّدْتُ فائِيَ بابِ اقْرَعُ
وَمَنْ الَّذي اَدْعُو وَاَهْتَفُ بِاسْمِهِ	اِنْ كانَ فَضْلُكَ عَن فَقِيرِكَ يُمْنَعُ

حاشا لحدوثك ان تُقَطَّعَ عاصِيًا فالفضلُ أجزلُ والمواهبُ أوسعُ

اسی طرح دلچ ذیل قصیدے کا پڑھنا قضاے حاجات کے لیے مجرب و معروف ہے بڑے بڑے علماء اسلام اور ائمہ دین خاص حاجات کے لیے اسے پڑھتے تھے۔ علامہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی سبکی طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد امام سبکی قاضی القضاۃ مفتی مصر و شام معاصر امام ابن تیمیہ بوقت مشکلات و حوادث و آفات یہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ تاج الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول بعض علماء یہ قصیدہ اسمِ عظیم پر مشتمل ہے اور جو شخص اسے پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بہت سے علماء وغیرہ نے اس قصیدے کی برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی اندلسی عارف باللہ ولی اللہ۔ زاہد متقی صاحب کرامات شہیرہ کا ہے۔ یہ ابو عبد اللہ قرشی استاد و شیخ ہیں محمد بن حسین ابو الطاہر مصری زاہد ولی اللہ عارف کبیر متوفی ۳۳۳ھ کے۔

اس قصیدے کا نام ”الفرج بعد الشدة“ ہے۔ مشہور فقیر محدث شیخ زکریا انصاری نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے ”الأضواء المحمّدية فی إبراز دقائق المنفعة“ بقول بعض علماء یہ قصیدہ ابو الفضل یوسف ابن محمد نحوی توزری افریقی کا ہے۔

علامہ تاج الدین اس اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد قصیدہ ہذا کی ایک برکت عظیمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔
وذلك ان بعض المتعبدین علی أموال ابی الفضل التوزری الا فریقی المذكور أخذها ببلغة ذلك وكان
بغير بدینة توزر فانشأها فرأى ذلك الرجل الظالم فی فی صد تلك الليلة ترجلاً فی بیدة صریة وقال له إن
لم تردّ علی فلان أمواله ولا قتلتك بهذه الحرب فاستیقظ مذعوراً وأعاد علیه أمواله ثم قال الشیخ العلامة
تاج الدین السبکی۔

و كثير من الناس یعتقد ان هذه القصيدة مشتملة علی الاسم الاعظم وانه ما عابها احد الا استجیب
له وكننت اسمع الشیخ الوالد رحمہ اللہ اذا اصابته ازمة ینشدھا۔ طبقات ج ۸ ص ۶۰۔
قصیدہ مبارکہ مجرب لکشف الکروب یہ ہے۔ اس کے الفاظ بڑے فصیح و بلیغ و منتظم اور معانی سوز و گداز
اور عشق و محبت کے حامل ہیں۔ اہل ذوق جانتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے رُوح شوق و محبت اور ایمان کو خاص
کیف حال حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ اِشْتَدَّیْ اُزْمَةٌ تَنْقَرِجِیْ قَدْ اَذِنَ لَیْلُكَ بِالْبَلَدِ

۲۔ وظلامُ اللیلِ له مُرُجٌ حتی یفشاه ابو الشُّرُجِ

۳۔ وسحابُ الخیرِ لها مَطَرٌ فإِذَا جاءَ الْإِبْرَارُ تَبَحَّیْ

۴۔ یعنی بآبی السہر السہر الشمس۔

- ٣- وفَوَاشِدًا مَوْلَانَا جُمْلَةً
٤- ولها أَرْحُ مُنْجِي أَبَدًا
٥- وَلَرَبَّتْ مَا فاضَ المَحْيَا
٦- والخلقُ جميعاً في يَدِهِ
٧- ونُزُولُهُمْ وَطُلُوعُهُمْ
٨- وَمَعَايِشُهُمْ وَعَوَاقِبُهُمْ
٩- حِكْمًا نُسَجِّتُ بِسَيِّدٍ حَكَمَتْ
١٠- فَإِذَا اقْتَصَدَتْ ثُمَّ انْفَرَجَتْ
١١- شَهِدَتْ بِعَجَائِبِهَا مُجَجَّ
١٢- وَبِرَاضًا بِقَضَاءِ اللَّهِ حَبِيٍّ
١٣- وَإِذَا انْفَتَحَتْ أَبْوَابُ هُدًى
١٤- وَإِذَا حَاوَلْتَ نِيهَايَتَهَا
١٥- لَتَكُونَ مِنَ السَّابِقِ إِذَا
١٦- فَهَنَّاكَ الْعَيْشُ وَهَجَّتْهُ
١٧- فَهَجِ الْأَعْمَالِ إِذَا تَرَكَدَتْ
١٨- وَمَعَاصِيَ اللَّهِ سَمَاجَتُهَا
١٩- وَإِطَاعَتِهِ وَصَبَاحَتُهَا
٢٠- مَنْ يَخْطُبُ حَوْلَ الْخُلْدِ بِهَا
٢١- فَكُنِ الْمَرْضِيَّةَ لَهَا يَتَقَى
٢٢- وَاتْلُ الْقُرْآنَ بِقَلْبٍ ذِي
٢٣- وَصَلَاةُ اللَّيْلِ مَسَافَتُهَا
٢٤- وَتَأَمَّلْهَا وَمَعَانِيهَا
٢٥- وَاشْرَبْ تَسْنِيمَ مُقَجَّجِهَا
٢٦- مُدِحِ الْعَقْلِ الْأَتِينِ هُدًى
٢٧- لِسُرُوحِ الْأَنْفُسِ بِالْمُحَجِّ
٢٨- قَاتِصِدْ نَحْيَا ذَاكَ الْإِمْرَجِ
٢٩- بِبَحْرِ الْمَوْجِ مِنَ الْجُحَجِ
٣٠- فَذَوْ سَعَةٍ وَذَوْ حَرَجِ
٣١- فإِلَى دَرَكٍ وَعَلَى دَرَجِ
٣٢- لَيْسَتْ فِي الْمُنَى عَلَى عَوَاجِ
٣٣- ثُمَّ انْسَجَتْ بِالْمُنْتَسِجِ
٣٤- فَبِمُقْتَصِدٍ وَبِمُنْعَرَجِ
٣٥- قَامَتْ بِالْأَمْرِ عَلَى الْحَجِ
٣٦- فَعَلَى مُرْكُورَتِهِ فَعُجِ
٣٧- فَانْجَلْ لِحَزَائِنِهَا وَلِجِ
٣٨- فَاخْذُرْ إِذَا ذَاكَ مِنَ الْعَرَجِ
٣٩- مَا سِرَتْ إِلَى تِلْكَ الْفُرَجِ
٤٠- فَلِمُبْتَهَجٍ وَلِمُنْتَهَجِ
٤١- فَإِذَا مَا هَجَتْ إِذَا تَهَجِ
٤٢- تَزْدَانُ لِيَذَى لَطْلِقِ السَّيْحِ
٤٣- أَنْوَارُ صَبَاحٍ مُنْبِلِجِ
٤٤- يَظْفَرُ بِالْحَوَارِ وَبِالْفُجِ
٤٥- تَرْضَاهُ غَدًا وَتَكُونُ نَجِي
٤٦- حُزْنٍ وَبَصَوْتٍ فِيهِ شَجِي
٤٧- فَادْهَبْ فِيهَا بِالْقَهْمِ وَجِي
٤٨- تَأْتِي الْفِرْدَوْسَ وَتَفْرِجِ
٤٩- لَا مُنْتَزِجًا وَمُبْتَزِجِ
٥٠- وَهُوَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ هُجِي

له قال الشيخ زكريا الانصاري عجي بفتح الحاء مع فتح الجيم وكسرها، اى حقيق على كل مؤمن - له من عجز اى عجز - له قال الانصاري عجي
بالوقف بحذف الحركة والالف على لغة ربيعة اى غيباً من المكروهات - له قال الانصاري مدح العقل الاتيه هك، اى الذى اتى مامر بالطاعة

- ٢٨- وكتاب الله رياضه لغول الخلق بمندرج
 ٢٩- ونصار الخلق هدايتهم وسواهم من هنج الهمج
 ٣٠- فاذا كنت المقدام فلا تجزع في الحرب من الرج
 ٣١- واذا ابصرت منار هدى فانهز فردا فوق الشج
 ٣٢- واذا اشتاقت نفس وجدك الما بالشوت المعتكج
 ٣٣- وثنايا الحسن اضا حكة وتما الصيحتك على الفلج
 ٣٤- وغياب الاسرار اجتمعت بامانتها تحت الشرح
 ٣٥- والرفق يدوم لصاحبه والحرف يصير الى الهرج
 ٣٦- صلوات الله على المهدي الهادي الناس الى النهج
 ٣٧- و ابي بكر في سيرته و لسان مقاتله اللهج
 ٣٨- و ابي حفص و كرامته في قصته ساريت الخللج
 ٣٩- و ابي عمر ذي الثورين المستجبي المستجبي البهيج

٣٠- و ابي حسن في العلم اذا

واني بسحاب الخللج

له الرحم الغبار له قال الانصاري الشج: اى الوسط والعظم من نار الحكمة. له الفلج: تباعد منابت الاسنان وهو حسن فيها.
 له قال الانصاري: وغياب: جمع عيبة وهي وعاء من جلد تصان فيه الامتعة كالتياب. والشرح: اى عرى العياب. له قال
 الانصاري: والحرف: بفتح الحاء مصداق بضم الراء ويقال بكسرها: ضد الرفق، وبضم الحاء اسم الحاصل بالفعل.

له قال الانصاري: فقصه سارية بن حصن والحسين اوزنيم الديلمي، من ان كان يوم الجمعة يخطب بالمدينة، فراء العسكر
 بنهاوند، وجعل يصيح: يا سارية، للجبل الجبل، فصعد سارية وجند الجبل وقاتلوا الكفار فهزمهم، وكتبوا بذلك الى عمر. و
 جاءه البشير بعد شهر. و اضاف سارية الى الخللج، بضم الحاء واللام: قوم من العرب من عدوان.

له قال الانصاري: المستجبي المستجبي، بكسر ياء احدهما وفتح ياء الاخرى، لان النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسا
 بحافة بئر وهو مكشوف الفخذ، فدخل ابو بكر فلم يظف فخذ. ودخل عمر فلم يظف، ودخل عثمان فغطا. وقال: الا
 نستحي ممن استحييت منهم الملائكة... وفي نسخة: المستهدى المستجبي. وفي اخرى: المستجبي المحيى.
 بكسر ياء الاول او فتحة وفتح ياء الثاني، اشارة الى انه شهيد فهو حي بنص القرآن.

له قال الانصاري: الخللج، بضم الحاء واللام: جمع خلوج. بفتح الحاء: السحاب المتفرق، ويقال السحابة
 المنفردة الكثيرة الماء.

فرعون۔ قرآن شریف میں منکر الذکر ہے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کا یہ دعویٰ منقول ہے۔ اس کی عمر و زمانہ حکومت بہت طویل تھا۔ بحر قلزم میں اپنی افواج سمیت غرق ہوا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے کفر کی تصریح ہے۔ اسی مناسبت سے ہر بڑے کافر کو فرعون کہا جاتا ہے۔ ابوہل کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا، **هَذَا فِرْعَوْنُ هَذِهِ الْهَيْئَةُ**۔ محی الدین ابن عربی کی طرف بعض لوگ یہ نسبت کرتے ہیں کہ آپ فرعون کو مومن کہتے ہیں اور فتوحات میکہ میں ایمان فرعون کی تصریح موجود ہے۔ لیکن امام شعرانیؒ بواقیت وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ابن عربیؒ فرعون کو کافر کہتے ہیں۔ فتوحات میکہ وغیرہ متعدد کتب میں ابن عربیؒ نے فرعون کو کافر کہا ہے۔ ابن عربیؒ کے بعض دشمنوں نے آپ کو بنام کرنے کی نیت سے آپ کی کتابوں میں یہ عبارات داخل کی ہیں جن میں فرعون کے مومن ہونے کا ذکر ہے۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ فتوحات کے قدیم و صحیح نسخوں میں یہ عبارات نہیں ہیں۔

قنبل بن عبد الرحمن بن محمد بن خالد المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ قبل قراب سبعہ میں ابن کثیر کے دور ایوں میں سے ایک ہیں۔ قنبل لقب ہے نام محمد اور کنیت ابو عمر ہے۔ ابن کثیر کی قرأت آپ کے ذریعہ پہلی قبل بالواسطہ ابن کثیر کے راوی ہیں۔ آپ کی سند قرأت یہ ہے قرأ قنبل علی احمد القواس علی ابی الاحریط وحب بن واضح علی اسمعیل علی شبیل و معروف بن مشکان علی ابن کثیر۔ معجم الادباء میں یاقوت لکھتے ہیں وقنبل لقب غلب علیہ واما سبی بذلک لانہ کان یستعمل دواء یقال له قنبیل یسقی للبقر معروف عند العطارین لمض کان بہ فنیقی بذلک وقیل بل هو من قوم یقال لھم القنابلۃ من اھل مکۃ ولو کان کذلک لقیل له قنبلی اھ معجم الادباء ج ۱ ص ۱ وقیل القنبل الشدید الغلیظ۔

قنبل بہت بڑے قاری ہیں۔ آپ کا قرأت میں بڑا حلقہ تھا جس میں لوگ شریک ہوتے تھے۔ وفات سے دس سال قبل تدریس قرأت ترک کر دی تھی۔ قنبل مکہ مکرمہ میں محکمہ پولیس کے سربراہ تھے۔ اُس زمانے میں اس محکمہ کے لیے لازم تھا کہ اس کا سربراہ بڑا عالم و فاضل ہوتا کہ اس کی ذمہ داری مطابق شرع ادا کی جاسکے۔ اخیر عمر میں کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی قرأت میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا۔ ابن مجاہد نے آپ سے اجراء قرأت کے ساتھ کچھ قرآن اخیر عمر میں پڑھا تھا۔ ابن شبنو نے بھی آپ سے اخذ قرأت کیا۔ یاقوت لکھتے ہیں۔ واما ابن شبنو فانہ جاور سنتین بمکۃ وقرأ علیہ ختمین اھ۔ ابن شبنو اس بات سے منکر ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے کچھ پڑھا ہو۔ ابن مجاہد کہتے تھے قرأت القرآن علیہ۔ علماء و مؤرخین کہتے ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے ضرور قرآن پڑھا ہے البتہ سارا قرآن نہیں پڑھا۔ قنبل کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی۔

قطرب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث اللہ وحروف مقطعات کے وسط میں مذکور ہیں۔ ہو محمد بن المستنیر ابو علی النحوی الغوی البصری المعروف بقطرب رحمہ اللہ۔ قطرب مشہور امام نحو ہیں سیبویہ کا تلمیذ ہے۔ مدت تک سیبویہ کی صحبت میں رہا۔ حرص علم وشوق نحو کے باعث آپ پڑھنے اور استاد کی خدمت کی غرض سے فخر سے پہلے جب تاریکی چھائی ہوئی ہوتی تھی سیبویہ کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے تھے جب سیبویہ باہر نکل کر دروازے پر انھیں کھڑا دیکھتے تو فرماتے تھے ما انت الا قطرب اسی سے ان کا لقب قطرب مشہور ہو گیا۔ قطرب عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی نظامی تھا۔ نظام معتزلی سے عقائد مذہب لیے۔ ابوالفحجی کی اولاد کے مؤرب و معلم تھے۔ عیسیٰ بن عمر سے بھی سے اخذ علوم کیا۔ قطرب ضعیف الروایت تھے یعنی ثقہ نہ تھے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کذب عنہ قطرا ثم تبیت انہ یکذب فی اللغة فلم اذکر عنہ شیئاً، کذا فی البغیۃ ص ۱۸۰۔

ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں المثلث۔ النوادر۔ الصفات۔ الاصوات۔ العلل فی النحو۔ الاضداد۔ الهمز۔ خلق الانسان۔ خلق الفرس۔ اعراب القرآن۔ المصنف الغریب فی اللغة۔ مجاز القرآن وغیرہ۔ یہ دو شعر آپ کی طرف منسوب ہیں۔

اَکُنْتُ لَسْتُ مَعِ فَا لَذَکَ مِنْکَ مَعِ یَراک قلبی وَاَنْ غَیْبَتَ عَنْ بَصْرِی
فَالْعَیْنُ تَبْصِرُ مَنْ تَهْوَى وَتَفْقِدُ وَنَاطِرُ الْقَلْبِ لَا یَخْلُو مِنْ النِّظَرِ

سال وفات ۱۷۲ھ ہے۔

قطرب کے احوال کی تفصیل وفيات الاعیان لابن خلکان ج ۴ ص ۳۱۲۔ کتاب نور القبس، ص ۴۷۱۔ انباء الرواة ج ۳ ص ۲۱۹ میں درج ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وكان حريصاً على الاشتغال والتعلم وكان يبيكر الى سيبويه قبل حضور احد من التلاميذ فقال له يوماً ما انت الا قطرب ليل بقي قلب هذا القلب وقطرب اسم دويبة لا تزال تدب ولا تقترت انتهي۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت ولا تبأشرهن وانتم عاكفون فی المساجد کے بیان میں مذکور ہیں۔ هو قتادة بن دعامة بن قنادة بن عزيز ابو الخطاب السدوسي البصري رحمہ اللہ عزوجل ولد اکمہ۔ حضرت قتادہ محدث کبیر حافظ الحدیث مفسر القرآن و امام عظیم الشان و کثیر العبادۃ تابعی ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ روایت حدیث کرتے ہیں انس بن مالک و عبد اللہ بن سرجس و ابو الطفیل و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم و سعید بن المسیب و مکرمہ و حسن بصری و ابن سیرین و عطاء بن ابی رباح و ابو عثمان نہدی و شعبی وغیرہ رحمہم اللہ۔ اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی و سلیمان

تیمی وشعبہ وسعد و ہشام و ستوائی و معمر و سعید بن ابی عروبہ و امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

قتادہ حصول علم کے بڑے حریص اور قوی حافظہ والے تھے۔ عن معمر بن قتادہ انہ اقام عند سعید ابن المسیب ثمانینہ ایام فقال له فی الیوم الثامن اسر تخل یا اعمی فقد آنزفتی۔ وعن عمر بن عبد اللہ قال لما قدم قتادہ علی سعید بن المسیب فجعل یسأله ایاماً واكثر فقال له سید کل ما سألتنی عند تحفظہ ؟ قال نعم سألتک عن کذا فقلت فیہ کذا وسألتک عن کذا فقلت فیہ کذا وقال فیہ الحسن کذا حتی سرده علیہ حدیثاً کثیراً فقال سعید ما کنْتُ اظنُّ ان الله خلق مثلاً۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۵۲۔ حافظ ابو نعیم حلیہ میں لکھتے ہیں قال بکون عبد الله المزی من اشراد ان ينظر الى احفظ اهل زمانه فلي نظر الى قتادة فما ادرى كذا الذي هو احفظ منه وعن ابی عوانہ عن قتادہ قال لزممت سعید بن المسیب اسر بعد ایام یحدثنی فقال یوماً لست تكتب فهل یصیر فی یدك شیء مما احدثتک به ؟ قلت لہ ان شئت حدثتک بما حدثتنی بہ قال فاعدتها علیہ قال فبقی ينظر الی و یقول انت اهل ان تُحدث فسل فاقبلت اسأله وکان قتادہ یقول ما سمعت اذ نای شیئاً قط الا وعاءہ قلبی وعن معمر جاء رجل الی ابن سیرین فقال رأیت فی المنام کأن حمامة التقمت لؤلؤة فقد فتها سواء فقال ذاك فتا ما رأیت احفظ من قتادة وعن مطر قال کان قتادة فارس العلم۔

قتادہ اہل بدعت کے بہت مخالف تھے اور برسر عام ان کی مذمت کرتے تھے۔ فعن عاصم الاحول قال جلست الى قتادة فذكر عمر بن عبد قوقع فيه نال منه فقلت له يا ابا الخطاب ألا ارى العلماء يقع بعضهم في بعض فقال يا أجيول ألا تدري ان الرجل اذا ابتدع بدعة فينبغي لها ان تذكر حتى يجرد۔ وقال مطر كان قتادة عبد العلم وما زال قتادة متعلماً حتماً وکان قتادہ یقول یستحب ان لا تقر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا علی طہارة ویقول فی قوله تعالى انما یخشی الله من عباده العلماء کان یقال کفی بالرهبة علماً وکان یقول یا ابن آدم لا تعتبر الناس باموالهم ولا اولادهم ولكن اعتبرهم بالايمان العمل الصالح اذا رأیت عبداً صالحاً یعمل فیما بینہ و بین الله خیر افعی ذلك فاسارخ وفي ذلك فنافس ما استطعت الیه قوة ولا قوة الا بالله ان الذنب الصغیر یجمع المثلہ علی صاحب حتی یمکک ولعمری ان العلم ان اھیبکم للصغیر من الذنب او سرکم للکبیر۔

وكان قتادة يقول علیکم بالوفاء بالعهد لا تقضوا هذه الموائق فان الله قد نهي عن ذلك قدم فیہ شد التقید وذكرہ فی بضع وعشرين آية نصیحة لکم وتقدم علیکم وحی علیکم قال الله ولنسكنکم الارض من بعدکم۔ وعدم الله النصر فی الدنیا والجنۃ فی الآخرة فیز الله من یسکھما من عبادة فقال۔ ذاك لمن خاف مقام خوف وعید۔ وقال لمن خاف مقام ربہ جنتان۔ وکان قتادہ یقول قلما ساء لیل (ای فی العبادة) منافق۔

آپ سے مروی ہے۔ علیہ السلام میں آپ کا طویل ترجمہ مذکور ہے۔ کعب فرماتے ہیں اذ اشتكى الى الله عباده الفقراء الحاجة قيل لهم ابشروا ولا تحزنوا فانكم سادة الاغنياء والسابقون الى الجنة يوم القيامة۔ کعب فرمایا کرتے تھے كانت الانبياء عليهم السلام بالفقير البلاء اشتد فرحاً منهم بالرحاء وكان البلاء عليهم مضجعاً حتى ان كان احدهم ليقتله القمل فاذا ارى رحاء طن انما قد اصاب ذنباً۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہمیشہ امور آخرت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے موت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ یا امیر المؤمنین غصنٌ كثير الشوك يدخل في جوف الرجل فتأخذ كل شوكة بعرق يجذب به ساجل شديد الجذب فاخذ ما اخذ وابقى ما ابقى۔ کعب فرمایا کرتے تھے ما استقر لعبد شئ في الارض حتى يستقر في السماء۔ ويقول كعب لوددت اني كبش اهلي فاخذوني۔ فذبحوني فاكلوا واطعموا اضيافهم۔ کعب فرماتے ہیں انيروا بيوئكم بدكر الله واجعلوا في بيوتكم حظاً من صلواتكم فالذي نفس كعب بيده انهم لمستمون على افواه وانهم لمعرفون في اهل السماء فلان بن فلان يعمر بيته بذكر الله۔ نیز فرماتے تھے قللة النطق حكمة فعليكم بالصمت فانه رعة حسنة وقلة وزر وخفة من الذنوب فاحسنوا باب الحلم فان باب الصمت والصبر فالله تعالى يفيض الضحك من غير عجب والمساء الى غير ارب نیز فرماتے تھے وجدت في التوراة من خرج من عينه مثل الذباب من الدمع من خشية الله امنه الله من عذاب جهنم۔

نیز فرماتے ہیں طلب العلم مع السمات الحسن والعمل الصالح جزء من النبوة۔ وقال ايضا طالب العلم كالغادي والرايح في سبيل الله۔ وكان يقول من حسن صوته بالقرآن في دار الدنيا اعطاه الله في الجنة قبة من لؤلؤة فيعطيه الله من حسن الصوت في الجنة ما يزور اهل الجنة فيسمعون اليه۔ وكان يقول ما من اربعين رجلاً يديون ايدىهم الى الله يسألونه لا يسألونه ظلاً ولا مظيعة رحيم الا اعطاهم الله ما سألوه۔ وكان يقول فاتحة التوراة فاتحة الانعام وخاتمة التوراة خاتمة سورة هود وكان يقول اذا خرج الرجل من بيته فقال بسم الله ولا حول ولا قوة الا بالله توكلت على الله فيل له هديت وحفظت وكفيت قال اذا خرج استقبله الشيطان قال فيقول لا سبيل لكم على هذا وقد هدى وحفظ وكفى فالتمسوا غيره فيصدعون عنه۔ وكان يقول قبر اسماعيل عليه السلام بين المقام والركن وزفره وكان يقول ما خرج رجل في طلب العلم الا همزه الله السموات والارض رزقه۔ کعب نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں جہاد پر جاتے ہوئے ۳۳۰ میں وفات پائی شہر حص میں مدفون ہیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت فمن كان منكم مريضاً او به اذى من رأسه الآية کے تحت مذکور ہیں۔ ہو کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی القضاعی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ۔ اور بقول امام واقدی آپ انصاری ہیں۔ امام بخاری نے بھی آپ پر انصاری کا اطلاق کیا ہے۔ وقال مدنی له صحبة۔ آپ

متاخر الاسلام میں۔ بیعت الرضوان میں موجود تھے۔ آپ سے ۴۷، احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور دو پر مسلم منفرد ہیں۔ بعض منازعی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کے بارے میں آیت قَدْ يَتَمَنَّاهُ مِنْ صِيَامِهِ أَوْ صَدَقَتِهِ وَأَوَّلُ مَا نَزَلَ هُوَ بِمَا ذَكَرْنَا الْبِضَاوَى رَمَى الطَّبْرَانِي عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ قَالَ آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَرَأَيْتُهُ مُتَغَيِّرًا فَذَهَبْتُ فَادَا يَجُوعُ يَ يَسْقِي أِبْلًا لَهُ فَسَقَيْتُ عَلَى كُلِّ دَلْوٍ بِمِثْرَةٍ فَجَعَلْتُ تَمْرًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - للحديث -

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۳۵ھ یا ۱۳۶ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

کسائی القاری النخوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ہو علی بن حمزہ بن عبد اللہ الامام ابو الحسن الکسائیؒ۔ امام کسائی لغت و نحو و عربیت میں کوفین کے امام اور سب سے زیادہ قراء میں سے ایک قاری ہیں۔ کسائی کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو ابن خلکان نے ذکر کی ہے قال انه دخل الكوفة وجاء الى حمزة بن حبيب الزيات وهو ملتقى بكساء فقال حمزة من يقرأ؟ فقبل له صاحب الكساء فبقی علیہ وقيل بل أحمر في كساء فنبئت اليه۔ وقيل سبب ذلك انه كان يحضر مجلس حمزة بالليل ملتقى كساء۔ کسائی دراصل کوفی ہیں بعدہ بغداد میں رہائش اختیار کی۔

آپ نے قرأت حمزہ زیات سے مائل کی چار مرتبہ ان سے سارا قرآن اجراء قرأت کے ساتھ پڑھا۔ نیز قرأت محمد بن عبد الرحمن بن ابی ملی و عیسیٰ بن عمرو و عائش و ابو بکر بن عباس سے بھی پڑھی ان سے علم حدیث بھی پڑھا اسی طرح علم حدیث سلیمان بن ارقم و جعفر صادق و ابن عیینہ سے بھی پڑھا۔ پھر بصرہ تشریف لے گئے اور غلیل سے اخذ کیا۔ غلیل سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا۔ انہوں نے کہا عرب کے صحراء و بوادی نجد و تہامہ کے باشندوں سے میں نے یہ علم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ کسائی بھی وہاں میں اخذ علم عربیت کے لیے جانے لگے۔ حجاز گئے اور ایک مدت تک بوادی میں گھومتے رہے حتیٰ حاصل ماذکرانہ آفقی علیہ خمس عشرة قنینه من الخبر غیر محفوظ۔ واپسی پر صدر علماء بن کر یونس بن حبيب وغیرہ سے مناظرے شروع کیے۔ واختار لنفسه قراءة مجملته عنه وعرفته به كذا في تهذيب ج ۷، ص ۳۱۳۔

اپنے زمانے میں کسائی بڑے ذوجاہ و ذومقام عالی تھے۔ امام شافعیؒ نے آپ کی تعریف کرتے تھے۔ ابن الانباریؒ فرماتے ہیں کان أعلم الناس بالعلوم العربیة والقراءات وكانوا يكثرُونَ عليه في القراءات فجمعهم وجلس علی کرسی وتلا القرآن من آوله الى آخره وهم يستمعون ويضبطون عنه حتى الوقف والابتداء وقال إسحاق بن ابراهيم سمعته يقرأ القرآن مرتين وقال خلف بن هشام كنت احضر قراءته والناس ينقطون مصاحفهم علی قراءته۔ امام کسائی کے ترجمہ و احوال کے لیے دیکھیے کتاب انباء الرواة ج ۳ ص ۲۵۶ و کتاب نور القبس ص ۲۸۳ و بغية الوعاة ص ۳۳۶۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں تعلم النحو علی کبر وسببه انه جاء الى قوم وقد أعيا فقال قد عيت

فقالوا له تجالسنا وانت تلحن قال وكيف لحنت قالوا ان كنت امرت من انقطاع الحيلة فقل عبيت وان امرت من التعب فقل اعبيت فانك من هذه الكلمة وقام من فوراً وسأل عنك يعلم الغوفأرشد الى معاذ الهراء فلزم حتى انقعد ما عنده ثم خرج الى البصرة فلقى للخليل وجلس في خلقت فقال لرجل من الاعراب تركت اسد الكوفة وتقيماً وعندها الفصاحة وجئت الى البصرة فقال للخليل من اين اخذت عليك هذا فقال من بوادي الحجاز ونجد و تمامة فخرج ثم ذكر ما قد مناد كره قال فقدم البصرة فوجد للخليل قدماء وفي موضع يونس فخرجت بينهما مسائل اقرل فيها يونس وصدده في موضع اھ بتصرف - امام كسائي اولاً حضرت حمزة کی قرارت پڑھتے تھے بعدہ ایک اور قرارت اپنے لیے منتخب کی۔ آپ ہارون رشید کے بیٹے امین کے معلم و مودب تھے۔

وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۹۶ پر ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون کی مجلس میں ایک مرتبہ کسائی و امام محمد حنفی جمع ہوئے فقال الكسائي من تبحر في علم تهدي الى جميع العلوم فقال له محمد ما تقول فيمن سها في سجد السهو هل يسجد مرة أخرى؟ قال الكسائي لا قال لماذا؟ قال لان الحاجة تقول التصغير لا يصغر فقال محمد فما تقول في تعليق الطلاق بالملك قال لا يصح قال لم؟ قال لان السيل لا يسبق المطر اھ - قال العبد الضعيف محمد موسى اصاب الكسائي في الجواب الاول واخطا في الثاني وما ذكر من المثال ايضاً خطأ لانه مثال لا يقع الطلاق قبل الملك فصحة ان يقال لا يصح هذا الايقاع قبل الملك لان السيل لا يسبق المطر واما تعليق الطلاق بالملك فيصح عندنا كما يصح ان يسبق تعليق السيل بالمطر بان يقال لوجاء المطر جاء السيل ولهذا في الفوغي غير احد من الامثال هذا - تاريخ بغداد میں ہے کہ یہ قصہ امام محمد حنفی و فرارنجوی کے مابین واقع ہوا تھا۔ یہ دونوں خال زاد بھائی تھے۔ دیکھیے تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۵۱۔

امام یزید مودب مأمون و کسائی کے مابین کئی مسائل میں مناظرے ہوئے۔ سیبویہ و کسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کا ذکر ترجمہ سیبویہ میں مذکور ہے۔ کسائی و امام محمد حنفی ہارون رشید کے ساتھ شہر تے گئے۔ اسی شہر میں دونوں کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی۔ سال وفات میں متعدد اقوال میں عند البعض ۱۸۹ھ اور عند البعض ۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ ہے۔ و يقال ان الرشيد كان يقول دفنت الفقه والعربية بالري وقال ابن الجوزي في شذوهر العقق توفي الكسائي بزنبق يه قرية من قرى الري اھ وقال السمعاني وقيل مات بطوس ۲۸۲ھ او ۳۸۲ھ وقال سلمة بن عاصم مثله وقيل ۳۸۲ھ كذا في التهذيب ج ۳، ۳۸۳ھ - کسائی فارسی الاصل ہیں اور تتبع تابعی ہیں۔

فائدہ۔ کسائی کی قرارت کا ناخذ زیادہ تر قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ لکن قریباً علی عیسیٰ بن عمر علی طلحة بن مصرف علی الخنقی علی علقمہ علی ابن مسعود علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

فائدہ۔ قرارت کسائی رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ قال ابن حجر روى عنه القلاء، ابوعمر الدردی و

ابو الحارث اللیث بن خالد ونصیر بن یوسف و قتیبة بن مهران و احمد بن سراج و ابو عبید و یحیی الفراء و خلف بن هشام و غیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ و مرثد و اعنہ الحدیث۔ اھ۔ منکر مشہور و معروف عند القراء و العلماء دو روای میں آئل ابو الحارث اللیث بن خالد۔ دوم ابو عمر حفص ازدی نحوی مشہور بہ دوری رحمہ اللہ۔ حفص دوری قاری ابو عمر و بن العلاء کے راوی بھی ہیں۔

لیث بن خالد المرزوی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت لیث قاری امام ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی احد القراء السبعة کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دو سکر راوی ابو عمر حفص دوری ہیں۔ لیث بہت بڑے قاری عابد ورع متقی و شیخ القراء تھے۔ لیث موصوف کی کنیت ابو الحارث ہے۔ حدیث اللیث عن یحیی بن المبارک الیزیدی عن ابی عمر عن الحسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القرآن غنی لا فقر بعدا ولا غنی دونہ۔ لیث مذکور کی وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی۔ کذا فی التہذیب لابن حجر وغیرہ۔

مرثد رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تتکوا المشرکین حتی یؤمن کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ہو مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہما۔ مرثد و ابو مرثد دونوں صحابی ہیں۔ ابو مرثد کا نام کناز بن حصن ہے۔ مہاجرین میں سے ہیں اور دونوں بدری ہیں۔ مرثد اور اوس بن صامت کے مابین نبی علیہ السلام نے موافقا قائم فرمائی تھی اوس مشہور صحابی عبادۃ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ استیعاب میں ہے قبل مرثد یوم الحجج شہیداً آقرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریۃ التي وجہہا معہ الممکتہ وذلك فی صفر علی رأس ستہ و ثلاثین شہراً من الهجرة وزعم ابن اسحق ان مرثد بن ابی مرثد آقرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تلك السریۃ التي بعث فیہا عاصم بن ثابت الی غضل والقارة و بنی لحیان وذلك فی آخر سنة ثلاث من الهجرة وكانوا سبعة منهم مرثد هذا وهو كان الامیر علیہم فیما ذکر ابن اسحق و ذکر معمر بن ابن شہاب ان امیرہم كان عاصم بن ثابت فقتل مرثد و عاصم و غیرہما من الرفقاء بعد ما قاتلوا و أسر نجیب عبد اللہ وزید۔ و مرثی ان مرثد بن ابی مرثد كان یحمل الاسری من مکة حتی یأتی بهم المدينة وكان بمكة بقی

اسمها عنان وكانت صدیقة له قبل الاسلام وكان وعد رجلا ان یحمل من اسرای مکة قال فخرجت حتی انتهیت الی حائط من حیطان مکة فی لیلۃ فقرأت فجاأت عنان فابصرت سواد ظلی بجانب الحائط فلمّا انتهت الی عرفتی فقالت مرثد؟ قلت مرثد قالت مرحباً و اهلکھم فبت عندنا اللیلۃ قال قلبت یاعنان ان اللہ حرّم الزنا قالت یا اهل الخبا، هذا الذی یحمل الاسری قال فاتبعنی ثمانیۃ رجال و سلکتم الخند منہ حتی انتهیت الی کھف فدخلته وجاء و احتی قاموا علی رأسی و أعماهم اللہ عنی ثم رجعوا و رجعت الی صا حی فجلتہ حتی قد مت المدينة فایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انکم عنان فامسک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت هذه الاحیة الزانی لا یتکم الا زانیۃ او مشرکۃ الا یتکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیٰ وقال لا تنكحها۔

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔ امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے حلیل القدر شاگرد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن قرقاد الشیبانی۔ آپ کا نانا ذہان دراصل ملک شام کا رہنے والا ہے۔ آپ کے والد عراق میں تشریف لائے تو شہر واسط میں امام محمد پیدا ہوئے پھر کوفہ میں پلے اور بڑھے۔ پھر حدیث کی طلب شروع کی اور امام مالکؒ و مسعرؒ و اوزاعیؒ و ابوحنیفہؒ و سفیان ثوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور ابوحنیفہؒ کی صحبت میں مدت طویل تک رہے یہاں تک کہ آپ ترجمان فقہ حنفی ہوئے۔ آپ سے امام شافعیؒ و ابوحنیفہ کبیر احمد بن حنبلؒ و ابویسلمان جوزجانیؒ و موسیٰ رازیؒ و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم و یحییٰ بن ابان وغیرہ نے علوم حاصل کئے۔

امام صیمری متوفی ۳۲۶ھ کتاب اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ میں مندرجہ پر لکھتے ہیں محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفہ مولیٰ لبسی شیبان و کان موصوفاً بالکمال و کانت منزلتہ فی کثرة الراۃ والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلةً رفیعةً یُعظَّمُ اصحابہ جدّاً۔ قدم بغداد فسمع۔ و اخرجه هارون الرشید فولاہ القضاء بالرقة ثم عزله و قدم و نزل فی ناحية باب الشام۔

ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ہم علماء امام محمدؒ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون رشید آئے تو ان کے بیٹے امام محمدؒ کے سوا سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ امام محمدؒ بیٹھے رہے۔ اس مجمع میں امام محمدؒ کے چند مخالفین بھی تھے مثلاً امام حسن بن زیاد تمیزی امام ابوحنیفہؒ وغیرہ۔ وہ خوش تھے کہ آج خلیفہ امام محمدؒ کو سزا دیں گے۔ خلیفہ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے امام محمدؒ کو اندر بلایا تو امام محمدؒ کے تلامذہ و معتقدین غلگین ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمدؒ خوش و خرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ فرمایا میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عام خدام کھڑے ہوئے اور آپ نے مجھے علم کی وجہ سے امتیازی مقام دیا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے دیے ہوئے بلند مرتبہ سے نکل کر عام خدام کے طبقہ میں داخل ہو جاؤں۔ امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں کوھت ان اخرج عن طبقة الذین جعلت فیہم انک اھلئنی للعلم و کرھت ان اخرج من ذالی طبقة للحد من الذی ہی خارجة منه و ان ابن عمک صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یمثل لہ قیاماً فلیتوب و أمقعدہ من المائر انما اراد بن لك العلماء ممن قام بحق الحدیث و اعزاز الملک فهو هیبة للعدو و من قعد فلا تباع السنة التی منکم أخذت و هو دینکم۔ قال صدقت یا محمد۔ انتھی۔

اہل دنیا و متکبرین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح امام محمدؒ نے ہارون رشید کے ساتھ کیا۔ لیکن علماء و صالحین و والدین و شیوخ علم کے لیے قیام کرنا مذہب و سنت ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انصار کو اپنے

سید سعد بن معاذ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا قوموا السیدکم اوالی سیدکم۔ امام نوویؒ وغیرہ نے لکھا ہے سلف کا عمل اساتذہ و صالحین کے لیے قیام کا ہے جو طالب علم اساتذہ کے لیے قیام نہ کرے وہ سخت بے ادب ہے اور بے ادب برکاتِ علم سے محروم رہتا ہے۔

امام محمدؒ ائمہ بکتاب اللہ۔ عربیت و نحو و لغت و حساب و فقہ میں امام تھے۔ آپ کی تصانیف کے ذریعہ علم ابو حنیفہ ظاہر ہوا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ فقہ و علوم حدیث وغیرہ میں آپ کی تصانیف تین سو سے زیادہ ہیں۔ درمختار کے اوائل میں ہے کہ امام محمد کی تصانیف کی تعداد ۹۹۹ ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ آپ کے عقد نکاح میں تھیں۔ امام شافعیؒ کے والد کے بعد امام محمد سے والدہ شافعی کا نکاح ہوا تھا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے امام شافعیؒ نے امام محمد کی کتابوں اور فقہ ابو حنیفہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور ان کتب کی برکت سے امام شافعیؒ فقیہ ہوئے۔ درمختار علی ہامش الشامیؒ میں ہے وقد ظہر علمہ بتصانیفہ کالجامعین و المبسوط و الزیادات و النوادر حتی قيل انہ صنف فی العلوم الدینیۃ تسع مائتہ و تسعة و تسعین کتاباً و من تلامذتہ الشافعی و تزوج باُم الشافعی و فوّض الیہ کتبہ و مالم فی سببہ صابر الشافعی فقیہاً و لقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفہ فان المعانی قد تبسّرت لهم و اللہ ما صرّت فقیہاً الا بکتب محمد بن الحسن۔ انتہی۔ امام شافعیؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ ان کتابوں کے طفیل میری فقاہت و استخراج مسائل و فقیہ میں اضافہ ہوا۔ مطلب نہیں کہ نفس فقاہت ان کتابوں کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ امام شافعیؒ بغداد آنے سے قبل ہی فقیہ و مجتہد ہو چکے تھے۔

شامیؒ میں ہے وروی عن الشافعی انہ قال ایضاً حملت من علم محمد بن الحسن و قرع بعیر کتباً و قال من الناس علی فی الفقہ محمد بن الحسن۔ امام صیمریؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن حرملة قال سمعت الشافعیؒ یقول ما رأیت احداً قط اذ انکلم رأیت القرآن نزل بلغته الا محمد بن الحسن۔ فانتہ کان اذا انکلم رأیت القرآن نزل بلغته و لقد کتبت عنہ حمل بعیر ذکر۔ قال الشافعی و انما قلت ذکر لانتہ بلغنی انہ یحمل اکثر مما یحمل الاثنی و قال الشافعی ما رأیت رجلاً اعلم بالحلال و الحرام و العلل و النایخ و المنسوخ من محمد بن الحسن۔ و کان الشافعی یقول لو انصف الفقہاء لعلموا انہم لم یروا مثل محمد بن الحسن۔ ما جالست فقیہاً قط افقہ منہ و لا فتی لسان بالفقہ مثله لقد کان یحسن من الفقہ و اسبابہ شیناً یجوز عنہ الا کابر۔

امام شافعیؒ کی ان عبارات سے امام محمدؒ کی توثیق ثابت ہوئی۔ محدثین کبار امام محمدؒ کی توثیق کرتے ہیں۔ اگر آپ ثقہ نہ ہوتے تو امام شافعیؒ آپ کے علوم پر اعتقاد نہ کرتے۔ امام احمدؒ و یحییٰ بن معینؒ بھی آپ کی توثیق کرتے تھے امام صیمریؒ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۵ پر ذکر کرتے ہیں عن عباس الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول کتبت

الجامع الصغير عن محمد بن الحسن وعن ابراهيم الحولي قال سألت احمد بن حنبل قلت هذه المسائل الدقائق من
انك قال من كتب محمد بن الحسن -

امام محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے والد سے بطور وراثت تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار
میں نے علوم عربیت، نحو و شعر کے حصول میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل پر خرچ کیے۔
ہارون رشید نے آخر میں امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور شہر کے کی طرف سفر میں آپ کو اپنے ساتھ
رکھا اور شہر کے میں امام محمدؒ اور امام کاسیؒ نے ایک ہی دن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ فقال
ہاشم بن الرشید دفنت الفقه والنحو بالری فی یوم واحد -

ابو جراح قاضی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ رب تعالیٰ نے
آپ کے ساتھ کیسے معاملہ فرمایا امام محمدؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل فرما دیا۔ وقال لی لم أصیرک
وعاء للعلم وانا اسید ان اعدی بک - قال قلت فابو یوسف؟ قال ذاک فوقی اوفوقنا بدلیجۃ - قال قدت
فابو حنیفہ قال ذاک فی اعلیٰ علیین - امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ کما فی تہذیب الاسماء للنووی وغیرہ
معقل بن یسار رضی اللہ عنہ - آیت فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجہن میں آپ مذکور ہیں
ہو معقل بن یسار بن عبد اللہ بن معمر المزنی الصحابی رضی اللہ عنہ معقل کی کنیت ابو علی تھی وقیل کنیتہ
ابو عبد اللہ وقیل ابو یسار - حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ بیعت رضوان میں موجود تھے۔ آخر زمانے میں بصرہ
میں مقیم ہوئے اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ بصرہ کے بڑے دولتمندوں میں آپ شمار ہوتے تھے۔ یونس بن عبید کا
قول ہے ما کان بالبصرة احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھنا من معقل بن یسار مرض وفات
میں گورنر عبید اللہ بن زیاد آپ کی عبادت کے لیے آیا تو آپ نے اسے وہ حدیث سنائی جس میں ظالم حاکم کی مذمت
مذکور ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی کنیت ابو علی نہیں
تھی۔ مگر احمد بن عبد اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ابو علی تھی۔ اسی طرح حاکم
نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی تھی۔ بصرہ میں مشہور نہر معقل نامی آپ کی طرف منسوب ہے
اسی طرح بصرہ میں تمر معقلی بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ معقل بن یسارؒ سے ۳۴۷ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک
حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک میں امام بخاری منفرد اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ مری معقل بن یسار رضی اللہ عنہ
اقر علیٰ مونا کہ لیس رۃ اہل اود و ابن ماجہ وغنہ قال لقد رأی شی یوم الشجرة والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
یبايع الناس وانا رفیع غصنا من اعضانہا من رأیہ ونحن اربع عشر مائۃ ولم نبایعہ علی الموت ولكن
بایعناہ علی ان لا نفر - رۃ مسلم - معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں آخر خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں

اور بعض کے نزدیک خلافت یزید میں ہوئی۔

معاذ رضی اللہ عنہ - آیت یسئلونک عن الہیکلۃ قل ہی مواقیت میں مذکور ہیں۔ ہوا ابو عبد الرحمن معاذ بن جبل بن عمر بن اوس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذؓ فقیر و فاضل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیوت عقبہ ثانیہ میں۔ صحابہ انصار کے ساتھ تھے۔ بڑی ہیں اور تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام نے ابن مسعودؓ اور آپ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی آپ سے ۱۵ حدیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ جنگ بدر کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ آپ نہایت جمیل حسین، عاقل، صاحب علم و علم و حیا و سخا تھے۔ مستجاب الدعاء تھے۔ فعن ابن کعب بن مالک کان معاذ شاباً جمیلاً سحاً لا یسأل اللہ شیئاً الا اعطاه۔

وعن انس قال جمع القرآن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ کلہم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابوزید۔ مرآۃ الباری ومسلم۔ نبی علیہ السلام نے معاذؓ کے بارے میں فرمایا اعلیٰہم بالحلال والحرام معاذ بن جبل و افضلہم زید بن ثابت۔ وری ابو داؤد والنسائی عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدہ وقال یا معاذ واللہ انی لاجبتک وقال اوصیک یا معاذ لا تدع فی دبر کل صلاۃ تقول اللہم اعینی علی ذکرک وشکوک وحسن عبادتک۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اُن چھ صحابہ میں سے ہیں جو نبی علیہ السلام کی حیات میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں تین مہاجر ہیں یعنی عمر و عثمان و علی اور تین انصار ہیں یعنی ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا قمعاذ یوم القیامۃ امام الناس برتوۃ کذا فی الاصابۃ فی تہذیب السماء ج۱ اصلاً امام العلماء یوم القیامۃ برتوۃ اور توتین۔ الرتوۃ رتوۃ للبحر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

آپ کی وفات کا سبب طاعون تھا۔ ملک شام میں طاعون میں مبتلا ہو کر شام میں وفات پائی۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ جب شام میں طاعون پھیلا تو معاذؓ نے دعا مانگی کہ میرے خاندان کو بھی طاعون کا کچھ حصہ مل جائے۔ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں ولما وقع الطاعون بالشام قال معاذ اللہم ادخل علی آل معاذ نصیباً من هذا فطعنوا لہ امرأتان فماتتا ثم طعن ابنہ عبد الرحمن فمات ثم طعن معاذ فحصل یغشی علیہ فاذا افاق قال رب غنی عنک فوغرتک انک لتعلم انی احبک ثم یغشی علیہ فاذا افاق قال مثله ولما حضرته الوفاۃ قال مرحباً بالموت مرحباً زائر حبیب جاء علی فاقۃ اللہم انک تعلم انک کنت اخافک وانا الیوم اسرجو انی لم اکن احب الدنیا وطول البقاء فیہا لکری الا ہمار لا لغرس الاشجار لکن لظما لہوا جبر و مکابدة الساعات ومراحمۃ العلماء بالربک عند خلق الذکر۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فقلنا لهم کونوا قردة کی شرح میں مذکور ہیں۔ ہو مجاہد بن جبر و یقال ابن جبریر بالتصغیر بدل ابن جبر المکی الخزومی۔ مجاہد تابعی ہیں۔ آپ امام حلیل و مفسر کبیر تھے آپ کی امامت و جلالت متفق علیہ ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تہذیب الاسامیج اص ۳۸ پر لکھتے ہیں و اتفق العلماء علو امامتہ و جلالتہ و توثیقہ و هو امام فی الفقہ و التفسیر و الحدیث اھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخصوص تلمیذ ہیں آپ نے ابن عمر و جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عمرو و ابو ہریرہ و عائشہ و غیر ہم رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور آپ سے طاووس و عکرمہ و اعش و منصور و حماد بن ابی سلیمان و ایوب سختیانی و غیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا ہے۔

حضرت خسیفؓ فرماتے ہیں کان اعلمہم بالتفسیر مجاہد وقال ابو حاتم لم یسمع من عائشة وقال مجاہد عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرة۔ کذا ذکر النووی۔ حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے اقوال و احوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ وعن ابان بن صالح عن مجاہد قال عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاث عرضات اتفقہ علی کل آیۃ اسأله فیما نزلت و کیف كانت؟ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۷۷ مجاہد فرمایا کرتے تھے الفقہ من یخاف اللہ تعالیٰ۔ نیز فرماتے تھے ان العبد اذا أقبل علی اللہ بقلبه أقبل اللہ عز و جل بقلوب المؤمنین الیہ۔ آیت سیماهم فی وجہہم کے معنی مجاہد کے نزدیک خشوع فی الصلاۃ ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے ما من میت یموت الا تعرض علیہ اهل مجلسہ ان کان من اهل الذکر فمن اهل الذکر وان کان من اهل اللہ فمن اهل اللہ۔ نیز فرمایا کرتے تھے لابن آدم جلساء من الملائکۃ فاذا ذکر الرجل المسلم اخاه بخیر قالت الملائکۃ ولک مثله و اذا ذکر بسوء قالت الملائکۃ یا ابن آدم المستور عن ربک انزع علی نفسك و احمد اللہ الذی ستر علیک۔ نیز فرماتے ہیں قال ابلیس ان یخیرنی ابن آدم فلین یخیرنی مثلاً خصال اخذ مال بغير حقہ و اضاعه انفاقہ فی غیر حقہ و منعہ عن حقہ۔ نیز فرماتے ہیں کہ بعد ایک فرشتہ ہے جو گرج و کرک کے بادل کو چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندے کی نیکی اور صلاح کی برکت سے اس کی اولاد و اولاد و اولاد تک کو اللہ تعالیٰ محفوظ و خوش حال رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے علم و تقویٰ کی وجہ سے آپ کے ساتھ یعنی صحابہؓ بھی آپ کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ خود مجاہدؓ فرماتے ہیں کنت اصحاب ابن عمر رضی اللہ عنہما فی السفیان آمدت ان اسرکب یا تینی فی مسک رکابی و اذا سرکبت سوی ثیابی فجاء فی مرة فکانی کرہت ذلک فقال یا مجاہد انت ختیق للخلق۔ وقال ایضاً سر بما أخذ لی ابن عمر بالکاب و سر بما أدخل ابن عباس اصابعہ فی ابطی۔ وقال ایضاً صحبت ابن عمر وانی سرید ان اخذ مہ فکان ہو یخجل منی۔ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خراب یعنی اجرے ہوئے گھر پر گرجا تو فرمایا یہ آواز دے دینا یا خیرۃ ما فعل اهلک

این اہلک؟ میں نے آواز دی تو ابن عمرؓ نے خود ہی یہ جواب دیا ذہبوا بقیۃ اعمالہم۔ بلال بن خباب کہتے ہیں کہ میں مجاہدؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے سفر پر گیا۔ ہر قبرستان پر گھومتے وقت مجاہدؓ یہ کہا کرتے تھے السلام علیکم یا اہل الدیارس المؤمنین والمسلمین یرحمہم اللہ المستقد میں منکم وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ کذا فی الخلیۃ ج ۳ ص ۲۸۶۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ علم دین و دوسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ایک شرم جیا کرنے والا اور دوسرا متکبر۔

حضرت لیث رحمہ اللہ مجاہدؓ سے یہ روایت کرتے ہیں قال یوثی بثلاثۃ نفر یوم القیامۃ بالغنی و بالمریض والعبد فیقول للغنی ما منعک عن عبادتی؟ فیقول اکثرت لی من المال فطعیت فیوثی بسلام بن داؤد علیہما السلام فیملکہ فیقال لہ انت کنت اشدّ شغلاً ام ہذا؟ قال بل ہذا قال فان ہذا لم یمنعہ شغلہ عن عبادتی۔ قال فیوثی بالمریض فیقول ما منعک عن عبادتی؟ قال یاربّ أشغلت علی جسدی قال فیوثی بایوب علیہ السلام فی ضرہ فیقول لہ انت کنت اشدّ ضراً ام ہذا؟ قال فیقول لا بل ہذا قال فان ہذا لم یمنعہ ذلک ان یعبدنی قال ثم یوثی بالملوک فیقال لہ ما منعک عن عبادتی؟ فیقول جعلت علی اسرأبائیکوننی قال فیوثی بیوسف الصدیق علیہ السلام فی عبودیتہ فیقال انت اشدّ عبودیۃ ام ہذا؟ قال بل ہذا قال فان ہذا لم یمنعہ شئ عن عبادتی۔ مجاہد کا قول ہے ان الروح خلق علی صورۃ ابن آدم۔ وعن مجاہد قال ما من مؤمن یموت الا تنکی علی الارض اربعین صباحاً۔ وقال مجاہد کان یحجّ من بنی اسرائیل مائۃ الف فاذا بلغوا انصاب الحرم قلعوا نعالہم ثم دخلوا الحرم حفاۃ۔ کذا فی الخلیۃ لابن نعیم الحافظ۔

مجاہدؓ نے ۱۳۰ھ میں وعند بعض العلماء ۱۲۰ھ میں ہجرت ۸۳ سال وفات پائی۔

مہر و رحمہ اللہ۔ آپ آیت ان الذین کفروا سواء علیہم الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ہو محمد بن یزید ابن عبد الکبر الازدی البصری ابو العباس المبرد۔ مہر و نحو و علوم عربیت کے امام ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ امام مازنی و ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے استفادہ کیا۔ آپ سے اسماعیل صفار و نسطویہ و امام صولی روایت کرتے ہیں۔ بقول میرانی آپ قبیلہ ثمالہ سے ہیں۔ ثمالہ از میں ایک قبیلہ ہے۔ ایک شاخ مہر و کی ذمت میں کہتا ہے ۷

سألنا عن ثمالہ کلّ حثّ فقال القائلون ومن ثمالہ

فقلت محمد بن یزید منهم فقالوا زدنا بهم جہالہ

مہر و حسین و جمیل صوت والے اور بلخ و ثقہ۔ علامہ۔ صاحب نوادر و نظائر۔ وسیع العلم ننوی تھے۔ اہل بصرہ کہتے تھے مہر و نے اپنی نظیر علماء میں نہیں دیکھی۔

تسمیہ بالمہر و کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیخ مازنی نے جب کتاب الف و لام تصنیف کی تو مہر و سے بطور امتحان اس کے دقیق و عمیق مسائل پوچھے۔ مہر و نے سب کا صحیح جواب دیا تو مازنی نے فرمایا فہم فانت المہر و بکسر الراء

ای المثلث للحق۔ مبرد بحسب راس ہے لیکن اہل کوفہ نے عداوت سے رار کو فتح دیا۔ لفظویہ فرماتے ہیں ما رأیت احفظ
للاخبار بغیر اسانید منہ۔ مبرد کی تصانیف یہ ہیں۔ معانی القرآن۔ الکامل۔ المقتضب۔ الروضة المقصود
الممدود۔ الاشتقاق۔ القوانی۔ اعراب القرآن۔ نسب عدنان وقحطان۔ الروعی سیبویہ۔ شرح شواہد الکتاب
ضرورة الشعر۔ العروض۔ بالتفق لفظہ واختلف معناه۔ طبقات النخاعة البصریین وغیرہ وغیرہ۔

مبرد و ثعلب آپس میں معاصر ہیں۔ دونوں میں بڑا اختلاف تھا۔ اکثر علماء مبرد کو ثعلب سے افضل
سمجھتے ہیں۔ ثعلب بھی امام نحو و عربیت تھے۔ دونوں کی باہمی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے کسی شاعر نے
کہا ہے ۵

نَزَّحُ وَنَعْدُ لَا تَزَاوِرَا بَيْنَنَا وَلَيْسَ بِمَضْرُوبٍ لَنَا عِنْدَ مَوْعِدٍ
فَأَبْدَلْنَا فِي بِلْدَةٍ وَالتَّقَاؤُنَا عَسِيرٌ كَأَنَّا ثَعْلَبٌ وَالْمَبْرَدُ
ایک اور شاعر کہتا ہے ۵

أَيَا طَالِبِ الْعِلْمِ لَا تَجْهَلَنَّ وَعُدْ بِالْمَبْرَدِ أَوْ ثَعْلَبِ
تَجِدْ عِنْدَ هَذَيْنِ عِلْمَ الْوَسْرَى فَلَا تَكُ كَالْجَحْمِلِ الْأَجْرَبِ
علوم الخلائق مقروسة بهذين بالشرق والمغرب
مبرد کی ولادت ۲۱۲ھ میں اور وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

مالک الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ہو ابو عبد اللہ مالک بن
انس بن مالک بن ابی عامر المدنی امام دار الهجرة واحد الائمة الاربعہ اصحاب المذہب۔ آپ
تبع تابعی ہیں۔ آپ نے علم حدیث کا سماع نافع مولیٰ ابن عمرؓ و محمد بن المنکدرؓ و زہریؓ وغیرہ سے کیا ہے اور آپ
سے ابن جریجؓ و ازاعیؓ و ثوریؓ و ابن عیینہؓ و شعبہؓ و ابن المبارکؓ و شافعیؓ وغیرہ ائمہ روایت کرتے ہیں۔ آپ
کی جلالت و امامت و حفظ و تثبت و تعظیم حدیث نبوی علیہ السلام معروف و مسلم ہیں۔ انتقاد رجال حدیث میں
آپ کا قول مسلم ہے۔ قال ابو حاتم مالک ثقہ و هو امام اهل الحجاز و هو اثبت اصحاب الزہری و قال
الشافعی اذا جاء الاشرف مالک النخعي و لولا مالک و سفیان بن عیینہ لذهب علم الحجاز۔ وقال مالک معلی
وعندنا اخذنا العلم۔ بشر بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؓ سے ایک راوی کے بارے میں سوال کیا فقال
سأيتہ فکتبتی؟ قلت لا قال لو کان ثقہ لرايتہ فی کتبی۔

خلف بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام مالکؓ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابن کثیر قاری المدینہ آئے اور امام مالکؓ
کو ایک رقعہ دیا۔ امام مالکؓ نے وہ مصنف کے نیچے رکھا۔ جب وہ اٹھا تو امام مالکؓ نے وہ رقعہ مجھے پڑھنے کے
لیے دیا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا سَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي مَنْحَى كَانَتْ يَقَالُ لِي هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ

الناس حوٰلہ یقولون لہ یا رسول اللہ اعطنا یا رسول اللہ مٰر لانا فقال لہم انا قد کثرت تحت المنبر کثیرا کثیرا وقد امرت المالك ان یقسمہ فیکم فاذہبوا الی مالک فانصرف الناس و بعضہم یقول لبعض ما ترون مالکًا فاعلا؟ فقال بعضہم ینفذ ما امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق مالک و بکی۔

ایک حدیث میں امام مالک کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یضرب الناس اباک المظنی فی طلب العلم فلا یجدون عالمًا أعلم من عالم المدینۃ ثم اذ الترمذی وقال حدیث حسن۔ علماء و ائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالک ہیں۔ کتاب ترمذی الممالک بمناب مالک مدظلہ حافظ سیوطی اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں قال السخی بن موسیٰ فیکفنی عن ابن جریر انہ کان یقول انہ مالک بن انس۔ انتہی۔ امام نوویؒ تہذیب الاسما ج ۲ ص ۶۶ پر اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں وقد روی عن سفیان بن عیینۃ قال ہو مالک بن انس۔ امام مالکؒ درس حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابوسلمہ خزاعی کی روایت ہے کہ امام مالکؒ جب درس حدیث کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے وضو کرتے اور عمدہ کپڑے پہن کر دائرہ میں کھڑے ہوتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا اوقربہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور من بن عیینہ کی روایت میں ہے کہ درس حدیث سے پہلے امام مالکؒ غسل بھی کرتے نیز بخورد و خوشبو استعمال کرتے اور پھر نہایت ادب سے درس حدیث کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو امام مالکؒ یہ آیت پڑھ کر منع فرماتے تھے یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ قال مالک فمن رفع صوته عند حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکنا نمارقہ صوته فوق صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترمذی الممالک میں حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماں کے پیٹ میں حمل بھی تین سال تک بھی رہتا ہے۔ خود امام مالکؒ فرماتے تھے کہ میں تین سال ماں کے پیٹ میں رہا ہوں قال الواقدی و سمعت غیر واحد یقول حمل بمالک بن انس ثلاث سنین۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عند البعض رجب الاول ۹۳ھ میں اور عند البعض ۹۵ھ میں اور عند البعض ۹۷ھ اور بقول ابی مسر ۹۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لا ادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ عن الہیثم بن جمیل قال شہدت مالکًا سئل عن ثمان و اربعین مسئلۃ فقال فی اثنتین و ثلاثین منہا لا ادری۔ وعن ابن مہدی قال سفیان الثوری امام فی الحدیث و لیس بامام فی السنۃ و الادراعی امام فی السنۃ و لیس بامام فی الحدیث و مالک بن انس امام فیہما جمیعاً۔ ایک قریشی آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تعلم الادب قبل ان تعلم العلم۔ زبیر بن جہیم

کی روایت ہے کہ امام مالکؒ ہر ماہ کی پہلی رات کا اجارہ کرتے تھے اسی طرح ہر جمعہ کی رات کا اجارہ کرتے تھے۔

ابن وہب کہتے ہیں لَوْ شِئْتُ اَنْ اَمْلَأَ الْوِاحِشَ مِنْ قَوْلِ مَالِكٍ لَا دَرِيْ فَعَلْتُ۔ ابن وہب کی روایت ہے قَالَ مَالِكُ الْعِلْمُ نَوْرٌ يَجْعَلُهُ اللهُ حَيْثُ شَاءَ لَيْسَ بِكَثْرَةِ الرَّايَةِ۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں فَلَمَّا كَانَ الرَّجُلُ صَادِقًا لَا يَكْذِبُ اَلَا مُتِّعَ بِعَقْلٍ۔ وَلَمْ يُصَبِّحْهُ مَا اَصَابَ غَيْرَهُ مِنَ الْهَرَمِ وَالْخَرَفِ۔ آپ کثرت سے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھتے تھے سُرِّى ابُو نَعِيْمٍ بِاسْنَادِهِ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ مَا بَيْتُ لَيْلَةً اَلَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَكَانَ مَالِكٌ يَأْتِي الْمَسْجِدَ وَيَشْهَدُ الصَّلَاةَ وَالْجُمُعَةَ وَالْجَنَائِزَ وَيُعَوِّضُ الْمَرْضَى وَيَقْضِي الْحَقَّوَقَ وَيَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ وَيَجْتَمِعُ لَهُ اَصْحَابُهُ ثُمَّ تَرَكَ الْجُلُوسَ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ يُصَلِّي ثُمَّ يَنْصَرِفُ اِلَى مَنْزِلِهِ وَتَرَكَ شَهْرَ الْجَنَائِزِ وَكَانَ يَأْتِي اَصْحَابَهُ فَيُعَزِّيهِمْ ثُمَّ تَرَكَ ذَلِكَ كُلَّهُ فَلَمْ يَكُنْ يَشْهَدُ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا يَأْتِي اَحَدًا يُعَزِّيهِ وَلَا يَقْضِي لَهُ حَقًّا وَاحْتَمَلَ النَّاسُ ذَلِكَ كُلَّهُ لَهُوَ كَانُوا ارْعَبَ مَا كَانُوا فِيهِ وَاشَدَّهُ لَهُ تَعْظِيمًا حَتَّى مَا تَ عَلَي ذَلِكَ وَكَانَ رُبَّمَا كُلُّهُمْ فِي ذَلِكَ فَقَالَ لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَقْدِرُ اَنْ يَتَكَلَّمَ بَعْدَهُ۔ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ كَتَبَ يَوْمَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ اَرْبَعِينَ سَنَةً فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا لَكَ وَاللَّيْثُ يَخْتَلِفَانِ فِي مَسْئَلَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَكَ مَالِكُ مَا لَكَ دَرَسْتُ جَدِّي يَعْنِي اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ امام مالکؒ نے موطا میں ۱۰ ہزار احادیث ورجح کی تھیں پھر وقتاً فوقتاً کم کرتے کرتے یہ تعداد گنتی جواب ہمارے سامنے موجود ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مَنْ سَبَّ اَبَا بَكْرٍ جُلِدَ وَمَنْ سَبَّ عَائِشَةَ قُتِلَ قِيلَ لَهُ؟ قَالَ مَنْ سَرَّمَا هَا فَقَدْ خَالَفَ الْقُرْآنَ۔

امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی داخل ہیں۔ بعض اخاف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مگر صحیح ثبوت روایت ہے۔ اور کبھی کہا بھی صفار سے روایت کرتے ہیں۔ قَالَ الزُّرْكَشِيُّ فِي نَكْتَةِ صَنَفِ الدَّارِقُطِيِّ جُزْءًا فِي الْاَحَادِيثِ التَّحَرُّاها أَبُو حَنِيفَةَ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ اَجَلٌ مِّنْ سُرِّى عَنْ مَالِكٍ۔ امام مالکؒ کی وفات ماہ صفر ۱۷۹ھ میں ہوئی اور بقول بعض علماء ۱۳ ربیع الاول کو بوقت صبح آپ کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ بقیع میں مدفون ہیں۔

مسطح رضی اللہ عنہ۔ آیت وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عُرْضَةً لِّمَا بَيْنَكُمُ اَنْ تَبَرَّوْا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا ابْنِ النَّاسِ کی شرح میں مذکور ہیں۔ ہُوَ مَسْطَحُ بْنُ اَنَاسَةَ بْنِ عِبَادِ الْقُرَشِيِّ۔ مسطح صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت ابی رجم ہے رضی اللہ عنہا۔ سلمیٰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔ سلمیٰ کی والدہ راطہ بنت صخر حضرت صدیقؓ کی خالہ ہے سلمیٰ کا ذکر احادیث واقعہ انکاب عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے ایک مسطح بھی تھے۔ عائشہؓ کی برائت نازل ہونے کے بعد

انہیں حدیث کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ مسلح کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی۔

مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت بٹھری من تحتھا الانہاس کی شرح میں مذکور ہیں۔

مسروق بن الجعد بن مالک بن امیہ بن عبد اللہ بن مرہ الہمدانی الذی اعی الکوفی العابد ابو عائشۃ الفقیہ المحدث الکبیر الشان رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مسروق جلیل القدر تابعی۔ محدث۔ راوی الاعادیت۔ فقیہ۔ کثیر العبادۃ ہیں۔

مسروق روایت حدیث کرتے ہیں ابو بکر صدیق و عمر و عثمان و علی و معاذ بن جبل و ابن مسعود و عائشہ و ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل شعبی و ابراہیم نخعی و ابواسحاق سبیعی و ابوالشعثا۔
محارب و محمول شامی وغیرہ رحمہم اللہ۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟
میں نے کہا مسروق بن اجدع فقال عمر الاعدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمن۔ قال لشعبی
ما رأیت اطلب للعلم منه وقال ابو السفر ما ولدت ہمدانیۃً مثل مسروق و ذکرہ ابراہیم فی اصحاب
ابن مسعود الذین کانوا یعلمون الناس الستۃ وقال الشعبی کان مسروق اعلم بالفتوی من شریح و
کان شریح اعلم بالقضاء۔

وقال شعبۃ عن ابی اسحاق حج مسروق فلم ینم الا ساجداً وقال انس بن سیرین عن امراءۃ
مسروق انہ کان یصلی حتی تاتہم قدماء۔ کذا فی التہذیب لابن حجر۔
حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ مسروق کا قول ہے۔
کفی بالمرء علماً ان ینشی اللہ و کفی بالمرء جہلاً ان یعجب بعلہ۔ امام شعبی فرماتے ہیں خیر مسروق
الی البصرۃ الی رجل یسألہ عن آیتہ فلم یجد عنہ فیہا علماً فاخبر عن رجل من اهل الشام فقدم
علینا ہہنا ثم خرج الی الشام الی ذلک الرجل فی طلبہا۔ مسروق فرمایا کرتے تھے من سرۃ ان یرسل
علم الاولین و علم الاخرین و علم الدنیا و الاخرۃ فلیقرأ سورۃ الواقعة۔

وعز العلاء بن ہارن قال حج مسروق فما افترش الا جہنمۃ حتی انصرف۔ کذا فی الحلیۃ
ج ۲ ص ۹۵۔ وعن سعید بن جبیر قال لقینی مسروق فقال یا سعید ما بقی شیء یرغب فیہ الا ان
نُعقر وجوہنا فی التراب و کان مسروق یقول لا ہلہ ما تا کلاً حاجۃً لکم فا ذکرہ ہالی قبل ان
اتوم الی الصلاۃ و کان مسروق یرغی السربینہ و بین اہلہ و یقبل علی صلاتہ و یخلیہم و
دنیاہم۔

وعن ابراهيم بن محمد قال كان مسروق يركب كل جمعة بغلة ويحملني خلفه ثم يأتي كنايسة بالحيرة
قد مئة فيحمل عليها بغلته ويقول الدنيا تحتنا ويقول هذه الدنيا اكلوها فانقوها. ليسوا
فابلقوها. ركبوها فانقضوها سفلوا فيها ماء هم واستحلوا فيها محارمهم وقطعوا فيها ارحامهم
وكان مسروق يقول ما من شيء خير للمؤمنين من الحاد قد استراح من هموم الدنيا وامن من
عذاب الله.

وكان يقول اني احسن ما اكون ظناحين يقول لي الخادم ليس في البيت قفيز ولا درهم و
كان مسروق يتمثل بقول الشاعر

ويكفيك مما اغلق الباب دونه وأرضى عليه السر ملج وجر دق
وماء فزيت بارد ثم تغتدي تعارض اصحاب التريد الملبق
تجشأ اذا ما هم تجشأوا كما غديت بالوان الطعائر المفتق

التريد الملبق الملبق بالدسم والطعام المفتق الكثير للصب كذا في الحلية ج ۲ ص ۹۷.
سفيان بن عيينه عن امام احمد روايت كرتي هي كه اصحاب ابن مسعود رضي الله عنه في
علقمه كے بعد مسروق سے كوفي افضل نہیں تھا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں ما اقدم على مسروق
من اصحاب ابن مسعود رضي الله عنه احداً۔ صلی خلف ابی بكر و لقی عمر و علیاً ولم یرو عن عثمان
شیئاً۔ اسحاق بن منصور کا قول ہے لا یسئل عن مثله قال العجلي كوفي ثقة وكان احد اصحاب
ابن مسعود الذين یقرئون ویفتون قال ابن سعد كان ثقة وله احاديث صالحة۔

علامہ کلبی فرماتے ہیں شلت يد مسروق يوم القادسية واصابته امة وقال ابو الضحی
عن مسروق انه كان يقول ما احب اني ابعث الامة ليست لي لعلها لو لم تكن لي كنت في بعض
هذه الفتن۔ وكيع وغيره كته ہیں لم يتخلف مسروق عن حروب علي رضي الله عنه ذكره ابن
حبان في الثقات وقال كان من عباد اهل الكوفة۔

ولا زياد علم السلسلة ومات بها ۶۲ وقيل مات ۶۳ وقال الفضل بن عمر مات
مسروق وله ثلاث وستون سنة وقال ابو الضحی سئل مسروق عن بيت شعر فقال اكره ان
اُرى في صحيفتي شعراً۔ وكان مسروق لا يأخذ علو القضاء اجراً ويتأول هذه الآية ان الله اشترى
من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة۔ وكان مسروق يقول اقرب ما يكون العبد الى الله
تعالى وهو ساجد۔

قال النوري في تهذيب الاسماء ج ۲ ص ۷۷ قال ابو داود كان ابو مسروق افرس فارس

فی الیمن وهو ابن اخت عمر بن معد یکرب وسأله عمر رضی اللہ عنہ عن اسمہ فاخبرہ فقال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمن قال الشعی فرأیتہ فی الدیوان مسروق بن عبد الرحمن۔

قال ابو سعد السمعانی کان مسروق سُرِق فی صغرة فغلب علیہ ذلک یعنی بچپن میں انھیں کسی نے اغوا کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے انھیں مسروق (چوری شدہ) کہتے ہیں۔ وحکی عبد الحق عن ابن عبد البر انہ قال لم یلق مسروق معاذاً قال ابن حجر فعلى هذا یكون حدیثہ عنہ مرسلًا لكن تعقب ذلک ابن القطان علی عبد الحق فانہ لم یجد ذلک فی کلام ابن عبد البر بل الموجد فی کلامہ ان الحدیث الذی من رأیة مسروق عن معاذ متصل۔

محمود الزمخشري - تفسیر بیضاوی میں کشف سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کی تدریس کے وقت تقریباً ہر صفحہ میں زمخشری کا ذکر ضمناً بار بار آتا ہے۔ اس واسطے ترجمہ زمخشری ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فہو محمد بن عمر بن محمد بن احمد الزمخشري ابو القاسم جابر اللہ۔ زمخشری وسیع العلم، کثیر الفضل بڑے ذکی ادیب لغوی نحوی اور مفسر تھے۔ آپ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے۔ اعتقاداً معتزلی تھے۔ اور فروع میں حنفی تھے۔ اپنے مذہب اعتزال میں قوی متعصب مجاہد تھے۔ بغداد کوئی بار گئے۔ ابو الحسن علی بن مظفر نیشابوری و ابو مضر اصہبانی و شیخ الاسلام ابو منصور فارسی وغیرہ علماء سے تحصیل علم و ادب کی۔ ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ آپ کا لقب جابر اللہ و فخر خوارزم ہے۔ زمخشری اعمال خوارزم میں سے ایک قریہ کا نام ہے۔ یہ زمخشری کا مولد ہے۔

قال ابن اختہ ولد خالی، زمخشری من اعمال خوارزم یوم الاربعاء السابع والعشرين من رجب سنة سبع وستين واربع مائة کذا فی معجم الادباء ج ۱۹ م ۱۱۱۱ فانی البغیة للسبکی طی انہ ولد سنة سبع وتسعين واربع مائة خطأ ولعله من اغلاط الکاتب۔

قریہ زمخشر کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے حکمی انہ اجتازا عرابی۔ زمخشری سال عن اسمہا واسم کبیرہا فقیل زمخشری الراد فقال لاخیر فی شتر و سرّ ولم یلم بما اخذ شر من زمخشری سرّ من الراد۔ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ کوئی زہر ملا پھوڑا آپ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کا ٹی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوادی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپ کی ٹانگ سا قط ہو گئی تھی۔

فقیر دامغانی نے آپ سے قطع رجل کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدۃ وذلك انی
امسکت عصفوقاً وانا صبوی صغیراً ربطت برجله خیطاً فأفلت من یدی ودخل خرقاً
فجذبتہ فانقطعت سرجله فتألمت له والدتی وقالت قطع الله سرجلك كما قطعت فلماً
سرحلت الی بخاری فی طلب العلم سقطت عن الدابة فی اثناء الطريق فانکسرت سرجلی
واصابنی من الالم ما اوجب قطعها۔ وكان اذا مشی القی علی رجله من الخشب ثیابه الطوال
فیظن من یراه انہ اعرج۔

ایک بار زرخشری حج پر جاتے ہوئے بغداد میں ٹھہرے تو مشہور ادیب نحوی ہبۃ اللہ
ابن شجرى آپ کے ملے اور یہ شعر پڑھے زرخشری کی مدح میں ے
كانت مُسألة الركبان تخبرنی

عن احمد بن دواد الطیب الخبر
حتى التقينا فلا والله ما سمعت
اذنى باحسن مما قد سرائى بصرى

اور پھر یہ شعر پڑھا ے

وأستكبر الاخبار قبل لقائہ

فلما التقينا صغراً الخبّر الخبّر

زرخشری نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ان زید الخیل دخل علی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فلما بصر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع صوته بالشهادتین فقال له النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یا زید الخیل کل رجل وصف لی ذوالصفة الا انت فانک فوق ما
وصفت وكذلك سیدنا الشریف ثم دعاه واشی علیہ۔

زرخشری کی تفسیر کثاف بے نظیر تفسیر ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے
پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر
نہ لکھ سکے گا۔ تفسیر بیضاوی و تحقیق تفسیر کثاف سے ماخوذ ہے اور احناف کے لیے
یہ بات موجب مسرت ہے کیونکہ زرخشری فروع میں حنفی تھے۔ بعض علماء کا قول ہے الناس
عیال فی التفسیر علی الکشاف۔ زرخشری خود اپنی تفسیر کثاف کی مدح میں لکھتے ہیں ے

إن التفاسیر فی الدنیا بلا عدد

ولیس فیہا العمری مثل کشافی

ان کنت تبغی الهدی فالزم قرأتہ فالجھل کالداء والکشاف کالشافی
 زرخشری نے کثافت کے علاوہ بھی متعدد تصانیف کی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :-
 الفائق فی غریب الحدیث - نکت الاعراب فی غریب الاعراب - فی غریب
 اعراب القرآن - کتاب متشابہ اسماء الرأۃ - مختصر الموافقة بین اهل البيت والصحابۃ -
 الاثرانی سعید الرازی اسماعیل - الکلم النواہج فی المواعظ - اطواق الذهب فی المواعظ -
 نصائح الکبار - نصائح الصغار - مقامات فی المواعظ - نزہۃ
 المستأنس - الرسالة الناصحة - رسالة المسائمة - الرائض
 فی الفرائض - معجم الحدود - المنہاج فی الاصول - ضالۃ الناشد - کتاب
 عقل الكل - النودج فی النحر - المفصل - شرح المفصل - المفرد والمؤلف
 فی النحر - صحیح العربیۃ - الامالی فی النحر - اساس البلاغة فی اللغة - جواهر اللغة - کتاب
 الاجناس - مقدمة الادب فی اللغة - کتاب الایماء فی اللغة - القسطاس فی العرض - حاشیۃ
 المفصل - شرح مقاماتہ - شرح المسائل - سوار الامثال - المستقصى فی الامثال - ربیع الزہراء
 فی الادب والمحاضرات - تسلیۃ الضریح رسالة الاسرار - عجب العجب فی شرح لامیتہ العرب -
 دیوان التمثیل - دیوان الخطب - دیوان رسائل - دیوان شعر - شرح کتاب سیبویہ - کتاب
 الجبال والامکنۃ - شافی العی من کلام الشافعی - شقائق النعمان فی حقائق النعمان فی مناقب الہام
 ابی حنیفۃ - الحاجة فی الاحادیث والالغاز -

زرخشری کی وفات خوارزم میں ہوئی بشب عرفہ ۳۵۳ھ کنانی معجم الادباء۔ زرخشری کے چند شعارسن لیجیے۔

ہ العلم للرحمن جلّ جلالہ وسواہ فی جہلاتہ یتغم

ما للتراب وللعلوم وانما یسعی لیلعلما انہ لا یعلم

نیز کہتے ہیں :-

کثر الشک والخلاف وکلّ یدعی الفو بالصرط السوی

فاعتصامی بلا اللہ سواہ ثم حیی لاحمد علی

فازکلب یحبّ اصحاب کھف کیف اشفی یحبّ ال نبی

شیخ ابو حفص عمر بن محمد بن نسفی متوفی ۷۳۵ھ استاذ صاحب ہدایہ اور مصنف عقائد نسفیہ زرخشری کے معاصر تھے زرخشری
 اور نسفی کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ حکي ان النسفی قد قال باب الزرخشری فقال
 الزرخشری من بالباب قال النسفی عمر قال الزرخشری انصرف قال عمر لا ینصرف قال الزرخشری

اذا نُكِدَ صِرْف - هذا والله اعلم -

نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم القاری المدنی مولی بنی لیث وقیل مولی جویزه رحمہ اللہ تعالیٰ . نافع قرابہ میں سے ہیں۔ امام طیل، ثقہ۔ عابد۔ قاری مقری، سید القراء والفقہاء تھے۔ کنیت ابورؤیم یا ابو عبد الرحمن ہے کبھی جد کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یوں کہتے ہیں نافع بن ابی نعیم۔ آپ روایت کرتے ہیں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب وزید بن اسلم وابو الزناد وعامر بن عبد اللہ بن الزبیر ومحمد بن یحیی و نافع مولی ابن عمر و عرج و مصفون ابن سلیم و ربیعہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں اسمعیل بن جعفر و اسمعی وغالد بن مخلد و سید بن ابی مریم و محمد بن مسلم و ابو قرہ موسی بن طارق و عیسی بن مینار قالون و قعنبی وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ۔

نافع اصفہانی الاصل تھے۔ تابعی ہیں۔ سیاہ رنگ والے تھے۔ طبیعت مزاحی تھی۔ صحابہ میں سے ابو الطفیل و ابن ابی انیس کو دیکھا ہے۔ قاری نافع کے ترجمہ و احوال کی تفصیل ان کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ کتاب المعارف، ص ۵۸۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۷۔ مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۳۶۸۔ شذرات ج ۱ ص ۲۷۰۔ میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ص ۲۲۲۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۲۵۷۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۳۰۔ نافع جلیل القدر و فاضل و کثیر العبادۃ و التلاوۃ تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کان امام اہل المدینۃ و الذی صار الی قرآنہ و رجعوا الی اختیارہ و هو من الطبقة الثالثة بعد الصحابة رضوان اللہ علیہم و کان محسباً فیہ دعابة و کان اسد شدید السواد قال ابن ابی ادیس قال لی مالک رضوان اللہ عنہ قرأت علی نافع۔ کذا فی الوفیات ج ۵ ص ۳۶۸۔

آپ نے قرأت ابویمونہ مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پڑھی۔ نیز ان کے علاوہ ستر تابعین سے قرأت پڑھی۔ منہم ابو جعفر یزید بن القعقاع مولی عبد اللہ بن عباسؓ نافع کنت اقرأ علیہ انا ابن تسع ومنہم شیبۃ بن نصاح و عبد الرحمن بن ہریرہ و الاعرج و ہم قرؤا علی ابن عباس و ابی بن کعب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام احمد فرماتے ہیں کان یؤخذ عنہ القرآن و لیس فی الحدیث بشئ و قال ابن معین ثقہ و قال النسائی لیس بہ بأس و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال ابن عدی لم اصر فی احادیثہ شیئاً مشکوئاً و ارجو انہ لا بأس بہ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۰۷۔ حضرت نافعؓ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے دونوں بیٹوں نے وصیت و نصیحت کی درخواست کی قال لہ ابنہ اے اوصنا قال تقوا اللہ و اصلحوا ذات بینکم و اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مؤمنین۔

حضرت نافع کے منہ سے بوقت گفتگو مشک کی مہک آتی تھی فقیل لہ انطبت کما قعدت تقرئ الناس قال لا آمن طیباً و لکنی لریث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام یقرئ فی فمن ذلک الوقت یوجد هذه الرائحة و قال رجل لنا نافع ما أصبح و جئت و احسن خلقک قال کیف و قد صافحنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ السلام ای فی المنام - نافع کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی - وقال ابن سعد عن شہاب بن عباد مات بمكة ۱۶۹ھ -

فائدہ - قاری نافع کے روائے ثقافت بہت ہیں مثل امام مالک و صمیمی و اسماعیل و اسبغی و ابن حبان وغیرہ لیکن علماء و قراء کے نزدیک مشہور و وہیں - اولی قالون ابو موسیٰ عیسیٰ بن مینا المدنی - و دوم ابو سعید عثمان ابن صبیحی مصری معروف بہ ورش -

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ - آمین کے بیان میں مذکور ہیں - هو ابو هندیة وائل بن حجر بن ربيعة الحضرمی رضی اللہ عنہ - آپ شہزادہ بلکہ بادشاہ تھے مین میں حمیر کے - اصحاب میں ہے قال ابن حبان کان بقية اولاد الملوك بحضرة منبت اھ - نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کان من ملوک حمیر و يقال للبلک منهم قیل بفتح القاف و سکون الیاء و جمعة اقبال و کان ابوہ من ملوکہم مدینہ میں آپ کے بچنے سے پہلے نبی علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوش خبری سنا تے ہوئے فرمایا یا نیکم وائل بن حجر من ارضی بعیدۃ من حضرموت طائعا سراغبنا فی اللہ تعالیٰ و فی رسول اللہ - مدینہ منورہ پہنچ کر وائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں مرجا کہتے ہوئے اپنے قریب کیا ان کے لیے چادر بچھائی اور اوس پر اپنے ساتھ ان کو بٹھایا و قال اللہم بارک فی وائل و دلہ و دلہ و دلہ و اضعده مع علی المنبر و انشی علیہ و استعملہ علی بلادہ و اقطعہ ارضًا - اور اپنی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا -

ابتداء میں اسلام لانے کے بعد بھی جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے دماغ میں کچھ کچھ شاہی غرور موجود تھا چنانچہ قدرت خداوندی کے کرشموں سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنئے کہ واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رفیق سفر تھے - وہ اُس وقت ابتداء میں بڑے غریب و مسکین تھے اس لیے پیدل چل رہے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں تھے کوئی جوتا بھی ان کے پاس نہیں تھا - چنانچہ وائل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کر لیں - وائل نے کہا تم اس قابل نہیں کہ شہزادوں اور بادشاہوں کے روپیہ بن کر ان کے ساتھ سوار ہو جاؤ - البتہ میری اونٹنی کے سارے میں چل سکتے ہو -

پھر جس زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو دولت کے انبار تقسیم کرتے اور اس میں حسب منشاء تصرف فرماتے تھے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور سفر کا وہ پرانا قصہ یاد دلایا - اس وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا فودت لو کنت حملتہ بین یدی - اصحاب ج ۳ ص ۶۲ - ابن عبد البر مذکور قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فخر ج معاویہ راجلا و وائل بن حجر علوانت راکبا فشا الی معاویہ صر الرضا فقال له انعل ظلاً النافۃ فقال له معاویہ و ما یغنی ذلک لو جعلت فی ردفک فقال وائل سکت

فلمست من آخر ائمة الملوك وعاش وائل رضی اللہ عنہ حتی ولی معاویۃ للخلافة فدخل علیہ وائل بن حجر فعرفہ معاویۃ وادكرہ بذلك ورتخب بہ وأجازہ لوفیہ علیہ فابی من قبول جائزۃ وجاہ وارضاه ان یزفہ فابی من ذلک وقال یاخذہ من هو أدلی بمتی فابی فی غنی عنہ۔ کذا فی الاستیعاب ج ۳ ص ۱۳۷ علی هامش الإجماع۔ وائل رضی اللہ عنہ سے ۱۷ حدیث مروی ہیں۔ مسلم نے ان میں سے چھٹے کی روایت کی ہے۔ اور بخاری نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ آخر وقت کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ خلافت معاویہ تک زندہ رہے جنگ صفین میں آپ کے ساتھ تھے۔ کذا فی تنزیب النووی۔

ولید بن مغیرہ۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتھم الایۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ ولید بن مغیرہ قریش مکہ کے رؤساء و اہل ثروت میں سے تھا۔ وهو الولید بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ قریش کے شرفاء میں شمار ہوتا تھا اور عدل میں معروف و مشہور تھا۔ واما عرف بالعدل لانه کان یعدل قریش کلہا فکان قریش نکسو الکعبۃ جمیعہا دیکوہا الولید وحده وذلک لثرائہ وغناہ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ولید کا مال طائف وغیرہ کئی شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔ طائف میں کئی لوگوں پر تجارت کے لیے اس کا مال پھیلا ہوا تھا۔ اور طائف میں بہت بڑے باغ اور زمین کا مالک تھا جس میں پھل دار درخت بہ کثرت تھے اس پر ولید کو بڑا فخر تھا چنانچہ جب اسلام ظاہر ہوا تو اس نے تکبر و فخر کرتے ہوئے انکار کیا اور کہا کہ مال ارشخص سکین غریب کا تابعدار نہیں بن سکتا۔

ولید ان کفار میں سے تھا جو مستہزین تھے۔ یعنی جو نبی علیہ السلام کا مذاق اڑاتے اور استہزاء کرتے تھے اور پھر ان مستہزین کے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ نیز ولید ان لوگوں میں سے جنہوں نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا اور اپنے بیٹے ہشام کو شراب پینے پر سزا دی تھی۔ ولید ہجرت کے تقریباً ایک ماہ بعد بڑی ذلت سے مر گیا۔ حجون میں مدفون ہے۔ ولید حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔ ابن حبیب مجتہد پر لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی علیہ السلام کے سالفین میں سے تھا۔ سالف سالی کے غاوند کو کہتے ہیں۔ ولید کی بیوی لبابة الصغری بنت الحارث بن حزن تھی اور یہ بہن ہے میمونہ بنت الحارث زوج النبی علیہ السلام کی۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ میں زنادقہ یعنی بڑے شیطان آٹھ تھے ابو سفیان بن حرب وعقبۃ بن ابی معیط وأبی بن خلف ونضر بن حارث ومنبہ ونمیرہ ابنا الحجاج وعاص بن وائل وولید بن مغیرہ۔ قال تعلموا الزنادقة من نصاری الحيرة فلم یسلم منهم غیر ابی سفیان اھ۔ المختار ص ۱۷۹۔

ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرۃ بن ابان السمی و یقال الظفری ابو الولید الدمشقی راجعہ اللہ۔ ہشام موصوف قاری ابن عامر دمشقی احد القراء السبعہ کے دوراویوں میں سے ایک ہیں۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب تھے۔ کذا قال ابن حجر۔ آپ دمشق کے قاضی و محدث و مفتی و مقری و مشہور بالحدیث والقرآنہ میں

قالہ القاری وغیرہ۔ ہشام روایت حدیث کرتے ہیں معروف النخاط ابو الخطاب دمشقی وصدیقہ بن خالد ورنج بن عطیہ وحاتم بن اسمعیل وعبد الرحمن بن زید و مسلم بن خالد زنجی و مالک بن انس وابن عیینہ و عیسیٰ بن یونس و مسلمہ بن علی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری و ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ و یحییٰ بن معین و ابو عبیدہ قاسم بن سلام و ابو حاتم و ابو زرہ و محمد بن عوف و زکریا ر ساجی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہشام بے شمار محدثین کرام کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے محدث حجتہ وضابطہ وثبت میں قال ابن معین والبیہقی ثقہ وقال عبدان ماکان فی الدنیا مثلاً۔ آخر عمر میں دماغ مختلط ہو گیا تھا اور عقل میں کچھ فتور آ گیا تھا۔ ہشام کا ہے کہ عند الضرورة تحدیث احادیث پر اجرت لیتے تھے اور بغیر اجرت تحدیث و روایت سے انکار کر دیتے تھے۔ قال ابن واسطہ عزمت زماناً ان امسک عن حدیث ہشام لانہ کان یبیع الحدیث وقال صالح بن محمد کان یاخذ علی الحدیث ولا یحدّث ما لم یاخذ وکان یاخذ علی کل ورقتین درہمین۔

ہشام بڑے حیادار تھے ہر وقت سرخوہ خدا و شرم و حیا سے نیچے رکھتے تھے قال ابو المستضییٰ سرائت ہشام ابن عمار اذا مشی اطرق فی الارض حیاء من اللہ تعالیٰ۔ ابو علی مقرر کہتے ہیں کہ جب ایوب بن تمیم کی وفات سن۹۰ سے چند سال بعد ہوئی تو علم کی جلالت و امامت و شخصوں کے حصے میں آئی احدثا مشہر بالقرآن والضبط و هو عبد اللہ بن ذکوان والاخر مشہر بالعقل والفصاحة والروایۃ والعلم والدایۃ و هو ہشام بن عمار قد رُزق کبر السن وصحۃ العقل والرأی فاخذ الناس عنه قدیماً منهم ابو عبیدہ القاسم بن سلام وکان عبد اللہ بن ذکوان یفضل ویری مکانہ فلما مات ابن ذکوان اجتمع الناس علی ہشام۔

ہشام اپنی ولادت ۳۵ھ کی بتاتے تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ محرم ۱۱۵ھ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ہشام بالواسطہ قاری ابن عامر دمشقی کی قرارت کی روایت کرتے ہیں۔ ہشام نے قرارت عراق مروزی و ایوب بن تمیم سے اور انہوں نے یحییٰ زہری سے اور یحییٰ نے ابن عامر دمشقی سے پڑھی۔

الہمدلی الشاعر رحمہ اللہ تعالیٰ اولئک علی ہدیٰ من سربصر کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان کا نام خولید بن مرہ ہذلی ہے۔ و هو احد بنی قریظ بن عمرو بن معاویۃ بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔ خولید قبیلہ ہذیل کا فرد تھا۔ اس کی کنیت ابو خراش تھی۔ قال الخفافی و ابو خراش کان من فرسان العرب وفصحاء شعرائہا وکان یعدّ وعلی قدیمیہ فیسبغ الخلیل ثم اسلم وحسن اسلامہ ومات فی زمن عمر رضی اللہ عنہ من نھش حیۃ انتہی ما فی عنایۃ الفاضل ج ۱ ص ۲۳۹۔

ابو خراش ہذلی تابعی ہیں۔ مرزبانی لکھتے ہیں ادرك الاسلام شیخاً کبیراً و قد علی عمر رضی اللہ عنہ وقد اسلم وقبیل اخو عمر ؓ قتلته ثمانۃ من الإزد وأسرہ ابنتہ خراشاً فدعا الذی امیرہ رجلاً للنادۃ فزأی خراشاً موثقاً فی القید فالقی علیہ مرءۃ فاجارہ فلما أطلق قدم علی ابیہ فقال لہ من اجارک قال لا ادري

واللہ۔ فقال ابوخراس یدح صاحب الرءاء
 حمدت الہی بعد عمر فَاذبحا خراش وبعض الشراہوں من بعض
 ولم ادر من ألقى علیہ حراہہ ولکنہ قد سئل عن ماجد محض
 ویقال انہ لا یعرف من مدح من لا یعرف غیر ابی خراش۔

ابو الفرج اصہبانی صمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوخراس ہذلی زناء جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں گئے، ولید بن مغیرہ
 سے ملاقات ہوئی۔ ولید کے دو بہترین گھوڑے تھے جو گھڑ دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کیے گئے تھے اور وہ ان
 دونوں کو مقابلے میں شریک کروانے والے تھے فقال ابوخراس لہ ما تجعل لی ان سبقتمہا عدو اقال ان
 فعلت فہما لک فسبقہما۔ شاید ولید کو اس واقعہ سے قبل ان کی تیز رفتاری کا علم نہ تھا ورنہ وہ یہ مقابلہ نہ کرتا۔
 فتبع مکہ کے ایام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب غزوی کو کرا کر اس کے خادم و نگران دبیہ سلمی کو قتل کر دیا
 تو ابوخراس نے جو اس وقت کافر تھے غزوی پر روتے ہوئے دبیہ کے مرثیہ میں اشعار پڑھے۔

ابوخراس کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہوئی۔ موت کا سبب بے مروت مہمانوں کی آمد اور ابوخراس
 کی مروت و اخلاص ہے۔ چنانچہ صمعی و ابن کلبی لکھتے ہیں حرّ علی ابی خراش نفراً من الیمن وکانوا حجاجاً فآذوا
 علیہ فقال ابوخراس ما أمسی عندی ماءً ولكن ہذہ برمتہ شاة وقربہ فرمہ وافانہ غیر یعیذ ثم اطحوا النش
 وذروا البرمتہ والقربہ عند الماء حتی ناخذہا فامتنعوا وقالوا لا تبرح فاخذ ابوخراس القربہ وسعی نحو
 الماء تحت اللیل فاستقی ثم اقبل فہمشتہ حیثہ فاقبل مسرعاً حتی اعطاهم الماء ولم یعلمہم ما اصابہ فباثوا
 یا کلون فلما اصبحوا وجدوا فی الموت فاقاموا حتی دفنوا فبلغ عمر خبرہ فقال واللہ لولا ان یکون سنہ
 لآہرت ان لا یضاف یمانی بعد ہا ثم کتب الی عاملہ ان یاخذ النفر الذین نزلوا بابی خراش فیغربہم دینہ۔
 خراش بن ابی غرث بھی مسلمان ہیں اور بڑے مجاہد و غازی ہیں۔

ابو عبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بنو فہم نے ابوخراس کے بھائی عروہ بن مرہ کو گرفتار کر لیا تو ابوخراس نے اپنے
 بیٹے خراش کو ان کے پاس یرغمال رکھ کر اپنے بھائی کو چھڑا لیا پھر مال سے کھر اپنے بیٹے کو بھی چھڑا لیا۔ وقال
 الاصمعی ہا جر خراش بن ابی خراش فی عہد عمر و غزافا وغل فی بلاد العد و فقدم ابوخراس المدینۃ فجلس بین
 یدی عمر شکا الیہ شوقہ الی خراش وانہ انقرض الیہ وقیل اخوتہ ولم یبق لہ غیرہ قال فکتب عمر بان یعقل
 خراش وان لا یغزو من کان لہ اب شیخ الا بعد ان یأذن لہ اھ۔

ابوخراس کے ترجمہ و احوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں اصحابہ ج ۱ ص ۴۶۲ و ۴۶۵۔ و کتاب الشعرو
 الشعراء لابن قتیبہ ج ۲ ص ۵۵۴ و سمط ۲۱۶ و خزائن ج ۱ ص ۲۱۱ و اغانی ج ۲ ص ۳۸۔ اور ان کے اشعار کے
 لیے ملاحظہ ہو دیوان الہذلیین ج ۲ ص ۱۵۷ وغیرہ۔

ہابیل رحمہ اللہ۔ بحث السم کے آخر میں مذکور ہیں۔ ہوا ہابیل بن آدم علیہ السلام۔ ہابیل قابیل دونوں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ نوع انسانی میں ہابیل پہلا شخص ہے جو طعناً قتل ہوا اور قابیل پہلا قاتل ہے قرآن مجید میں دونوں کا قصہ تفصیلاً مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ واتل علیہم نبأ ابْنِ آدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يَتَقَبَّلْ مِنَ الْاُخَرَ قَالَ لَا فُتِنْتُكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَى يَدِكَ لِتَقْتُلَنِي مَا اَنَا بِسَاطِئِدِيْكَ اِيَّاكَ لَا فَتِنْتُكَ اِنْ خِيفَ اللّٰهُ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ اِنِّىْ اَسْرِيْدَانِ تَبَوَّءَا ثَمَنِيْ وَ اَمْلَكَ فَتَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ وَ ذٰلِكَ جَزَاءُ الظّٰلِمِيْنَ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاصْبِرْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔

قتل کا سبب شادی اور عورتوں پر نزاع تھا۔ فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان آدم کان یزوّج ذکر کل بطن بانثی الاخری وان ہابیل اسراہ ان یتزوّج باخت قابیل وکان اکبر من ہابیل واخت قابیل احسن فاراد قابیل ان یتنأثرہا علی اخیہ وامرہ آدم علیہ السلام ان یزوّجہ ایاہا فابی فامرہما ان یقرّبا قرباناً وذهب آدم لیجوز الی مکہ واستحفظ السہوات علی بنیہ فابین والارضین والجبال فابین فقبیل قابیل بحفظ ذلک فلما ذهب قربانہما فقرب ہابیل جذعہ سمینہ وکان صاحب غنم وقرب قابیل حزمة من سرع من سرعی زسرعہ فنزلت نار فاکلت قربان ہابیل وترك قربان قابیل فغضب وقال لا تقتلک حتی لا تنکح اخی فقال انما یتقبل اللہ من المتقین ۔

وعن عبد اللہ بن عمر وایم اللہ ان کان المقتول لاشد الرجلین ولكن منع التخرج ان یبسط الیہ یدہ۔ وقیل فی قتله ان ضربہ بحدیة کانت معہ فقتله وقیل انه انما قتله بصخرة سماها علی رأسہ وهو ناسم فشدخته وقیل بل خنقه خنقاً شديداً وعصاً كما تفعل السباع فمات واللہ اعلم کذا فی البدایہ لابن کثیر ۱۔
۹۳۔ وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً لا تقتل نفس ظلم الا کان علی بن آدم الاول کفل من مہالانہ کان اول من سنّ القتل مراہ احمد غیرہ۔ ذکر ابن کثیر وحبیل قاسیون شمالی دمشق مغارة یقال لہا مغارة الدم مشہورہ بانھا المكان الذی قتل قابیل اخاہ ہابیل عندها ثم آدم علیہ السلام حزن علی ہابیل حزناً شديلاً وانه قال فی ذلک شعراً وهو قوله فيما ذکرہ ابن جریرہ

تَغَيَّرَ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا فَوَجَّهَ الْأَرْضَ مَغْبَرٍ قَبِيحٍ
تَغَيَّرَ كُلُّ ذِي لَوْنٍ وَطَعْمٍ وَقَلَّ بِشَاشَةِ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ

فاجیب آدم علیہ السلام۔

ابا ہابیل قد قُتِلَ جَمِيعًا وَصَارَ لِحَيِّ كَالْمَيِّتِ الذَّبِيحِ
وَجَاءَ بَشَرَةٌ قَدْ كَانَتْ مِنْهَا عَلَى خَوْفٍ فِجَاءٍ بِهَا يَصِيحُ

هذا الشرفیہ نظر لعلہ آلف بعض الناس فنسب الیہ۔ واللہ اعلم۔

قال الامام ابو اسحق العلبي في كتابه العرائس من عن الصادق عن ابن عباس قال لما قُتل هابيل وادم بمكة اشتاك الشجر وتغيرت الاطعمة ونمضت الفواكه وفقر الماء واغبرت الارض فقال ادم قد حدث في الارض حدث وكان لهابيل يوم قُتل عشر زينة واختلفوا في مصرعه فقبل على جبل نوح بالهند وقال بعضهم على عقبه حراء وحكى ابن جرير قال جعفر الصادق رحمه الله بالبصرة في موضع المسجد الاعظم اهـ۔

يعقوب بن اسحق بن زيد بن عبد الله الحضرمي بالولاء البصري المقرئ المشهور رحمه الله وهو واحد القراء العشرة وهو المقرئ الثامن كذا في الوفيات لابن خلكان ج ۶ ص ۳۰۔ يعقوب موصوف امام قراءات، زاهد، صالح، ورع، امام نحو وعربيت وفقه وقراءات ہیں۔ کنیت ابو محمد یا ابو یوسف ہے۔ حافظ سیوطی بغیہ ص ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کان اعلم الناس في زمانه بالقراءات والعربية وكلام العرب والثرائية والفقه فاضلاً تقياً ورعاً زاهداً سرقه اولاً وهو في الصلاة ورعاً اليه ولم يشعر لشغل بالصلاة وبلغ من جاهه بالبصرة انه كان يجلس ويطلق۔ آپ روایت کرتے ہیں اپنے بزرگ زید بن عبد اللہ واسود بن شیبان و سلیمان بن معاذ الضبی و سلیم بن حیان و عبد الرحمن بن میمون و ابو عقیل دورقی و شعبہ و حماد بن سلمہ و ہمام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں عمرو بن علی الفلاس و ابو الریح الزہرانی و عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ طرسوسی و عقبہ ابن مکرم و حسین بن علی الصدفی و احمد بن ثابت مجہوری رحمہم اللہ۔

امام احمد و ابو حاتم فرماتے ہیں ہر صدق۔ ابن حبان نے ثقافت میں ذکر کیا ہے۔ کذا في التنذيب لابن حجر ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ عبد الرحمن بن ابی حاتم فرماتے ہیں سئل احمد بن حنبل رضى الله عنه عن يعقوب الحضرمي فقال صدوق وسئل ابو حاتم الرازي عنه فقال صدوق وقال ابو حاتم كان يعقوب الحضرمي اعلم من ادر كناد و رأينا بالحرف والاختلاف في القرآن الكريم وتعليقه ومذاهب النحوي القرآن الكريم۔ ابو عمرو بن العلاء کے بعد عام اہل بصرہ نے آپ کی قراءت کی پیروی کی۔ طاہر بن عبد النعم بن غلبون امام جامع مسجد بصرہ صرف یعقوب کی قراءت پڑھتے تھے۔ یعقوب نے ایک کتاب مسمیٰ بہ الجامع تصنیف کی جس میں آپ نے تمام وجوہ قراءات اور ان کا اختلاف ذکر کر کے ہر حرف اپنے اپنے قاری کی طرف منسوب کیا۔

ابن خلكان کہتے ہیں وهو من اهل بيت العلم بالقراءات والعربية وكلام العرب والثرائية الكثير الحرف والفقہ وكان من اقرأ القراء واخذ عنه عامة حروف القرآن مسنداً وغير مسند من قراء الحرمين والعراقين اهل الشام وغيرهم اهـ۔

آپ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی امہ کبار میں سے تھے۔ ابو عبیدہ لکھتے ہیں اول من وضع العربية ابو الاسود الدؤلی ثم میمون الاقرن ثم عنبسة الفیل ثم عبد اللہ بن ابی اسحق

الحضری آہ۔ ابن ابی اسحاق حضرمی عیسیٰ بن عمر ثقفی و ابو عمرو بن العلاء کے معاصر ہیں اور دونوں سے پہلے وفات پائی۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری نے عبد اللہ موصوف و قاری ابو عمرو بن العلاء کو اپنے پاس بلا کر مناظرہ کرایا تو عبد اللہ غالب ہوئے قال ابو عمرو فغلبنی ابن ابی اسحاق بالہمز فنظرت فیہ بعد ذلک و بالنت فیہ۔ یہ عبد اللہ موصوف وہی ہیں جو عموماً فرزدق کے اشعار پر تنقید کرتے اور ان میں لغوی اغلاط کی نشان دہی کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذمت میں فرزدق نے یہ شعر کہا جو بعد میں علماء کے مابین بہت مشہور ہوا ہے

فلو کان عبد اللہ مولیٰ ہجوئہ ولكن عبد اللہ مولیٰ موالیا

جب عبد اللہ موصوف تک یہ شعر پہنچا تو فرمایا اس میں بڑی لغوی غلطی ہے۔ موالیا کننا غلط ہے صحیح مولیٰ موال ہے۔ مبرور فرماتے ہیں اجمعت العلماء باللغة انّ اَوَّلَ مَنْ وَضَعَ الْعَرَبِيَّةَ ابُو الْاَسَدِ الدَّوْلِي وَانَّهُ لَقِّنَ ذَلِك

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم اخذ النخوعن ابی الاسود عنبسة بن معدان المہری و اخذ عن عنبسة ميمون الاقرن و اخذ عن ميمون عبد اللہ بن ابی اسحق الحضرمی و اخذ عن عیسیٰ بن عمر و اخذ عن عیسیٰ الخلیل و اخذ عن سیبویہ و اخذ عن سیبویہ الاخفش اھ۔ بہر حال قاری تمام یعقوب بن اسحاق علمی خاندان کے فرد جلیل ہیں۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم و قاری تھے۔ بعض نے آپ کی مدح میں کہا ہے

ابوہ من القراء کان وجداً و یعقوب فی القراء کان لکوکب الدّی
تفردہ محض الصواب و وجہہ فرمشتہ فی وقتہ والی اللہ

ابن خلیکان و فیات الاعیان میں لکھتے ہیں اخذ یعقوب القراءة عرضاً عن سلام بن سلیمان الطویل و مہدی بن ميمون و ابی الاشعث الطحطاوی و غیرہم و روى عن حمزة حرّ و فاو سماع الحرف من الکسائی و سماع من جدّہ زید بن عبد اللہ و شعبۃ و اما اسنادہ فی القراءة الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قرأ علی سلام المذکور و قرأ سلام علی عاصم بن ابی النجود و قرأ عاصم علی ابی عبد الرحمن السلمی و قرأ ابو عبد الرحمن علی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و قرأ علی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و روى القراءة عن یعقوب المذکور عرضاً جماعةً منهم شرح بن عبد المؤمن و محمد بن المتوکل و ابو حاتم السجستانی و غیرہم و سماع منہ الزعفرانی انتہی و فیات ۶۳ ص ۳۹۱۔

قاری یعقوب کے ترجمہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے معجم الادب ج ۲ ص ۵۲۔ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۷۹۔ بغیۃ الوعاة ص ۴۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۰۴۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۴۸۔ شذرات ج ۲ ص ۱۴۔ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۶۔ طبقات زبیدی۔ ص ۵۱ و غیرہ وغیرہ۔ قاری یعقوب کی وفات بقول اصح ماہ ذوالحجہ یا جمادی الاولیٰ ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

فائدہ لطیفہ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاری یعقوب کی کل عمر ۸۸ سال تھی اسی طرح آپ کے والد اسحاق

بھی بمر ۸۸ سال انتقال ہو گئے تھے اور جد زیدی بھی کل عمر ۸۸ سال تھی۔

فائدہ۔ قاری یعقوبؒ کے روات بہت ہیں۔ لیکن مشہور دو ہیں۔ اول روئیں۔ دوم ابوالحسن رُوحؒ۔

یحییٰ بن المبارک بن المغیرۃ العدنی المعروف بالبزیدی المقرئ الفحوی اللغوی مولیٰ بنی

عدی بن مناة البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یحییٰ بن المبارک یزیدی قراب سبعمہ میں سے قاری ابو عمرو بن العلاء کے قرأت میں تلمیذ و خلیفہ ہیں۔ ابن العلاء کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ دراصل بصرہ کے ہیں۔ پھر بغداد میں سکونت اختیار کی۔ بغداد میں ابن العلاء و ابن جریج سے تلمیذ کی۔ قاری ابو عمرو بن العلاء کی قرأت کے مدار آپ ہی ہیں کیونکہ علماء و قراء کے نزدیک قاری ابو عمرو کے دوراوی مشہور ہیں اول دوری دوم سوسی۔ اور دونوں نے بلا واسطہ ابو عمرو سے اخذ قرأت نہیں کیا بلکہ دونوں نے یحییٰ یزیدی مذکور سے اخذ قرأت کیا اور یحییٰ یزیدی نے ابو عمرو سے اخذ کیا ہے۔

یحییٰ یزیدیؒ سے اخذ کرنے اور روایت کرنے والے یہ علماء ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد بن یحییٰ بن المبارک و ابو عبید قاسم بن سلام و اسحاق بن ابراہیم موصلی و ابو عمرو دوری و ابو محمد بن الطیب بن اسماعیل و ابو شیبہ سوسی صالح بن محمد و عامر بن عمر موصلی و ابو خلاد و سلیمان بن خلاد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ و خالف البزیدی اباعمر بنیٰ صرف بسیرۃ من القراءۃ اختارها لنفسه۔

یحییٰ مذکور کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ طبقات ابن المعتز، ص ۲۷۳۔ الاغانی ج ۲۱ ص ۹۲ و معجم مرزبانی ص ۳۸۷ و شرح المرزوقی للحامی و معجم الادباء ج ۲۰ ص ۳ و نور القبس ص ۸۰ و نزهة الالباء ص ۵ و عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۳۸ و الشذرات ج ۲ ص ۴ و غایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ و مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳ و بغیۃ الوعاة، ص ۳۳ و خزائن الادب ج ۲ ص ۲۲۶ وغیرہ۔

یحییٰ یزیدیؒ یزید بن منصور غل مہدی کی اولاد کے معلم و مؤدب تھے اور اسی تعلق سے انہیں یزیدی کہتے ہیں بعد ہارون رشید کے مقرب ہو کر اس کے بیٹے مامون کے مؤدب مقرر ہوئے۔ اور اس کے دوسرے بیٹے امین کے مؤدب امام کسائی تھے۔ اسی وجہ سے یزیدی اور کسائی ہارون رشید کے دربار میں آتے جاتے تھے۔ ہارون نے کسائی سے کہا تھا کہ امین کو قرأت حمزہ سکھائیے اور یحییٰ یزیدی کو کہا کہ مامون کو قرأت ابو عمرو بن العلاء پڑھائیے۔ کذا فی ذیات الایمان ج ۶ ص ۱۸۴۔ یحییٰ یزیدی کی کنیت ابو محمد ہے۔ یزیدی سے مشہور ہیں یزیدی اور کسائی میں مناظرے ہو کرتے تھے۔ دونوں بڑے نحوی و لغوی و ماہر قرأت جہر الامتہ تھے۔ تاہم کسائی کا مقام بلند ہے۔ کیونکہ کسائی امام نحو ہونے کے ساتھ قراب سبعمہ میں سے ایک ہیں اور یزیدی صرف راوی ہیں قراب سبعمہ میں سے ایک قاری ابو عمرو بن العلاء کے۔

یزیدی فرماتے ہیں ایک دن میں خلیفہ مامون رشید کی مجلس میں گیا جہاں قہر کم کا سامان عیش و مسرت

موجود تھا۔ اس کی جمیل و حسین ترین و خوش آواز باندی نغم نامی نے گانا شروع کیا اور یہ شعر پڑھے۔

وزعتِ آتی ظالم فہجرتی ورمیت فی قلبی بسہم منافذ
فغم ہجرتک فاغفری و تجاؤزی ہذا مقام المستجیر العائد
ہذا مقام فتی اضر بہ الهوائے قرح الجفون بحسن جھک لاشن
ولقد اخذتم من فؤادی أنسہ لاشل ربی کف ذاک الاخذ

مامون نے بار بار یہ اشعار سنانے کا حکم دیا پھر کہا یا یزیدی ایکون شی احسن مانحن فیہ ؟ قلت نعم یا امیر المؤمنین قال وما هو ؟ قلت الشکر لکن خولک هذا الانعام العظیم الجلیل۔ فقال احسنت وصدقت ووصلنی و امر بما شئت الف درهم یتصدق بها فکافی انظر الی البدل وقد اخرجت والمال یفترق۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے سب علماء ادب و شعرا تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ابو عبد اللہ محمد و ابراہیم و ابو القاسم اسمعیل و ابو عبد الرحمن عبد اللہ و ابو یعقوب اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سب نے لغت و عربیت میں تصانیف کیں۔

قاری یزیدی رحمہ اللہ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں مثل کتاب المقصود و الحمد و کتاب مختصر نجوم و کتاب النقط و الشکل و کتاب النوادر۔ آپ کا خراسان میں ۲۲۰ھ میں بمصر ۷۷۷ھ سال انتقال ہوا۔ ابو عمرو دانی فرماتے ہیں کہ یزیدی کی وفات شہر مرو میں ہوئی اور عند البعض بصرہ میں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔

فصل

اس فصل میں ہم ان حیوانات کے احوال ذکر کرتے ہیں جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اول یعنی تا آخر سورہ بقرہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ الاسد شیر۔ آیت الذین ینقضون عہد اللہ کے تحت اسد کا ذکر موجود ہے۔ اسود۔ اُسْدُو اسد و اسد کی جموع ہیں۔ مونث اسدۃ ہے۔ شیر کے لغت عربی میں پانچ سو اسماء و صفات ہیں۔ کما قال ابن خالویہ۔ علی بن قاسم لغوی نے ۱۲۰ نام اور بڑھائے ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں۔ اسامہ۔ مجذب۔ بیتس۔ حارث۔ جیدرۃ۔ دواس۔ ربال۔ زفر۔ شعبہ۔ صعب۔ ضرغام۔ ضیفم۔ طیار۔ عنبس۔ غضنفر۔ فرانصہ۔ قسوة۔ کہس لیث متانس۔ قبیب۔ ہراس۔ وُرد۔ لجم۔ قشعم۔ اقدم۔ عرغام۔ عرزم۔ عرکم۔

علماء ادب کا قانون ہے ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمی۔ یہ قانون تقریباً ہر ادبی کتاب میں موجود ہے

اور ادباء و علماء کے نزدیک تقریباً مجمع علیہ ہے۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ قانون مخدوش ہے۔ اس لیے کہ لغت عربی میں سانپ کے بھی بہت سے نام ہیں ابن خالویہ جو مشہور نحوی و ادیب ہیں فرماتے ہیں کہ سانپ کے دو سو نام ہیں۔ حالانکہ سانپ میں کوئی شرافت موجود نہیں ہے سانپ انسان کا دشمن ہے اور انسان کے لیے بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ اسی طرح مصائب و آفات کے نام بھی لغت عربی میں بہت زیادہ ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ مصائب کے ۴۰۰ نام ہیں اور یہ کثرت اسماء بھی ایک مصیبت ہے قال وھذہ احدک المصائب۔ اور کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصائب شرافت سے موصوف ہیں۔

لہذا میری رائے میں یہ قانون ان کثرة الاسماء تدل علی شرف المسمیٰ صحیح نہیں ہے اور اس کا کلی و عام ہونا محل نظر ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے ان کثرة الاسماء تدل علی عظمت المسمیٰ و کونہ ما یخاف منہ اور بعد ازیں اس قانون کی کلیت و صحت میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ شیر اور سانپ اور اسی طرح مصائب کی ہیبت مسلم ہے۔ نیز ان کے خوفناک ہونے میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام بھی کثیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام بھی زیادہ ہیں اور قرآن کریم کے نام بھی زیادہ ہیں اور دونوں کی عظمت میں شک نہیں ہے۔ اسی طرح ان تینوں کی یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ہیبت و خوف ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ و رسول کی مخالفت موجب عذاب ہے لہذا ان کی مخالفت سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے۔ شیر کے چند اوصاف مشہور ہیں۔

اول یہ کہ اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور صبر کرنے کی قوت بہ نسبت اور درندوں کے بہت زیادہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ کسی اور درندے کا شکار نہیں کھاتا۔

سوم یہ کہ شیر وہ پانی نہیں پیتا جسے گتے نے منہ لگایا ہو۔

چہارم یہ کہ وہ شجاعت اور ہزدلی دونوں سے متصف ہے۔ اس کی ہزدلی یہ ہے کہ وہ مرغ کی آواز سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح بلی سے بھی ڈرتا ہے اور لوہے پتل وغیرہ دھات کے بنے ہوئے برتن بجانے کی آواز سے بھی خوف کھاتا ہے اور آگ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

پنجم یہ کہ وہ دائماً محموم یعنی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک حدیث مرفوع ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثین قال لہ اصحابہ کیف نظمتن او تطمتن مواثینا ومعنا الہد فسلط اللہ علیہ اللہ فی فکات اول اللہ نزلت فی الارض فہولایزال عجموا۔ وروی محمد بن المنکدر عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رکبت سفینۃ فی البحر فانکسرت فربکیت لواحاً فاخرجتنی الی اجمۃ فیہا اسد فاقبل الی فقلت

اناسفینہؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ثانیہ فجعل یغیرنی بمنکبہ حتی اقامنی علی الطريق ثم همهم فظننت انہ السلام۔ وفي دلائل النبوة للبيهقي عن ابن النجدة ايضا ان سفينة مولی رسول اللہ انخطأ للجيش بارض الروم وأسیر فی ارض الروم فانطلق هاربا يلتمس للجيش فاذا هو بالاسد فقال له يا ابا الحارث اناسفينةؓ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد یبصص حتی قام الی جنبه وکلما سمع صوتا هو ی الیه ثم یمشی الی جنبه فلم یزل کذلک حتی بلغ الجيش فرجع الاسد۔

۲۔ **الایمل**۔ کسر میزہ وبار۔ اونٹ۔ آیت یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السِّلَم کافَّةً کے تحت اہل نذکر ہے۔ اہل اسم جنس ہے۔ قالہ ابن سیدہ۔ بعیر کا اطلاق بھی اہل کی طرح نذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ اہل کی جمع آبال ہے سبھی بذلک لانہا تبول علی اغذاھا۔ کذا فی کتب الفقہ۔ یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر پر مقرر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اہل مموز الفاء اور بول مضل العین ہے۔

اہل عجیب و غریب خصائص لفظیہ و شرعیہ و خلقیہ و تکوینیہ کا حامل ہے لیکن کثرت رؤیت کی وجہ سے اس کے عجائب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱) یہ حیوان عظیم الجثہ و طویل العنق ہے۔ (۲) سر بیچ الانقیاد ہے۔ وزن کثیر اٹھاتا ہے اور اسی کے ساتھ بیٹھ بھی سکتا ہے۔ اس کی طاقت کا منہج اس کی طویل گردن ہے جس کی حرکت و معاونت سے وہ وزن کثیر اٹھاتا ہے۔

(۳) اس کی پشت پر باقاعدہ چھوٹا سا گھڑ بنا یا جا سکتا ہے کچا کانت عادی العرب فی الاسفار (۴) بغیر آرام کے طویل سفر کر سکتا ہے (۵) سخت پیاس اور بھوک کی قوت برداشت رکھتا ہے حتیٰ کہ دس دن تک وہ پیاسا رہ سکتا ہے اسی وجہ سے عرب اسے سفینۃ البر کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وعلیہا و علم الفلک تھلون سفینۃ برّ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کشتی کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔

(۶) بہ نسبت دیگر حیوانات کے اس پر نظر برد کا اثر بہت جلد ہوتا ہے ولذا قال علیہ السلام استعینوا باللہ من العین فان العین حق فانہا تدخل الرجل القبر وللجل القدر (۷) اس کا رحمت خداوندی سے تعلق زیادہ ہے قال علیہ السلام لا تسبوا الاجل فانہا من نفیس اللہ تعالیٰ۔ حکاکا ابن سیدہ۔ ولا ادسری حال سندہ۔

(۸) شیطان سے بھی اس کا رابطہ قوی ہے۔ پس اونٹ مجمع الاضداد ہے و هذا من عجائب قدّۃ اللہ تعالیٰ فعن عبد اللہ بن مغفل مر فوعا ان الاجل خلقت من الشیاطین۔ اخرجه ابن جبان والنسائی۔ ایک اور حدیث ہے علی سنام کل بعیر شیطان۔

(۹) اونٹوں کے ٹھیرانے کی جگہ یعنی مبارک میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عند بعض الایمۃ۔ وفي الحدیث

لا تَصْلُوا فِي مَآرِكِ الْإِبْلِ فَاَنْهَامَا وَى الشَّيَاطِينِ -

(۱۰) سبیل تارے پر نظر پڑ جانے سے بیمار ہونا یا مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طلوع سبیل کے بعد اونٹ سبیل کی طرف رات کو منہ نہیں کھرتے۔

(۱۱) اس کا گوشت قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ کما قال الاطباء -

(۱۲) اس کا گوشت کھانا ناقضِ وضوء ہے عند احمد و اسحق و الشافعی فی قوله القدیم -

(۱۳) بوقتِ مستی اس کے منہ سے شششقہ ظاہر ہوتا ہے دھی بِالْحِلَّةِ لِلْجَمَاءِ الَّتِي يُخْرِجُهَا مِنْ جَوْفِهِ وَيَنْفَخُ فِيهَا فَتَنْظُرُ مِنْ بَشْدَقِهِ -

(۱۴) اس کا بڑا کوہان ہوتا ہے اور بچتی کے دو کوہان ہوتے ہیں۔

(۱۵) سیبویہ فرماتے ہیں وزن ابل یعنی فعل بکسر فاو عین پر نسبت عربی میں صرف ایک ہی لفظ یعنی لفظ ابل ثابت ہے۔ عند البعض بلز کا وزن بھی یہی ہے۔ والتفصیل فی کتبنا الادبیۃ۔ شاید ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ينظرون الى الابل كيف خلقت۔ وعن سعيد بن جبیر قال لقيتُ شريحاً القاضی ذاهباً فقلتُ این تُرید فقال أُسرید الكناسة فقلت وما تصنع بالكناسة قال انظر الى الابل كيف خلقت

۳۔ ابنِ دایہ۔ یہ کنیت ہے کوئے کی۔ شہرِ مضان الذی انزل فیہ القرآن کے بیان میں ابنِ دایہ مذکور ہے۔ کوئے کی بہت سی کنیتیں ہیں جو حیاۃ الجوان وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابنِ دایہ کے علاوہ ابنِ الاربعس۔ ابنِ برتک۔ ابوحاتم۔ ابوجحاد۔ ابوالجراح۔ ابو خدر۔ ابوزیدان۔ ابوزاهر۔ ابوالشوم۔ ابو غیاث۔ ابوالقعقاع۔ ابوالمرقال بھی کوئے کی کنیتیں ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے

ان الغراب دکان یشی مشیۃ فیما مضی من سالف الاجیال

حسد القطاة وراہ یشی مشیہا فأصابه ضرب من العقال

فأضل مشیتہ وأخطأ مشیہا فلذاک سموة ابا المرقال

اردو میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے چنانچہ کہتے ہیں کو اچلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ اہل عرب جس طرح انسان کی کنیت مقرر کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کئی جانوروں کی بھی کنیتیں مقرر کی ہیں۔ کو اچونکہ بہت معروف پرندہ ہے اس لیے انہوں نے اس کی بہت سی کنیتیں وضع کیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔

۴۔ بَعُوضَةٌ۔ چمچہ۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللہ مثلاً ما بعوضة۔ بعوضۃ مفرد

ہے اور بعوض اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے۔ عربی میں چمچہ کو بقی بھی کہتے ہیں۔ چمچہ کی بہت سی انواع ہیں اور یہ نہایت تیز رفتار ہوتا ہے۔ صغیر و بحشہ ہونے کے باوجود چمچہ کی شکل و صورت ہاتھی کی شکل سے مشابہ ہے کچھ فرق ہے وہ یہ کہ اس کے اعضاء ہاتھی کے اعضاء سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہاتھی کے اعضاء چار

ٹانگیں، دم اور غرطوم یعنی سونڈ ہیں۔ اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو ٹانگیں زیادہ ہیں۔ اسی طرح اس کے چار پر ہوتے ہیں۔ نیز تاحی کی سونڈ ٹھوس ہے اور مچھر کی سونڈ مجوف یعنی اس میں سوراخ ہے جو مچھر کے لیے بمنزلہ علقوم ہے اس سوراخ کے ذریعہ وہ خون اپنے پیٹ تک پہنچاتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی یہ سونڈ نرم و نازک ہے وہ اسے حیوان کی سخت کھال میں داخل کر دیتا ہے۔ مچھر کی انواع میں ایک نوع وہ ہے جس کے کاٹنے سے بلیر یا بخار پیدا ہوتا ہے۔ مچھر اور مچھر کا پر حشرات میں ضرب المثل ہے يقال اضعف من بضعۃ قرآن و احادیث میں اس کا متعدد وجہ ذکر آیا ہے۔

مچھر کا جثہ اگر چہ چھوٹا ہے لیکن یہ دست قدرت کی صنعائی کا عجیب و بدیع منظر ہے۔ اگر ان اوصاف پر کوئی شخص غور کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مچھر میں تخلیق فرمایا ہے تو اسے معلوم ہو گا کہ یہ اللہ کی عظمت و قدرت اور حکمت کی بڑی دلیل ہیں۔ مثلاً صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اس کی آواز بڑی تیز ہے اور نہایت تیزی سے اڑنے والا ہے اور اپنی خوراک پوری طرح پہچانتا ہے چنانچہ وہ انسان و حیوان کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کا خون پھوٹتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس کی خوراک حیوانی خون ہے اس کی غرطوم نرم و نازک ہونے کے باوجود سخت کھال میں سوراخ کر لیتی ہے۔ نیز ماہرین حیوانات لکھتے ہیں کہ مچھر جب انسانی اعضاء پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ غرطوم کے ذریعہ ان مسامات کو تلاش کرتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے کیونکہ یہی انسانی جلد کا نرم ترین حصہ ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی سونڈ داخل کر کے خون چوستا ہے۔ نیز ماہرین کہتے ہیں کہ مچھر کے مقدم و لٹ میں قوت حفظ اور وسط میں قوت فکر اور مؤخر میں قوت ذخیرہ ہے۔ اور اسی سر میں اس کی آنکھیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حاسہ لمس و حاسہ شم بھی دیا ہے اور غذا کا منفذ اور فضلات کا مخرج بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اس کا پیٹ بھی ہے انتریاں اور ہڈیاں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جثہ صغیرہ میں تخلیق کی ہیں۔

بہر حال مچھر کے اس جثہ صغیرہ میں قدرت کا عظیم الشان کارخانہ موجود ہے جو اسرار و رموز کا حامل ہے اس

لیے زرخشری نے کہا ہے

يَا مَنْ يَرَىٰ مَدَابِعُضَ جَنَاحِهَا فِي ظِلْمَةِ اللَّيْلِ الْبَهِيمِ الْإِلِيلِ

وَيَرَىٰ مَنَاطِعَ دَقِّهَا فِي غَمْرِهَا وَلِلْمَخِّ فِي تِلْكَ الْعِظَامِ الدَّحْلِ

أَمِنْ عَلَىٰ بَنَاتِهَا تَمَحُّ بِهَا مَا كَانَ مَعْنَىٰ فِي الزَّمَانِ الْاَوَّلِ

ابن خلدان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ زرخشری نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری قبر پر یہ ابیات لکھی جائیں۔

۵۔ البقرة۔ بیل۔ گائے۔ سورہ بقرہ میں بیل۔ گائے کا قصہ مذکور ہے۔ بقرہ کے معنی صرف گائے

یعنی صرف انٹی پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ لفظ بقرہ کا اطلاق ذکر و انشی یعنی نروادہ دونوں پر ہوتا ہے اور

بقرة میں تار تانیث معنوی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ وحدت کے لیے ہے۔ بقرة کے معنی میں ایک میل یا گائے۔ اور بقرة خذ تار اسم جنس ہے۔ اسم جنس کا اطلاق قبل پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی مثل ثمرة و تمر و بعوضة و بعوض قال المبرد اذا اردت التمييز قلت هذا بقرة لذکو وهذا بقرة للانثی كما تقول هذا بطة للذكر هذه بطة للانثی۔ بقرة کی جمع بقرات ہے قال الله تعالى سبع بقرات سمان بقیر وبقران وبارک اطلاق جماعت بقرة و اہوں سمیت پر ہوتا ہے۔ بقرة باقوة بھی کہتے ہیں۔ حدیث ہے فی کل ثلاثین باقورة بقرة۔ بقرة کے معنی شق (چیرنا) ہے یقال بقرا ذائق سمی بذلك لانه یبقر الارض ویشقها بالحراثة۔ محمد بن علی بن العابد ابن حسین کا لقب باقر تھا۔ لانه یبقر العلم ای شقہ و دخل فیہ مدخلًا یلیغا۔

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لحم بقرة کھایا ہے یا کہ نہیں کسی حدیث میں صریحہ اکل ثابت نہیں۔ البتہ تضییعہ بقرة ثابت و مروی ہے۔ فقہ الصبیح عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضعی عن نساءہ بالبقرة۔ اور ظاہر ہے کہ آپ نے بقرة کا گوشت کھایا ہوگا کیونکہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا گوشت ضرور تناول فرماتے تھے اور امت کے لیے بھی اس کا کھانا سنت قرار دیا ہے۔ طبرانی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البانها شفاء وسمئها داء و لجمها داء۔ مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس میں ایک راوی مجہول الاسم عورت ہے۔

۶۔ الجراد۔ بُڈی ملخ۔ اس کا ذکر آیت انما خرتم علیکم المیتۃ کے ذیل میں ہے۔ جراد اسم جنس ہے و احد جرادۃ ہے۔ مذکر و مؤنث اس میں برابر ہیں۔ میثاق ہے جراد سے یقال ثوب جراد ای املس قال اللہ تبارک یخرجون من الاجداث کأفھم جراد منتشرا فی کل مکان و قیل وجہ الشبہ اھم حیاسری فرعون لا یتدد و الجراد لاجھتہ لہ۔ جراد عجائب مخلوقات میں سے ہے۔ وہ مختلف الانواع مختلف الجثہ و مختلف الالوان ہیں انڈے اور بچے پیدا کرتے وقت سخت ترین زمین میں جثہ کا پچھلا حصہ مشابہہ دُم داخل کر دیتا ہے۔ جب کہ اس زمین پر سخت لکڑی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ جراد کی چھٹا مانگیں ہوتی ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح نظم اور امیر کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے۔ رئیس جدھر اڑنے لگے سارے کے سارے اُس کے ساتھ ہی اڑتے ہیں۔

دری الطبرانی والبیہقی مرفوعا لا تقتلوا الجراد فانہ جند اللہ الاعظم۔ یہ حکم اس وقت ہے جب ہ فساد زرع وغیرہ نہ کرے اور اگر کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو ان کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ایک روایت ہے حسن بن علیؑ سے عن الحسن بن علی قال کنا علی مائدة نأکل انا و اخی محمد بن الحنفیۃ و بنو عتی عبد اللہ و قثم و الفضل اولاد العباس فوقع جرادۃ علی المائدة فاخذھا عبد اللہ و قال لی ما مکتوب علی ہذا فقلت سالت ابی عن ذلک فقال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی مکتوب علیہا انا اللہ لا اله الا اناربت الجراد و سار فھا ان شئت بعثتھا نر قال قوم وان شئت بعثتھا بلاء علی قوم

فقال عبد الله هذا من العلم المكنون - قیامت کے قرب کی علامات میں سے ٹڈیوں کا فقدان ہے قیامت کے کچھ قبل تمام انواع مخلوق میں سب سے پہلے یہ نوع ختم ہوگی۔

۷۔ الحجامس - گدھا - آیت نقلنا لہم کو نواقرۃ کے ذیل میں حمار مذکور ہے۔ اس کی جمع حمیر و حمور و احمرة ہے۔ نر و مادہ دونوں پر حمار کا اطلاق ہوتا ہے۔ مادہ کو بالخصوص آتان و حمارة کہتے ہیں۔ زیادہ حمار کا اطلاق نر پر ہوتا ہے۔ کنیت ابو صابر۔ ابو زیاد اور مادہ کی کنیت ام محمود و ام تولب و ام جحش و ام نافع و ام وہب ہے۔ قرآن مجید میں اس کی آواز کو انکرا الاصوات کہا ہے۔

گدھا بزدلی و غماوت میں ضرب المثل ہے کما ورد فی الصحیحین ان النبی علیہ السلام قال لما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یجعل للہ صوۃ صوۃ حمار و یحوّل راسہ رأس حمار۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے قصداً و عمداً امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر گدھے کی صورت میں بدل دیا۔ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے حکی عن بعض المحدثین انہ سرحل الی دمشق لاحذ الحدیث عن شیخ مشہور بہا فقر علیہ جملۃ لکنہ کان یجعل بینہ و بینہ حجاباً ولم یر وجہہ فلما طالت ملازمۃ لہ و رأى جرحہ علی الحدیث کشف الستور فرأى وجه حمار فقال لہ احذر یا بنی ان تسبق الامام فانی لما ربی هذا الحدیث استبعدت و فوۃ فبقت الامام فصار و حی کما تری۔ حاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۳۱۔ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم نہاق اللہ ففعلوا و ابان اللہ من الشیطان فانہارات شیطاناً و اذا سمعتم صیاح الدیۃ فاسالوا اللہ من فضلہ فانہارات مملکاً۔ فقہاء و علماء لکھتے ہیں یہ حکم اس وقت ہے جب کہ گدھا اور مرغ کسی ظاہری وجہ کے بغیر آواز نکالے۔ اور اگر گدھے نے دوسرے گدھے کو دیکھ کر ریگنا شروع کر دیا تو وہ اس حدیث مذکور کے مصداق سے خارج ہے۔ وفی تاج نیسابور و کامل ابن عدی من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً قال نشر للحمیر الاسود القصیر گدھا حقیر جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے بعض لوگ کام لیتے وقت بہت مارتے ہیں لیکن بے جا اور حد سے زیادہ مارنا شرعاً ممنوع ہے۔

رسالہ تشبیہ باب الکرامات میں ہے سمعت اباحاتم البجستانی یقول سمعت ابانصر السراج یقول سمعت الحسین بن احمد الرازی یقول سمعت اباسلیمان الخواص یقول کنت سارکاً حماراً یوماً و کان الذباب یؤذیہ فیطأطأ راسہ و کنت أضربُ راسہ بحشۃ فی یدی فرفع الحمار راسہ الی وقال اضرب فانک ہکذا علی راسک تضرب قال الحسین نقلت لابی سلیمان لک وقع هذا قال نعم کما تمعنی۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام گدھے کی سواری کرتے تھے وعن ابن مسعود کانت الانبیاء علیہم السلام یرکبون للحمیر یلبسون الصوف و یحبون الشاة۔

حدیث شریف میں گدھے کی سواری اور بکری کا دودھ دوسنا تواضع کی علامت بتائی ہے۔ ایک بڑے استاد مفتی جو اس وقت (۱۳۱۵ھ) میں زندہ ہیں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ کہیں سے گدھا تلاش کرو اور اس کے مالک سے اجازت لو تا کہ میں ایک دفعہ اس پر سوار ہو جاؤں (کیونکہ وہ کبھی بھی گدھے پر سوار نہیں ہوئے تھے) تا کہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر عمل ہونے کے ساتھ اس علامتِ تواضع سے محروم نہ رہ جاؤں۔ چنانچہ ان کے لیے گدھا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر پڑھانے کے لیے مدرسہ تک گئے۔ بہر حال متکبر آدمی گدھے پر لوگوں کے سامنے سوار ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس بندہ کے نزدیک تکبر کے ازالہ و حصولِ علامتِ تواضع آج کل کی سواریوں میں سائیکل کی سواری کرنا ہے بس سائیکل آج کل کا گدھا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں متکبر لوگ کاروں وغیرہ میں سواری کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور سائیکل پر سوار ہونا اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ جس طرح عبدِ قدیم میں اُمراء و متکبر بن گھوڑے، خچر، اونٹ کی سواری اختیار کرتے ہوئے گدھے پر سواری کو معیوب اور اپنی ہتک سمجھتے تھے چونکہ ہمارے زمانے میں سواریوں کا نظام بدل گیا ہے اب اسی طرح عربِ عام میں سائیکل گدھے کی طرح غبار و مساکین کی سواری ہے۔

گدھے کا گوشت باتفاقِ ائمہ حرام ہے قالہ ابن عبد البر و انما سئیت الرخصة فيه عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ البتہ جنگلی گدھا حلال ہے۔ صبیحِ احادیث میں اس کا شکار کرنا اور کھانا ثابت ہے۔

۸۔ الثور۔ بیل۔ تاویت بنی اسرائیل کے بیان میں یعنی ان آیۃ مملکہ ان یاتیکم التابوت الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثور کا معنی ہے بیل۔ ای الذکر من البقر۔ مادہ کو ثورۃ کہتے ہیں۔ جمع ثیران و ثیرۃ ہے۔ معنی بذلك لانہ یشیر الارض کا سمیت البقرۃ بقرة لانہا یشقرها۔ ثور کا ذکر کئی احادیثِ مرفوعہ میں ثابت ہے۔ نسائی صحیح مسلم میں ہے مرفوعاً عن ثوبان ان اهل الجنة حين يدخلونها يغفر لهم ثور الجنة الذي كان ياكل من اطرافها و ياكلون من زيادة كبد الخوت۔ وعن ابی هريرة مرفوعاً ان الشمس والقمر ثوران في الناس يوم القيامة۔ رواه البزار في رواية ثوران عقيران في الناس۔

۹۔ الحمامۃ۔ کبوتر۔ قال فخذ اربعة من الطيور کی شرح میں مذکور ہے۔ حمامہ کا اطلاق ذکر و انثی دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع حمام و حمامات ہے۔ حمام عند المحققین مطلق کبوتر کا نام ہے خواہ جنگلی ہو خواہ مانوس۔ لکن کاؤ الکسانی بقول الحمام هو البری والیام الذی یألف البیوت۔ وقال الهممعی ان الیام هو الحمام البری والواحد حمامۃ۔ بعض کتبِ اُرداء و اہل لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمام صرف کبوتر کا نام نہیں ہے بلکہ ہر پرندہ حمام کہلاتا ہے جو درطوق ہو و الطوق الحضرۃ او الخضرۃ او السواد المحيط بغنم الحمامۃ۔ چنانچہ امام شافعی سے منقول ہے اکل ما عتب و هذا مرفوعاً حمام وان تفرقت اسماء و ما شرب قطرة قطرة کالدجاج فلیس بحمامۃ۔ عتب کا اطلاق ہوتا ہے پرندے کے پانی پینے پر۔ قال بعض اهل اللغة ان الحمام يقع علی الذی

یألف البیوت ویستفرج فیها وعلی الیمام والقمری والفواخت والدبسی والقطا والوراشین والزلیغ وغیر ذلک من الطیر۔

دری ابوداؤد عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری رجلاً یقبع حمامۃً فقال شیطان یقبع شیطانۃً۔ ودری الطبرانی ان النبی علیہ السلام کان یحبہ النظر الی الاربع والحمام الاحمر۔ ماہرین لکھتے ہیں کہ کبوتر میں انسان کی کئی فصلتیں موجود ہیں منها انہ لیس من الحيوان ما يستعمل التقبيل عند السفاد الا الانسان والحمام وهو عفيف في السفاد بحجة ذنبه لیغفر اثر الاتی کا نہ قد علم ما فعلت فیجتهد فی اخفائه۔ ومنہا ما قال المثنی بن ہیرانہ قال لم ارسئاً قط من رجل وامرأة الا وقد رايتہ فی الحمام رايت حمامۃ لا تريد الا ذکر ہا و ذکر لا تريد الا انثاء الا ان یهلك احدهما۔ کبوتروں سے کھیلنا اور بطور شغلہ ان کا اڑنا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ موجب فقر ہے مری الیہم فی الشعب عن سفیان الثوری انہ قال کان اللعب بالحمام من عمل قوم لوط وقال ابراہیم الخفی من لعب بالحمام الطیاسة لم یمت حتی یدق الم الفقیر۔

مسند بزار میں قصہ غار ثور و ہجرت النبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بیان میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر العنکبوت فتبع علی وجہ الغار امرسل حمامین وحیثین فوقتا علی فم الغار ان ذلک ما صدّ المشرکین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وان حمام الخومین من نسل تینک الحمامین۔ ابن خلکان نے لکھا ہے ان شرف الدین بن عنین حضرت سرس فخر الدین الرازی بخوارزم فسقطت بالقرب من حمامۃ ترتعد وقد طرد ہا بعض الجوارح فلما وقعت رجع عنہا ولم تقبل الحمامۃ علی الطیران من خوفہ وشدة البرد فلما قام الامام الرازی من الدس وقف علیہا ورتق لها وادھا بیدہ فانشدہ ابن عنین بدیہا منہا۔

مَنْ نَبَّأَ الْوَقَاءَ أَنَّ مَحَلَّكُمْ
حَرَمٌ وَأَنَّ مَجْلَأَ الْخَائِفِ
وَدَّتْ عَلَيْكَ وَقَدْ تَدَا فِي حِفْظِهَا
فَحَبَوْتَهَا بِقَائِلِهَا الْمُسْتَأْنِفِ
لَوْ أَنَهَا تُحِبُّ بِمَالٍ لَا تُنْشَدُ
مِنْ رَأْحَتِكَ بِنَائِلِ مُتَضَاعِفِ

۱۰۔ اللہ جاحلہ۔ مرغی۔ آیت فلا تقضلوہن ان یکنن الایۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دجاجة کی جمع دجاج مثلث الدال ہے قالہ ابن مالک۔ دجاجة کے معنی ہیں مرغی۔ اس میں نار۔ للوعدۃ ہے مثل حمامۃ۔ اس لیے دجاجة کا اطلاق ذکر و انشی دونوں پر ہوتا ہے۔ سمیت دجاجة لکثرة اقبالہا وادباسہا وحرکتہا یقال دَجَّ القوم اذا قبلوا وادبروا۔ دجاجة کی کنیت ام الولید و ام حفصہ و ام جعفر و ام عقبہ و ام اصدی و عشرین ام نافع ہے۔ مشور ہے کہ مرغی بہت کم سوتی ہے اور سو جانے کے بعد بہت جلد بیدار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی نیند بمقدار خروج نفس و رجوع نفس ہے اور اس کا سبب خوف ہے جو ہر وقت اس پر سوار رہتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ نر اور مادہ کا پتہ انڈے سے لگایا جاسکتا ہے۔ اگر اندھا طویل اور نرم اطراف والا ہو

تو اس کے اندر مادہ ہوگی اور اگر انڈا گول اور عریضۃ الاطراف ہو تو اس کے اندر نرم ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مرغی کا انڈا وگندگی میں دبا دیا جائے تو بھی اس کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ و يعرف الفرخ الذکر من الفرخ الانثی بعد عشرة ايام بان یعلق عنقاً من ذان تحرك فذکر ان سکن فأنثی۔ ابن ماجہ میں ایک روایت ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً ان النبی علیہ السلام امر الاغنیاء بالتخاذ الغنم وأمر الفقراء بالتخاذ الدجلج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یا ذن اللہ ہلاک القرۃ۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور بعض اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن عروہ و دشقی راوی کذاب ہے قال ابن حبان کان یضع للحدیث۔ حدیث شیخین و ترمذی ہے عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل دجاجة قال ذلک فی حدیث طویل۔ کتاب کامل میں ہے عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا السرا ان یأکل دجاجة امر بها فربطت ایا ما ثم یأکلها بعد ذلک۔ قال ابن وحشیہ و دملغ الدجاجة اذا وضع علی لیسۃ الخیۃ خاصۃً ابرأھا۔

۱۱۔ الدَّيْکُ۔ مرغ۔ آیت فخذوا ربعة من الطیر کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دیک کا معنی ہے مرغ ای ذکر الدجاج۔ اس کی کنیت ہے ابو حسان و ابو حماد و ابو سلیمان و ابو مدح و ابو نہمان و ابو یقطان۔ مرغ میں متعدد اچھے اخلاق ہیں۔

اولاً یہ کہ وہ رات کے اوقات کو اچھی طرح جانتا ہے اور رات کو تقسیم کر کے اس کے متعدد حصوں میں اذان دیتا ہے اور اس میں اسے کبھی غلطی نہیں لگتی اِلَّا نَادَا۔ خواہ رات طویل ہو یا مختصر اور فجر سے کچھ قبل تا طلوع فجر مسلسل اذان دیتا رہتا ہے۔ تہذیب میں ترجمہ بزی راوی عن ابن کثیر کی مروی یہ حدیث مذکور ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الديک الابيض الافرق حیبی و حییب حیبی جبرائیل یجرس بیتہ و مستہ عشر بیتاً من جبرائیل۔ طبری نے یہ حدیث ذکر کی ہے ان النبی علیہ السلام کان لہ دیک ابیض۔ بعض کتابوں میں ہے ان الصحابة یسافرون بالدیۃ لنعرفهم اوقات الصلوات۔

مری انہ کان لسعید بن جبیر دیک یقوم فی اللیل بصیاح فلم یصح لیلۃ حتی أصبح فلم یصل سعید تلك اللیلۃ فشق ذلک علیہ فقال ما لہ قطع اللہ صوتہ فلم یسمع لہ صوت بعد ذلک۔

ثانیاً عن ابی ہریرۃ ان النبی علیہ السلام قال اذا سمعتم صیاح الديک فاسألوا اللہ من فضله فانہا سأت ملکاً و اذا سمعتم نھاق الحمیر فتعوذوا باللہ من الشیطان فانہا سأت شیطاناً۔ قال القاضی العیاض سببہ سرجاء تأمین الملائکۃ علی الدعاء و شہادۃ تم لہ بالاخلاص و التضرع و فیہ استجاب الدعاء عند حضور الصالحین و التبرک بہم۔

ثالثاً مری الغلبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ اصوات یحبہا اللہ صوت الديک و صوت قارئ القرآن

وصوت المستغفرین بالاسحار۔ وشری احمد وابو داؤد عن زید بن خالد الجعفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسبوا الذیك فانه یوقظ للصلوة فی رزایة فانتہ بدعو الی الصلوة وفیه دلیل علی ان کل من استغفر منه الحیر لا ینبغی ان یُسب ویُسْتَهان بل حقہ ان یکرم ویُشکر ویلتقی بالاحسان۔ وشری للحاکم فی المستدرک والطبرانی ورجالہ رجال الصیح عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اذن لی ان احرث عن ذبک رجلاً فی الارض وعنقه منشیۃ تحت العرش وهو یقول سبحانک ما اعظم شأنک قال فیرد علیہ ما یعلم ذلک من حلف بی کاذباً۔ وشری للحاکم عن معدان بن ابی طلحۃ عن عمر انہ قال علی المنبر ساربت فی المنام کان دیکاً فقلت نقرات فقلت انجی یقتلنی وانی جعلت امری الی هؤلاء السنۃ الذین تُوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو عنہم ارض عثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

۱۲۔ الذُّبَابِ مکھی۔ ذباب ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ ذباب کا واحد ذُبَابٌ ہے۔ ذُبَابِ اِسْم جنس ہے۔ جمع قلت اذیتہ ہے مثل الہتہ جمع ہلال۔ اور جمع کثرت ذُبَانٌ بکسر زال وتشدید بار ہے۔ کہتے ہیں اَرْضٌ مَکْرِبَۃٌ بفتح لیم والذال۔ یعنی وہ زمین جس میں مکھیاں زیادہ ہوں۔ لیکن فرار کہتے ہیں کہ یوں کننا چاہیے ارض مذبوبة ای ذات ذباب۔ بحال ارض موحوشۃ۔ ای ذات الوحوش۔ ذباب کی کثیت ابو حفص والبوہکیم والواحد رس ہے۔ ذباب کو ذباب اس لیے کہتے ہیں لکثرۃ حوکنہ واضطرابہ۔ وقیل لانه کلمۃ ذب اب۔ اولانہ یذبت ای یدفع۔ افلاطون کا قول ہے کہ ذباب سب چیزوں سے زیادہ برص ہے۔ مکھی کے اجفان یعنی ابرو نہیں ہیں اور ابرو ہی آنکھ کو بخرد وغباً سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجفان کا کام مکھی کے دو ہاتھوں کے ذمہ لگا دیا ہے اس لیے مکھی ہر وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی رہتی ہے۔

مکھی عفونت اور گندی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ مجھ کی طرح اس کی بھی خرطوم ہوتی ہے جو اس کی خوراک کا آکہ ہے۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ مکھی سفید چیز پر سیاہ گندگی اور سیاہ کپڑے پر سفید گندگی ڈالتی ہے اور کدو کی بیل پر مکھی نہیں بٹھتی یا بہت کم بٹھتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کا سایہ فرما دیا جب وہ پھلی کے پیٹ سے نکلے تاکہ مکھیاں اُن پر بیٹھ کر انھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ شاعر ابو العلاء کہتا ہے

یا حالب الریق الهیئ بقوۃ ہیہات انت بباطل مشغوف

مرعت الاسود بقوۃ جیف الفلا وشرعی الذباب الشہد هو ضعیف

مکھی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے بڑے اسرار میں کما حدت یحییٰ بن معاذ ان اباجعفر المنصوری کان جالساً فالحق علی وجهہ ذبابٌ حتی اخرجہ فقال انظر اامن فی الباب فقالوا مقاتل بن سلیمان فقال علی بہ فلما دخل علیہ قال هل تعلم لماذ خلق اللہ الذباب۔ قال نعم لیذل بہ الجبابرة۔ فسکت المنصوری۔ مقاتل موصوف مشہور محدث ومفسر

گھڑے ہیں تاریخ ابن نجاریں ہے بسند متصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یقع علی جسده ولا یشاہ ذباباً اصلاً۔

مرفوع حدیث ہے ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیمقلہ فان فی احد جناحہ داء و فی الآخر دواء و اتبعی بحماہ الذی فیہ الداء میرا کہ ابن ماجہ والبخاری والنسائی۔ بعض علما کہتے ہیں کہ بڑے قاتل و تجربہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ کبھی بائیں جانب کے پر کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتی ہے اس لیے اولاً پانی وغیرہ میں بایاں پر ڈالتی ہے اور سی جانب مناسب دوار ہے اور دائیں جانب مناسب دوار ہے۔ عربی زبان میں کبھی کا بست ذکر آیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اَبْرَأُ مِنْ دُبَابَةٍ وَ اَهْوَنُ مِنْ دُبَابَةٍ وَ اَخْطَا مِنْ دُبَابَةٍ۔

۱۳۔ الزنبور۔ بھڑ۔ اس کی جمع زنبایر ہے۔ زبور آیت ان اللہ لا یستوی ان یشرب مثلاً ما بعوضۃ کے تحت شرح میں مذکور ہے۔ ابن خالویہ نے کتاب لیث میں لکھا ہے کہ بھڑ کی کنیت ابو علی ہے زبور کی متعدد انواع ہیں۔ روایت ہے کہ حسان بن ثابتؓ کا بیٹا عبدالرحمنؓ ایک دن روتا ہوا باپ کے پاس آیا اس وقت عبدالرحمنؓ چھوٹا بچہ تھا فقال له حسان ما یبکیک فقال لَسَعَنی طائرٌ کأنہ مُلْتَقٌ فی بُدَی جبر فقال حسان یا بُنِی قُلْتُ الشَّعْرُ رَبَّ الکعبۃ ای ستقلوہ۔ وما احسن ما قیل ے

وَالزَّنْبُورُ وَالْبَزَّازُ جَمِیعاً لَدَى الطَّیْرِ اِنْ اَجْنَحَتْ وَخَفَقَتْ
وَلٰكِنْ بَیْنَ مَا یَصْطَادُ بَارٌ وَمَا یَصْطَادُ ذَا الزَّنْبُورِ فَرَقٌ

وَعَنِ اَنَسٍ اَنْ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ زَنْبُورًا اَکْتَسَبَ ثَلَاثَ حَسَنَاتٍ وَلٰكِنْ یُکْرَهُ اِحْرَاقُ
بِیْتِہِ بِالْمَسْرِ قَالَهَ الْخَطَّابُ فِی مَعَالِمِ السَّنَنِ۔ وَسَلَّ اِمَامُ اَحْمَدُ عَنْ تَدَخُّلِ بُیُوتِ الزَّنْبَاِیْرِ فَقَالَ اِذَا خَشِیَ اِذَا هَا
فَلَا بُاسَ بِہَا وَہُوَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَحْرِ یَقْہَا۔

۱۴۔ السَّمَانِیُّ۔ بضم السین وفتح النون بروزن جاری۔ بئیر۔ مَنْ وَ سَلَوٰی کی تفسیر علامہ بیضاویؒ نے بچیں و
سُمَانِی سے کرتے ہیں۔ سمانی یعنی بئیر مشہور پرندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلتے ہیں، فی الفور اڑنے لگتے
ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ سردی میں خاموش رہتا ہے اور موسمِ بربیع آتے ہی وہ آواز نکالتا ہے اور
شور مچاتا ہے۔

بئیر اُن پرندوں میں سے ہے جن کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں بعض لوگ
کہتے ہیں کہ یہ بحرِ الح سے نکل کر آتے ہیں۔ بئیر حلال ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت دردِ گردہ
کے لیے جس کا سبب پتھری ہو مفید ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت پتھری کو توڑتا ہے اور پیشاب کی نالی کو صاف کرتا ہے۔
اور اس کے خون کا قطرہ کان میں ڈالیں تو وہ کان کے درد کے لیے مفید ہے۔ سمانی وہی سلوی ہے جو بنی اسرائیل پر نازل
ہوتا تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ سلوی اور پرندہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلوی شہد کا نام ہے۔

۱۵۔ السمک - مچھلی۔ اس کا واحد سمکۃ ہے۔ جمع أسماك وسموک ہے۔ انما حُرِّمَ علیکم المیتة کی شرح میں سمک مذکور ہے۔ حدیث شریف میں ہے اُحِلَّتْ لَنَا مِیْتَتَانِ دِمَامَانِ الْکَبِدُ وَالطَّحَالُ وَالسَّمَكُ وَالْجَرَادُ۔ سداہ الدار قطنی والبیہقی۔ بحری حیوانات میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے۔ اور عند الشافعی وغیرہ تمام حیوانات بحری حلال ہیں۔ بعض نے کلب و خنزیر بحری کا استثناء کیا ہے۔ و تفصیل فی شرح الاحادیث۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ مذکورہ صد حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں صرف سمک کی حلت کا ذکر ہے۔ حالانکہ سمند بے شمار حیوانات کا مسکن ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی علیہ السلام قال ان الله عز وجل خلق الف امة منها ستائة فی البحر اربعائة فی البر۔

قرظونی عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمن بن ہارون المغربي قال رکت بحر المغرب فوصلت الى موضع يقال له البرطون وكان معنا غلامٌ صقلیٌّ معه صنارةٌ فالتقاها فی البحر فصاد بها سمكةً نحی الشبر فنظرنا فاذا خلف اذن بها الیمنی مكتوب لا اله الا الله۔ وفي قفها محمدٌ وخلف اذن بها الیسری رسول الله۔

۱۶۔ سر خال۔ بضم الراء۔ جمع رُخُل کُتِف و هو ولد الضان۔ ضان کا اطلاق بھیڑ اور دُنبے پر ہوتا ہے۔ آیت دمن الناس من يقول امنا بالله الآیہ کے تحت الناس کی شرح میں رُخال مذکور ہے۔ بعض ماہرین علم عربیت کہتے ہیں کہ نُعال وزن اوزان جمع میں معروف نہیں ہے۔ لہذا رخال اسم جمع ہے رُخُل کے لیے نہ کہ جمع۔ اسی طرح اناس بھی اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

۱۷۔ الشاة۔ بکرا۔ بھیڑ۔ آیت ففدية من صیام او صدقة او نُسک کے بیان میں مذکور ہے۔ شاة میں تارتانیث نہیں بلکہ یتنا۔ وحدت ہے۔ لہذا ضان و معز کے ذکر و نثی دونوں پر شاة کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظ شاة اصل میں شاہتہ تھا کیونکہ اس کی تصغیر شویہ اور جمع شیاہ بالہا ہے۔

فی سنن ابن ماجہ و کامل ابن عدی فی ترجمۃ ابی ہریر بن عبد الله من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً الشاة من دواب الجنۃ و فی البیہقی وغیرہ ان النبی علیہ السلام کان یکرہ من الشاة اذا دُحِجَت سبعاً الذکر و الأنثیین و الدّم و المرارة و الحیا و العذرة و المثانة و مرئ مسلم ان کان بین مصلی رسول الله و بزیل لظمۃ الشاة۔

و فی کتاب ربیع الاربار للزعفرانی اختلطت غنم البادية بغنم اهل الکوفة فسأل ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہ تعیش الشاة قالوا سبع سنین فترك اکل لحم الغنم سبع سنین۔ شاة سے متعلق لقمان حکیم سے ایک عجیب حکایت منقول ہے۔ وہ حکایت یہ ہے ان سیدہ اعطاه شاة و امرہ ان یذبحها و یاتیہ باطیب ما فیہا فذبحها و اتاه بقلبہا و لسانہا ثم اعطاه فی یوم اخر شاة اخرى و امرہ ان یذبحها و یاتیہ باخبث ما فیہا فذبحها و اتاه

بقلبها ولسا نهاسأله عن ذلك فقال هلم أطيّب فيها ان طابا وأخبث ما فيها ان خبثا.

ابن عدی نے ایک اور عجیب و غریب حکایت ذکر کی ہے ان ابا جعفر البصری دکان من اهل الخیر الصلاح قال أصبحت شاةً لاذبحها فم إیوب السخنیانی فالقیئت الشفرة وقت معه أخذت فوثبت الشاة فخرقت فی اصل الحائط ودخولت الشفرة فالقنها فی الحفرة والقت علیها الزاب فقال لی ایوب أما ترى أما ترى فجعلت علی نفسی ان لا اذبح شیئا بعد ذلك الیوم۔

۱۸۔ طاووس - آیت نخذ اربعة من الطیر کے بیان میں مذکور ہے۔ طاووس حسین ترین پرندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو الحسن و ابو الوثنی ہے۔ طاووس پرندوں میں ایسا ہے جس طرح گھوڑا جانوروں میں۔ یہ گھوڑے کی طرح حساب و محاسب و فخر و خود پسند ہے نفی طبع العفة و حب الزهو بنفسه و الخیلاء و الاحجاب بریشہ و عقدة لذنه کا طلاق لاسیما اذا كانت الانثی ناظرة الیه و احب الاموال انه مع حسنه يتشاءم به، و فی امثال العرب ازهی من طاووس۔ طاووس کا گوشت حرام ہے اور عند البعض حلال ہے۔

۱۹۔ عنقا۔ ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم الآية کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عنقا ایک پرندہ ہے، پہلے زمانے میں موجود تھا لیکن اب معدوم ہے۔ اہل منطق کے نزدیک یہ ایک فرضی پرندہ ہے جو کسی وقت موجود نہ تھا۔ یہ ان کی اصطلاح ہے۔ لیکن اہل تاریخ کی رائے میں عنقا زمانہ قدیم میں موجود تھا۔ ابو العلاء معری کہتا ہے الجود و الخجل و العنقاء ثالثا أسماء اشیاء لم توجد ولم تكن اسے عنقا مغرب و عنقا مغربہ بھی کہتے ہیں۔ سمیت بذلك لطول عنقها۔

وقیل هو طائر یكون عند مغرب الشمس قال القزینی انها اعظم الطیر رجثة و اکبرها خلقه تختطف الفیل كما تختطف الحدأة الفأر وكانت فی قدیم الزمان بین الناس فتأذوا منها الی ان سلبت یوماً عرساً بجلیها فندما علیہ حظلة النبی علیہ السلام فذهب الله بها الی بعض جزائر البحر المحیط و مرا عبط الاستواء و عند طیران عنقاء مغرب یسمع لاجنحتها دوی کدوی الرعد القاصف و تعيش الفرسنة و ذکرها ارسطو فی بعض الكتب و ذکر طیرین اصطبیا د الناس لها و قال ان لها بطناً كبطن الثور و عظام کعظام السبع و هی من اعظم سباع الطیر اھر۔ و ذکر العکبری فی شرح المقامات کان بارض الریس جبل عال فیہ عنقاء و هی عظيمة لها وجه کوجه الانسان و فیها من کل حیوان شبه و هی من احسن الطیور فذهب یوماً بصوب ثم ذهب بجاریة فشقوا ذلک الی نبیهم حظلة بن صفوان علیہ السلام فدعاها فاصابتها صاعقة فاحترقت و کان حظلة علیہ السلام فی زمن الفترة بین عیسی و محمد علیهما السلام اھر۔

و ذکر ان خلکان و غیرہ ان العزیزین نزار بن المعز صاحب مصر اجتمع عنده من غرائب الحیوان ما لم یجمع عند غیره فمن ذلک العنقاء و هو طائر جاءه من صعيد مصر فی طول البلشون لکنه اعظم جسماً منه له الحیة و علی

رأسه وقاية وفيه عدة ألوان ومشابهة من طيور كثيرة۔

وفي السيرة الحلبية ج ۱ ص ۱ ذکر حظلة النبي عليه السلام وذكر ان قومه ابتلاه الله تعالى بطير عظيم ذي عنق طويل كان فيه من كل لون فكان ينقض على صبيانهم يحطفهم اذا اعوزوا الصيد وكان اذا اخطف احدا منهم اعراب به اى ذهب به الى جهة المغرب فقيل له لطول عنقه ولذهابه الى جهة المغرب عنقاء مغرب فشكوا ذلك الى حظلة عليه السلام فدعا على تلك العنقاء فارسل الله عليها صاعقة فاهلكتها ولم تعقب اهل حظلة عليه السلام کے زمانے کے بارے میں بعض علماء مثل بیضاوی و زمخشری کہتے ہیں کہ ہمارے نبی و عیسیٰ علیہما السلام کے مابین زمانہ فترۃ میں مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن قول حق یہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے مقدم ہیں۔

عنقاء انسان وغیرہ بعض حیوانات چونکہ مفقود ہیں اس واسطے لوگوں میں ان کے بارے میں عجیب و استنائیں اور غلط باتیں مشہور ہیں۔ انسان کے بارے میں قرآنی لکھتے ہیں اِنَّ اُمَّةً مِّنَ الْاُمَمِ لَیْ اَکْمَلُ وَاَحَدُ مِنْهُمْ نَصْفٌ بَدَنٌ وَنَصْفٌ رَّاسٌ وَیَدٌ وَرِجْلٌ کَاَنَّهُ شِقُّ اِنْسَانٍ نِّصْفَیْنِ یَقْفُزُ عَلٰی رِجْلِ وَاحِدَةٍ قَفْزًا شَدِیْدًا وَیَعْدُ عَدُوًّا شَدِیْدًا مِّنْکُمْ اَوْ قَالَ الْمِیْدَانِ فِیْ کِتَابِ الْاِمْتِلَالِ اِنَّ النَّاسَ یَأْکُلُوْنَ النَّسْنَاسَ یَقَالُ اَنْھُمْ مِنْ نَّسْلِ اِمْرَمِنْ سَامِ اَخِیْ عَادٍ ثُمَّ دَلِیْسَتْ لَھُمْ عُقُولٌ وَھُمَ یَتَّکِلُوْنَ بِالْعَرَبِیَّةِ وَیَسْمَوْنَ بِاسْمِی الْعَرَبِ یَقُولُوْنَ الْاَشْعَارُکَ۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ ورنہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس انہ قال ذهب الناس بقول النسناس قبل ما النسناس قال الذین یتشبهون بالناس ولیسوا منهم۔

بعض نے کہا ہے کہ حیوان ناطق تین قسم پر ہے ناس و نسناس و انسان۔ اور جن کی دونوں عین ہیں۔ اول جن جو قوی و اعلیٰ ہیں۔ دوم جن اور یہ ضعیف نوع ہے۔ اس قسم کی باتیں اہل علم و اہل تاریخ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مؤرخ مسعودی نے مرئج الذہب ج ۱ ص ۳۶۵ پر لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کی طرح نسناس سے متعلق حکایات بھی صحیح نہیں ہیں۔ مسعودی فرماتے ہیں وقد زعم کثیر من الناس ان الحيوان الناطق ثلاثة اجناس ناس و نسناس و انسان وهذا محال من القول لان النسناس انما وقع هذا الاسم على السفلة من الناس والردال وقد قال الحسن ذهب الناس وبقول النسناس قال الشاعر ۛ

ذهب الناس فاستقلوا وصرنا خلفا في اراذل النسناس

ايرادہ ما وصفنا اى ذهب الناس وبقی من الاخیر فیہ (وقد ذهب) کثیر من الناس الى ان الجن نوعان اعلام و اشدھم الجن و اضعفھم الجن و انشد الراجز ۛ

مختلف سحرهم جن و جن

و هذا التفصیل بین الجنین من الجن لم یرد بہ خبر ولا صح بہ اثر و انما ذلك من توهم الاعراب علی ما بیننا انفا وقد غلب علی کثیر من العوام الاخبار عن معرفة النسناس و صحۃ وجودہ فی العالم کالاجناس عن وجہ الصبیغ غیبا

من الممالك النائية والامصار القاصية فبعضهم يجبر عن وجودهم في المشرق وبعضهم في المغرب فاهل الشرق يذكرون
كونها بالمغرب واهل المغرب يذكرون انها بالمشرق وكذلك كل صقع من البلاد يسير سلطانه الى ان النسناس
فيما بعد عنهم من البلاد ونأى عن الدنيا قد روي في ذلك خبرا يخرج من طريق الاحاد ان ذلك في بلاد حضرموت
من الشحر هو ما ذكرناه عن عبد الله بن كثير بن عفير المصري عن ابيه يعقوب بن الحرث بن نجيم عن شيبه بن الحرث
القمي قال قدمت الشحر فنزلت على راسها فتذكرنا النسناس فقلت صيد والنا منها فلما ان رجعت اليها اذا
بنسناس منها هم بعض اعوان المهرة فقال لي النسناس انا بالله وبك فقلت لهم حلوه فحلوه فلما حضر الغداء قال
هل اصطلحتم منها شيئا قالوا نعم ولكن خلاه ضيفك قال استعدوا فانا نخرجون في قصصه فلما خرجنا الى ذلك
السر خرج منها واحد بعد وله وجه كوجه الانسان وشعرات وذقنه ومثل الثدي في صدره ومثل رجل انسا
سرجلاه وقد الظبه كلبان وهو يقول

الويل لي مما به دهاني دهري من الهومر والخران
قف قليلا ايها الركبان واستمع اقولي وصدقاني
انكما حين تحارباني الفيتامني حضر ايماني
لولا سباتي ماملكتاني حتى تموتنا او تفارقاني
لست بخوار ولا جبان ولا بنكس سرعش الجنان
لكن قضاء الملك الرحمن يذل ذا القوة والسلطان

قال فالتقيت بـكلبان فاخذه ويزعمون انهم ذبحوا منها نسناسا فقال اخر من شجرة كان ياكل السماق قال فقالوا
نسناس اخر خذوه فاخذوه وذبحوه وقالوا الوسكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى انا صمت
فاخذوه فذبحوه وقالوا الوسكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى يا لسان احفظ الرأس قالوا
نسناس خذوه فاخذوه وزعم من روى هذا الخبر ان المهرة تصطادها في بلادها وتاكلها (قال المسعودي)
وجدت اهل الشحر من بلاد حضرموت وساحلها وهي تسعون مدينة على الشاطئ من ارض الحفاف وهي
ارض الرمل وغيرها مما اتصل بهذه الديار من ارض اليمن وغيرها من عمان وارض المهرة ينتظرون اخبار
النسناس اذا ما حدثوا ويتعجبون من وصفه ويتوهمون انه بعض بقلع الارض مما قد نأى عنهم وبعد
كما ع غيرهم من اهل البلاد بذلك عنهم وهذا يدل على عدم كونه في العالم وانما ذلك من هوس العادة اختلاط
كما وقع لهم اخبار عنقاء مغرب وهذا يدل على عدم كونه في العالم وروا فيه حديثا عزوه الى ابن عباس ونحن
لم نحل وجود النسناس والعنقاء وغير ذلك مما اتصل بهذا النوع من الحيوان الغريب النادر في العالم من طريق
العقل فان ذلك غير متمتع في القصة لكن احلنا ذلك لان الخبر القاطع للعلم يرد بصحة وجود ذلك في العالم

هذا باب هو داخل في حيز الممكن لما اخرج عن باب المنتفع والواجب ويحتل هذه الانواع من الحيوان النادر ذكرها كالنساس والعنقاء والعربيد وما تفضل بهذا المعنى ان تكون انواعا من الحيوان اخرجتها الطبيعة من القدر الى الفعل ولم تحكمه ولم يتأت فيه الطبع كآتيه في غيره من الحيوان فبقى شاذا فريدا متوحشا نادرا في العالم طالبا للبقاع النائية من البرصايبا لسانواع الحيوان من الناطقين وغيرهم للضدية التي فيه لغيره مما قد احكمت الطبيعة وعدم تشاكله والمناسبة التي بينه وبين غيره من اجناس الحيوان وانواعه والله تعالى اعلم بصحة هذا الخبر وليس لنا في ذلك الا النقل وان نعزوه الى سراويه وهو المقلد بعلم ذلك فيما حكاه وراه فينظمه على حسب ما ياتي نظمه في ذلك الموضوع المستحق له والله ولي التوفيق برحمته (واما ما ذكره) عن ابن عباس فهو خبر متصل بخبر خالد بن سنان العيسى وقد قد منا فيما سلف من هذا الكتاب خبر خالد بن سنان العيسى وانه ذكر انه كان في الفترة بين عيسى ومحمد عليهما الصلاة والسلام وذكرنا خبره مع النار اطفائه لها اقلند كوالا ن خبر العنقاء على حسب ما روه فلا بد من اعادة خبر خالد لذكر العنقاء واتساع الخبرين ومخرجه هذه الاخبار كلها عن ابن عفير حدث الحسن بن ابراهيم قال حدثنا محمد بن عبد الله المروزي قال حدثنا اسد بن سعيد بن كثير عن ابن عفير عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق طائرا في الزمان الاول من احسن الطير وجعل فيه من كل جنس قسطا وخلق وجهه على مثال وجه الناس وكان في اجنحته كل لون حسن من الريش وخلق له اربعة اجنحة من كل جانب منه وخلق له يدين فيها مخالب وله منقار على صفة منقار العقاب غليظ الاصل وجعل له ابناء على مثاله وسماهما بالعنقاء وادخل الله تعالى في موسى ابن عمران الى خلقت طائرا عجيبا خلقت له ذكرا وانثى وجعلت نركه في وحش بيت المقدس وانستك بهما ليكونا ما فضلت به بنى اسرائيل فلم يزلتا يناديان حتى كثر نساها وادخل الله موسى وبنى اسرائيل في التيه فمكثوا فيه اربعين سنة حتى مات موسى وهارون في التيه وجميع من كان مع موسى من بنى اسرائيل و كانوا ستائة الف وخلفهم نساها في التيه ثم اخرجهم الله تعالى من التيه مع نوح بن نون تلميذ موسى ووصي فانتقل ذلك الطائر فوق نوح وبجد والحجاز في بلاد قيس عيلان ولم يزل هناك ياكل من الوحش وياكل الصبيان وغير ذلك من البهائم الى ان ظهر نبي من بنى عيس بين عيسى ومحمد صلى الله عليه وسلم يقال له خالد بن سنان فشكا اليه الناس ما كانت العنقاء تفعل بالصبيان فدعا الله عليهما فقطع نساها فبقيت صورا هما تحكي في البسط وغير ذلك (وقد ذهب جماعة) من ذوي الداية الى ان اقوال الناس في امثالهم عنقاء مغرب اما هو لا امر العجيب النادر فوقعه وقولهم جاء فلان بعنقاء مغرب يريدون انه جاء بامر عجيب قال شاعرهم ه

وصبحهم بالبحيش عنقاء مغرب

والعنق السرعة قال ابن عباس وكان خالد بن سنان نبي بنى عيس بشرا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما حضرته

الوفاة قال لقومه اذا انامت فادفنتوني فحفف من هذه الاحفاف وهي تلون عظام من الرمل واحصوا قبري اياما فاذا ساءلتم حمارا شهب ابتريدي سحول الحقف الذي فيه قبري اياما فاجتمعوا ثم انبشوا قبري واخرجوني الى شفيع القبر واحضروني كاتباً ومعه ما يكتب فيه حتى املى عليكم ما يكون وما يحدث الى يوم القيامة قال فرصدوا قبره واجتمعوا عليه لينبشوه كما امرهم فحضر لده وشهر داسيوفهم وقالوا والله لا نتركنا احدا ينبشه اتريدن ان نغير بذلك غدا وتقول لنا العرب هؤلاء ولد المنبوش فانصر فواعنه وتركوه قال ابن عباس ووردت ابنة له عجي قد عمرت على النبي صلى الله عليه وسلم فتلقاها بخير واکرمها واسلمت وقال لها مرحبا بابنة نبي ضيعه اهله انتهم كلام المسعودي بخذ.

۲۰۔ العجل۔ گائے کا چھوٹا بچہ۔ قصہ بنی اسرائیل میں عجل مذکور ہے۔ قال الله تعالى ثم اتخذتم العجل من بعده۔ عجل کی جمع عجول ہے۔ مفرد عجل عجول کبیر بن وشدیر جیم بھی متعل ہے جمع عجیل ہے۔ مادہ کو عجلتہ کہتے ہیں۔ سمعی عجلاً لاستعجال بنی اسرائیل عبادتہ وکانت مدة عبادتهم له اربعين يوماً فوقعوا في النسيه اربعين سنة سنة في مقابلة يوم۔ وعن حذيفة بن اليمان ان النبي عليه السلام قال لكل امة عجل وعجل هذه الامة الدينار والدرهم۔

فائدہ۔ اس فائدہ میں ہم تفصیل اولاد حیوانات پیش کرتے ہیں۔ ولد بقرہ کو جب کہ وہ چھوٹا ہو عجل کہتے ہیں۔ ولد حمار کو عجل۔ ولد فرس کو فر۔ ولد ناز کو نوار۔ ولد نل کو دغفل۔ ولد شاة کو شل۔ خصوصاً بحری کے ولد کو جدی۔ ولد اسد کو شبل۔ ولد ظبی کو خشف۔ ولد ضبع کو فرعل۔ ولد دُب کو دُبسم۔ ولد خنزیر کو خناص۔ ولد ثعلب کو بحر۔ ولد کلب کو جرؤ۔ ولد نازہ کو درص۔ ولد ضب کو حسل۔ ولد قرہ کو قشت۔ ولد ارنب کو خرث۔ ولد حیتہ کو خریش۔ ولد دجاج کو فرج کہتے ہیں۔ ولد نعام کو زآل۔ ولد عصفور کو فرخ کہتے ہیں۔ کذا قال الشلبی فی فقہ اللغة۔ ص ۹۳۔

۲۱۔ العنکبوت۔ مکڑی۔ آیت اَنْ يَضْرِبَ مثلاً ما بعي ضده کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ اس کی جمع عنکاب ہے۔ کنیت ابو یثمہ وابو ثعمم اور انشی کی ام ثعمم ہے۔ اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ اظلاطون لکھتا ہے اشبار میں حرص ترکھی ہے اور قانع وصابر تر مکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرص تر کو قانع کا رزق مقرر فرما دیا ہے۔ فسبحان اللطيف الخبير۔ مکڑی کے جانے سے گھر کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے فقر و افلاس پیدا ہوتا ہے۔ فاسند ابن عطية وغيره عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه انه قال طهر دايوتكم من نسج العنكبوت فان تركه في البيت يولث الفقر۔ وفي مراسيل ابی داود عن يزيد بن يزيد ان النبي عليه السلام قال ان العنكبوت شيطان فافتلوه۔

عنکبوت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اس نے غار ثور پر فوراً بڑا جالابند دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مشرکین کے شر سے محفوظ رکھا۔ وفي الحلیة للحافظ ابی نعیم عن عطاء بن میسرۃ قال نجت

العنكبوت مرتین علی نبیین علی داؤد حین کان جالوت یطلبہ وعلی النبی علیہ الصلاۃ والسلام فی الغار۔ وفی تاریخ ابن عساکر ان العنكبوت نسجت ایضاً علی عورة زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ولما صلیب عُمَیْیَانَا فی المَکَّةِ فاقام مصلوباً اربع سنین۔ قرآن میں ہے وان اوھن البیوت لبیت العنكبوت لوکانوا یعلمون۔

۲۲۔ الغراب۔ کو۱۔ آیت شہرہ مضان الذی انزل فیہ القرآن کی تفسیر میں غراب مذکور ہے۔ غراب کو غراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور یہ مادہ غ رب یا ہی پر دلالت کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وغرابیب سود۔ ورمی راشد بن سعد ان النبی علیہ السلام قال ان اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغرابیب اس کی تفسیر راشد بن سعد نے یہ کی ہے کہ مراد وہ شیخ ہے جو بالوں کو سیاہ خضاب لگائے۔ غراب کی متعدد جموع مستعمل ہیں جو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کی ہیں۔

بالغراب اجمع غراباً شراً غریباً وأغراب وغرابین وغربان

غراب کی کنیتیں یہ ہیں ابو حاتم۔ ابو محادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ وغیرہ۔ جن کا بیان لفظ ابن دایہ میں مکرر چکا ہے۔ غراب کی متعدد اقسام ہیں۔ مثل عُذاف وزاغ وأکھل وغراب الزرع۔ ایک قسم کا نام غراب اعصم ہے وہ بہت قلیل الوجود ہے۔ عرب میں مثل ہے أعز من الغراب الاعصم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل الملة الصالحة فی النساء کمثل الغراب الاعصم فی مائۃ غراب۔ مرآۃ الطبرانی من حدیث الجصاصۃ۔ وفی مرآۃ ابن ابی شیبۃ قیل یا رسول اللہ وما الغراب الاعصم؟ قال الذی احدى رجلیہ بیضاء۔ وعن عمر بن العاص قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنی الظھران فاذا بغربان کثیرۃ فیہا غراب اعصم احمر المنقار الرجلین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنة من النساء الا مثل هذا الغراب فی هذه الغربان۔ واسنادہ صحیح أخرجه احمد للحاکم۔

کوؤں کی ان اقسام کی حلت وحرمت پر فقہاء نے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہے۔ عرب بلکہ غیر عرب بھی کوؤں کو بڑنگوں سمجھتے ہیں اور کسی سفر وغیرہ میں اگر کو۱ ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس کا مطلب یہ لینے تھے کہ اس کام میں، تجارت میں اور سفر میں خسارہ اور نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ کوؤں کے نام سے غربت و اغتراب و غریب کا اشتقاق کرتے تھے۔ کوؤں کی ایک قسم شدید السواد ہے۔ اور ایک قسم غراب البقع ہے جس میں سواد و بیاض دونوں موجود ہوں۔ یہی غراب البقع غرابین کہلاتا ہے قال صاحب المجالسة سُمی غراب البین لان بان عن فوج علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام لما وُجَّھ لینیظر الی الماء فذهب ولم یرجع ولذلک تشاؤموا بہ۔

حدیث میں کوؤں کو قاصق کہا ہے اور یہ ان اجناس فواشق میں سے ہے جن کا قتل محل و حرم میں جائز ہے

غراب بن اس لیے کہلاتا ہے کہ جب لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ ان کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا۔ بن کا معنی فراق ہے گویا کہ یہ کو افریق کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے عرب اس سے تشاؤم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاں پر یہ زیادہ بیٹھتا ہے وہاں پر لوگوں میں فراق آتا ہے اور وہ علاقہ غراب وغیرہ آباد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط عقیدہ ہے اور عقائد اسلام کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کو اوا غلط ہے اور لوگوں کو فراق و فناء اور تباہی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور گویا کہ کہتا ہے کہ تمہارے فراق کے دن قریب ہیں اور کسی وقت تمہارے یہ گھر غیر آباد ہو جائیں گے کسی نے کوئے کی لسان حال کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

أَنْجُ عَلَى ذَهَابِ الْعُصْرِ مَتَى وَحَقُّ انْ أَنْوَحَ وَأَنْ أُنَادِي
وَأَسْدُبُ كَلِمًا عَايِنْتُ رَكْبًا حَذَاهُمْ لَوْ شِئَ الْبَيْنُ حَادِي
يُعَيِّنُنِي الْجَهْلُ إِذَا سَرَأَفِي وَقَدْ أَلَيْسَتْ أَثْوَابُ الْحَدَامِ
فَقُلْتُ لَهُ اتَّعْظُ بِلِسَانِ حَالِي فَإِنِّي قَدْ نَصَحْتُكَ بِاجْتِهَادِ
وَهَا أَنَا كَالْخَطِيبِ وَلَيْسَ بَدْعًا عَلَى الْمُخْطَبَاءِ أَثْوَابُ السَّوَادِ
أَنْجُ عَلَى الطُّلُولِ فَلَمْ يُجِبْنِي بِسَاحَتِهَا سَوَى خُرْسٍ الْجَمَادِ
فَاكْثَرَنِي نَوَاحِيهَا نَوَاحِي مِنَ الْبَيْنِ الْمَفْتِيَتِ لِلْفَوَادِ
تَبْقُظُ يَا ثَقِيلَ السَّمْعِ وَافْهَمِ إِشَارَةً مِّنْ تَسِيرُ بِهِ الْعَوَادِ
فَمَا مِنْ شَاهِدٍ فِي الْكَوْنِ إِلَّا عَلَيْهِ مِنْ شُهُودِ الْعَيْبِ بَادِي

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کو اغوش خبری سنا تا ہے کسی مسافر کے آنے کی یا تجارت میں کامیابی کی وغیرہ وغیرہ۔ ابو الہیثم کہتا ہے ان الغراب يبصر من تحت الارض بقدر منقاره۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اوپر پرندوں کے بجائے غراب اس لیے بھیجا کہ غراب کا ماخذ غربت ہے۔ غریب کا معنی ہے عجیب و نادر۔ مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں۔ اور یہ قتل بھی دنیا میں پہلا قتل تھا اس لیے یہ قتل بھی بڑا غریب و مستغرب تھا تو اس لفظی مشابہت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غراب ہی کو بھیجا۔ لکھا صرح بہ القرآن۔

ایک حدیث ہے عن الزہری عن ابی واقد عن مروح بن حبیب قال بینما انا عند ابی بکرؓ اذ أتى بغراب وفيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما صيد قط صيداً الا ينقص من تسبيحه ولا أنبت الله نابتة الا وكحل بهاملكا يحصى تسبيحها حتى يأتي به يوم القيامة ولا عشت شجرة ولا قطعت الا ينقص من تسبيحه ولا دخل على امرئ مكره الا بدنب وما عفا الله عنه اكثر يا غراب اعبدا الله ثم خلى سبيله۔

۲۳۔ الفرس۔ گھوڑا۔ آیت وَاَتَى الْمَلَأَ عَلَى حَبَّةِ ذُرَى الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

والسائین الخ کے تحت فرس مذکور ہے۔ فرس کی جمع آفراس ہے۔ ذکر و انشی دونوں پر فرس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن جنی و فرار کے نزدیک مادہ کو فرستہ کہا جاتا ہے۔ گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ فرس کی کنیت ابو شجاع و ابو طالب و ابو مدبرک و ابو مضی و ابو الضمار و ابو المنجی ہے۔

حیوانات میں گھوڑا معتد اخلاق میں انسان سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کی طرح علو بہمت و شرف نفس و کرم موجود ہوتا ہے۔ بعض عرب کا خیال ہے کہ یہ دراصل وحشی جانور تھا۔ سب سے پہلے اسے رام کر کے اس پر سواری حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کی ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان لا یجمل احدًا فی دارینہا فرس عنیق۔ رواہ الطبرانی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گھوڑا اعرابی سے خرید لیا تھا اس کا قصہ مشہور ہے کہ جب اعرابی نے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دی تھی اس گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور اعرابی کا نام سواد ابن حارث تھا۔ وفیہ فأقبل النبی علیہ السلام علی خزیمۃ فقال بما تشہد؟ قال بتصدیقک یا رسول اللہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ خزیمۃ شہادۃ رجلین۔ أخرجه ابن داود والنسائی۔ ایک روایت میں ہے هل حصرتنا یا خزیمۃ قال لا قال فكيف تشہد بذلك فقال خزیمۃ بأبی انت و اخی یا رسول اللہ أصدقت علی اخبار السماء و ما یکون فی غدا و لا اصدقت فی ابتیاعک هذا الفرس فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انت لذ والشہادۃین یا خزیمۃ۔ وفي مسند الحارث ان النبی علیہ السلام رد الفرس علی ذلك الاعرابی وقال لا بارک اللہ لک فیہا۔ فأصحت من الغد شائلۃ برجلیہا اعمات۔

ایک اور حدیث ہے عن ابن عمرؓ مرویاً ان یکن الخیر فی شئ نفی ثلث المرأة والدائر الفرس۔ وفي رواية الثوم فنلت المرأة والدائر الفرس۔ رواه ابن ماجه۔ وعن سالم عن ابيه ان النبی علیہ السلام قال البرکۃ فی ثلث فی الفرس والمرأة والدائر۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ گھوڑے میں ہیں اعضا ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کسی پرندے کے نام سے سہی ہے۔

۲۴۔ قرآن شہ۔ اس کی جمع فراس ہے۔ آیت ان اللہ لا یتحییٰ ان یضرب مثلاً ما بعبوضہ کے ذیل میں قرآن مذکور ہے۔ فراس ان اڑنے والی چیزوں کا نام ہے جو رات کو چراغ پر اُڑ گرتی ہیں۔ چراغ پر اُڑ کر ان کے گرنے اور روشنی کی طرف اُڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دن کی روشنی چاہتی ہیں۔ جب رات کو چراغ کی روشنی کھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ ہم تاریک جگہ میں قید ہیں اور یہ چراغ روشن جگہ کی طرف ایک درجہ اور سوراخ ہے۔ اس لیے وہ بار بار روشنی کی طرف اُڑ کر اپنے آپ کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ پھر جب وہ چراغ سے دوسری جانب کو گرجاتی ہیں تو وہ سمجھتی ہیں کہ ہم عین درجہ و سوراخ میں ابھی تک نہیں پہنچیں لہذا وہ پھر واپس آتی ہیں تاکہ وہ جل جاتی ہیں۔

انسان کو ان چیزوں کی جہالت پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان کی جہالت فراش کی جہالت سے بہت زیادہ ہے اور خسارہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انسان شہواتِ نفسانیہ اور خواہشاتِ شیطانیہ میں اپنے آپ کو شب و روز ڈالتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تباہ ہو کر اور اپنی قیمتی زندگی ان میں ختم کر کے اپنے آپ کو آتشِ جہنم کا ایندھن بنالیتا ہے۔ اس لیے امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے فلیت جمل الادھی کان کجھل الفراش فاغلبا غتراسرھا بظاہر الضوء ان احتوت تحت لخت فی الحال والا دھی یبقی فی النار۔ ابد الابد اومدة مدیدة فذلک کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انکم تنہا فتون فی النار کما فت الفراش وانا اخذ بحجرکم۔

قال اللہ تعالیٰ یوم یكون الناس کالفراش المبثوث۔ هذا التشبیہ بالفراش فی الکثرة والانتشار والضعف والدلة۔ ورمی مسلم عن جابرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مثلی ومثلکم کمثل رجل اوقد ناراً فجعل الجناد والفراش یقعن فیها وھو یذبحن عنھا وانا اخذ بحجرکم عن النار و انتم تظلمون من یدئ۔ ورمی البیهقی عن النواس بن سمعانؓ ان النبی علیہ السلام قال مالی امراکم تنہا فتون فی الکذب کما فت الفراش فی النار۔ کل الکذب مکروب الا الکذب فی الحرب والکذب فی اصلاح ذات البین وکذب الرجل علی امرأتہ لیرضیھا۔

۲۵۔ القل۔ ۲۔ چھٹی۔ فراشتہ وقراد دونوں مذکورہ صدر آیت میں مذکور ہیں۔ قراد کی جمع قرادان ہے۔ قراد ایک جاندار ہے جو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کا خون چوستا ہے۔ جانوروں کے لیے وہ ایسا ہے جیسے بچوں انسان کے لیے ہے یہاں قراد بعبیر تقریباً ای انزع منه القراد دیکھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قوت شنوائی بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے قدموں کی آہٹ ایک دن کی مسافت سے سُن لیتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف حرکت شروع کر دیتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے قراد۔ عرب کا یہ خیال تھا کہ قرادات سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ قال الشیخ حمزہ وھذا من اکاذیبہم و انما الضج منہم بدعائهم الی هذا القول فیہ۔

۲۶۔ القردة۔ بندر۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا لھم کونوا قردة خسین۔ اس کی کنیت عرب کے نزدیک ابو خالد۔ ابو صیب۔ ابو خلف۔ ابو ربیع۔ ابو قحطہ ہے۔ قرود کی جمع قروڈ اور قردوہ ہے۔ بندر ذکی، سرچ الفہم اور عجیب جانور ہے۔ وہ ہر قسم کی صنعت کھانے پر کھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطان نوبہ نے خلیفہ متوکل باللہ کو ایک ایسا بندر دیا تھا جو درزی تھا اور ایک دوسرا بندر تھا جو صانع یعنی زرگری کا کام کر سکتا تھا۔ بعض لوگ اسے اپنی دکان کی حفاظت کھاتے ہیں اور بعض لوگ چوری کرنا سکھا دیتے ہیں تو وہ چوریاں کرتا ہے قردہ یعنی بندیا کے پیٹ سے بیک وقت دس یا بارہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ نر بندر اپنی مادہ کے بارے میں بڑے

غیرت مند ہوتے ہیں۔ بندہ انسان کی طرح ہنستا کھیلتا اور قلیس اتارتا ہے۔ انگلیاں اور ناخن بھی رکھتا ہے۔ انسان کی طرح مادہ اپنے بچوں کو اٹھاتی ہے۔

قدیم ائمہ میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے مسیح مکر کے بندر بنا دیا تھا۔ شری الطبرانی عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر الزمان تأتی المرأة فتحد زوجھا فدمیہ فترہا فاند لا یؤمن بالقدر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ مسوخ ائمہ تین دن سے زیادہ زندہ رہیں۔ لہذا موجودہ بندوں کی نوع ان مسوخین کی نسل سے نہیں ہے۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا نفی صحیح مسلم عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنہما قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بضبت فابی ان یاکلہ وقال لا ادری لعلہ من القرن التي مسخت۔

فائدہ مہمہ۔ بندر کی انسان سے مشابہت کثیرہ کے پیش نظر ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا جو آج کل یورپ اور یورپی تہذیب یافتہ لوگوں میں مقبول ہے کہ انسان بندر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کی موجودہ صورت بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یعنی بندر ترقی کر کے انسان بن گیا۔ یہ نظریہ ارتقاء کہلاتا ہے۔ ڈارون وغیرہ کے نزدیک انسان کی موجودہ ہیئت و صورت دفعتاً پیدا نہیں ہوئی بلکہ بطریقہ ارتقاء یعنی بطریقہ ترقی آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہزاروں لاکھوں سال میں ترقی کر کے ان کی شکل بدلتے بدلتے انسانی صورت تک پہنچی ہے۔

مگر یہ نظریہ موجب کفر ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی نصوص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو دفعتاً مٹی سے بنایا اور پہلے انسان آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر نظریہ ارتقاء صحیح ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترقی آج کیوں بند ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ اب بھی بعض بندر انسان بنتے جائیں۔ ہر حال اسلامی نقطہ نظر سے نظریہ ارتقاء باطل اور کفر ہے۔ اسلام میں ایسے گمراہ کن نظریے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اس کو کہتے ہیں جہاں انسان رہتے تھے وہاں بندر اچھلتا ہے

یہ بندہ عاجز و خاکی اس قسم کے جدید انکشافات و نظریات و علوم جدید سے بخوبی واقف ہے اور نظریات جدیدہ و انکشافات حدیثہ کے مکمل پس منظر و منظر و تفصیلات و جرح و تعدیل صحیح و خطا سے باخبر ہے۔ و اللہ الحمد و لا فخر۔ لیکن اکثر طلبہ و اہل علم اس قسم کے نظریات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ نیز انہیں علوم جدیدہ سے متعلق کتابیں عموماً دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اضافہ معلومات طلبہ و علماء کی خاطر ہم یہاں پر نظریہ ارتقاء کے بارے میں کتب متعلقہ سے چید چیدہ حوالے و عبارات من و عن ذکر کرتے ہیں نقل کفر کفر نہ باشد۔ امید ہے کہ ان حوالوں سے انہیں اہل یورپ کی گمراہی کی تفصیل اور اس کے چند اسباب و مبادی کا کچھ پتہ چل سکے گا نیز اس طرح علماء و طلبہ کو

اس گمراہ نظریہ کی تردید آسان ہو جائے گی۔ کتب متعلقہ کے چند حوالوں کے پیش نظر نظریہ ارتقاء کی تشریح یہ ہے بعض ماہرین نظریہ ارتقاء کی عبارات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

◎ مسئلہ ارتقاء (۱) ◎

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے۔ ہر شے میں اس حد تک تبدیلی نظر آتی ہے کہ لوگ دنیا کو تغیر پسند کہنے لگے کسی طرف نظر ڈالیے ہر شے میں جدت محسوس کیجیے گا۔ اگر دنیائی الحقیقت تغیر پسند واقع ہوئی ہے تو کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ موجودہ عالم کی صورت ہی کچھ اور ہوگی۔ اس نقطہ نظر سے تخلیق عالم کے دقیق مسئلہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ذی عقل شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا جس شکل و صورت میں آج ہم ہر شے کو دیکھتے ہیں بعینہ اسی طرح یا اس سے ملتی جلتی کسی شکل میں یہ پیدا ہوئی تھی؟ آج جو مختلف قسم کے حیوانات، نباتات وغیرہ دکھائی دیتے ہیں کیا دنیا کے شروع میں بھی یہ ایسے ہی تھے؟ لیکن ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دنیا تغیر پسند ہے۔ ایسی حالت میں آغاز عالم کے وقت ان کی شکل و صورت کیا تھی؟ اس باب میں دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو پیدا کرتے وقت خالق نے ہر شے کو اُسی صورت میں خلق کیا جیسی وہ آج نظر آتی ہے۔ دوسری رائے اس کے خلاف ہے کہ دنیا کے آغاز میں کائنات کی شکل و صورت یہی نہ تھی یہ تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہے یہ دنیا بعض اجزاء کے اشتراک سے ایک دم وجود میں نہیں آگئی بلکہ اس نے رفتہ رفتہ یہ صورت اختیار کی ہے۔ علماء نے ان دونوں نظریوں کی مکمل تحقیقات بہت زمانہ قبل کی ہے لیکن ہم ان کی پیروی نہ کریں گے بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ دنیا کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہماری زمین بھی نہ تھی تمام دنیا میں ایک نادیدنی مادہ پھیلا ہوا تھا جس کو قدرت کا نام دیا گیا ہے۔ رفتار اور حرارت میں تغیر ہوتے ہوتے تمام ستارے اور ہماری زمین پیدا ہوئی۔ زمین بتدریج سرد ہوتی گئی اور حسب قانون ہوا، پانی وغیرہ وجود میں آئے بعد ازاں کائنات کا ارتقاء شروع ہو گیا۔

بعض لوگوں کو اس کی سچائی میں شک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہم تک یہ کیوں کر پہنچا؟ کیا اس ارتقاء کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ کیا کسی نے کائنات کی پیدائش کی کیفیت اسی صراحت کے ساتھ قلم بند کی تھی؟ اگر یہ نہیں ہوا ہے تو ہم کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ دنیا اسی طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔ اس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب ”باپ کے خطوط بیٹی کے نام“ کا مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہوگا: ”خواہ ہمارے پاس اُس قدیم زمانہ کی تحریر شدہ کتب نہ ہوں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے پاس کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس باب میں کتاب ہی کی طرح ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہیں۔ پہاڑ، چٹانیں، سمندر، ندیاں، کوکب“

رگستان اور قدیم زمانے کے جانداروں کے پتھر اور اسی قبیل کی دیگر اشیا ہمارے لیے وہ کتابیں ہیں جن سے آغازِ آفرینش کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ کائنات کی کمانی کو سمجھنے کا صحیح طریقہ یہی نہیں ہے کہ دوسروں کی تحریریں پڑھ لی جائیں، بلکہ خود قدرت کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔

آگے چل کر وہ لکھتا ہے ”سڑک پر یا پہاڑ کے دامن میں چھوٹے موٹے پتھروں کو ہم دیکھتے ہیں وہ گویا قدرت کی کتاب کا ایک ایک ورق ہے اور اگر ہم اس کو پڑھ سکیں تو تھوڑی بہت باتیں ہم کو معلوم ہو سکتی ہیں اگر کسی بڑی چٹان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کھڑے ہو جائیں تو ہر ٹکڑا کھڑا اور بے ڈول ہو گا سڑک پر پڑے ہوئے گول پتھر سے وہ بالکل متفرق ہو گا۔ فرض کرو وہ کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا رہا برسات کے دنوں میں بارش کا پانی اس کو وادی میں بہا کر کسی چشمے تک لے گیا جہاں سے دھلے کھاتے کھاتے وہ ایک چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ چھوٹی ندی نے اس کو بڑی ندی میں پہنچا دیا۔ اس دوران میں رگڑیں کھاتے کھاتے اس کی نوکیں جھڑ گئیں اور کھردرا بن مٹ گیا۔ اب وہ پکنا اور چمک دار ہو گیا اس طرح وہ پکنا چمک دار گول مول بن گیا۔ کسی طرح وہ ندی سے خشکی میں پہنچ گیا اور اب ہم اسے سڑک وغیرہ پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ندی کے باہر نہ ہو جاتا بلکہ اسی کے ساتھ بہتا رہتا تو وہ اور بھی چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جاتا اور آخر میں ریت کا ذرہ بن کر اپنے اور راسخوں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل کو خوشنما بناتا جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ریت کے گھر بنائے بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان پتھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ارتقاء کی دلکش تصویر ہے۔ اسی طرح قدرت کی دیگر اشیا سے بھی کائنات کے ابتدائی ارتقاء کی کیفیت اچھی طرح واضح ہو سکتی ہے صرف وسعتِ نظر درکار ہے اور بس۔ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ ایک قائم اور دوسری محرک۔ قائم مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی جنس بیکٹیریا کے نام سے مشہور ہے اور محرک مخلوق کا سب سے چھوٹا جاندار امیبیا کے نام سے۔ کیا تم نے ان دونوں کو کبھی دیکھا ہے؟ تم جواب دو گے نہیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھ سے یہ نظر ہی نہیں آسکتے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بہت بڑی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہے اور اس پر بھی بڑی توجہ اور غور سے نظر جانے پر ان کی ہستی کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔ ایک بال کی نوک پر یہ ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں۔ ان کا جسم نول کا بنا ہوتا ہے۔ کھانے پینے، کھنسنے وغیرہ کے لیے کسی اور جان دار کی طرح امیبیا میں خارجی حواس نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود وہ کھانا پیتا اور بچے دیتا ہے۔ ایک امیبیا پھٹ کر دو ہو جاتا ہے جس کے دو کے چار، چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ اسی التزام سے ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے۔ ماہرینِ نظریہ ارتقاء نے یہ ثابت کیا ہے کہ امیبیا اور بیکٹیریا ہی ہماری اس کائنات کا مبداء ہیں۔

ارتقاء کا مطلب ہے بتدریج ترقی کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی مادہ کا ایک

حالت سے نکل کر مقابلہ اس سے زیادہ ترقی شدہ حالت میں داخل ہونا۔ اس طرح ارتقاء کا مطلب زمانہ بعید میں ایک نئی جنس کی تخلیق ہوتا ہے۔

دنیا سے سائنس میں ڈارون کو اس نظریہ کا گرو گھنٹا تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ڈارون سے قبل بقن، لیمارک، اسپنسر وغیرہ علماء نے مسئلہ ارتقاء کی توضیح و صراحت بہت اچھی طرح کر دی تھی۔ خود ڈارون کے والد ماجد اس مسئلہ کے بہترین ماہر تھے۔ ڈارون نے آئنا ز آفریش (ORIGIN OF SPECIES) نامی کتاب لکھ کر بڑی ناموری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں ہے۔

ڈارون کو بچپن ہی سے علم الحیات نیز علم نباتات کی دھن سوار ہو گئی تھی۔ قسم قسم کے کیرے مکڑے جمع کرنے کا انھیں شوق تھا۔ اپنی عمر کے بائیسویں سال (۱۸۳۱ء) میں انھیں ایک زرعی موقع ملا تھا آیا۔ جنوبی امریکہ کی طرف ایک جہاز جا رہا تھا۔ اس کے کپتان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص علمی تحقیقات کے لیے سفر کرنا چاہے تو اس کو وہ اپنے جہاز میں نہایت خوشی سے جگہ دیں گے۔ ڈارون نے اپنی خدمات پیش کیں۔ پانچ برس کے متواتر سفر کے بعد انھوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کیے۔

ڈارون کے دماغ میں ارتقاء کا نظریہ کیونکر سمایا؟ یہ ایک نہایت دل چسپ داستان ہے۔ ایک دن وہ متصل نامی مصنف کی ایک کتاب مطالعہ کر رہے تھے جس میں انسان کی ترقی پر اظہار خیالات کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مذکور تھا کہ انسان کی آبادی یا شمار میں اضافہ زمین کے توازن کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قیام زندگی کے وسائل غلہ وغیرہ پر بہت کم نظر ہوتی ہے اس سے ڈارون کا دماغ بیدار ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس اصول کو تمام جانداروں اور نباتات پر بھی چسپاں کیا۔ اس سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حیوانات کے بڑھتے ہوئے شمار کے مقابلے میں جب غلہ وغیرہ کی فصل کم پیدا ہوگی تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ غلہ کی کشمکش زندگی کا باعث ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمزوروں کو کچل دیا جائے گا اور صرف وہی زندہ رہ سکیں گے جو اس وقت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گے اس طرح کسی زمانہ بعید میں اس کشمکش کی نوبت آئے گی اور کٹتے چھٹتے ایک زمانہ میں ایک بالکل نئی جنس رونما ہو جائے گی۔

ملکی آب و ہوا کے لحاظ سے جانداروں کے رُوپ رنگ میں تبدیلی لابی ہے اور یہ تبدیلی دوسری جنس کی قلت پر پورا پورا اثر کرتی ہے۔ گلاب کی آج ہم صدہا اقسام دیکھتے ہیں۔ کیا وہ ابتدا ہی سے اتنے اقسام کے تھے؟ گھوڑے، گائے، بیل، بکری، انسان غرض ہر جنس کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی اقسام وہ ہیں کہ جن کا وجود کچھ زمانہ قبل بالکل نہ تھا۔ کتوں کی صدہا اقسام پیدا ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو برابر برابر کھڑا کر دیا جائے تو کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ سب ایک ہی کتے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

جن حیوانات کو رات میں باہر نکلنا پڑتا ہے ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے بھڑکیلا نہیں ہوتا۔ بچو ہے، اُلو، چمکا دار

اس کی تین مثال ہیں۔ اسی طرح جن جان داروں کو ہرے بھرے اور سرسبز مقامات میں رہنا پڑتا ہے ان کا رنگ بالعموم سبز ہوتا ہے۔ خشک گھاس میں رہنے والے جان داروں کا رنگ ان کے آس پاس کی فضا کے مطابق ہوتا ہے۔ بیشتر یہ تبدیلیاں ہمارے مختلف اعضاء کے زیادہ یا کم استعمال کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ خود ہمارے درمیان کسی کے بازو زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدل چلنے کی طاقت بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ کسی کا دماغ اچھا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔ جس شخص نے اپنے جس عضو سے زیادہ کام لیا وہی مضبوط اور ترقی پذیر ہوتا گیا۔ لوہار کے بازو اور فلسفیوں کا دماغ اسی لیے زیادہ مضبوط اور توانا ہوتے ہیں۔

بعض ایسے عضویں ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، پھر ان کی ترقی و قیام کی کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے؟ مور کے پنکھ کے خوش نما رنگ اور ہرن کے ٹیڑھے میڑھے خوبصورت بینگ اب تک کیوں ضائع نہیں ہو گئے؟ کیونکہ ان سے تو کچھ کام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ان سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی خوشنمائی اور خوبصورتی مادہ کو کھانے میں مدد ہوتی ہے۔

آج تک جتنے جان دار پائے جاتے ہیں، نظریہ ارتقاء کے مطابق ابتدائے آفرینش میں وہ الگ الگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کو لوہا، ان میں ہاتھی، گھوڑا، بھلی، پرند، انسان، بند وغیرہ صد اقسام ہیں اور پھر ہر قسم کی کئی اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام شتو سے لے کر اعلیٰ درجہ کے عربی گھوڑے تک کتنا فرق ہے۔ ارتقائیوں کا قول ہے کہ یہ جنس ابتداءً ایک ہی جنس سے پیدا ہوئی ہیں۔ دیگر الفاظ میں اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریڑھ والے تمام جان داروں کی پیدائش شروع میں ایک ہی نوع سے ہوئی ہے۔ ان کی ساخت بدن کی یکسانیت اور ان کی پرانی عادات و خصائص ان کی بتدریج ترقی کا ثبوت ہیں۔

مسئلہ ارتقاء (۲)

اب تک ہم نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ ارتقاء کیا ہے۔ لیکن اب ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو کہنے میں کچھ بے دھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ نظریہ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی اولاد ہے۔ سچ منجھ کیسی بے معنی بات ہے۔ وہ انسان جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ، مہذب، ہر قسم کے عیش و آرام پر قادر، اپنی دماغی قوت سے زمین و آسمان کے قلابے ملادینے والا اور ایک بالکل بے عقل اور وحشی جانور بندر کی اولاد، لیکن سچ پوچھو تو بات پتے کی ہے۔

کائنات میں ہمیں ایک طرح کی ترقی یا اصلاح نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ باب میں کافی بحث ہو چکی ہے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان جان دار ہے۔ لہذا جب گھوڑا، زبرا، گدھا وغیرہ مختلف جان دار

ایک ہی نوع سے پیدا ہوئے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان بھی کسی اپنے ایسے جان دار سے پیدا ہوا ہو اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہوں گی۔

انسان کے جسم کی بتدریج ترقی کے باب میں متعدد علمائے سائنس نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا مورث اعلیٰ ضرور کوئی بندر کے ایسا جان دار ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہیکلے نے ۱۸۷۲ء میں "کائنات میں انسان کا درجہ" نامی کتاب شائع کر کے اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے سات آٹھ برس سے بعد ڈارون نے "انسان کا زوال و انسانی کتاب" شائع کی۔ قدیم ہندستان کے علماء نے بھی بندے کے لیے لفظ وائر نہایت مناسب استعمال کیا تھا۔ مطلب یہ کہ بند اور انسان کی مشابہت کوئی جدید انکشاف نہیں ہے۔

لوگ عام طور پر جن بندروں کو دیکھتے ہیں انہیں کو ارتقاء کا مورث اعلیٰ تصور کرتے ہیں لیکن بات دراصل کچھ اور ہی ہے۔

بندروں کو چار درجوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔ گبن، آرنگ، آٹانگ، چپانزی اور گوریل ان کے نام ہیں۔ یہ چاروں ایک حد تک انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ انسان کی طرح ان کے بھی ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ حالانکہ عام قسم کے بندروں کے ۳۴، ۳۵، ۳۶ دانت ہوتے ہیں۔ دُم ان چاروں میں کسی کی نہیں ہوتی۔ ان کی ناک، کان، ٹھڈی انسان کی ایسی ہوتی ہے۔ عام بندروں کی طرح ان کے گال میں پھیلی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ مقابلہ کچھ بڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ چلتے وقت زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے انگوٹھے اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنے موٹے انسان کے ہوتے ہیں۔ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو حسبِ خواہش ہلا ڈال سکتے ہیں۔

ان چاروں میں گبن سب سے چھوٹا اور نازک ہوتا ہے۔ یہ جزائر جاوا، بورنیو اور ملاکا، بام، اراکان وغیرہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ۳ فٹ ہوتا ہے۔ تمام دن یہ درختوں ہی پر رہتا ہے شام کے وقت ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں زمین پر اترتی ہیں۔ انسان کی دُر اسی آہٹ پاتے ہی یہ بھاگ جاتے ہیں ان کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور بہت دوزخ سناؤ دیتی ہے۔ ان کے چلانے کی آواز بہت کچھ "کو ایک کو ایک" کی ایسی ہوتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مسطح زمین پر یہ انسان کی طرح دونوں پاؤں سے چلتے ہیں۔ چلنے میں جسم ایک طرف کو جھکا ہوتا ہے۔ ہاتھ لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ان کی چال کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ چلنے میں یہ ادھر ادھر جھوکا کھاتے ہیں اور ویسے ان کا چلنا بھی بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔ درختوں پر یہ ۲۰ فٹ لمبی چھلانگ مار سکتے ہیں لیکن زمین پر زیادہ تیزی سے نہیں بھاگ سکتے۔ شکاری انہیں میدان میں نکال کر ہی ان کا پھانسا کرتے ہیں۔ طبیعت کے لحاظ سے گبن بہت غریب ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کو ستایا جائے تو انسان کو چاڑھوں سے

درختوں کی کونہیں پھل، پھول اور کھیرے اس کی غذا ہیں۔ پانی پیتے وقت ہاتھوں کو پانی میں ڈبو کر پانی کو زبان یا منہ میں سے چاٹتا ہے اس کو پالٹو بنانے میں زیادہ وقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بچوں کی طرح یہ بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ شرارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کی تائید ہوگی۔

کسی انگریز نے ایک گبن پالا تھا۔ چیزوں کو ادھر ادھر کر دینے کی اس کو بہت بُری عادت پڑ گئی تھی گندوں اور کتابوں کے تودہ پر نچے اڑا دیتا تھا۔ غسل خانے سے صابن لے اڑتا تھا۔ اس کے لیے دو ایک بار اس کو سزا بھی دی گئی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ انگریز کمرے میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ گبن کھلا ہوا تھا اور وہیں موجود تھا۔ اپنے آقا کو اس نے کھنے میں مصروف دیکھا تو صابن اڑا لے جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آقا کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے اور چپ چپاتے صابن لے کر باہر جانے لگا۔ اس کے آقا نے اسے دیکھ لیا اور زور سے کچھ کہا گبن نے سمجھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی۔ صابن کو اس نے وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھا یا تھا اور ایک قصو وار کی طرح چپ چاپ دور جا بیٹھا۔

آرنگ اتانگ زیادہ سے زیادہ چار فیٹ اونچا ہوتا ہے جسم کچھ موٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف سما ترا اور لونزیو میں ہوتا ہے۔ زیادہ ترمیدان کی جھاڑیوں میں رہتا ہے۔ کسی قدر سست ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت درختوں کی پتیاں بچھا کر سوتا ہے کبھی کبھی گھاس ہی پر پڑ رہتا ہے اور انسان کی طرح ایک ہاتھ کا ٹکیہ بنا لیتا ہے۔ ان کا اوڑھنا بھی پتوں ہی کا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سو جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل کبھی نہیں اٹھتے۔

درختوں پر انسان کی طرح آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ گبن کی ایسی پھل لگیں مارنا انھیں نہیں آتا اور نہ زمین ہی پر بیدھ دوڑ سکتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ شکاریوں سے اپنے بچاؤ کی زیادہ کوشش نہیں کرتا۔ درختوں کے پتے پھول اور پھل اس کی غذا ہیں۔ شکاری ان کو نیچے اتارنے کے لیے بالعموم مرہوں کی دھونی دیتے ہیں اس سے یہ گھبرا کر خود بخود نیچے اتر آتے ہیں۔

پروفیسر دیول کے سرکس کے ایک آدمی نے آرنگ اتانگ نامی چھوٹی سی کتاب میں شروع سے آخر تک ایک پالتو آرنگ اتانگ کی کھانی لکھی ہے۔ اس کا نام اتنی تھا۔ اتنی کی قوت حافظہ اور نقل اتارنے کی مشق حیرت انگیز تھی۔ ہر کام کو بڑی توجہ سے دیکھنا اور پھر اسی سلسلے کے ساتھ خود بھی اس کو کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کو ہاتھ منہ دھونے دیکھا۔ اس کے بعد اس نے بھی ٹھیک اسی طرح شروع سے آخر تک سب کام کیے۔ بُرش سے دانت صاف کیے، صابن لگایا، پانی ختم ہو جانے پر بلازم کو برتن دے کر اور پانی لانے کا اشارہ کیا۔ ان باتوں سے آرنگ اتانگ کی سمجھ داری کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

چمپانزی اور گوریل صرف افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا قد پانچ فیٹ تک ہوتا ہے۔ چمپانزی بیٹھا ہوتا ہے تو بالکل انسان معلوم ہوتا ہے گبن کی طرح شریر ہوتا ہے۔ ان کے گروہ میں سے اگر کوئی ہندوق کا شکار ہو جائے

تو ٹیکاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر شکاری کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا کہ اپنی بندوق ان کے حوالہ کر کے وہاں سے مل جائے۔ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور شکاری کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

گوریلا سات آٹھ فیٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ یہ بہت زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ان میں سر کے مقابلہ میں مادہ کا شمار زیادہ ہوتا ہے۔ اور بندروں کے مقابلہ میں یہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ انسان سے مل کر بھیڑ ہو جائے تو یہ بھاگتا نہیں بلکہ اسی پر حملہ کر دیتا ہے۔ اکیلا ڈکیر آدمی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ بندوق کی مالی کو دانستوں سے چبا ڈالتا ہے۔ اس کو زندہ پکڑنا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا چاروں بندروں کا تذکرہ پڑھ کر کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں اٹھتا کہ انسان بھی انھیں بندوق کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے میں بین طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ سب سے پہلے میں انسان اور ان بندروں کی جسمانی ساخت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ دوسرے ان کے رحم میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ تیسرا اور زبردست ثبوت ان پنجروں پر غور کرنے سے حاصل ہوگا جو بندے انسان بننے تک مختلف زندگیوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی ولے جان داروں کی اندرونی جسمانی ساخت میں بہت کچھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ عام بندروں اور انسان میں خارجی مطابقت بھی نمایاں ہے۔ ان میں بھی گوریلا چمپانزی وغیرہ انسان نما بندروں میں تو بظاہر کوئی فرق پایا ہی نہیں جاتا۔ دونوں کے پنجر چند معمولی مستثنیات کے علاوہ بال یکساں ہوتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے ٹکڑوں کی تعداد، دانت، ہاتھ، پاؤں کی ہڈیاں، جوڑوں، کمر، کولہوں، کندھوں وغیرہ کی ہڈیوں کی تعداد دونوں میں یکساں ہے۔ جگر میں چار تھیلیاں ٹھیک انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ رگ، پٹھے، دماغ، دوران خون کی نالیوں بھی ہر بات میں ملتی جلتی ہیں جس طرح انسان کے دماغ کے تین حصے ہیں ٹھیک ویسے ہی بندے کے بھی ہیں جس طرح انسان کے پیٹ میں ناف سے تین انگلی نیچے داہنے ہاتھ کی طرف آنت کا ایک چھوٹا سا حصہ نکلا رہتا ہے ٹھیک ویسا ہی ان بندروں میں بھی ہوتا ہے۔ پٹھلے نے ثابت کیا ہے کہ انسان نما بندہ جتنی مطابقت انسان سے رکھتے ہیں اتنی مطابقت عام بندروں سے نہیں رکھتے۔ لہذا اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ انسان اور انسان نما بندروں کے مورث اعلیٰ ایک ہی تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس دعوے کو صحیح تسلیم نہ کر لیا جائے۔

بہتوں کو اس دعوے کو تسلیم کرنے میں چند وجوہ مانع ہیں جن کو بلا وجہ نہیں کہا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو سیدھا چلنا کیسے آگیا۔ پھر انسان کا دماغ کس قدر کام کرتا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ نظریہ ارتقا کو صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے سیدھا چلنے کی عادت کچھ قدیم سے نہیں ہے، کیونکہ عارضہ فقر اسی حالت میں لاحق ہوتا ہے جب غذا کی نالیوں اور

اور اس کے مختلف حصوں کے دباؤ کو کوٹھے کے پٹھے برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ہم سیدھے چلتے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے پٹھے اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو سکے تھے نہ علم صحت اور علم الا بدن کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انسان کے شکم کے پٹھے آنتوں کا بوجھ برداشت کرنے کے اتنے ہی قابل ہوتے ہیں جتنے چوپایوں میں ہوتے ہیں۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے سیدھے چلنے کی عادت بہت پرانی نہیں ہے۔

رہا دماغ کا فرق! یہ دماغ کی ساخت میں نہیں ہونا بلکہ وزن اور جسامت میں ہوتا ہے۔ دونوں کا دماغ ایک ہی کام کرتا ہے جس طرح انسان کے دماغ میں مختلف طبقے اور مراکز ہیں وہی ان بندروں کے بھی ہوتے ہیں۔ وزن اور جسامت کا فرق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی مثالیں مل چکی ہیں جن میں انسان کا دماغ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ تمام انسانوں کی قوت متخیلہ یکساں نہیں ہوتی۔ ایک جماعت کے طلباء مختلف قسم کے دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی لڑکا سب میں اول ہوتا ہے اور کوئی آخری۔ یہ فرق کیوں؟ اس سے ظاہر ہے کہ دماغ کی کوئی نہ کوئی حالت ایسی ضروری ہوگی جب یہ بہت چھوٹا ہوگا اور اب چونکہ اس سے کام لیا جانے لگا ہے لہذا یہ بڑا اور مضبوط ہو گیا ہے۔ لہذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بندر کی دماغ کی ترقی یافتہ صورت انسانی دماغ سے نامناسب نہ ہوگا۔

دوران حمل کی کیفیات پر اگر غور کیا جائے تو دونوں میں بہت کچھ یکسانیت نظر آئے گی۔ بہر حال دار کی ابتداء حمل میں ایک چھوٹی سی تھیلی سے ہوتی ہے۔ اس تھیلی کی لمبائی $\frac{1}{4}$ انچ کے قریب ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تھیلی بڑی ہونے لگتی ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لو تھڑا سی ہو جاتی ہے۔ اس لو تھڑے کے وسط میں ایک خلاء پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور بیس حمل کی نشوونما ہوتی ہے۔ شروع میں حمل کی جسامت قریب قریب $\frac{1}{8}$ انچ ہوتی ہے۔ ایک ہی ہفتہ میں اس کی جسامت دگنی ہو جاتی ہے۔ اور پھر ٹڈیاں، گوشت، خون وغیرہ بنا شروع ہو کر چوتھے مہینے حمل ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کی دم کے متعلق دوران حمل کی حالت سے ثبوت ملنا نہایت حیرت انگیز ہے۔ انسان اور گبن وغیرہ بندروں میں اگر موجودہ زمانے میں دم نہیں ہوتی تو نہ سہی، لیکن حمل کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں ان کے دم ضرور رہی ہوگی۔ انسان کا حمل جب ایک مہینے کا ہوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے جوڑے کے وسط میں دم ہوتی ہے جو مڑی رہتی ہے۔ دم کی لمبائی اُس وقت کے پیروں سے تقریباً دگنی ہوتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی دونوں کے دم ضرور رہی ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی کا آخری منکاسی قدر باہر کو نکلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو دھچی کہتے ہیں۔ سانس دانوں کا خیال ہے کہ یہی منکاسی ہماری قدیم زمانے کی دم کا بقیہ ہے۔ انسان کے لیے دم کا چونکہ اب کوئی مصرف باقی نہ تھا لہذا رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہو گئی۔

دم کے مانند انسان کے کانوں کے باب میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور اپنے کان ہلاؤں سکتے ہیں

لیکن انسان کے کان نہیں ملتے۔ بات یہ ہے کہ کانوں کے کھنکھنے وغیرہ اڑانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جب اس کام کو انسان کے ہاتھوں نے سرانجام دینا شروع کر دیا تو چونکہ کانوں سے پھر کچھ کام نہ لیا گیا لہذا یہ بے کار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنے کانوں کو بلاڈڈ لا نہیں سکتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ کانوں میں اب بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن سے انھیں حرکت دی جاتی تھی۔ آج بھی بہترے انسان ایسے ملتے ہیں جو نہایت عمدگی سے اپنے کانوں کو حرکت دے سکتے ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں خصوصاً دودھ پلانے والوں کا حمل ایک ماہ تک بالکل نہیں شناخت کیا جاسکتا۔ لیکن جیسے جیسے مدت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ان کے حمل ایک دوسرے سے متفرق ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے ماہ میں انسان کا حمل دُم دار بندروں اور کتوں کے حمل سے پہچانا جاسکتا ہے۔ لیکن گہن وغیرہ انسان نما بندروں اور انسان کا حمل بالکل کیسا رہتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے پر یہ انسان نما بندر بھی نال کاٹ ڈالتے ہیں مگر اپنی نا سمجھی کے باعث اس کو باز نہنا نہیں جانتے جس کی وجہ سے ماں کا بہت زیادہ خون خارج ہو جاتا ہے اور وہ نہ حال ہو جاتی ہے۔

جرمنی کے مشہور فلسفی ہیکل نے "انسان کی ترقی" کے نام سے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی یافتہ بندر کا نام انسان ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی دوران حمل میں کیساں حالت ہوتی ہے اُسی طرح تمام جان داروں کا مورث اعلیٰ بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جس طرح حمل ایک پھوٹے سے مددور تو تھڑے سے بدستج بڑھتا یا ترقی کرتا ہے اُسی طرح تمام جان داروں کو ایک پھوٹے سے خلد دار جان دار اُمیبا سے پیدا ہونا چاہیے۔ لیکن ابھی تک اس باب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

امیبا سے انسان وغیرہ بہت سے بڑے بڑے جان دار کیوں نکلیں گئے مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات صاف ہو جائے گی۔ مینڈک کے متعلق ہم نے پڑھا ہو گا کہ پہلے پہل بہت چھوٹے چھوٹے انڈے جھلی میں لپٹے ہوئے پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ پھر جھلی کے الگ الگ ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک انڈا آزاد۔ اس دوران میں ہر ایک انڈے میں ایک دُم نکل آتی ہے۔ ایک بڑے سے سر میں ایک لمبی دُم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ دُم کم ہوتی جاتی ہے اور پھیلے دو بہر نکل آتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ دنوں کے بعد اگلے پیر نکلتے لگتے ہیں اور دُم قریب قریب بالکل جاتی رہتی ہے۔ اس زمانے میں اس کے پھیپھڑوں میں مچھلی کی طرح پانی میں سے ہوا کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ مینڈک بن جاتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے۔ اگر ہم ایک مینڈک کو زیادہ دیر تک پانی میں ڈبوئے رکھیں تو وہ مر جائے گا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اس کے پھیپھڑے دیگر پھیپھڑوں کے مطابق ہیں مینڈک کی اس ترقی سے زندگی کی ترقی پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح انسان وغیرہ ہر ایک جان دار لاکھوں برس سے

جن مختلف کیفیات و حالات سے گزر چکا ہے۔ زمانہ حال کی تھوڑی سی عمر ہی میں ان سب حالات سے گزرتا ہے۔ تیسرا درجہ جس کے ذریعہ نظریہ ارتقاء کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے وہ ہے قدیم زمانہ کی تہذیب کی کمائی۔ یعنی قدیم اقوام کی تہذیبوں کے آثار ڈھونڈتے ڈھونڈتے جوڑنے پھر دنتیاب ہوں ان سے حالات کا افتراق معلوم کرنا اس ذریعہ سے بھی نظریہ ارتقاء کو بہت تقویت ملی ہے۔

نظریہ ارتقاء کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کا بھوت ہر وقت ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے پیدا ہونے ہی اس کی ترقی کا دور شروع ہو جانا چاہیے۔ وجہ ظاہر ہے کہ کم روز بروز ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کا دار و مدار ہے حالات کی تبدیلی پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حالات تو جوؤں کے توں میں اور ترقی ہوتی رہے۔ اگر انسان ہی کی مثال لی جائے تو چار پانچ ہزار برس قبل کے پنجروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں انسان کی ساخت بدن میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ظاہر ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو معاشرتی و سیاسی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے لہذا قدرت کے تمام قوانین انسانوں کی اس قیدیوں ایسی حالت پر عام نہیں ہوتے اور اسی لیے زندگی کی کشمکش کا اصل اصول انسان کی ذات پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے نیز انسانی قسم کی دیگر وجوہ کے باعث انسان کی ترقی کم از کم اس کی جسمانی ساخت کے نقطہ نظر سے نہیں ہوئی۔

اس نظریہ کے باب میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ارتقاء سے مقابلہ ہر شخص ترقی یافتہ حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ارتقاء میں منزل کا بھی اتنا ہی امکان ہے جتنا ترقی کا۔ ارتقاء کا مفہوم ہے تبدیل شدہ حالت میں قیام کر سکنے کی اہلیت۔ پھر وہ حالت خواہ اس کو نیچے لے جائے خواہ اوپر۔ اگر حالات اس طرح تبدیل ہوں کہ اس جان دار کا اوپر کی طرف اٹھنا مفید ہوگا تو وہ ضرور اس کا ارتقاء ہوگا۔ لیکن اگر اس کے منزل میں فائدہ ہے تو وہ ضرور ترقی معکوس کرے گا۔ بلندی اوستی کا معیار ہمارے تخیل نے مقرر کر رکھا ہے ورنہ ان کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔



نظریہ ارتقاء والوں کی عبارات کے حوالے ختم ہوئے



یہ ہے نظریہ ارتقاء والوں کی تقریر جو انھوں نے انسان اشرف المخلوقات کو کیڑوں اور بندوں کی نسل سے جوڑنے اور ان کی اولاد بنادینے کی تشریح کے لیے پیش کی ہے۔ یہ نظریہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ بعض اعضاء اور بعض بڈیوں کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بندر کی اولاد میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور نبی علیہ السلام نے احادیث میں تخلیق نوع انسان کی تفصیل اور دیگر کوائف ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ طریقہ ارتقاء کے برخلاف انسان کو دفعۃً مٹی سے تخلیق کر کے اسے جیسے صورت اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

۲۷۔ التَّمَلُّکُ۔ یہ واحد ماضی ہے۔ جمع نعال ہے۔ مثلاً ما بعوضاً فَمَا فَوْقَهَا کے تحت مَلَمَہُ مذکور ہے۔ یقال

طعام معمول اذا اصابه الغل۔ نمل کی کنیت ابو مشغول ہے اور مادہ کی کنیت اُمّ نوبہ وام مازن ہے۔ نمل انسان کی طرح طلب رزق کے لیے بڑے جیلے اختیار کرتی ہے اور خوراک کا ذخیرہ رکھتی ہے اور جن دانوں کے بائے میں انھیں اُگنے کا خطرہ ہو تو وہ انھیں دو حصے کر لیتی ہیں۔ کیونکہ تنصیف کے بعد وہ اُگتے نہیں ہیں۔ اور جب تعفن کا خطرہ ہو جائے تو وہ ان دانوں کو باہر نکال کر پھیلا دیتی ہیں۔ اور یہ کام وہ اکثر رات کو چاند کی روشنی میں کرتی ہیں۔

سفيان بن عيينه کا قول ہے کہ اپنی خوراک کا ذخیرہ صرف چار قسم کے حیوانات کرتے ہیں۔ انسان، عقرب، چوٹی اور بچھا۔ چوٹی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے کئی گنا زیادہ وزنی چیز اٹھاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چوٹیاں بھی زمین کے اندر منظم طریقے سے اپنے بل بناتی ہیں جن میں باقاعدہ کئی منزلیں اور دلیز و مختلف طبقات ہونے کے علاوہ خوراک کے ذخیرہ کا الگ مقام ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں غلہ سلیمان کا ذکر موجود ہے۔ حکایت ہے کہ قوادہ تابعی مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء ان کے پاس جمع ہوئے تو قوادہ نے فرمایا سلو اعما شستم۔ ابو حنیفہ بھی اس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نو عمر تھے۔ تو ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قوادہ سے غلہ سلیمان علیہ السلام کا سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نمل لوگوں نے سوال کیا تو قوادہ لا جواب ہو گئے۔ ابو حنیفہ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مہونث ہے۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالد کے بجائے قال ہوتا۔ فقال ابو حنیفہ کانت انثیٰ۔ فقیل لہ کیف عرفت ذلک۔ فقال من قوله تعالى "قالت" ولو كانت ذكراً لقال قال غلہ۔ لان الغلۃ مثل الحمامۃ والنشۃ فی وقولہا علی الذکر الانثیٰ۔ انتہی کذا فی کتب التاريخ۔

واقطنی میں ابو ہریرہ کی یہ حدیث ہے ان النبی علیہ السلام قال لا تقتلوا الغلۃ فان سلیمان علیہ السلام خرج ذات یوم یستسقی فاذا هو بنملۃ مستلقیۃ علی قفاھا رافعة قوائمھا تقول اللهم اتا خلق من خلقک لا غنی لنا عن فضلک اللهم لا تؤاخذنا بذنوب عبادک الخاطیین واستغنا مطراً تنبت لنا بہ شجراً وتقطعنا بہ ثم قال سلیمان علیہ السلام لقولہ ارجعوا فقد کفیتم وسقیتم بغیر کمر۔
۲۸۔ الناقۃ۔ اونٹنی۔ لفظ ناقۃ دراصل نوقۃ بروزن فعلۃ تھا۔ پھر واو الف ہو کر ناقۃ ہوا۔ اس کی جمع نوق ہے یہ جمع کثرت ہے اور جمع قلت اذنوت ہے۔ اذنوت دراصل انوق تھا۔ ثقل ضمہ واو کی وجہ سے قلب مکانی کرنے کے بعد اذنوت ہوا پھر ثقل واو کی وجہ سے اینت بنا یا گیا نیاق بھی اس کی جمع ہے۔ ناقۃ کی کنیت اُمّ بووم حائل وام حوار وام السقب وام مسعود ہے۔ امثال عرب میں کئی امثال ناقۃ سے متعلق ہیں۔ وہ کہتے ہیں لا ناقتی فیہ ولا جلی۔ یضرب عند التبری من الظلم والاساءۃ وقالوا استنوق للجل ای صار ناقۃ یضرب المثل لرجل ینکون فی حدیث ادا مرثم یخلط بغیرہ۔

ناقۃ احادیث میں متکرر الذکر ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال جاء رجل بناقة مخطی متا

فقال هذه في سبيل الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لك بها يوم القيامة ناقة عظيمة اخو مسلم.
 ناقة صالح عليه السلام قرآن مجید میں مذکور ہے قال الله تعالى هذه ناقة الله. اضافت ناقة الى الله للتشريف و
 التكریم ہے۔ یہ ناقة صالح عليه السلام کا مجرہ تھی جو ان کی دعا کی برکت سے قوم کے مطالبہ پر بالفور ایک بڑی چٹان سے
 نکلی تھی اور حاملہ تھی۔ پھر ایک بڑے برنجت شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس شقی قاتل کا نام نذر بن سالف تھا۔ کتاب
 مہذب میں اس کا نام عیزار بن سالف لکھا ہے۔ قتل ناقة کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر عذاب نازل فرمایا۔

مری الطبرانی عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اشقى الناس
 ثلاثا عاقرا ناقة ثمود وابن آدم الاول الذي قتل اخاه ما سفك على وجع المرض دم الا لحق منه
 انثم لانه اول من سن القتل وقابل على بن ابي طالب رضي الله عنه. وعن ابن عمر ان رسول الله
 صلى الله عليه وسلم لما نزل الحجر في غزوة تبوك امرهم ان لا يشربوا من بئرها ولا يستقوا منها فقالوا قد عجننا
 منها واستقينا فامرهم عليه السلام ان يطرحوا ذلك الجبين ويحرقوا ذلك الماء وامرهم ان يستقوا من البئر
 التي كانت ترد لها الناقة۔

۲۹۔ النسر۔ رگدھ۔ عقاب۔ فاسر بحت تجا سر تھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نسر کی جمع ہے انسور و نسور۔
 اور کنیت ابو مالک و ابو المنہال و ابو یحییٰ و ابو البرد ہے۔ مادہ کو انشعّم کہتے ہیں۔ نسر پرندوں میں ممتاز اوصاف کا حامل
 پرندہ ہے اس کے چند احوال یہ ہیں :-

اولاً، کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں طویل العمر ہے اور ہزار سال تک اس کی عمر ہوتی ہے۔ عرب کا محاورہ اور مثل
 ہے وہ کہتے ہیں فلان اعم من نسر۔

ثانیاً، کہتے ہیں کہ اس کی نظر بڑی تیز ہے اور وہ چار سو فرسخ کی مسافت سے مردہ جانور کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح
 اس کی قوت حاسہ بھی نہایت تیز ہے۔ لکن قالوا اذا شتم الطيب مات لوقته۔

ثالثاً، ہوا شد الطیر طیراناً و اقواہا جناحاً۔

رابعاً، وہ بڑا حرص پرندہ ہے اور اپنی طاقت برداشت سے بہت زیادہ کھاتا ہے اور کبھی مردہ جانور کا گوشت
 انا کھا جاتا ہے کہ پھر وہ اڑ نہیں سکتا اور ایک گھر و آدمی بھی اسے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے۔

خامساً، وہ اپنے رفیق کی محبت میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے لیف و رفیق کی جدائی کے بعد غم و الم
 سے مر جاتا ہے۔

سادساً، ليس في سباع الطير اكبر حشة منه ويقال للنسر ابو الطير ايضا قال الشاعر

فلا و ابى الطير المرتبة في الضحى على خالد لقد قعت على لحم

سابعاً، نسر سید الطیر ہے۔ امام یافعی اپنی کتاب نفحات الازهار و لمحات الانوار میں لکھتے ہیں عن علی بن

ابی طالبؑ قال سمعت جیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ہبط علی جبرائیل فقال یا محمد ان لكل شیئ سیداً وسید البشر آدم وسید ولد آدم انت وسید الرزم صہیب وسید فارس سلمان وسید الحبش بلال وسید الشجر الیحد وسید الطیر النسر وسید الشہر رمضان وسید الايام یوم الجمعة وسید الکلام العربیة وسید العربیة القرآن وسید القرآن سورة البقرة۔ هذا واللہ اعلم بحال سند هذا الحدیث۔

۳۰۔ النعامۃ۔ شتر مرغ۔ صُہم بکھو کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نعامۃ کا اطلاق ذکر و انشی دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع نعام اور کنیت ام البیض وام ثلاثین ہے۔ ظلم صرف نہ شتر مرغ کو کہتے ہیں اور صرف مادہ کو قلوب کہتے ہیں۔ حکایات عرب میں ہے ان النعامۃ ذہبت تطلب قربین فقطعوا اذنیہا فلذلت سمیت بالظلم کا ہمو ظلمو ہا حیث قطعوا اذنیہا۔ نعام کو شتر مرغ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ بزدل ہے لیکن اونٹ سے مشابہ ہے۔ امثال عرب میں ہے ان النعام استطیر فاستبعر واستجیل فاستطاس۔

کہتے ہیں کہ اس کی قوت سامعہ نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کی قوت شامہ عطا فرمائی ہے۔ فہو یدلہ بانفیہ ما یحتاج فیہ الی السمع فربما شتم سائحۃ الصائد من بعد۔ اس لیے عرب کہتے ہیں اشم من نعامۃ۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا حیوان لا یسمع ولا یشرب الماء ابداً الا النعام ولا یخجلہ۔ شتر مرغ بزدلی میں مشہور ہے۔ شتر مرغ کا گوشت کھانا حلال ہے۔ اس کا انڈا بہت بڑا ہوتا ہے۔

کعب اجازہ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے زمانہ ادیس تک گندم کا دانہ شتر مرغ کے انڈے کے برابر ہوتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے گناہ اور کفر کا راستہ اختیار کیا تو وہ دانے چھوٹے ہو کر مرغی کے انڈے کے برابر ہوئے پھر کوتر کے انڈے کے برابر ہوئے پھر گولی کے برابر ہوئے۔ بہر حال لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکات میں کمی آئی۔ کعب کے الفاظ یہ ہیں عن کعب الاحبار قال لما آہبط اللہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جاءہ میکائیل بشئ من حب الخنطة وقال هذا رزقک و رزق اولادک من بعدک قعر فاخرت الارض وابدلت الحب قال ولم یزل الحب من عهد آدم علیہ السلام الی زمن ادس لیس علیہ السلام کبیضۃ النعام فلما کفر الناس نقص الی بیضۃ الدجاجة ثم الی بیضۃ الحمامۃ ثم الی قد البندقۃ وکان فی زمن العزیز علی قد الحصۃ۔

۳۱۔ الہرۃ۔ بلی۔ بلی کو عربی میں سنور بھی کہتے ہیں۔ بلی نہایت عاجزی کرنے والا اور انسان کے ساتھ انس و محبت کرنے والا حیوان ہے۔ اسی انس اور گھروں میں اختلاط کی وجہ سے اس کے جھوٹے کو اسلام میں صرف مکروہ کہا ہے۔ حالانکہ اس کے گوشت کی حرمت کے پیش نظر وہ حرام ہونا چاہیے۔ اور بعض ائمہ اس کے جھوٹے کو

طاہر کہتے ہیں۔ ابوہریرہؓ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے انہا من الطوائف علیکم والطوائف صحابہ میں مشہور صحابی ابوہریرہؓ کی یہ کنیت نبی علیہ السلام نے رکھی تھی کیونکہ انہوں نے چھوٹی بلی پال رکھی تھی جو عموماً ان کے پاس ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت ابوہریرہ۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ بلی شیر سے پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی صوت شیر سے ملتی جلتی ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم باسنادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثین قال لہ اصحابہ وکیف نظرتن او تطمنن مواشینا ومعنا الاسد فسلط اللہ علیہ الخئی فکان اول حی نزلت فی الارض فھو لہ زال مجوماً ثم شکوا الفارۃ فقالوا الفویقۃ تقسد علینا طعماً منا وشراباً ومتاعنا فاحم اللہ تعالیٰ الی الاسد فعطس فخرجت الھمرۃ منہ فخبأت الفارۃ منھا۔ ہرہ کا ذکر متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ حدیث جابرؓ ہے ان النبی علیہ السلام نبی عن ثمن الھمرۃ اخرجہ ابن ماجہ۔ حدیث صحیح ہے بروایت ابوہریرہؓ قال ان الشیطان عرض للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاتہ قال عبد الرزاق فی سورۃ ہرہ قال علیہ السلام فشد علی یقطر علی صلاقی۔ للحدیث۔ و عن سلمان الفارسی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوحی بالھمرۃ وقال ان امرأۃ عذبت فی ہرقہ ربطتھا للحدیث وفی تاریخ ابن الجارسی فی ترجمۃ یھ بن عمر الحبلی عن انس قال کنت جالساً عند عائشۃ فابشرھا بالبراءۃ فقالت واللہ لقد ہجر فی القریب والبعید حتی ہجرت الھمرۃ وما عرض علی طعام ولا شراب فکنت اسرفاً وانا جائعۃ فرأیت اللیلۃ فی منامی فتی فقال مالک حزینۃ فقلت مما ذکر الناس فقال ادعی ہذہ الکلمات یرفع عنک فقلت وما ہی فقال قولی دعاء الفرج "یا سابیغ النعم ویا دافع النقم ویا فارج النعم ویا کاشف الظلم ویا اعدل من حکم ویا حسیب من ظلم ویا ولی من ظلم ویا ولی بلا بلایۃ ویا اضر بلا نہایت ویا من لہ اسم بلا کنیۃ اجعل لی من امری فرجاً وخرجاً قالت فانتہمت وانا ساریۃ شبعانۃ وقد انزل اللہ براءتی وجاءنی الفرج۔ یہ حدیث فائدہ دعا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بڑی جانور لیکن اس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے۔ بظاہر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ نعمت کا پتہ چل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سو نہ سکیں۔ ہذا اللہ اعلم وعلیہ التمس۔

۳۲۔ الضب۔ بفتح ضاد۔ گوہ۔ آیت یخادعون اللہ والذین امنوا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بڑی جانور ہے اور معروف و مشہور ہے۔ اس کی کنیت ابوہریرہؓ ہے۔ ضباب و اضب اس کی جمع ہیں۔ انہی کو ضبۃ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پانی نہیں پیتی اور اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اس لیے عرب میں محاورہ ہے لا افعلہ حتی یرد الضب۔ ابن خالویہ لکھتے ہیں الضب لا یشرب الماء وبعیش سبعۃ ماۃ سنۃ فصاعداً ویقال انہ یبول فی کل اربعین یوماً قطرة۔ مچھل اور گوہ کے اس تضاد کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ جو شخص متضاد کام کرے تو کتھے میں

جمع بین الضب والنون اور کہتے ہیں لا افعل حتی یجتمع الضب والخطوت چنانچہ ماتم ہم اس تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۷

وکیف آخاف الفقر واللہ رازقی ورازق هذا الخلق فی العسر اليسیر
تکفل بالامر ان لا یخلق کلهم وللضب فی البیاد والخطوت فی البحر

حدیث شریف ہے عن انس قال ان الضب لیموت فی سحرة هراکلا من ظلم بنی آدم۔

ضرب اور عقارب میں کہتے ہیں کہ دوستی ہے اس لیے گوہ کے بلوں کے دہانوں کے اندر عموماً بچھو رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شکاری ہاتھ اندر کرے تو وہ اسے ڈنک مارے گویا کہ بچھو مجھے ضرب ہے۔ گوہ پر سیاہی کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ عموماً اپنے بل کو بھول جاتی ہے اس لیے عرب کا محاورہ ہے اصل من ضرب و آخیر من ضرب۔ اور عقوق میں وہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے محاورہ ہے اعق من ضرب اور طول عمر کی جہ سے یہ محاورہ مشہور ہے آخیر من ضرب کہتے ہیں کہ اس کا سر کاٹنے کے بعد بھی وہ ایک دن تک زندہ رہتی ہے۔

اس کی دُم میں بہت سے عقدیں ہیں حکي ان بعض الحاضرة کسا اعرابيا ثوباً فقال له الاعرابي لا کافننک علی فعلک۔ بما اعلیٰک۔ کہو فی ذنب الضب من عقدة؟ قال لا ادری قال فیہ احدی وعشرون عقدة۔ جنگل کے بعض حصوں میں ضرب کی کثرت ہوتی ہے اس زمین کو کہتے ہیں ارض ضببہ ومضببہ ای کثیرۃ الضباب۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں عرب کے جنگلی لوگ گوہ کثرت سے شکار کر کے کھاتے تھے۔ گوہ دھوکہ دینے میں مشہور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مسکن اور گھر کے مختلف سوراخ بناتی ہے شکاری آدمی ایک طرف اس کا انتظام کرتا ہے اور وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے عربی میں محاورہ ہے اخذ من ضرب۔ ایک شاعر کہتا ہے ۷

واخذع من ضرب اذا جاء حارث اعد له عند الذباب عقر با

امام شافعی وغیرہ کے نزدیک گوہ کھانا حلال ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔

ضرب کے بارے میں نبی علیہ السلام کے معجزے کی حکایت مشہور ہے۔ دارقطنی و ہیثمی میں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا قد صا دضباً وجعلہ فی کفہ لیدھب بہ الی مرحلہ فاتا لا فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لہجۃ اکذب منک فلو لا ان تسمیٰ العرب عجولا لقتلتک وسررت الناس بقتلک اجمعین فقال عمر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ دعنی اقلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اما علمت ان الخلیم کاد ان یكون نبیاً ثم اقبل الاعرابی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللوات والعزى لا امنت بک حتی یؤمن هذا الضب واخرج الضب من مکة وطرحہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان امن بک امنت بک۔

نقال صلى الله عليه وسلم يا ضبُّ فكلَّه الضبُّ بلسان فصيح عربى لبيك وسعداك يا رسول رب العالمين
فقال صلى الله عليه وسلم من تعبد قال الذى فى السماء عرشه وفى الارض سلطانه وفى البحر سبيله وفى الجنة
رحمته وفى النار عذابه فقال صلى الله عليه وسلم من انا يا ضب ؟ قال انت رسول رب العالمين حاتم النبيين
قد افلم من صدقت وقد خاب من كذبك فقال الاعرابي اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله حقاً
والله لقد اتيتك وما على وجه الارض احداً بغض الى منك والله لانت الساعة احب الى من نفسى من
ولدى لقد ا من بك شعري وبشري وداخلى وخارجى وسرى وعلائقى .

فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم الحمد لله الذى هدانا لهذا الذى هلك الى هذا الدين الذى يعكرو ولا يعلى عليه
ولا يقبله الله الا بصلوة ولا يقبل الصلوة الا بقرآن . قال فعلنى فعله قل هو الله احد قال زدنى فما سمعت
فى البسيط ولا فى الوجيز احسن من هذا قال يا اعرابي ان هذا كلام الله ليس بشعر انت ان قرأت قل هو الله
احد مرة كان لك كاجر من قرأتك القرآن وان قرأتها مرتين كان لك كاجر ثلثي القرآن واذا قرأتها ثلاث مرات
كان لك كاجر من قرأت القرآن كله قال الاعرابي نعم الا له الهنا يقبل اليسير ويعلى الجزيل .

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الاك مال ؟ قال ما فى بنى سليم قاطبة رجل هو انقرمتى فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لاصحابه اعطوه فاعطوه حتى ابطروا قال فقام عبد الرحمن بن عوف فقال يا رسول الله ان عندك
ناقة عشرة دون الجنة وفوق الاعرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وصفت ناقتك فاصف مالك عند
الله يوم القيامة ؟ قال نعم قال لك ناقة من درة جوفاء قوامها من زبرجد اخضر وعنقها من زبرجد اصفر عليهم هودج
وعلى الهودج السندس والاستبرق وتربك على الصراط كالبرق الخاطف يغبط بها كل من رآك يوم القيامة فقال
عبد الرحمن قد رضى فخرج الاعرابي فلقبه الف اعرابي من بنى سليم على الف دابة معهم الف سيف الف رمح
فقال لهم اين تريدون ؟ قالوا نذهب الى هذا الذئب الهتنا فقتله قال لا تفعلوا انا اشهد ان لا اله الا
الله وان محمداً رسول الله وحدتهم الحديث .

فقالوا باجمعهم تشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله ثم دخلوا فقبل لرسول الله فتلقاهم بلا حياء
ونزلوا عن سركبهم يقبلون حيث ولوا عنه وهم يقولون لا اله الا الله محمد رسول الله ثم قالوا يا رسول الله
هنا بامر لك قالوا كونوا تحت رايته خالد بن الوليد فلم يؤمن العرب ولا من غيرهم الف غيرهم . قال البيهقي اخرج
شيخنا ابو عبد الله الحافظ فى المعجزات قال ابن كثير فى البداية ج ٦ ص ١٥٨ وراه الحافظ ابو نعيم فى الدلائل و
قال البيهقي وما ذكرناه آجى الاسانيد فيه وهو ايضا ضعيف .

۳۳ - الفصیل . شرح بسمک میں بیان ائمہ میں مذکور ہے تفصیل کا معنی ہے اوٹنی کا چھوٹا بچہ جب کہ دو
سے چھڑایا گیا ہو . تو یہ فعل بمعنی مفعول ہے مثل جرح بمعنی مجروح . اس کی جمع فصلان وفصال ہے . عربی میں مثل ہے

استنت الفصال حتی القرعی۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بڑوں اور بزرگوں کے سامنے زیادہ کلام کرے۔ قرعی جمع قرع ہے وهو الذی بہ قرع وهو بثر ابيض يطاع في الفصال۔

۳۴۔ الحوت۔ مچھلی۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ اس کی جمع حیتان ہے قال اللہ تعالیٰ اذ تاتیہم حیثا ینہم یوم سبتہم الا یتہ سبید بن جبر سے روایت ہے انہ قال لما اھبط اللہ ادم الی الارض لم یکن فیہا غیر النسر فی البر واللحوت فی البحر کان النسر یاوی الی اللحوت فبیت عندہ فلما ساری النسر ادم علیہ السلام اتی اللحوت وقال یا حوت لقد اھبط الیوم الی الارض من یشی علی سرجلیہ ویبطش بیدیہ فقال اللحوت لمن کنت صادقاً فانی مجأ منہ فی البحر وما لک مخلص من فی البر حوت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ یہ دمار و مکن تھی یونس بن متی علیہ السلام کے لیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ بقول مقاتل بن حیان تین دن رہے اور بقول عطار رحمہ سات دن اور بقول ضحاک بیس دن اور بقول سدی وغیرہ چالیس دن۔ وقال الشیخ الفقیہ ضحیٰ ولفظہ عشیۃ۔

۳۵۔ الحیۃ۔ سانپ۔ آیت فاذا لہما الشیطان عنہا کی شرح میں مذکور ہے۔ سانپ انسان کا دشمن ہے۔ سانپ کی مختلف قسمیں اور مختلف الوان ہیں۔ بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے۔ سانپ کی بہت سی کنیتیں ہیں یعنی ابو الریح و ابو عثمان و ابو العاصی و ابو ندور و ابو وثاب و ابو یقظان و ام طبق و ام عافیہ و ام الفتح وغیرہ۔ بعض نے لکھا ہے ان الحیۃ تعیش الف سنۃ وھی فی کل سنۃ تسلی جلدھا و تبيض ثلثین بیضۃ علی عدد اضلاعھا۔

اعراب عرب کا خیال تھا کہ سانپ شتر مرغ کی طرح بہرا ہوتا ہے وہ آوازیں نہیں سن سکتا۔ سانپ کا زہر قاتل ہے مگر عجیب بات ہے کہ اس کے ڈسنے کا علاج تریاق سے ہوتا ہے اور تریاق کا بڑا جز سانپ کا زہر ہے۔ نیز سانپ کے زہر سے اطباء بعض بڑی مفید دوائیاں بناتے ہیں جن سے لاعلاج مریض شفا یاب ہوتے ہیں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے اُن سے کہا میں اتنی جس انت قال انا اُدھی مثلك قالت کیف تكون ادمیا وقد اطعمتک السم اربعین یوماً فما اضرک فقال لہا اما علمت ان الذاکرین اللہ تعالیٰ لا یضرہم شیء وانی کنت اذکر اللہ باسمہ الاعظم قالت وما هو؟ قال باسم اللہ الذی لا یضرہ مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وهو السميع العليم ثم قال ما الذی حملک علی ذلک قالت بغضک قال انت حرۃ لوجه اللہ وانت فی حلّ ما صنعت۔ جنات عموماً سانپ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ احادیث میں سانپ کا ذکر بہت آیا ہے۔ روى البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ عنہما عن رسول اللہ ان الایمان لیأسرنا الی المدینۃ کما تأسر الخلیۃ الی حجرھا۔ وفي صحیح مسلم عن ابن عمر عنہما عن رسول اللہ

غریبا وسیعوغریبا کابلا وهو یأمر بن المسجدین کما تأمر بالحیة الی جوحا۔ هذا والله أعلم وعلمہ استمر ۛ

فصل

فصل ہذا میں اُن بلاد و قبائل و اقوام وغیرہ کا تذکرہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اول میں
یعنی تا نہایت سورہ بقرہ مذکور ہیں

الانصار رضی اللہ عنہم۔ آیت و لیس البریان تأتوا البیت من ظہورھا الخ کے بیان میں انصار کا ذکر موجود ہے۔ انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ پر آیا ہے قال اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی و للمہجیز و الانصار الذین اتبعوا و ساعۃ العصرۃ الایہ انہیں لقب انصار نے اللہ تعالیٰ نے لقب فرمایا صحیح بخاری میں جو عن عبد اللہ بن جریف قال قلت لانس بن مالک رضی اللہ عنہما اسرائیت اسم الانصار یرئ انکم تسمون بہ ام سماءکم اللہ تعالیٰ بل سماءنا اللہ تعالیٰ۔ لفظ انصار جمع ہے۔ ایک کو انصاری کہتے ہیں مثل اعراب و اعرالی۔ اعراب جمع ہے اور اعرالی مفرد ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہیں اوس و خزرج۔ یہ دو بڑے قبیلے ہیں۔ انصار کے جدا علی یعنی اوس و خزرج دونوں بھائی ہیں۔ دونوں بیٹے ہیں عارضہ کے اور عارضہ کا نسب یہ ہے۔ حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن عبد اللہ بن الازد بن الغوث بن ثعلبہ بن مالک ابن زید بن کھلان بن سبأ۔ اوس و خزرج کی والدہ کا نام قبیلہ ہے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ خزرج بن عارضہ کے پانچ بیٹے تھے جشم و عوف و عارضہ و عمرو و کعب۔ عوف بن الخزرج سے ہیں بنو الجملی رہط رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ اور عمرو بن الخزرج کی اولاد ہیں بنو النجار۔ اور سعد بن عبادہ کے قبیلہ کا جدا علی کعب بن الخزرج ہے اور اوس ابن عارضہ کا ایک بیٹا تھا یعنی مالک بن اوس۔ پھر مالک سے آگے قبیلہ اوس میں متعدد قبائل پیدا ہوئے۔

انصار کا قبول اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ روایات میں ہے کہ جب قریش نے اسلام کی مخالفت کی اور آزادانہ تبلیغ اسلام میں مانع ہوئے تو نبی علیہ السلام موسم حج میں آئے ہوئے ایک ایک قبیلہ کے پاس کبھی تنہا اور کبھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جاتے تھے۔ آپ اُن قبائل سے یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے علاقہ میں جگہ دو یعنی پناہ دو تاکہ میں آزادی سے تبلیغ اسلام کر سکوں لیکن اکثر قبائل تو صاف انکار دیتے اور بعض قبائل کچھ اعذار ذکر کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک سال حجۃ عقبہ کے قریب یعنی وہ گھاٹی جو مکہ محکمہ سے منی جاتے ہوئے حجۃ عقبہ کے قریب بائیں جانب ہے قبیلہ خزرج کی ایک جماعت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی دعوت پیش کر دی چونکہ انھوں نے یہود سے ایک نبی کے آنے اور اس کے مفصل احوال سُننے ہوئے تھے اس لیے وہ آپ کی دعوت سے بہت متاثر ہوئے فقال بعضهم لبعض بادروا لاتباعه لا تسبقنا اليه هج اليه انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم تمنعون ظهري حتى ابلغ رسالة ربي قالوا يا رسول الله اتاتركنا قومنا يعمنون الاوس والخزرج بينهم من العداوة والشدة فذعننا حتى نوجه الى عشائرنا لعل الله ان يصلح بيننا وندعوهم الى ما دعونا فغضبوا ان يجمعهم عليك فان اجتمعت كلمتهم عليك واتبعوك فلا احد اعز منكم وموعدك الموسم العام المقبل۔ یہ چھ آدمی تھے یا اکٹھے یعنی ابو امامہ واسعد بن زرارہ وعوف بن الحرث بن زفاعة ويعرف بابن عفرار ورافع بن مالک بن عجلان وقطبة بن عامر بن حديدة وعقبه بن عامر وجابر بن عبد الله بن رباب وعبادة بن الصائب وابو اليثم بن تيهان رضي الله عنهم بعض مؤمنین نے عبادہ وابو الیثم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عقبہ اولیٰ ہے۔

اس گروہ نے واپس مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کو حالات سے مطلع کر دیا۔ انصار کے ہر گھر میں نبی علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال موسم حج میں بارہ آدمی انصار کے اسی غرض سے آئے اور اسی جگہ پر ان کے اور نبی علیہ السلام کے مابین گفتگو ہوئی۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا اور سابقہ بات کو مزید پختہ کیا۔ ان میں دو کے سوا سب قبیلہ خزرج کے تھے یعنی ابو الیثم بن تیهان دعویٰ بن ساعدة۔ یہ عقبہ ثانیہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ان انصار کی درخواست پر تعلیم اسلام و قرآن کے معلم کے طور پر عبد اللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور بعض کے نزدیک مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا بعدہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی برکت سے بہت سے انصار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان میں سعد بن معاذؓ و اسید بن حضیرؓ بھی داخل ہیں۔

پھر آئندہ سال موسم حج میں مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا بڑا گروہ نبی علیہ السلام سے ملنے آیا۔ اور عقبہ کے قریب نبی علیہ السلام سے ۳۷ مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل گروہ ملا۔ یہ ملاقات رات کو ہوئی۔ سب نے بیعت کی اور طے پایا کہ نبی علیہ السلام اپنے رفقاء سمیت مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ اس رات بیعت کے الفاظ یہ تھے قال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ابايعكم على ان تمنعوني ما تمنعون من نساءكم و ابناءكم و انفسكم و لكم الجنة۔

نبی علیہ السلام نے ان میں سے بارہ نقیب یعنی امرا منتخب فرمائے۔ انتخاب کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے

ان نقباء میں نوخروج کے اوتھیں اوس کے تھے۔ ثم قال عليه السلام للنقباء، انتم كفلاء على غيركم كفلاء للحوارین لعینیں علیہ السلام وانا کفیل علی قومی یعنی المهاجرون۔

ثم قالوا يا رسول الله ما لنا ان نحن وقيتنا قال رضوا الله ولجنّة قالوا ارضينا بسط يدك فبايعوه واول من بايعه البراء بن معرر وقيل اسعد بن زرارۃ وقيل ابو الهيثم بن الیهان وبايعه المرأتان من غیر مصاحفۃ یہ بیعت عقبہ ثالثہ ہے۔

اس کے بعد مکہ کے مسلسل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کی۔ انصار رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی زمینوں اور گھروں اور اموال میں مہاجرین کو حصہ دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کے لقب سے نوازا۔ اور انصار کی برکت اور تعاون سے اسلام کو مرکز ملا اور پھر مدینہ منورہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔

الاوس۔ آیت وان یاؤکم اساری تفاد دھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار مدینہ شریفہ کے دو بڑے گروہ تھے اوس و خزرج۔ اوس و خزرج دو بھائی تھے جو بیل عرم یا اس سے کچھ قبل مآرب یعنی مین سے نکل کر یہاں پر آباد ہو گئے تھے۔ اوس و خزرج عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ کی اولاد ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کو قبیلہ اوس و قبیلہ خزرج کہتے ہیں۔

کرتب تاریخ میں ہے کہ جب مآرب مین میں یل عرم کا حادثہ درپیش ہوا یا اس کا خطرہ ہونے لگا تو عمرو بن عامر اپنے خاندان سمیت وہاں سے نکلا۔ اس کی اولاد و اہل خاندان متفرق ہو گئے۔ چنانچہ اوس و خزرج دونوں بھائی تو یثرب میں آکر ٹھہر گئے۔ غسان ملک شام چلا گیا از عثمان میں آباد ہوا اور خزاعہ تنہا مہم میں رہائش پذیر ہوا۔ اور پھر مدّت کے بعد ہر ایک کا خاندان بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا۔

اوس و خزرج کو ابنا قبیلہ بھی کہتے ہیں۔ قبیلہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ اوس کا نسب یہ ہے اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ۔ خزرج کا نسب نامہ بھی یہی ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۳ ص ۱۳۵۔ وکذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴۳ علی ہامش الروض۔ بعض مؤرخین نے یہاں پر عمرو بن عامر کے انتقال کا یہ قصہ لکھا ہے ان عمر ارای جرداً یحفر فی سدّ مآرب الذی کان یحبس علیہم الماء فیصر فی حیث شاء و افعل انہ لا یقاء للسدّ فاعترم علی النقلة عن الیمن فکاد قومہ فامر اصغر ولدہ اذا غلط علیہ لطمہ ان یقوم الیہ فیلطمہ ففعل ابنہ ما امرہ بہ فقال عمر لا اقیم ببلدۃ لطم و حی فیہا اصغر لدی و عرض اموالہ فقال اشرف الیمن اعتموا غصبة عمر فاستروا منه اموالہ وانتقل فی ولدۃ و ولدۃ و قالت الازد لا یخلف عن عمر بن عامر فباعوا اموالہم و خرّجوا معہ فاسرا حتی نزلوا بلاد عت بھتازین فنقرّ قوافی البلدان۔ انتہی ما فی سیرۃ ابن ہشام۔ ج ۱ ص ۱۴۱۔

اُحد۔ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ اُحد بضم اول و ثانی مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ کے قریب نبی علیہ السلام اور کفار مکہ کے مابین مشہور جنگ واقع ہوئی تھی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ رباعی یعنی دانت بھی ٹوٹ گئے نیز دونوں ہونٹ مبارک زخمی ہوئے۔ یہ جنگ ۳؎ میں ہوئی تھی۔ شوال کا مہینہ تھا۔

احد کی وجہ تسمیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ اسم مرتجل ہے قالہ یافوت فی المعجم ج ۱ ص ۱۰۱ و قیل ستمی بذلک لتوحدہ وانفرا دہ عن غیرہ من الجبال التي هنالك۔ کذا فی السیرۃ الخلیبۃ ج ۲ ص ۲۱۷ اس پہاڑ میں بقول بعض مورخین ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ کیونکہ دونوں بھائی موسیٰ و ہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کی نیت سے سفر کر رہے تھے۔ جبل احد کے قریب ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور اسی میں مدفون ہوئے وعن ابن حنیۃ ان هذا باطل وان نص الثبوت انه دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقيل لا مخالفة فان المدینة شامیۃ وقيل دفن بالنبیہ هو واخوة موسی علیہ السلام اھ۔

وفی الحدیث ان النبی علیہ السلام قال احد جبل یحبنا و یحب۔ وهو علی باب من ابواب الجنة و غیر جبل یبغضنا و یبغضہ وهو علی باب من ابواب النار وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انه قال خیر الجبال احد والا شعروا و سرقان کذا فی المعجم وقال الخلیب فی سیرتہ ج ۲ ص ۲۱۷ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان احداً هذا جبل یحبنا و یحبہ اذا امرتم بہ فکلموا من شجرہ ولو من عظامہ و قال صلی اللہ علیہ وسلم احد رکن من اركان الجنة وأخذ من هذا انه افضل للجبال وقيل افضلها عرفة وقيل ابو قیس قیل الذی کلم اللہ علیہ موسی علیہ السلام وقيل قاف اھ۔

آیۃ۔ بفتح حمزہ۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا متکفروں فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ آیۃ بحر قلزم کے ساحل پر بطرف شام ایک مشہور شہر ہے۔ یہ حجاز کا منستیٰ اور شام کا مبداء ہے۔ آباد و سرسبز علاقہ میں واقع ہے۔ یہ یہود کا وہ مشہور شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یوم سبت میں محفل کا شکار کرنے اور اس کے لیے مختلف جیلے اختیار کرنے کی پاداش میں مسموح کر کے بندر و خنازیر بنا دیا تھا۔ ہفتہ کے دن ان پر چھیلوں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا۔ انہوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مسح کر دیا۔

کہتے ہیں کہ آیۃ کے یہود کے پاس اب بھی ہمارے نبی علیہ السلام کا ایک خط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ مکتوب ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی چادر بھی ہے جو آپ نے یہود کے رئیس یوحنا بن رؤبہ کو بدیہ دی تھی جب کہ سفر تبوک میں یوحنا بن رؤبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں قدیم یوحنا بن رؤبہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من آیۃ دھو فی تبتک فصالحہ

على الجزية وقرّر على كل حالم بأرضيه في السنة ديناراً فبلغ ذلك ثلاثمائة ديناراً اشتراط عليهم قرى من قرىهم من المسلمين وكتب لهم كتاباً أن يحفظوا ويؤمنوا - ايلة اقليم ثالث میں ہے -

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قریہ میں یہودی و مسیح ہوئے تھے اس کا نام طبریہ ہے نہ کہ ایلہ۔ قرآن مجید میں ہے واسألہم عن القرية التي كانت حاضرة البحر الآية -

سرى الحاکم فی المستدرک باسناده عن عكرمة قال دخلت على ابن عباس رضي الله عنهما وهو يقرأ في المصحف قبل أن يذهب بصره وبكى فقلت له ما يبكيك جعلني الله فداك فقال هذه الآية - واسألهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر الآية - ثم قال أتعرف ايلة قلت وما ايلة؟ قال قرية كان بها أناس من اليهود حرّم الله تعالى عليهم صيد الخيتان يوم السبت فكانت الخيتان تاتيهم في يوم سبتهم شراً بيضاً سماناً كامثال الخاض فاذا كان غير يوم السبت لا يجدونها ولا يدركونها الا بمشقة ومؤنة ثم ان رجلاً منهم اخذ حوتاً يوم السبت فربطه الى وتد في الساحل وتركه في الماء حتى اذا كان الغد اخذه فاكله ففعل ذلك اهل بيت منهم فاخذوا وشؤوا فوجد جيرانهم رجع الشواء ففعلوا كفعلهم وكثر ذلك فيهم -

فاخذوا قرناً فرقة اكلت وفرقة همت وفرقة قالت لم تعظون قوما الله مهلكهم فقالت الفرقة التي همت ان اتخذ لكم غضب الله وعقابه ان يصيبكم بخسف او قذف او بعض ما عنده من العذاب والله ما نساكنكم في مكان انتم فيه وخرجنا من السور ثم غدا عليه من الغد فضر بنا باب السور فلم يجبه احد ففسر الناس منهم السور فقال قررة والله لها اذناب تتعاولي ثم نزل ففتح الباب ودخل الناس عليهم فعرفت القررة أنسابها من الانس ولم تعرف الانس أنسابها من القررة قال نياقي القررة الى نسبيته وقربيته فيصنك به ويلصق اليه فيقول الانسى انت فلان فيشير برأسه ان نعم وبكى -

قال ابن عباس رضي الله عنهما فاسمع الله يقول فأنجين الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون - فلا ادري ما فعلت الفرقة الثالثة فكم قد اينا من منكر ولم ننه عنه قال عكرمة فقلت ما ترى جعلني الله فداك انه قد انكر او كرهوا حين قالوا لم تعظون قوماً الله مهلكهم او معد بهم عذاب شديد فاجبه قولي ذلك وامر لي بيزيد بن غليظين فكساينهما شهر ايلة كما وكراهما وبيت من منكر ربه - فردى ابو ذر من فوقاً حديث الخوض الكثير وهو طويل وفيه - عرضه مثل طوله ما بين عمان الى ايلة ما دة اشد بياضاً من اللبن واحلى من العسل - اخبره الترمذى في جامعه ج ۲ ص ۲ ابواب صفة القيامة -

بیت المقدس - وادخلوا الباب سجداً وغيره کئی آیات کے بیان میں متکرر الذکر ہے۔ مقدس یعنی میم و کسر وال مخفف کا معنی ہے پاک و طاهر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک و مبارک جگہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ یہ ہمارا قبلہ اول تھا۔ یہ ایک مبارک مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔ اس مسجد کے نام سے سارے شہر پر جس میں یہ واقع ہے بیت المقدس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ شہر ایلیار کے نام سے بھی معروف ہے بیت المقدس کے بے شمار فضائل میں سے چند فضائل یہ ہیں۔

(۱) اس کے سترہ نام ہیں اور کثرت اسماء شریف مسمیٰ پر وال ہے۔ (۱) المسجد الاقصیٰ۔ اقصیٰ کا معنی ہے بعد یعنی بعید تر۔ مسمیٰ بہ لبعدہ عن الاقدار الخجائث اولعلو مرتبته عند اللہ فالبعد کنایۃ عن بعد المرتبة و اسرافاعها (۲) مسجد ایلیاء علی وزن کبریاء و جاز فیہ القصر معناه بیت اللہ۔ (۳) بیت المقدس یعنی گناہوں سے پاک ہونے کی جگہ۔ مقدس مثل مرجع مصد ہے یا ظرف مکان ہے۔ (۴) البیت المقدس ای المطہر (۵) بیت القدس، سکون دال و بضم دال (۶) سکن۔ لکثرة سلاسل الملائکۃ فیہ۔ (۷) اور شکیلم، معناه بالعبرانیۃ بیت السلام (۸) اوشلیم (۹) بیت ایل (۱۰) کورۃ الیا۔ (۱۱) صہیون (۱۲) مصرث (۱۳) بابوش (۱۴) کوشیلا (۱۵) ازیل (۱۶) شلیم (۱۷) صلمون۔ ذکر هذه الاسماء ابن خالویه وغیرہ۔

(ب) بیت المقدس جس طرح مسلمانوں کے نزدیک محترم و مبارک ہے اسی طرح یہود و نصاریٰ بھی اسے محترم و مبارک سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا اور ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی بیت المقدس تھا۔ نصف رجب سنہ میں تحویل قبلہ ہوئی۔ و قیل فی نصف شعبان و قیل فی جمادی الآخرۃ۔ تحویل قبلہ بوقت ظہر ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام ہنوعارشہ میں تھے۔ ہنوعارشہ میں اول نماز بطرف کعبۃ اللہ جو پڑھی گئی وہ ظہر تھی۔ پھر اول نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف مسجد نبوی میں پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی نفلاً صحیحین عن البراء ان اول صلاة صلاها رسول الله صلى الله عليه وسلم كلها للكعبة صلاة العصر۔

ج۔ مسجد بیت المقدس کو عظیم شرف حاصل ہے کہ یہ اسراء کا منستی ہے اور معراج کا مبداء ہے۔ اس مبارک مسجد سے ہمارے نبی علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف سفر معراج شروع کیا تھا۔ اسی مسجد میں آپ نے تمام انبیاء اللہ کو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھائی معراج سے پہلے کما قال الجمهور یا معراج کے بعد یعنی آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی۔ کما قال بعض العلماء۔ ذکر القرطبی فی تفسیرہ عن ابن عباس انہم كانوا سبع صفوف ثلاث صفوف من الانبياء المرسلين واربعۃ من سائر الانبياء وكان خلف ظهره ابراهيم الخليل وعن يمينه اسماعيل عن يساره اسحاق عليهم الصلاة والسلام۔

د۔ قال بعض العلماء لم يختلف احد انه صلى الله عليه وسلم عرج به من عند القبة التي يقال لها قبة

المعراج من عند یمن الصخرة وقد جاء ان صخرة بيت المقدس من صخور الجنة وفي لفظ سيدة الصخرة صخرة بيت المقدس وجاء ان صخرة بيت المقدس على نخلة والنخلة على نهر من انهار الجنة قال الذهبي اسنادہ مظہر قال ابن العربي في شرح الموطن صخرة بيت المقدس من عجائب الله تعالى فانها صخرة قائمة شتاء في وسط المسجد الاقصى قد انقطعت من كل جهة لا يمسكها الا الذي يمسك السماء ان تقع على الارض الا باذنه في اعلائها من جهة الخرب قدم النبي عليه السلام حين ركب البراق وقد مالت من تلك الجهة لهيبته صلى الله عليه وسلم وفي جهة الاخرى اصابع الملائكة التي امسكتها لما مالت كذا في السيرة الحلبية ج ۱ ص ۳۰۰۔

وسئل الجلال الدين السيوطي رحمه الله عن غوص قدمه صلى الله عليه وسلم في البحر هل له اصل في كتب الحديث فاجاب بانه لم يقف في ذلك على اصل ولا رأي من خرجه في شيء من كتب الحديث وفي كتاب العرائس قال ابني بن كعب رضى الله عنه ما من ماء عذب الا وينبع من تحت الصخرة بيت المقدس ثم يتفرق في الارض - واخرجه الترمذي باسنادہ عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما كان ليلة اُسرى بي قال فاني جبريل الصخرة التي بييت المقدس فوضع اصبعه فيها فخرقها فشد بها البراق۔

۸۔ سفر معراج کے دو حصے میں۔ اول مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ دوم بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف اول حصہ کا نام اسراء ہے قرآن میں اس کا ذکر صریحاً موجود ہے۔ دوسرے حصہ کا نام معراج ہے۔ دونوں حصوں پر بھی اسرار و معراج کا اطلاق ہوتا ہے۔

بیت المقدس کی طرف اسراء میں کئی حکمتیں ہیں۔ فقیل فی حکمتہ ذلك ان باب السماء الذي يقال له مصعد الملائكة يقابل بيت المقدس فيحصل العروج مستويًا من غير تعوج قال الحافظ ابن حجر فيه نظر لورود ان في كل سماء بيتاً معموراً وان الذي في السماء الدنيا حيال الكعبة فكان المناسب ان يصعد من مكة ليصل الى البيت المعمور من غير تعوج اهد ويمكن ان يقال هذا لا يستلزم ان يكون الباب من تلك الجهة حتى يرد ما اورد فيمكن ان يكون الباب مقابل بيت المقدس۔

ثم ان في هذا سرّاً لما ذكر علماء الهيئة للديانة ان الارض تدور على محورها وتتم الدّورة في كل ۲۴ ساعة اذ بحركة الارض لا تستمر مقابلة ذلك الباب بيت المقدس الا ان يقال ليس المراد واما المقابلة واستمرارها حتى يرد ما ذكر بل المراد نفس المقابلة ولو في بعض الاوقات فالارض تدور ونجاذي في كل ۲۴ ساعة هذا الباب بيت المقدس۔

۹۔ بیت المقدس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ قرآن شریف میں اے مبارک کہا گیا ہے قال الله تعالى سبحان الذي اسرى بعبداً ليلاً من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذي باركنا حوله ما حول كبركتك کے دو مطلب ہیں قال الزمركشي في اعلام الساجد ص ۲۵۰ فيه تاويلان احد هما ان جعل حوله من

الانبياء المصطفين الاخيار الثاني بكثرة الثمار مجاز الانهار قال الله تعالى ونحيناه ولو طأ الى الارض التي باركنا فيها للعالمين -

وروى ابو المعالي في كتاب فضائل القدس بسند عن انس رضي الله عنه قال ان جنة الفردوس تحق شوقاً الى بيت المقدس وصخرة بيت المقدس من جنة الفردوس وهي صخرة الارض وروى انه من دفن في بيت المقدس في فنة القبر وسؤال المذكين ومن دفن في بيت المقدس في زيتون الملة يعني بايلياء فكان مآدق في السماء الدنيا وزيتون الملة مقبرة كبيرة من مقابر بيت المقدس . راجع الانس للجيل ٢ ص ٣١٣ -

وقال كعب الجبار من دفن في بيت المقدس فقد جاز الصراط وروى ابو نعيم في تاريخ اصبهان بسنده والبرزاري مسنده عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات في بيت المقدس فكان مآدق في السماء . مجمع الزوائد ج ٢ ص ٣١٤ - وروى ابن ماجه باسناده عن ميمونة مولاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت قلت يا رسول الله افتنا في بيت المقدس قال ارض المحشر والمنشر اثنى فصلوا فيه فان صلاة فيه كالف صلاة في غيره ورواه ابو داود ايضا . وعن امر سلمة قال قلت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل حجة او عمرة من المسجد الاقصى غفر له ما تقدم من ذنبه واخرجه البيهقي ايضا في سننه ج ٥ ص ٢٠٠ وفي رواية وجبت له الجنة وقال صلى الله عليه وسلم كحماره احمد وذكر الدجال فانه يلبث فيكم اربعين صباحا يريد في كل منهل الا اربع مساجد مسجد الحرام ومسجد المدينة والطوس ومسجد الاقصى . وروى عن كعب كافي الانس للجيل ج ٢ ص ٣١٤ صوم يوم في بيت المقدس براءة من النار -

وروى الخطيب كافي الاعلام ج ٢ ص ٢٩٤ من حديث جابر رضي الله عنه مرفوعاً اول من يدخل الجنة الانبياء ثم مؤذنو البيت المقدس ثم مؤذنو مسجد ثم سائر المؤذنين قال الخطيب غريب تفرد به محمد بن عيسى في الانس للجيل ج ١ ص ٢٠٠ في بعض الروايات ثم الشهداء بعد الانبياء - وعن الامامة ان النبي عليه السلام قال لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرمهم من خالفهم قيل ما هم وفي رواية فابنهم يا رسول الله ؟ قال بيت المقدس واصل هذا الحديث في صحيح البخاري وروى انه في الشام . راجع عدة القاري ج ١ ص ١٧٥ ف - روى النسائي وابن ماجه عن عبد الله بن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان سليمان بن داود لما بنى بيت المقدس سأل الله ثلاثا فاعطاه اثنتين وارجوان يكون قد اعطاه الثالثة سألته ملكا لا ينبغي احد بعده فاعطاه اياه وسألته حكما يواطى حكمه تعالى فاعطاه اياه وسألته من اتي هذا البيت يريد بيت المقدس لا يريد الا الصلاة فيه ان يخرج من ذنوبه كيوم ولدته أمته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا ارجوان يكون قد اعطاه الثالثة - راجع ابن ماجه ج ٢ ص ٣١٤ والفتاوات السننية في الاحاديث القدسية ص ٥٠٠ ومجمع الزوائد ج ٢ ص ٣١٤ -

ح - مسجد اقصیٰ میں نماز و دیگر اعمال صالحہ کا بہت ثواب ملتا ہے قال اللہ علیہ السلام لا تشد الرجال الا اثلاثۃ سنا محضی هذا المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ مرآۃ الشیخان۔ وعن ابی الدرداء مرفوعاً فضل الصلاة في المسجد الحرام على غيره بمائة الف صلاة وفي مسجدی الف صلاة وفي مسجد بیت المقدس ثمان مائة صلاة اخرجہ البزار۔ وعن ابن عباس مرفوعاً صلاة في مسجدی هذا بعشرة آلاف صلاة وصلاة في المسجد الحرام بعشرة امثالها مائة الف صلاة وصلاة الرجل في بیت المقدس بالف صلاة۔ مرآۃ الطہرانی۔ وعن انس مرفوعاً صلاة الرجل في بيته بصلاة وصلاته في مسجد القبائل خمس وعشرين صلاة وصلاته في المسجد الذي يجتمع فيه بمائة صلاة وصلاة في المسجد الاقصیٰ مسجد المدينة بمئتين وخمسين الف صلاة وصلاة في المسجد الحرام بمائة الف صلاة۔ اخرجہ ابن ماجہ۔

ط - مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی اور اس کی تکمیل سلیمان علیہ السلام نے کی۔ راجع تاریخ الامم والملوک۔ ج ۲۵۰ وفي الصحيحين عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع على الارض فقال المسجد الحرام قلت ثم ای؟ قال المسجد الاقصی قلت وکون بينهما؟ قال اربعون عاماً ثم الارض كلها لک مسجداً نجيماً ادرکتک الصلاة فصل۔ قال اللہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس للذي ببكة مبارکاً۔

حدیث ہذا میں یہ اشکال ہے کہ بیت المقدس کے بانی سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور کعبۃ اللہ کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور دونوں کے درمیان مرت ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ اس اشکال کے کئی جوابات ہیں۔

جواب اول یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے مؤسس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف تجدید عمارت کی تھی اور مؤسس دراصل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر ابراہیمی کے چالیس سال بعد حکم اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعمیر کی تھی پھر جب وہ عمارت گر گئی تو سلیمان علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ قالہ الزکریٰ وغیرہ۔

جواب دوم۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اول معمار و مؤسس نہیں ہیں بلکہ بیت اللہ شریف کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ پھر چالیس سال بعد بعض اولادِ آدم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ حکاہ ابن الجوزی وغیرہ۔

جواب سوم، ابن ہشام متوفی ۲۴۳ھ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ دونوں کے اول بانی و مؤسس آدم علیہ السلام ہیں اور دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانہ فاصل تھا۔ قال ان آدم علیہ السلام لما بنی البیت امر جبریل علیہ السلام بالمسير الى بیت المقدس ان یبنيہ فبناہ ونسک فیہ اھ۔

حی۔ قال فی الانس للخلیل مری عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال وسط الدنیا بیت المقدس ارفع الارضین
صلکھا الی السماء بیت المقدس وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ومعاذ بن جبل ان بیت المقدس اقرب
الی السماء باثنی عشر میلاً و فی النسان العیون ۱۵ ان بیت المقدس اقرب الی السماء بثمانیۃ عشر میلاً قال
بعض الحفاظ وفیہ نظر اھ۔

بغداد۔ شہر بغداد مرکز اسلام رہا ہے۔ ابن کثیر براینہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں چار لغات ہیں۔ بغداد بالذال
بغداؤ بالذال۔ بغداد بالتون۔ بغداد بالیم فی الاول والنون فی الآخر۔ لیکن مجمع البلدان ج ۱ ص ۴۵۶ پر سات لغات
درج ہیں۔ یہ کلمہ عجیب ہے جو مرکب ہے تغ و داؤ سے۔ بغ هو البستان و داد اسم رجل او داد بمعنى عطیۃ و بغر ۳۲
صنم ای عطیۃ الصنم اسی وجہ سے یہ نام ابن المبارک و اسمعی مکروہ سمجھتے تھے اور اسے مدینۃ السلام کہتے تھے۔
اس کے بانی منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام ہی رکھا تھا۔ کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام داوی السلام ہے کذا
فی البدایۃ والنهاۃ وقال یاقوت فی مجمع البلدان بغ اسم للصنم فذکر انہ اُھدی الی کسر الخس من المشرق
فاقطعه ایاہ وکان الخس من عباد الاصنام ببلدک فقال بغداد ای الصنم اعطانی وقیل ان کسری قد وھب
لھذا الخس بستاناً ہنأ و بغ هو البستان و داد اعطی فقال بغداد فسمیت بہ۔

خطیب بغدادی نے یہ حدیث ذکر کی ہے عن جبریل بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تُبنى مدینۃ بین دجلۃ ودجل و قطرب و الصلۃ تجب الیہا خزائن الارض وملوکھا جابرۃ فذہی اسرع
ذہاباً فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخۃ۔ قال وھو حدیث ضعیف۔

متعدد ائمہ اسلام نے اس کی مدح کی ہے عن یونس قال قال لی الشافعی ھل رأیت بغداد؟ قلت
لا قال ما رأیت الدنیا وقال بعضهم الدنیا بادیۃ و بغداد حاضرتھا۔ وقال ابن علیۃ ما رأیت أعقل
فی طلب الحدیث من اھل بغداد ولا أحسن دعة منھم قال ابن مجاہد رأیت ابا عمر بن العلاء فی النوم
فقلت ما فعل اللہ بک فقال لی دعنی من ھذا من أقام بغداد علی السنۃ والجماعۃ نُقل من جنتہ الی
الجنة وقیل من محاسن الاسلام یوم الجمعة ببغداد و صلاة التراويح بمکۃ و یوم العید بطرسوس وقال
بعضھم رأیت ای فی المنام کانت مدینۃ آتیا بغداد فقال احدهما لصاحبه اقلبھا فقد حق القول علیھا
فقال الآخر کیف اقلب ببلد یختم فیھا القرآن کل لیلۃ خمسۃ الاف ختمۃ۔

شہر بغداد کی تعمیر کی ابتداء خلیفہ منصور نے ۳۳۱ھ میں کی تھی۔ اور ۳۳۲ھ میں مکمل ہوئی۔ پھر منصور اس
میں منتقل ہوا۔ اس سے پہلے کوفہ کے قریب ہاشمیہ میں مقیم تھا۔ وقال یاقوت شرع فی عمارتھا ۳۳۵ھ و
ونزلھا ۳۳۹ھ۔

بغداد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے منجین کے مشورے سے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کیا گیا ان میں

ایک منجم کا نام نوحخت تھا۔ منجموں نے بتایا کہ اس وقت مشتری قوس میں ہے جو اس شہر کی سعادت و طول زمانہ و کثرت عمارات و کثرت دولت و ثروت پر دلالت کرتا ہے۔ قال بعضهم قلْتُ لَهُ وَابْنُكَ يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اِنَّ لَا يَمُوتُ فِيْهَا اَحَدٌ مِنَ الْخُلَفَاءِ اَبَدًا فَرَأَيْتَ يَبْتَسِمُ۔

مگر اہل نجوم کی یہ بات بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ کئی خلفاء اس میں مرے اور امین الرشید وغیرہ کئی اس میں قتل ہوئے۔ ابن زریق کو فی مدح بغداد میں کہتا ہے

سافرت ابغی لبغداد و ساکنہا مثلاً قد اخترت شیئاً دوتہ الیاس
ہیہات بغداد و الدنیاب جمعہا عندی و سکان بغداد ہم الناس
بغداد کی مذمت میں یہ اشعار کچھ ہیں

بغداد ارض لاھل المال طیبۃ و للفالس دائر الضلالت و الضیق
اصبحت فیہا مضاعبا بین اظہرہم کائنی مصحف فی بیت زندیق
بدر۔ یسلونک عن الشہر الحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ بدر بفتح باء و سکون وال کا اصلی معنی کمال و امتلاء ہے یقال غلام بد اذا کان ممتازاً شاباً نحماً و سبی بد القریب التمامہ و غطفہ۔ بدر مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ کے مابین ایک کنویں یا چشمے کا نام ہے جو ساحل بحر سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بعدہ اس مقام کا نام بھی بدر مشہور ہوا۔

اسی مقام بدر پر مشرکین مکہ اور صحابہ کے درمیان اسلام کی اولین جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار قتل اور ستر گھوڑے ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ دو پہاڑوں کے مابین جگہ ہے بلکہ ہر طرف پہاڑ ہیں۔ اب یہاں پر ایک شہر آباد ہے۔ بدر میں جو مسجد اب موجود ہے وہ نبی علیہ السلام کے عرش کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ کذا خبر فی بعض مسکان بدر۔

بدر کا نام منسوب ہے بدر بن خیلہ بن النضر بن کنانہ کی طرف و قیل ہوا سمہر جل من بنی ضمرۃ سکن ہذا الموضع فنسب الیہ فقیل بدی ثم غلب اسمہ علیہ ای بغیر النسبۃ فقیل بدر۔ راجع تاج العروس ج ۳۔
اور بقول مؤرخ زبیر بن بکار یہ مقام منسوب ہے بدر بن قریش بن حارث بن خیلہ کی طرف۔ لکن کان احتقر ہذا البئر۔ یہ وہی قریش ہے جس کے نام سے حسب قول بعض علماء قریش مکہ قریش کہلاتے ہیں۔ کذا فی معجم البلدان و قیل بد بفتح ہا رجل من غفار ثم من بنی النضر اسمہ بد و سبوی یونس عن ابن ابی زکر یا عن الشعبي قال بد اسم رجل کان لہ بد کذا فی الرض الاصف ج ۲ ص ۲۰۰

لفظ بدر پہ الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں یہاں پر ایک بازار یعنی میل لگتا تھا یحکم ذو القعدہ ہے آٹھ ذوالقعدہ تک جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کذا قیل۔ قال فی المفصل

فی تاریخ العرب ج ۳ و اما بئذ فکان موضعاً فیہ ماء و کان موسماً من مواسم العرب تجتمع لہم بہا سوق کل عام یجتمعون فیہ للبتجارة و للتزارة فکانوا یخرون و یطعمون و یشربون و یسمعون الغناء انتہی۔ راجع تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۷۰ و البلدان ج ۲ ص ۵۵۔

جنگ بدر رمضان شریف ۳۱ میں واقع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تھی۔ ان میں ۸۰ سے کچھ کم مہاجرین تھے اور انصار ۲۴۰ کے لگ بھگ تھے ذکر الامام الذی انی وغیرہ انہ سماع من مشایخ الحدیث ان الدعاء عند ذکر اسماء اصحاب بدر مستجاب و قد جرب ذلك۔

صحابہ کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے مقداد و زبیر و مثنیٰ بن عوف و عتبہ بن مسعود و ابو بکر و علی بن ابی طالب و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے و قیل لم یکن فی الجیش الا فرسان فرس المقداد و فرس الزبیر و عن علی رضی اللہ عنہ ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد و یمکن ان یقال فی الجمع انہ لم یقاتل یوم بدر فارساً الا المقداد و غیرہ من کان لہ فرس قاتل سراجاً۔ مسلمانوں کے پاس ۷۰ اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام کے حکم سے فوج مسلمین کی گنتی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ۳۱۳ ہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جازوا مع النہر۔

مشرکین ۹۵۰ یا ۱۰۰۰ تھے اور پوری طرح مسلح تھے۔ ان کے ساتھ ۷۰ گھوڑے تھے گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ابلیس بھی بصورت سراقۃ بن مالک مدجی ان کے ساتھ تھا۔ سراقۃ بن مالک قبیلہ بنو کنانہ کا رئیس تھا۔ بنو کنانہ اور قریش میں دشمنی تھی۔ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں بنو کنانہ مکہ مکرمہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اسی وجہ سے ان کی تسلی کی خاطر شیطان سراقۃ بن مالک کی شکل میں ان کے ساتھ آیا اور کہا کہ بنو کنانہ نہ کہو نہ کرو بلکہ بنو کنانہ بھی تمہاری مدد کے لیے آئے ہیں و قال ابلیس لکم الیوم من الناس وانی جاسر لکم۔

مریضہ منوہ سے نقل بحری علیہ السلام نے یہ مانگی اللہم انہم حفاۃ فاحملہم و عراۃ فاکملہم جیاعاً فاشبعہم عالةً فاعینہم منضلاًم فی عاشرہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور شہرہ مبارکہ کو نعمت میں کافی مال ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں مشن و محبت جرات صحابہ اور قدرت باری تعالیٰ کے عجیب و غریب ایمان افزہ مناظر سامنے آئے نبی علیہ السلام نے بوقت جنگ صحابہ کی صفیں بنائیں تو ایک شخص سواد بن غزیرہ حلیف بنی النجار صفت قوی باہر نکلتے آئے تھے نبی علیہ السلام نے لوہے کے نیزہ پر لکھ دی سواد کے ننگے پیٹ پر آہستہ سے ٹھوکا دیا اور فرمایا استویا سواد فقال یا رسول اللہ اوجعتنی قد بعثت اللہ بالحق والعدل فاقدنی ای یکتفی من القواۃ القصاص من نفسک فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ وقال استقید ای خذ القود فاعتق سواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قبل بطنہ فقال ما حملت علی ہذا یا سواد فقال یا رسول اللہ خضر ما تری فارقت ان یکون اخر العهد بک ان یمس جلدی جلدک فدا عا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر۔ و سواد ہذا جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر عاملاً علی خیبر۔ کذا فی کتب التاريخ۔

انصار کے آٹھ شہداء کے نام یہ ہیں۔ (۱) عوف بن عمار (۲) معوذ بن عفرار یہ دونوں بھائی ہیں (۳) حارثہ ابن سراقہ (۴) یزید بن الحارث بن قیس (۵) رافع بن المعلیٰ (۶) عمیر بن الحام بن الجوح۔ یہ چھ خنجر جی ہیں (۷) سعد بن غنیمہ (۸) مبشر بن عبد المنذر۔ یہ دو اوسے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب شہداء عبیدہ کے سوا بدر میں مدفون ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ صفراء میں یا مقام روعار میں مدفون ہیں کیونکہ وہ زخمی حالت میں یہاں سے اٹھائے گئے تھے۔

فتح بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کو خوش خبری پہنچانے اور اطلاع دینے کے لیے عبداللہ بن واصلؓ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے اور نبی علیہ السلام کے استقبال کے لیے مقام روعار تک گئے۔ شہر کے بچوں اور چھوٹی بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے کہا:

طلع البدر علينا من ثلثات النواجر
وجب الشكر علينا ما دعا لله داع
ايها المبعوث فينا جئت بالامر المطاع

جنگ بدر میں فتح عظیم کے بعد یہود مدینہ اور دیگر دشمنان اسلام خائف ہوئے اور بہت سے مسلمان ہو گئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بھی بن ظاہر اسلام میں داخل ہو گیا۔ وقالت اليهود نيقظنا انما لنبي الله محمد نعتنه في التواة وامن منهم جماعة۔

بدر سے آتے ہوئے مقام صفراء سے گزر کر نبی علیہ السلام نے مال غنیمت میں سے خمس نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم فرما دیا۔ مال غنیمت ۱۵۰ اونٹوں، اگھوروں اور اسلحہ اور کپڑوں، قیمتی چمڑوں اور نقد درہم و دنانیر وغیرہ مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ آپ نے اعلان فرمایا من قتل قتيلاً فله سلبه ومن اسرا سيرا فله۔

جو صحابہ حکم نبی علیہ السلام جنگ بدر میں غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی مال غنیمت میں سے مقرر فرمایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول، عثمان رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ فتح بدر کی خوش خبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضرت رقیہؓ دنیا کی جا رہی تھیں۔ بوقت وفات ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ بھی بدر میں شہید ہوئے ہیں۔ دوم ابولبابہ رضی اللہ عنہ جنھیں مدینہ منورہ میں آپ نے نائب مقرر فرمایا تھا۔ سوم عاصم بن عدی جو اہل قبا پر نائب مقرر ہوئے تھے۔ چہارم و پنجم طلحہ بن عبید اللہ و سعید بن زید جنھیں نبی علیہ السلام نے دشمن یعنی قافلہ ابوسفیان وغیرہ کی جاسوسی اور پتہ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے بھیجا تھا اور پھر وہ اس وقت واپس آئے جب کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ششم حرث بن عاصم رضی اللہ عنہ جن کو بنو عمر بن عوف پر نائب مقرر فرمایا تھا۔

راستہ میں قیدیوں میں سے نضر بن الحارث کے قتل کا آپ نے حکم دیا۔ اس کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور اسی طرح عقبہ بن ابی معیط بن ذکوان کو بھی قتل کر دیا۔ یہ سترہ تین میں سے تھا۔ نبی علیہ السلام کے چہرہ انور پر عقبہ نے مکہ مکرمہ میں تھوکا تھا ولما بَرَزَ فی وجہہ رَجَع بَرَاقَتُہ الیہ واحترق وجہہ وصار اثر ذلک باقیاً فی وجہہ الی موتہ، وهو الذی وضع سلاحہ الخزور علی ظہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو ساجد وكان شدیداً لشفۃ الفجور ویروی ان النبی علیہ السلام قال لہ بمکة لا القالک خارج مکة الا علوتُ راسک بالسيف۔ عقبہ کے قاتل کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض اس کے قاتل عاصم بن ثابتؓ ہیں وہو الصبیح اور عند البعض علی بن ابی طالبؓ قاتل ہیں۔ قیل انه بعد قتله صلب علی شجرة۔ کذا فی سیرۃ احمد بنی دحلان ج ۳ ص ۳۰۔

قال ابن حبيب المتوفى فی کتابہ المحترمة قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ بن ابی معیط بعرق الظبية منصرفہ من بداء فامر بصلبہ فهو اول مصلوب فی الاسلام وأُسرَت ہذیل یوم الرجیع خبيب بن عدی الانصاری وابن الدثنة الانصاری رضوا اللہ عنہما بعد ما أعطوہا اماناً وثقفا لہما الا یغدا وابہما فلما صار فی ایديہم غدرا بہما و باعوہما من قریش فصلبوہما بالتعیم رحمہما اللہ و رضی عنہما۔

وفی انسان العیون ج ۲ ص ۱۸۱ قال ابن حبيب ہوا ی عقبہ اول مصلوب فی الاسلام و سرقۃ ابن الخزیمان اول من صلب فی الاسلام خبيب بن عدی وقد یقال لا مخالفة لان المراد بالثانی اول مصلوب من المسلمین وبلا ذل اول مصلوب من الکفار ذکر ان اول من استعمل الصلب فرعون ولعل المراد بہ فرعون موسی بن عمران علیہ السلام لا فرعون ابراہیم علیہ السلام وهو اول الفرغنة ولا فرعون یوسف علیہ السلام وهو ثانی الفرغنة وفی قول ان فرعون یوسف هذا هو فرعون موسی علیہ السلام بمعنی ان یقی الی زمن موسی علیہ السلام اھ۔

مری الطبائی وابن ابی مندۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال بینما اناسا تر عجبات بد سراذ خرج رجل من حفرة فعنفه سلسلۃ فنادی یا عبد اللہ أسقنی فلا أدسری أعرف اسمی اودعانی بد عایۃ العرب وخرج رجل من تلك الحفرة فی یدہ سوط فنادی یا عبد اللہ لا تسقہ فانہ کافر ثم ضربہ بالسوط فعاد الی حفرتہ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسرعاً فاخبرہ بذلك فقال لی قد آیتہ قلت نعم قال ذالک عدو اللہ ابوجہل وذالک العذاب الی یوم القیامۃ۔

مقام بدر میں لوگ آج تک بعض پُر اسرار طیل و نقارے کی آواز سننے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ جنگ بدر کی فتح کی خوشی کے نقارے ہیں۔ زر قانی شرح مواہب ج ۱ ص ۴۳۸ پر لکھتے ہیں قال الامام المرجانی وضربت طبل خاتمة النصر ببدر فی نضرب الی یوم القیامۃ۔

علامہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی متوفی ۸۱۷ھ شرح بردو میں لکھتے ہیں ومن آیات بدر البقیۃ

ما كنت اسمعه من غير واحد من الحجاج انهم اذا اجتازوا بابل يسمعون هيئة الطبل كهيئة طبل ملوك الو
ويعتقدون ان ذلك لنصر اهل الايمان قال وربما انكرت ذلك وربما تأولته بان الموضع صلب فتجيب
فيه حوافر الدواب وكان يقال لى اند دهنس (اى سهل برمى ولا تراب ولا طين) غير صلب وغالب ما يسير
هناك الابل واخفاها لا تصوت فى الارض الصلبة فكيف بالرومال -

قال ثم لما مر الله على بالوصول الى ذلك الموضع المشرق نزلت عن الراحلة امشى وبى عود
طويل من شجر السعدان المسمى بام غيلان وقد نسيت ذلك الخبر الذى كنت اسمع فراعنى اناسا
فى الهاجرة الا واحد من عبيد الاعراب الجاهل يقول اسمعون الطبل فاخذ ثنى لما سمعت كلامه
قشعيرة بينة وتذكرت ما كنت اخبرت به وكان فى اللق بعض ربح فسمعت صوت الطبل انا دهش
متحير ما اصابنى من الفرح او الهيبة او ما الله اعلم به فشككت وقلت لعل الربح سكنت فى هذا
العرج الذى فى يدي او جدت مثل هذا الصوت وان احرص على طلب التحقيق لهذه الآية العظيمة فالقيت
العرج من يدي وجلست على الارض او ثبت قائما او فعلت جميع ذلك فسمعت صوت الطبل سماعا
محققا وصوتا لا اشك ان صد صوت طبل وذلك من ناحية اليمين ونحن سائررون الى مكة المشرفة ثم
نزلنا بابل فظلمت اسمع ذلك الصوت يومى اجمع المرة بعد المرة قال ولقد اخبرت ان ذلك الصن لا يسمعه
جميع الناس انتهى كلام ابن مرق -

قال صاحب الخميس ولما نزلت بابل سنة ست وثلاثين وتسعمائة وصليت المغرب اربعة اوائل
شعبان واقننا يوما ابتكرت نحو ذلك الصوت يحى من كتيب فخر طويل مرتفع كالجبل شاملى يلفظ
اعلاؤه وتناثر الناس لسماعه وكانوا زهاء مائة من رجال ونساء فاسمعت شيئا فزلت اسفله فسمعت من
سفر الكتيب صوتا كهيئة الطبل الكبير سماعا محققا بلا شك مرارا متعديا وسمعت الناس كلهم كما سمعت و
كان الصوت يحى تارة من تحتنا ثم ينقطع وتارة من خلفنا ثم ينقطع وتارة من قدامنا وتارة من شمالنا فسمعت
سماعا محققا وكان الوقت نحو الاصر فيه انتهى -

بابل - قرآن مجيد میں مذکور ہے وما انزل على الملكين ببابل - بابل بکسر باء بروزن قائل ہے - یہ ایک
قدیم شہر کا نام ہے جو کوفہ و ملہ کے آس پاس تھا - بقول بعض یہ ایک علاقہ کا نام تھا - جس میں کوفہ بھی داخل ہے -
عند الانفس یہ غیر نصرت کلیت و تانیث کی وجہ سے -

قرآن میں بابل مذکور ہے قال الله تعالى وما انزل على الملكين ببابل هاروت وماروت - شہر بابل کو
نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد تعمیر کیا تھا - لہذا طوفان کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آباد ہوا - نوح علیہ السلام بمع دیگر
رفقاء کے اس میں مقیم ہو گئے - اس کے بعد مدت تک یہ دار المملکت رہا - اس میں کلدانی لوگ آباد تھے - ان کا آخری

بادشاہ تھا۔ دارا کے قتل کے بعد ان کی قوت ختم ہو گئی۔ عند بعض اس شہر کا بانی ضحاک بادشاہ تھا جسے افریون بادشاہ نے گرفتار کر کے مقام دُنبا و ندریس قید کر دیا۔ اس کی گرفتاری کے دن کو مجوس نے عید کا دن بنالیا۔ جسے عید مہرجا کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضحاک کے تین منہ اور چھ آنکھیں تھیں اور ہر سال تک وہ حاکم اور بادشاہ رہا۔ ابو المنذر کہتے ہیں کہ شہر بابل کی اول تعمیر بیوراسب جبار بادشاہ نے کی و اشق اسمہا من اسم المشتري لان بابل بلساغم اسم للمشتري استتم بناؤها جمع اليها كل من قد عليه من العلماء وبنی لهم اثني عشر قصراً على عدد البروج وسمّاها باسمائهم فلم تزل عامرة حتى خربها الاسكندر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بابل میں جب بہت سے قبائل جمع ہوئے اور حکم خداوندی ان کی زبانیں مختلف ہوئیں قال حتى افترقوا على اثنين وسبعين لسانا وانقطع الصوت وبتكلمت الاسر فسميت بابل۔ کنانی المعجم۔ بابل زمانہ قدیم میں سحر و نجوم کا مرکز تھا۔ اب تباہ شدہ حالت میں اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

وقال يا قوت ذكر اهل التولية ان مقام ادم عليه السلام كان ببابل فلما قتل قابيل هابيل مقت ادم قابيل فهرب قابيل باهله الى الجبال عن ارض بابل فسميت بابل يعني به الفرقة ثم بعد مدة حينما كثرت اولاد قابيل نزلت اولاد قابيل بمصر۔

فائدہ۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بابل یعنی عراق کے حکمران دنیا کے اولین بادشاہ تھے جنہوں نے زمین آباد کی اور اس میں شہر تعمیر کیے۔ فخرس اولیٰ نے حکومت ملوک بابل سے لی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے حکومت چھین لی تھی۔ مورخ مسعودی لکھتے ہیں کہ نمرود جبار بابل کا پہلا حاکم ہے نمرود کے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اسی نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ نمرود نے عراق میں متعدد نہروں کی کھدائی کا حکم دیا۔ ان میں ایک نہر کوثری ہے جو طریق کوفہ میں ہے اور قصر ابن ہبیرہ و بغداد کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ مسعودی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نمرود بابل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

مسعودی کی تحقیق کے مطابق ملوک بابل کے بادشاہوں کے اسماء اور مدت حکومت مندرجہ ذیل جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

عدہ	اسماء الملوك مع ذكر بعض الاحوال	مدّة الملك
۱	نمرود الجابر المشہور۔	۶۰ سنہ

٢٠ سنة	ثم ملك بعده بولوس وكان مجتهداً وصاحب حروب -	٢
١٠٠	ثم فيومينوس وكان بانغياً على الناس -	٣
٩٠	ثم سوسوس -	٤
٥٠	ثم كورش -	٥
٢٠	ثم اذفر وقيل اسمه انمر -	٦
٢٠	ثم سملا وقيل اسمه شبرم -	٧
٤٠	ثم بوسميس وقيل فرسميس -	٨
٣٠	ثم انيوس -	٩
١٥	ثم افلاوس وقيل ابلاوس -	١٠
٢٠	ثم المحلوس -	١١
٣٠	ثم اومرنوس وقيل اومونوس -	١٢
٣٠	ثم كلوس وقيل بعثكلوس -	١٣
٢٠	ثم سيبنفروس وقيل سفروس -	١٤
٣٠	ثم ماسرنوس -	١٥
٢٠	ثم وسطاليم -	١٦
٤٠	ثم امنوطوس وقيل اميطوس -	١٧
٥٠	ثم تباوليوس -	١٨
٣٠	ثم العداس -	١٩
٤٠	ثم اطيروس -	٢٠
٢٠	ثم ساوساس -	٢١
٥٠	ثم فاربنوس - ملك ٥٠ سنة وقيل ٣٥ سنة -	٢٢
٢٠	ثم سوسا ادرينوس فغراه ملك من ملوك فارس من عقب ارامك فارس -	٢٣
٥٠	ثم مسروس -	٢٤
٣٠	ثم طاايوس -	٢٥
٢٠	ثم طااوس -	٢٦
٢٠	ثم افروس -	٢٧

عدد	اسماء الملوك وذكر بعض احوالهم	مدة الملك
٢٨	ثم لاويسيس -	٥٠
٢٩	ثم افريقاين ملك ٣٠ سنة او ٥٠ او ٣٢ سنة -	٣٠
٣٠	ثم منطورس -	٢٠
٣١	ثم قولاقسما -	٤٠
٣٢	ثم هنفلس ملك ٣٥ سنة او ٥٠ سنة وكانت له حروب مع بعض ملوك الصابئة -	٣٥
٣٣	ثم مرجد وقيل اسمه سيموجدا -	٣٠
٣٤	ثم مردوج -	٢٠
٣٥	ثم سنجاريب وهو الذي اتي بيت المقدس -	٣٠
٣٦	ثم نشوة منوشا وقيل اسمه سوسا -	٣٠
٣٧	ثم بختنصر الجبار المشهور مخرب بيت المقدس وقاتل بني اسرائيل -	٢٥
٣٨	ثم فرمودوج وقيل قرمودج -	١
٣٩	ثم بنطسفر وقيل نيطعر -	٤٠
٤٠	ثم منسوس -	٨
٤١	ثم مسوسا -	١
٤٢	ثم داونوس -	٣١
٤٣	ثم كمرجوس -	٢٠
٤٤	ثم مرطياسة ملك ٩ اشهر وقتل -	٩ من الاشهر
٤٥	ثم فنحست -	٣١ سنة
٤٦	ثم احتريست -	٣
٤٧	ثم شعرياس -	١
٤٨	ثم داريوس -	٢٠
٤٩	ثم الطحست -	٢٩
٥٠	ثم داراليسع	١٥

هذا ما رسمت اسماء هؤلاء الملوك في كتب التواريخ وللورخين في هذا الباب اختلاف كثيرا فالمستوفى

قالوا هم الذين شيدوا البنيان ومدّوا المدن وحفرها الانهار وغرسوا الاشجار واستخرجوا المعادن من الحديد
الرمصاص والحاس وغير ذلك وطبعوا السيوف واتخذوا عُدّة الحرب وغير ذلك من الحيل ونصبوا قوانين
الحرب بالقلب والمهنة والميسرة والادخلة وجعلوا ذلك مثالا لاعضاء جسد الانسان وقد ذهبت طائفة من
الناس الى ان هؤلاء كانوا من الذنوب وغيرهم من الامم۔

علم نجوم میں اہل بابل نے قدیم زمانے میں بڑی ترقی کی تھی۔ سیارات و ثوابت کے بارے میں
ان کی متعدد تحقیقات آج تک صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ آج کل دور بینوں کے ذریعے کوکب کی تفصیل معلوم
کی جاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں بعض اہل بابل نے ایسا سرمہ ایجاد کیا تھا جس کے استعمال سے وہ خالی آنکھ سے
دور دراز ستاروں کی حرکات و احوال دیکھ سکتا تھا۔ حکماء غزالدین فی اول السور المکتوم قال قال ثابت
ابن قتيبة ذكر بعض الحكماء كحلّ يقوى البصر الى حيث يرى ما بعد عنه كأنه بين يديه قال فعلم بعض اهل بابل فحكي
انه اى جميع السيرة والثابتة في مواضعها وكان ينفذ لبصره في الاجسام الكثيفة فكان يرى ما وراءها فامتنعت انا
وقسطا بن لو قادم دخلنا بيتا وكتبنا كتابا فكان يقرأ علينا ويعرفنا اول سطر من الكتاب اخره كأنه معنا وكنا نأخذ
القرطاس نكتب بينا وبينه جدا شيق فاخذ هو قرطاسا ونسخ ما كنا نكتب كأنه ينظر فيما نكتب سأل قسطا عن اخ له
سجلك فنظر ثم اخبرنا عليل انه لد له مولود وطالعه ثلاثة اجزاء من الشول ففحصنا عنه فكان كما قال
انت هي۔

بصرہ۔ شرح تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ شہر بصرہ عراق کا معروف شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں
بصرہ و کوفہ علمی مرکز تھے۔ بصرہ تان کوفہ و بصرہ کو کہا جاتا ہے۔ بصرہ و کوفہ دونوں شہروں کی تعمیر خلافت عمرؓ میں
ہوئی۔ غنیمہ بن غزو ان نے حکم عمر رضی اللہ عنہ افواج اسلام کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی تو یہ جگہ جس میں اب بصرہ
ہے منتخب کی۔

قال الاصمعي عبد الرحمن بن ابی بكرة اول مولود ولد بالبصرة فنحرا بوه جزورا أشبعت اهل البصرة
وكان قصير البصرة في سنة مسلم قبل الكوفة بسنة اشهر كان ابو بكرة اول من غرس النخل
بالبصرة۔

بصرہ کے معنی لغوی و وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ ابن انباری کہتے ہیں البصرة في كلام العرب الارض الغليظة وقال قطرب هي الارض
الغليظة التي فيها حجارة تعلّم وتقطع حوافر الدواب تعمیر شہر سے قبل چونکہ بصرہ کی زمین سخت اور تپھری تھی اسی
وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قول ثانی۔ قيل لبصرة حجارة رخوة فيها بياض۔

قول ثالث - قال ابن الاعرابی البصرة بحجارة صلاب وسميت بصرة لغلظها وشدتها كما تقول ثوب ذو بصرة اذا كان شديداً جيداً قال ورايت في تلك الحجارة في اعلى المريد بضاً صلاباً -

قول رابع - ذكر الشرقي بن العظامي ان المسلمين حين وافوا مكان البصرة للنزول بها نظروا اليها من بعيد وابصرها الحصى عليها فقالوا ان هذه ارض بصرية يعنون حصبة فسميت بذلك -

قول خامس - قيل البصرة الطين العلك -

قول سادس - قيل هي الارض الطيبة الحمراء -

قول سابع - قال احمد بن محمد الهمداني حكاية عن محمد بن شرحبيل بن حسنة انما سميت البصرة لان فيها حجارة سوداء صلبة -

قول ثامن - قال حمزة بن الحسن الاصبهاني سمعت مؤيد بن اسوهشت يقول البصرة تعريب بس راه لانها كانت ذات طرق كثيرة اشعبت منها الى اماكن مختلفة -

بصره وكونه دين اسلام وعلم وجيوش اسلام ومجاہدین کے مرکز تھے لہذا دونوں کی افضلیت میں اہل کوفہ وبصرہ میں مقابلے ومفاخرے ہوتے رہتے تھے - طرفین کا تھوڑا سا کلام یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض اہل کوفہ نے کہا ان البصرة اسرع الارض خراباً واخشنها تراباً وابعدها من السماء واسرعها غرقاً - اس کے جواب میں اہل بصرہ نے کہا کیف يكون باسرع غرقاً؟ ومفيض ماؤها في البحر ثم يخرج ذلك الى البحر الاعظم ثم اذا جادرا الابلكة بعد فطر يخ يصب في دجلة سامراً ودجلة عبادان ولم يدخل البصرة ماء قط فكيف تكون اسرع خراباً؟

احنف بن قيس بصری نے اہل کوفہ کو کہا نحن اغذى منكم رسيةً واكثر منكم بحريةً وابعد منكم قسريةً واكثر منكم ذريةً -

اہل بصرہ میں سے بعض لوگوں نے فقہاء اہل کوفہ کے بارے میں کہا ابحت الناس لصغير واتركه لكبير يتكلف احداهم القول في الدر والدين والعين وهو لم يحكم طلاق السنة - اھ - مراجع لحساب الدر وبحث السرخسی ج ۲۹ ص ۱۳۵ وجواب اهل الكوفة ان هذا كذب فحين بينا احكام كبير صغير واذا بحثنا لصغير فبحثنا لكبير بطريق الاولى والتحقيق شاعرنا وتفصيل انواع الاحكام دنا لنا وابو حنيفة امامنا وابن مسعود وعلي وغيرهما من الالف الصحابة رضي الله عنهم قد وتنا وفي سنة رسول الله عليه وسلم اسوتنا فحسن نفضل الشيعين ونحب للختين ورضي المسح على الخفين -

وعاب الكوفيون بعض فقهاء البصريين فقال كان الحسن ازر وقنادة اعلى وابن ابى عمر بشلحج دهشام اعلى واصل احدي وعبد الوارث ابرص ويحيى بن سعيد احول -

فقال بعض البصريين يعيب نقباء الكوفيين كان علقمة اعرج و ابراهيم اعشى وسليمان اعشى و رشيد اعرج و ابو معاوية اعشى و مسروق مغلوبا و شرح سناطاً اى لالحية له . كذا في كتاب معدن الجواهر بتأريخ البصرة و الجزائر لعنان بن محمد بن العراق من علماء القرن العاشر من هذا الكتاب نقلت اكثر هذه المقالات في المناضلة و المفاخرة بين اهل الى مصرين .

وفيه فقال بعض البصريين يهجو اهل الكوفة هـ

اذ اسقى الله قوماً صوب غادية
فلا سقوا الله اهل الكوفة المطرا
السارقون اذا ما جئ ليلى لهم
والدارسون اذا ما أصبح السوا
وأرسل الرمح تذر في وجعهم
حتى اذا الورع اعيثاً ولا اشراً
ألقي العداوة والبغضاء بينهم
حتى يكون لمن عاداهم حورا

وقال اليعقوبي منتصراً لاهل الكوفة . اهل الكوفة على فلة اموالهم اهل تجل وتستروكفاف و عفاف وليس في البلدان اشد عفافاً منهم ولا اشد تجلاً وهي طيبة الهاء عذبة الماء ماؤها الفرات الاعظم وهي دار العرب ومادة الاسلام ومعدن العلم بها ائمة القراء والفصحاء الذين ترجع عامة الناس الى قراءتهم وفقهاؤها الذين عليهم المعتمد هم اهل العلم بالشعر فصيح اللغة لان اهلها عرب كلهم لا تخالطهم الانباط ولا الفرس ولا الخزر ولا السند ولا الهند ولا يتناكحون في هذه الاجناس فيفسدوا لغاتهم وان اصل الراية ومعرفة اللغة كان فيهم ومن رايته صار الى اهل البصرة وغيرها لان اهل الحيرة كان اول من دون الشعر وكتبه وكان ذلك في ايام ال المنذر وكانت شعراء الجاهلية تغد عليهم وكان ال المنذر يامر من كتباهم من اهل الحيرة ان يكتبوا اشعارهم فاخذ الناس عنهم اوه كذا في معدن الجواهر وحكى ابن جنى باسنادة عن حماد الراوية قال امر النعمان فسيخت له اشعار في الطنوج وهي لكرابي فكثبت له ثم دنفها في قصره الابيض فلما كان المختارين ابي عبيد قيل له ان تحت القصر كنزاً فاحتفره فاخرج تلك الاشعار فمن ثم اهل الكوفة اعلم بالاشعار من اهل البصرة .

قال الجاحظ من عيوب البصرة اختلاف هوائها في يوم واحد لانهم يلبسون القميص مرة والمبطنات مرة لاختلاف جواهر الساعات ولذلك سُميت الرعاء .

وقال الجاحظ بالبصرة ثلاث اعجوبات ليست في غيرها منها ان عدد المدي والجزر في جميع الدهر شيء واحد فيقبل عند حاجتهم اليه يرتد عند استغنائهم عنه ثم لا يبغى عنها الا بقدر هضمها واستمرارها وجامها واستراحتها لا يقتلها غطساً ولا غرقاً بل على حساب معلوم عادة قائمة يزيدها القصر في امتلائها كما يزيدها في نقصانها فلا يخفى على اهل الغلات متى يتظفون .

والاعجوبة الثانية اذ جاء اهل انطاكية واهل حمص وجميع بلاد الفراعنة الطلمسات وهذه البلاد بدن ما لاهل البصرة وذلك ان لوانتمست في جميع بيادسها واربعتها المعودة وغيرها على نخلها في جميع معاير دبسها ان تصيب ذباينة واحدة لما وجدتها في الفريط ولوان معصرة دون الغيط او ترة منبوذة دون المساط لما استبقيتها من كثرة الذبان.

والاعجوبة الثالثة ان الغربان القواطع في الخريف يحث منها ما يسود جميع نخل البصرة واشجارها ثم لم يوجد في جميع الدهر غربان واحدة ساقط الا على نخلة مصرمة ولم يبق منها عنق واحد مناخير الغربان معاول وتمرا الا عنق في ذلك الوقت غير متاسكة فلو خلاها الله تعالى ولم يسكها بلطفه لاكتفى كل عنق منها بنقرة واحدة حتى لم يبق عليها الا اليسير ثم الغربان في ذلك تنظر ان تصرم وبعد الصرم وقطع كل عنق ترى النخلة سقاء من كثرة الغربان. فبحان من قدر لهم ذلك واسراهم هذه الاعجوبة. اهو بتصفه وحذف.

بصره کے اول گورنر اس کے معارف تھے یعنی عتبہ بن غزوہ ان کے بعد مجاشع بن مسعود یا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم۔ اور بقول بعض علماء عتبہ کے بعد بصرہ کے والی ابو ہریرہ بن ریم تھے ان کے بعد عبد الرحمن بن ہبل ان کے بعد مغیرہ بن شعبہ پھر وہ معزول ہوئے اور ابو موسیٰ اشعری گورنر مقرر ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔

قال المؤرخ المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۰ بعد ما ذکر ان الخلیفۃ الہادی دعا ابن دأب فی وقت من اللیل وجرى بینہما کلام طویل۔ قال ابن دأب ثم قال الہادی دعي عنک ذکر المغرب و اخبارہ و ہم بنا الی ذکر فضائل البصرۃ و الکوفۃ و ما زادت بہ کل واحدۃ منہما علی الآخری قال قلت ذکر عن عبد الملک بن عمیر انه قال قدم علینا الاحنف بن قیس الکوفۃ مع مصعب بن الزبیر فما رأیت شیخاً قبیحا الا و رأیت فی وجہ الاحنف منہ شہا کان صعل الرأس مائل الشدق ولكنه کان اذا تکلم جلی عن نفسه فجعل یفاخرنا ذات یوم بالبصرۃ و نفاخرہ بالکوفۃ۔

فقلنا الکوفۃ اغدی و امرأ و افسح و اطیب فقال لہ رجل و اللہ ما أشبه الکوفۃ الا بشابۃ صلیحۃ الوجہ کریمۃ تلحس و لا مال لہا فاذا ذکرک ذکرک حاجتہا نکف عنہا طال بہا و ما أشبه البصرۃ الا بعجی ذات عوارض موسرۃ فاذا ذکرک ذکرک یسارہا و ذکرک عوارضہا نکف عنہا طال بہا۔

فقال الاحنف اما البصرۃ فان اسفلہا قصب و اوسطہا خشب و اعلاہا رطب نحن اکثر ساجا و عاجا و دباجا و نحن اکثر ثندا و نقدا و اللہ ما اتی البصرۃ الا طائعا و لا اخرج منها الا کاسرا ہا فقام الیہ شاب فجعل یا ابا جرم بلغت فی الناس ما بلغت فواللہ ما انت باجلہم و لا باشر فہم قال یا ابن اخی بترکی ما لا یعیننی کما عکاک من امری ما لا ینبغی ان یعینک اہ۔

فائدہ گورنر بصرہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم تاریخی خط بھیجا جس میں آداب
 قضا و سیاست عدل کے فصاحت و سجع ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح ہر خلیفہ راشد کا خط گورنر
 اور ولایت کے نام احکام شرعیہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضائع ہو گئے
 مذکورہ صد خط متعدد کتب میں مذکور ہے نیز کئی محققین نے اس کی سند و صحت کے بارے میں بڑی
 مفید تحقیقات پیش کی ہیں۔ موطائین اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۰ و مصنف عبدالرزاق میں ہے عن
 معمر بن قتادة ان عمر كتب الى كتاب البيان والتبيين للجاحظ ج ۱ ص ۱۶۹ و عیون الاخبار ج ۱ ص ۶۶ میں ہے
 قال ابن قتيبة بلغني عن كثير بن هشام عن جعفر بن برقان قال كتب عمر الى كتاب الانساب للبلاذري
 مخطوط ج ۲ ص ۶۲۳ و کتاب الکامل للمبرود ص ۹ میں اس خط کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح ابن عبد ربہ متوفی
 ۳۲۵ھ نے عقد فرید ج ۱ ص ۳۳ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔ و ارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے سنن ج ۱ ص ۵۱۲
 میں، امام ابو یکر باقلانی متوفی ۳۸۵ھ نے بغیر اسناد اعجاز القرآن ص ۲۱۴ میں۔ علامہ ماوردی متوفی ۳۵۵ھ
 نے بغیر اسناد کتاب احکام سلطانیہ ص ۱۱۹ میں۔ بیہقی متوفی ۳۵۵ھ نے سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۹ میں اور ص ۱۵۰
 پر۔ شمس الائمہ شرحی متوفی ۳۸۳ھ نے مبسوط ج ۱ ص ۶۰ و ۶۵ پر۔ علامہ کاسانی متوفی ۳۸۵ھ نے بغیر اسناد بدائع
 الصنائع ج ۴ ص ۹ پر۔ ابن الجوزی متوفی ۳۹۰ھ نے تاریخ عمر ص ۹۵ پر۔ علامہ نویری متوفی ۳۳۲ھ نے بغیر
 اسناد نہایت الارب فی فنون الادب ج ۲ ص ۲۵۷ پر۔ ابن القیم متوفی ۷۵۰ھ نے اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۶ پر
 ابن خلدون متوفی ۸۰۵ھ نے مقدمہ ج ۱ ص ۱۸۴ پر۔ قلعشندی متوفی ۸۲۱ھ نے صبح اشی ج ۱ ص ۱۹۳ پر
 علی متقی متوفی ۹۷۵ھ نے کنز العمال ج ۳ رقم حدیث ۲۶۳۲ میں۔ ابن فرحون متوفی ۹۹۹ھ نے تبصرة الاحکام
 فی اصول الاقضیة و مناهج الاحکام ج ۱ ص ۱ پر۔ رسالہ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام وہ خط یہ ہے:-

بسم الله الرحمن الرحيم من عبد الله عمر امير المؤمنين الى عبد الله بن قيس سلام عليك. اما بعد
 فان القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة فادوم اذا دلي اليك فانه لا ينفعك حكم بحق لا نفاذ له. ايسر
 بين الناس في مجلسك ووجهك وعدالت حتى لا يطعم شريف في حيفك ولا يخاف ضعيفاً جارك
 البينة على المدعى واليمين على من انكر. والصلى جائز بين المسلمين الا صلح محرماً حلالاً او احل حراماً
 لا يمنعك قضاء قضيتك بالامس سراجت فيه اليوم نفسك وهديت لرشيدك ان تراجع للحق
 فان الحق قديم ومراجعة الحق خير من التماهى في الباطل. الفهم الفهم فيما يختلج في صدك ما لم يبلغك
 في الكتاب والسنة واعرف الامثال والاشباه وقس الامم عندك ثم اعمد الى احبها الى الله تعالى
 واشبهها بالحق فيما ترى. اجعل للمدعى املاً ينتهي اليه فان احضر بينة اخذ بحقه والا وجهت القضاء

عليه فان ذلك اجل للعبي والبلغ في العدا.

المسلمون عدل بعضهم على بعض الا محلاً دحلاً او محراً او ظنين في ولاء او قلابه. فان الله تولى منكم السرائر ودرأ عنكم بالبينات. ثم اياك والزجر (الضجر) والقلق والتأذى بالناس والتكر للخصم في مواطن الحق التي يوجب الله بها الاجر ويحسن بها الذ خرفانه من بخلص نيته فيما بينه وبين الله ولو على نفسه كيف الله ما بينه وبين الناس ومن يتزين للناس بما يعلم الله منه خلافه يشنه الله فما ظنك بثواب غير الله في عاجل نركه وخزان رحمة والسلام.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس متبرک و شہیر عالم خط کی روایات میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الوثائق السیاسیہ تألیف محمد حمید اللہ۔

بعلبک بفتح فسكون ففتح ثم فتح وتشديد الكاف۔ بحث اللہ کے اوخر میں بعلبک مذکور ہے۔

بعلبک قدیم شہر ہے۔ دمشق سے ۱۲ فرسخ دور ہے۔ اس کا طول بلد ۶۸ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اقلیم راجح میں ہے بعض علماء کی رائے میں اس کا طول ۶۲ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۳۴ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ قال یا قوت هو اسم مرکب من بعل اسم صنم و بک من بک عنقه ای دقھا فاما ان یکون نسب الصنم الی بک وهو اسم رجل او جعله بیلک الاعناق هذا ان کان عربیا والا فلا اشتقاق اھ۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیت و ترکیب کی وجہ سے کما قال یا قوت وغیرہ یا علمیت و عجمہ کی وجہ سے کما قال غیر واحد من العلماء۔ بعلبک میں بنا۔ آخر اسمین بالفتح مثل نمث عشر بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ لام معرب ہو حسب عوامل اور مضاف ہو بک کی طرف فتقول هذا بعلبک و ساریت بعلبک و هربت ببعلبک۔ برفع اللام ونصب وجہ۔

قیل ان بعلبک كانت مہربلقیس و بها قصر سلیمان علیہ السلام وهو مبني علی اساطیر الرخام و اھا قبر الیاس النبی علیہ السلام و بقلعتها مقام ابراهیم الخلیل علیہ السلام۔ ابو عبید رضی اللہ عنہ نے جب ۱۳۰ھ میں دمشق کو فتح کیا اور محص جانے لگے تو بعلبک پر گھرے تو اس کے باشندوں سے صلح ہوئی اور بغیر جنگ کے انہوں نے مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر لی۔

بحر روم۔ آیت و ما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من ديارنا لم کے بیان میں

مذکور ہے۔ بحر روم کو بحر شام و مصر بھی کہتے ہیں کما فی مروج الذهب ج ۱ ص ۹۳۔ بحر روم کے ساحل پر یا اس کے قریب یہ بلاد و ممالک واقع ہیں روم۔ شام۔ مصر۔ طرابلس۔ صیدرا۔ انطاکیہ۔ لاذقیہ۔ صو۔ اسکندریہ وغیرہ۔ بحر روم کا مبدأ ایک خلیج ہے جو بحر اوقیانوس سے متعلق ہے۔ بحر روم سے ایک خلیج نکلتی ہے جو شہر رومیہ سے متصل ہے کہتے ہیں کہ اس سمندر کا طول ۵۰۰۰ میل ہے اور چوڑائی کہیں ۷۰۰ میل کہیں ۸۰۰ میل اور کہیں ۶۰۰۔ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔ کم از کم چوڑائی بلاد مغرب میں سے شہر طنجه و بدستہ کے اور ساحل اندلس کے مابین ہے جو تقریباً

دس میل ہے۔

اسی مقام سے اندلس و مغرب والے ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ ساحل سبتہ کے بالمقابل بجانب اندلس جبل طارق واقع ہے۔ یہ پہاڑ موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کے غلام طارق کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ یہاں سے طارق رحمہ اللہ نے بحر روم کو عبور کر کے ارض اندلس کو فتح کیا تھا۔ جزیرہ قبرص اسی بحر روم میں ساحل شام و ساحل روم کے مابین واقع ہے۔ بحر روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں قال الامام المذاہبی فی تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۹۷ فی هذا البحر بحر الروم مائة واثنان وستون جزيرة عاهرة منها خمسون جزيرة عظام اهل اسی بحر روم و شام کے درمیان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غزوہ بحر شروع کیا تھا چنانچہ شام میں حضرت عثمان کی خلافت میں حضرت معاویہ نے غزوہ بحر شروع کرتے ہوئے بحر روم کے اہم جزیرہ قبرص کو فتح کر لیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت عمر و خلافت عثمان رضی اللہ عنہما میں ملک شام کے گورنر تھے۔ بقول بعض علماء جزیرہ قبرص جنگ سے اور بقول بعض صلح سے فتح ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ حصہ صلح سے اور کچھ حصہ جنگ سے مفتوح ہوا ہو۔ بعض مؤرخین کی رائے میں غزوہ قبرص ۳۳ھ میں ہوا تھا۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم ج ۵ ص ۵۸ ما ذکرنا ان کان فیہا ای فی سنة ۲۸ من الهجرة فتح قبرص علی بن معاویہ غزاها بامر عثمان ایاہ وذلک فی قول الواقدی فاما ابو معشر فان قال کانت قبرص ۳۳ھ غزاها فیما ذکر جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيهم ابو فرقة عباد بن الصامت مع وجدة ام حرام والمقداد و ابوالدعاء و شداد بن اوس رضي الله عنهم ثم قال ان صلح قبرص وقع عن جزية سبعة آلاف دينار يردونها الى المسلمين في كل سنة ويؤدون الى الروم مثلها ليس للمسلمين ان يحولوا بينهم وبين ذلك وعليهم ان يؤذوا المسلمين بمسير عدوهم من الروم اليهم قال الواقدي غزا معاوية في سنة ۳۳ھ قبرص وغزاها اهل مصر وعليهم عبد الله بن سعد بن ابی سرح حتى لقا معاوية فكان على الناس۔

وعن جبیر بن نفیر قال لما سئناهم ای اسرنا سراجا ل قبرص و نساءهم نظرت الی ابی الدرداء یبکی فقلت ما یبکیک فی يوم اعز الله فیہ الاسلام واهله واذل فیہ الکفر واهله قال ضرب بیده علی منكبی وقال شکلتک املت یا جبیر ما هو الخلق علی الله اذا ترکوا امرنا بیناھی امة ظاهرة قاهرة للناس لهم الملك اذ ترکوا امر الله فصارت الی ما ترى فسلط الله علیهم السباء واداسلط السباء علی قوم فلیس لله فیهم حاجة۔ قال الواقدي ان معاوية صالح اهل قبرص فی ولاية عثمان وهو اول من غزا الروم فی العهد الذی بینہ و بینہم الا یتزوجوا فی عدونا من الروم الا باذننا۔ فی هذا السنة غزا جبیر بن مسلمة سوسیة من ارض الروم۔ جزیرہ قبرص کے بارے میں چند سال قبل (۱۸۳۷ء) قسٹ ۳۳ھ (۱۸۳۷ء) حکومت ترکی اور یونان کے مابین بڑا نزاع پیدا ہو گیا تھا۔ یہ جزیرہ ترکی کے قریب ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غزوہ بحر روم کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ کیونکہ سمندری جنگ میں خطرات بہت ہوتے ہیں نیز اس کے لیے بحری تیاری ضروری ہوتی ہے اور وہ حسبِ خواہ نہ تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت میں بایں شرط اجازت ملی جو طبری نے ذکر کی ہے قال لہ عثمان لا تختب الناس وحتیٰ وہم من اختار الغزو طائفاً فاحملہ واعنہ۔ معاویہؓ نے سمندری فوج کا امیر عبداللہ بن قیس عارثی کو مقرر کیا۔ ابن قیس نے ۵ غزوات کیے اور یہ دعوائے نکتے رہے کہ سمندر میں کسی مسلمان فوجی کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ذکر الطبری ان معاویۃ کتب الی عمرؓ کتاباً فی غزو البحر یُریغہ فیہ ویقول یا امیر المؤمنین ان بالشام قریۃ یسمیٰ اہلہا بناج کلاب الرہم وصیاح دیوکھوہم تلقاء ساحل من سواحل محص فکتب عمرؓ الی عمر بن العاصؓ یتستیرہ ان ینصف لی البحر فکتب الیہ عمرؓ یا امیر المؤمنین انی سأتی خلقاً عظیماً یرکبہ خلقٌ صغیر لیس الا السماء والماء وانما ہم کدود علی عود ان مال غرق وان بھارق فلما قرأہ عمرؓ کتب الی معاویۃ لا واللہ لا احل فیہ مسلماً ابداً و کتب ایضاً الیہ انا سمعنا ان بھار الشام یشرف علی أطول شیء علی الارض یتأذن فی کل یوم ولیلۃ فی ان یفیض علی الارض فیغیر فیھا فکیف احل الجنود فی هذا الکافر المستعصب وتاللہ لمسلم احب الی محاحوت الرہم فایاک ان تعرض لی وقد تقدمت الیک وقد علمت مالقی العلاء للضرمی متی۔

البحر۔ تفسیر آیت بخری من تحتھا الانہر میں اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہے۔ بحر لغت عربی میں سمندر کو کہتے ہیں۔ دریا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا الا مجازاً۔ سمندر کو محیط بھی کہتے ہیں۔ چھوٹے سمندر بہت ہیں۔ البتہ بڑے سمندر علماء طبقات ارض کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں۔

۱۔ محیط باسفیکی۔ اسے بحر الکابل و بحر محیط بھی کہتے ہیں۔ اس کی وسعت ۶۴۰۰۰۰۰ مربع میل ہے یہ سب سے بڑا سمندر ہے۔ بقول علماء ہدیت جدیدہ اس مقام و محل وقوع سے چاند جدا ہوا تھا۔

۲۔ محیط اطلنطی۔ بحر اوقیانوس و بحر علمات بھی اس کے نام ہیں۔ اس کی وسعت ۳۱۵۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ جزائر فالست اسی بحر میں واقع ہیں۔ ارسطو وغیرہ علماء ہدیت کے نزدیک یہی جزائر مبداء طول بلاد ہیں۔ لیکن قدیم علماء ہند کی رائے میں مقام گنگدڑ مبداء طول بلاد ہے۔

۳۔ بحر ہند۔ اس کے ساحل پر ہندوستان وغیرہ بہت سے ممالک واقع ہیں۔ اس کے کسی خلیجیں نکلتی ہیں۔ مثلاً خلیج عدن جو ارض بربر تک پہنچتی ہے۔ خلیج بحرہلیہ جسے بحر قزقم بھی کہتے ہیں۔ اس خلیج کے مشرق میں چین و عدن اور مغرب میں ارض حبشہ واقع ہے۔ خلیج بحر فارس۔ جسے خلیج فارس بھی کہتے ہیں۔ یہی خلیج بحر بصرہ و فارس ہے۔ اس کے مشرق میں بحر عمان اور مغرب میں عمان واقع ہیں۔ بحر ہند کی وسعت ۲۸۹۲۹۰۰ مربع میل اور بعض ماہرین کے نزدیک ۲۸۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔

۴۔ بحر منجد شمالی۔ اس کی وسعت ۵۵۰۰۰۰۰ مرلج میل ہے۔ یہ منجد ہے اور قطب شمالی کے ارد گرد واقع ہے۔

۵۔ بحر منجد جنوبی۔ اس کی وسعت ۵۴۰۰۰۰۰ مرلج میل ہے۔ یہ قطب جنوبی پر محیط ہے اور منجد ہے۔
فائدہ۔ بعض ماہرین طبقات الارض کی رائے ہے کہ سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے۔ اس جگہ پر گہرائی ۳۴ ہزار ۴ سو ۳۰ فٹ ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھ میل سے کچھ زیادہ۔ راجع التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۹ و کتابی المسعی فلکیات جدیدہ ص ۵ و مرجع الذهب ج ۱ ص ۱۲۴ و فی دائرة المعارف ج ۲ ص ۲۴ ان قاع البحر مختلف فی البعد باختلاف الجهات فقد صادفوا جهات منه لم یسرعوا لها المسبار مطلقاً و یظن انها تبلغ من اثنی عشر الف متر الخمسة عشر الف متر اھ۔ میٹر ایک گز یعنی تین فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

بنو ہاشم۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ الْاَيَّةِ کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خصوصی خاندان و قبیلہ کا نام بنو ہاشم ہے۔ بنو ہاشم قریش میں ایک بطن (خاندان) ہے لہذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی۔ لغت عربی میں چھوٹے قبیلہ بالفاظ دیگر خاص خاندان کو بطن کہتے ہیں۔ قریش بڑا قبیلہ ہے اس میں متعدد بطون ہیں۔

مؤرخ مسعودی مرجع الذهب ج ۱ ص ۳۹۶ پر لکھتے ہیں کہ قریش میں ۲۵ بطون تھے۔ ان میں سے چند بطون کے نام یہ ہیں۔ (۱) بنو ہاشم (۲) بنو اسد بن عبد العزی (۳) بنو عبد الدار۔ یہ کعبۃ اللہ کے حجتہ تھے (۴) بنو زہرۃ بن کلاب (۵) بنو تمیم بن مرہ (۶) بنو مخزوم (۷) بنو یقظہ وغیرہ وغیرہ۔ ہاشم ہمارے نبی علیہ السلام کے دادا عبد المطلب کے والد ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی۔ ہاشم اپنے والد عبد مناف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہو کر اپنی قوم کے سردار اور بڑے محترم ہوئے۔ وفات عبد مناف کے بعد سقایہ ورفادہ ان کے سپرد ہوا۔ سقایہ ورفادہ کا مطلب ہے حجاج بیت اللہ کو کھلانا پلانا۔ ہاشم تنگ دست حاجیوں کو کھلاتے تھے۔ ایک سال قحط ہوا تو ہاشم نے ملک شام کا سفر کیا وہاں سے آنا وغیرہ خرید کر لائے اور مکہ مکرمہ میں اونٹوں کو ذبح کر کے سب لوگوں کو شریک کھلانے لگے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ہاشم رکھا گیا۔

دراصل ان کا نام عمر تھا۔ ہاشم کا معنی ہے توڑنے والا۔ شریدر وٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بنتا ہے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کہا گیا یقال ہشام الشئ کسر و ہشام الثريد لقوم ای کسر الحیز و فتنہ و بکّہ بالمرق جعل شریداً۔

قیل سقی بہ لائمہ اول من ہشام الثريد بعد جدہ ابراہیم فان ابراہیم اول من ثرّد الثريد اطعمہ

المساكين وفيه ان اول من تَزِدْ واطعمه بمكة قصي جد هاشم قال في كتاب الامتاع وقصي اول من تَزِدْ
الثرید واطعمه بمكة وفيه ايضا ان هاشم اول من اطعم الثرید بمكة وقيل ان اول من فعل ذلك عمر
ابن لُحی وقد يقال لا منافاة فالاولیة اضافیة فالولیة قصی لكونه من قریش واولیة عمر بن لُحی لكونه
من خزاعة واولیة هاشم باعتبار شدۃ جماعۃ حصلت لقریش۔

ہاشم کے تین بھائی تھے نوفل وعبید شمس و مطلب۔ چاروں بھائی قوم قریش میں اشراف شمار ہوتے تھے۔
اسی وجہ سے انھیں مجیدوں کہا کرتے تھے ای لکرمہم و فخرہم و سیادتہم علی سائر العرب۔ یہ عجیب اتفاق
ہے کہ چاروں بھائیوں کی قبریں مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہاشم کی مقام غزوہ (مصر) میں۔ عبید شمس کی مکہ میں۔
نوفل کی عراق میں اور مطلب کی یمن میں مقام برعہ میں قال بعضهم ولا یعرف بنو ابی نینافی محال موثقہم
مثلاً کذا فی انسان العیون۔ ج ۱ ص ۲۰۰ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۰۰ میں ہے کہ چاروں بھائیوں کو مجیدوں
(بابا بار دون الیاء) کہا جاتا تھا۔

ہاشم کو عمر و العلاء کہا کرتے تھے علو مرتبہ۔ اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنو عبد مناف قریش
میں بلکہ سارے عرب میں بلکہ آس پاس کے ممالک عراق و یمن و شام کے سلاطین کے درباروں میں نہایت
شریف و مہتم اور بڑے بلند مراتب و اعزازات کے مالک سمجھے جاتے تھے خصوصاً ہاشم بن عبد مناف کہ جن
کی شرافت و عزت و سخاوت ضرب المثل تھی اور شعراء اشعار میں ان کی شرافت و سخاوت و عزت خوش اخلاقی
بطور مدح و ضرب المثل ذکر کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے

وَاطْعَمَ فِي الْمَحَلِّ عَمْرُو الْعُلَا فَلِلْمُسْتَنِينَ بِهِ تَجَسَّبَ عَامِرٌ

نیز ہاشم کے بارے میں شاعر کہتا ہے

عَمْرُو الْعُلَا وَالنَّدَى لَا يُسَاقِفُهُ مَرُّ السَّحَابِ وَلَا مَرِجُ بُحَايِرِهِ
جَفَانُهُ كَالْجَوَالِي لِلْوُفُودِ إِذَا لَبَّيْكَ نَادَاهُمْ مَنَادِيهِ
أَوْ انْحَلُّوا أَنْصَبُوا مِنْهَا وَقَدْ مِلْنَتْ قُوْنًا لِحَاضِرِهِ مِنْهُمْ وَبَادِيهِ

ایک اور شاعر کہتا ہے

قُلْ لِلَّذِي طَلَبَ السَّاحَةَ وَالنَّدَى هَلَامَرَّتْ بِأَلْ عَبْدِ مَنْافٍ
الرَّائِثُونَ وَلَيْسَ يُوجَدُ سِوَانَهُ وَالْقَاتِلُونَ هُلَكَمَ لِلْأَضْيَافِ

حدیث مرفوع ہے السخی قریب من اللہ وقریب من الجنۃ وبعید من الشیطان بعید من الناس
ہاشم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم میں وہ کمالات و اخلاق
جمع فرما دیے تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اسی وجہ سے ہاشم تمام قریش میں بے نظیر شخص سمجھے جاتے تھے اور

ان کی شرافت و عظمت مسلم تھی۔ چنانچہ ہاشم کا لقب عرب نے ابوالبطار و سید البطار رکھا تھا۔ یعنی کل رحمہ و تہامہ سردار و سید۔

سبحان اللہ نبی علیہ السلام کے آباء و اجداد کتنے شریف و محترم اخلاق سے متصف تھے۔ یہ سب امور نبی علیہ السلام کی برکات اور آپ کی نبوت و رسالت کی تمہید تھے۔ کیونکہ ان کی پشت سے اللہ جل جلالہ سید الکونین کو پیدا فرمانے والا تھا۔ کل مورخین کا ہاشم کی شرافت و علو مرتبہ پر اتفاق و حقیقت نبی علیہ السلام کی مندرجہ ذیل احادیث کی شرح و تفسیر ہے۔ اخرج مسلم و الترمذی عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراہیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانہ واصطفی من بنی کنانہ قریشاً واصطفی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم۔ و اخرج ابن سعد فی طبقاتہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر العرب مضر خیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو ہاشم وخیر بنی ہاشم بنو عبد المطلب واللہ ما افرق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الا کنت فی خیرہما۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن عائشہ ؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل قلبت الارض مشارقہا ومغاربہا فلم اجد رجلاً افضل من محمد ولم اجد بیتاً افضل من بنی ہاشم و اخرج البزار فی مسندہ والطبرانی فی کتابہ ذخائر العقبی عن ابن عباس قال دخل ناس من قریش علی صفیہ بنت عبد المطلب فجمعوا لیتفاخروا وینکروا لجاهلیۃ فقالت صفیہ منکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انتبت النخلۃ والشجرۃ فی الارض للبیاء (اللیاء حب ابیض کا لحمص یؤکل لعل المراد شور زبین) فذکرت ذلك للنبی علیہ السلام فغضب وامر بلالاً فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایہا الناس من انا؟ قالوا انت رسول اللہ۔ قال انسبونی قالوا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب قال فما بال اقوام ینزلون اصلی فواللہ انی لافضلہم اصلاً وخیرہم موضعاً۔ نبی علیہ السلام کی ان احادیث کی شرح و تصدیق کے لیے اور ناظرین کے اطمینان قلب و ازدیاد ایمان کے طور پر ہم ہاشم کے مزید چند فضائل و اخلاقِ محرمیہ ذکر کرتے ہیں۔

قال بعضهم لم تزل مائدۃ ہاشم منصوبۃ لا ترفع فی السراء والضراء وقال ابن الصلاح مرینا عن الامام سہل الصعلوکی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام اسرار فضل ثرید عمر العلاء ای ہاشم الذی عظم نفعہ و قدادہ و عظم خیرہ و برہ و بقی لہ ولعقبہ ذکرہ انتہی۔ و فی انسان العیون کان ہاشم یحلی ابن السبیل ویؤمن الخائف۔ اس سلسلہ میں ہاشم کی تقریر و خطبہ قابل ذکر ہے جو ہمیشہ ایام حج سے کچھ قبل بیت اللہ شریف کے سامنے قریش کے

مجمع میں فرماتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کان اذا هلّ هلال ذی الحجة قام صبيحته واسند ظهره الى الكعبة من تلقاء بابها ويخطب ويقول في خطبته يا معشر قریش انکم سادة العرب واحسنها وجوها واعظمها احلاماً و اوسط العرب ای اشرفها انساباً واقرب العرب بالعرب اسرحا ما یا معشر قریش انکم حیران بیت الله تعا کرهکم الله بولايتہ ونخصکم بجوارحه دون بنی اسمعیل وانہ یا تیکم رؤسا لله یعظمون بیتہ فی ارضیافہ واحق من اکرم ارضیاف الله انتم فاکرم من ارضیافہ وزوارہ فانہم یا تؤشعنا غبرا من کل بلد علی ضواہر کالقداح فاکرم من ارضیاف رؤسا بیتہ نور رب هذه البنية لوکان لی مال یحتمل ذلک لکفیتکم و انا مخرج من طیب مالی وحلالہ ما لم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ بظلم ولم یدخل فیہ حرام فمن شاء منکم ان یفعل مثل ذلک فعل وأسالکم بجرمة هذا البیت ان لا یخرج رجل منکم من ماله لکرامتہ رؤسا بیت الله وتقریرتہم الا طیباً لم یؤخذ ظمناً ولم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ غصباً۔

ہاشم کی یہ تقریر بڑی اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ جوار بیت اللہ بڑی سعادت و نعمت ہے لہذا حیران بیت اللہ یعنی اہل مکہ پر اس کا شکر واجب ہے۔ دوم اسی وجہ سے اہل مکہ پر خصوصاً مکارم اخلاق کی پابندی کرنا لازم ہے۔

سوم حجاج بیت اللہ واجب الاحترام ہیں۔ چہاں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں لہذا ان کی خدمت کرنا اور انہیں خوش رکھنا اہل مکہ کا فرض ہے۔ چہم۔ ہاشم خود بھی مکارم اخلاق سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور یہی ہمارے اسلام کا حکم ہے۔ ششم۔ مہمان کو کھلانا اور اس کا اکرام کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

ہفتم۔ ہاشم حلال و حرام مال برابر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض اہل جاہلیت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے تھے۔ ہاشم ظلم و قطع رحم سے حاصل کردہ مال کو حرام سمجھتے تھے خود بھی اس قسم کے مال حرام سے بچتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے تھے۔

ہشتم۔ اسی طرح وہ یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو حلال کھلایا جائے اور حرام کھانے سے انہیں بچانا ضروری ہے۔ اور یہ سب وہ اخلاق ہیں جن کی تاکید ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں قریش کے جن رحلتین فی الشتاء والصیف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور انعام و احسان کیا ہے ان کے اول جاری کرنے والے ہاشم ہی ہیں قال اللہ تعالیٰ لا یلف قریش ایلا فہم رحلة الشتاء والصیف۔ ابن جبید مؤرخ لکھتے ہیں دکان ہاشم اول من رحل الرحلتین اھ وقال الطبری فی تاریخہ ج ۲ مثلاً ان ہاشم اول من سن الرحلتین لقریش رحلة الشتاء ورحلة الصیف اھ۔

ہاشم اس زمانے کے سلاطین کے ہاں بھی بڑے معزز و محترم تھے اور وہ ہاشم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔
 ہاشم کے دیگر تین بھائی بھی بڑے شریف و محترم تھے۔ سب تاجر تھے اور چاروں بھائیوں نے اپنی
 قوم قریش کے لیے مختلف بادشاہوں سے ان کے ملک میں آنے جانے کی سہولت و حفاظت کی خصوصی اجازت
 حاصل کی تھی۔ ان بھائیوں کی وجہ سے قریش کی قدر و منزلت بلند ہو گئی تھی۔ کتاب مجبر میں ہے اصحاب
 الايلاف من قریش الذین رفع اللہ بہم قریشا و نعلش فقرائہا و الايلاف العہود ہاشم و عبد شمس
 و المطلب و نوفل بنو عبد مناف فکان متجر ہاشم الی الشام فہلک بغزاة و کان متجر عبد شمس الی
 الحبشة فمات بمكة و کان متجر المطلب الی الیمن فمات بموضع یقال لہ حرمان و کان متجر نوفل الی
 العراق فمات بموضع یقال لہ سلمان و کان کل من هؤلاء رئیس من یخرج معہ من یتجر فی وجہہ و
 کان اخذ لہم الايلاف من الملوك و من اشراف القبائل فہؤلاء سادة قریش و ناعشہم۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم و الملوك ج ۲ ص ۱۸۱ کان ہاشم و عبد شمس و ہواکبر ولد عبد
 مناف و المطلب و کان اصغرہم امہم عاتکہ بنت مرة و نوفل و امہ و اقدہ بنی عبد مناف فسادوا
 بعد ایہم جمیعاً و کان یقال لہم المجترون فکانوا اول من اخذ لقریش العصم فانتشر من الخرم ، اخذ لہم
 ہاشم جبلاً من ملوک الشام و الرزم و غسان و اخذ لہم عبد شمس جبلاً من الجاشی الکبر و اخذ لہم
 نوفل جبلاً من الاکاسرة فاختلفوا بذلک السبب الی ارض الحبشة و العراق و ارض فارس و اخذ
 لہم المطلب جبلاً من ملوک حمیر فاختلفوا بذلک السبب الی الیمن فحجرت اللہ بھم قریشاً فسُموا
 المجترین انتہی۔ و سُموا المجیرین بالیاء اذ کانوا یولفون للجوار یتبعون بعضهم بعضاً یجیرون قریشاً
 بمیرہم۔

دیکھیے المفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۰۳ و تاج العروس ج ۶ ص ۴۴۔ و ذیل الامالی ص ۱۹۹
 عبد شمس حسب قول بعض مؤرخین ہاشم سے بلکہ سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن بعض کتب تاریخ
 میں ہے کہ دونوں تو آمن ہیں۔ بوقت ولادت ایک کے قدم کی انگلی دوسرے کے ماتھے سے قدرتی طور پر
 پیوست تھی۔ انگلی کو جب الگ کرنے لگے تو خون نکل آیا۔ اس سے لوگوں نے بدفالی کے طور پر کہا کہ دونوں
 کے مابین جھگڑے ہوں گے اور خون جے گا۔ قال فی تاریخ الامم و قبل ان عبد شمس ہاشماتو امان ان
 احدہما ولد قبل صاحبہ و اصبع لہ ملتصقة بجمہة صاحبہ فصحیت عنہا فسال من ذلک دم نظیر
 من ذلک فقیل تکنون بینہما دماء اھ۔ و فی السیرة الخلیفۃ ج ۱ ص ۱۰۰ و کانت سراج ہاشم ای اصبعہا
 ملتصقة بجمہة عبد شمس ولم یکن نزعہا الا بسیلان دم فکانوا یقولون سیکون بینہما دم فکان بین
 ولد یحما ای بین بنی العباس و بین بنی امیۃ سنۃ ثلاث و ثلاثین و مائۃ من الهجرة و وقعت العداوة

بین ہاشم و بین ابن اخیہ امیۃ بن عبد شمس۔

اصحاب تاریخ لکھتے ہیں کہ ہاشم کی عزت بہت زیادہ ہونے لگی۔ قریش انھیں افضل قریش سمجھتے تھے۔ تو ہاشم کے رشتہ داروں کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ جو کام ہاشم کرتے وہ بھی بطور مقابلہ وہی کام کرتے تھے۔ مگر ہاشم کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایک سال مکہ میں سخت فحط پڑ گیا تو ہاشم نے شام سے گنیم آنا وغیرہ منگایا اور اونٹوں کو ذبح کر کے سب قریش کو کھلاتے رہے اس سے ان کی بہت شہرت ہوئی اور شعراء نے ہاشم کی مدح میں اشعار کہے تو ان کے بھتیجے امیۃ بن عبد شمس نے حسد کیا۔

قال ابن جریر فجسدہ امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف وكان ذامال فتكلف ان يصنع صنيع هاشم فجرحه فثمت به ناس من قریش فغضب وقال من هاشم ودعاه الى المنافرة فذكره هاشم ذلك لبيته وقد ه ولم تدعه قریش واحفظه قال فاني انا فرك على خمسين ناقه سود للدد ق قصر هابيطن مكة والجلاد عن مكة عشر سنين فرضى بذلك امیۃ وجعل بينهما الكاهن الخزاعي فنفر هاشم عليه فاخذ هاشم الاجل و اطعها من حضرة وخبر امیۃ الى الشام فاقام بها عشر سنين فكانت هذه اول عداوة وقعت بين هاشم و امیۃ۔ اھ۔

وقال في انسان العيون ان هاشم لما ساد قومہ بعد ابيه حسده امیۃ ابن اخیہ فتكلف ان يصنع كما يصنع هاشم فجرحه فثمت به ناس من قریش وقالوا له انت تشبه بهاشم ثم دعاهاشم الى المنافرة فابى هاشم ذلك لسنه وعلوقه فلم تدعه قریش فنا فره هاشم بما ذكر وجعل بينهما الكاهن الخزاعي وكان بعسفان فخرج كل منهما في نفر فزلوا على الكاهن فقال الكاهن قبل ان يخبروه خبرهم۔ والقمر الباهر الكوكب الزاهر الغمام الماطر ما بالجو من طائر وما اهتدى بعلم مسافر من مجلد وغائر لقد سبق هاشم امیۃ الى المفاخر فنصر هاشم على امیۃ ثم ذكر بقية القصة۔

اس قصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفاخر و کمالات و محارم اخلاق و شرافت میں ہاشم بے نظیر تھے۔ حتیٰ کہ کاهنوں کے نزدیک بھی وہ سب پر فائق تھے جمعی تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ما افترق فرقتان منذ خلق الله تعالى ادم الا كنت في خيرهما۔

جس شخص کی پشت میں جو ہر سید عالم ہو اس کا مقابلہ کوئی اور شخص نہیں کر سکتا۔ یہ منافرت و تحاصم و مسابقت مذکورہ صد قصہ کے بعد ان کی اولاد میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم اور عرب بن امیۃ بن عبد شمس میں بھی اسی طرح مقابلہ ہوا مفاخر و محارم میں جس میں عبد المطلب جیت گئے۔

طبری لکھتے ہیں تنافر عبد المطلب بن هاشم و حرب بن امیۃ بن عبد شمس الى الجاشی الحبشی فابى ان ينفق بينهما فجعل بينهما نفيل بن عبد العزی بن رباح بن عبد الله بن قریظ فقال لحرب يا ابا عمیر

أَتَأْفِرُ لِحُلَاوِلِ مَنْكَ فَأَمْنًا وَأَعْظَمَ مَنْكَ هَامَنًا وَأَوْسَمَ مَنْكَ وَسَامَةً وَأَقْلَ مَنْكَ لَامَةً وَ
أَكْثَرَ مَنْكَ وَلَدًا وَأَجْزَلَ مَنْكَ صَفْدًا وَأَطْلَ مَنْكَ مَذُودًا أَنْفَرَهُ عَلَيْهِ فَقَالَ حَرْبُ أَنْ مِنْ أَسْكَاتِ الزَّمَانِ أَنْ
جَعَلْنَاكَ حَكَمًا أَهْ-

ان چاروں بھائیوں میں پہلے ہاشم کا انتقال مقام غزہ میں ہوا جو ملک شام میں ہے۔ پھر عبد شمس مکہ
میں مرا اس کی قبر اجیاد میں ہے۔ پھر نوفل اور آخر میں مطلب مرا۔ ابن قتیبہ معارف ص ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ ہاشم
کے کئی بیٹے تھے۔ عبدالمطلب بن ہاشم واسد بن ہاشم وغیرہ۔ پھر اسد بن ہاشم کا ایک بیٹا تھا حنین بن اسد
اور ایک بیٹی فاطمہ بنت اسد۔ فاطمہ زوجہ ابوطالب تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ لہذا حنین
علی رضی اللہ عنہ کا ماموں ہے۔ حنین لا ولد مرا۔ اس لیے دنیا میں جو بھی ہاشمی ہیں وہ سب اولاد عبدالمطلب بن
ہاشم ہیں۔ ہاشم کے اور بیٹے بھی تھے لیکن کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ سب لا ولد مرے۔

ہاشم کے مذکورہ صد احوال سے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے
شریف اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ کتب تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو یہ مکارم و
مفاخر اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ ہاشم کے والد عبد مناف بن قصی اور دادا قصی بھی ان
پاکیزہ اخلاق و ممتاز کمالات سے منصف تھے۔ روایت ہے کہ قصی بن کلاب بن مرہ بھی ایام حج کی ابتداء
میں قریش کو جمع کر کے انھیں نصیحت کرتے تھے کہ تم حیران بیت اللہ ہو اور حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے مہمان
ہیں جن کی مہمان نوازی و اکرام تم سب کا فرض ہے لہذا انھیں خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔ کاش کہ حج بھی اہل حرم اہل
مکہ حجاج و زوار بیت اللہ کی ایسی تعظیم کرتے۔

لے با آرزو کہ خاک شدہ

قال محمد بن اسحاق ان قصی بن کلاب بن مرہ قال لقریش، یا معشر قریش انکم حیران اللہ
واهل الحرم وان الحاج ضیفان اللہ و زوار بیتہ، وہم احق الضیف بالکرامۃ فاجعلوا الہم طعاما و
شرابا ایام هذا الحبر حتی یصلوا عنکم ففعلوا فکافوا یخرجون لذل کل عام من اموالہم خرجا تخرج
قریش فی کل موسم من اموالہم فیدفعون الی قصی فیصنعہ طعاما للحاج ایام الموسم بمکۃ و منی فوی
ذلک من امرہ فی الجاہلیۃ علی قومہ وہی الرفاۃ حتی قام الاسلام الی یومک هذا وهو الطعام الذی یصنعه
السلطان بمکۃ و منی للناس حتی ینقضی الحج انتہی۔

بنو سلمہ - آیت قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنآ لبتک قبلۃ ترضہا فاول و جھک شطر
المسجد الحرام کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ بنو سلمہ قبیلہ خزرج کے اندر ایک قبیلہ و خاندان ہے۔ سعد بن
علی بن اسد رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں سے ہیں۔ سعد بن علی انصار کے اُن چچے آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے

سب پہلے نبی علیہ السلام سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان چھ آدمیوں کی کوشش سے دوسرے سال عقبہ اولیٰ کے بارہ انصار مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ مسلمان ہوئے عقبہ اولیٰ کے بارہ انصار میں بھی سعد بن علی موجود تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ نبی علیہ السلام بنو سلمہ میں آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابھی دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ نماز کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا نبی علیہ السلام نماز کے اندر ہی گھوم کر عورتوں کی صفوں کی جگہ پر لگے۔ اور مرد اور عورتوں نے بھی اسی طرح اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ تفسیر بیضاوی میں بھی یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۱۷۱ وخرجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائراً
ام بشر بن البراء بن معرور فی بنی سلمۃ فصنعت لہ طعاماً وحانت صلاۃ الظہر فصلی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ فی مسجدہا ہذا فلما صلی رکعتین نزل جبریل فاشار
ان صلی الی الکعبۃ واستقبل المیزاب فاستدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الکعبۃ
ای فاستدار النساء مکان الرجال والرجال مکان النساء ای فقد تحوّل من مقدم المسجد
الی مؤخرہ لان من استقبل الکعبۃ فی المدينۃ یلزم ان یستدبر بیت المقدس قبل
وکان ذلک وہم راکعون وکان هذا قبل تحریم العمل الکثیرۃ فی الصلاۃ او ان هذا
العمل لم یکن علی التوالی انتہی۔ وفی تفسیر البیضاوی کان ذلک قبل قتال بدر بشہوین وفیہ
فسعی المسجد مسجد القبلتین۔

ويعلم من کتب الحدیث ان بیوت بنی سلمۃ فی المدينۃ کانت بعيدۃ من المسجد النبوی۔ فالخرج
الترمذی فی تفسیر سورۃ یس من جامعہ ج ۲ ص ۱۷۱ عن ابی سعید الخدري قال کان بنی سلمۃ فی ناحیۃ
المدينۃ فارادوا النقلة الی قرب المسجد فنزلت هذه الآیۃ انا نحن نحیی الموقی ونکتب ما قدما
واشارہم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اثارکم وکتب فلا تنقلوا۔
هذا واللہ اعلم بالصواب۔

ثقیف۔ آیت و اذا تولی سعى فی الارض لیفسد فیہا ویهلك الخ لوط الآیۃ وآیت وذروا
ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثقیف عرب میں مشہور قوم ہے۔ شہر طائف ان کا
مرکز تھا۔ حجاج ظالم ثقیفی تھا۔ کذاب مختار بن ابی عبیدہ بھی ثقیفی تھا۔ ثقیف اس قوم کا جدا علی ہے۔

ثقیف کون تھا۔ اس میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ثقیف ایک آوارہ مسکین شخص تھا وہ ایک شخص ابن خالہ کے ساتھ طلب رزق میں نکلا۔ اس کا ساتھی ابن خالہ جس کا نام نخع تھا یمن چلا گیا اور ثقیف وادی القریٰ میں ایک بوڑھی لاؤلدیودی عورت کے پاس مقیم ہوا۔ اس نے ثقیف کو بیٹا بنا لیا۔ مرتے وقت اس عورت نے اپنے مال کی جو دنیاویہ وغیرہ مشتمل تھا ثقیف کے لیے وصیت کر دی۔ ثقیف یہاں سے نکل کر طائف کے امیر عامر بن ظرب مدانی کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ عامر نے بڑا مال دیا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر دیا۔ مدت کے بعد ثقیف کی اولاد کثیرہ نے اپنی نخبیال بنو عامر کا مقابلہ شروع کر دیا۔ طرفین میں لڑائیاں ہوئیں اور بالآخر بنو ثقیف غالب ہوئے انھوں نے بنو عامر کو طائف سے نکال دیا اور خود طائف کے مالک ہو گئے۔ طائف کے باغات و اموال کو دیکھ کر عرب کے دیگر کئی قبائل حسد کی بنا پر ثقیف سے لڑنے لگے مگر ثقیف جے رہے تا آنکہ اسلام آیا۔ شہر طائف کا بیان ہماری اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابرہہ مکہ پر حملہ کے ارادے سے جاتے ہوئے طائف پر گزر رہا تو طائف کے امیر مسعود بن معتب ثقیف کا وفد لے کر اس سے ملا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے رہنمائی کے لیے ایک شخص ابو رغال کو ساتھ بھیج دیا۔ مقام مغسّس میں ابو رغال ہلاک ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص ۱۴۸ و ۱۴۹۔

بقول بعض اہل اخبار ثقیف کا نام قسّی تھا۔ اور بنو ثقیف بنو ہوازن میں سے ایک قبیلہ ہے سلسلہ نسب یہ ہے قسّی بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خضفہ بن قیس عیلان۔ دیکھو تاج العرب ج ۶ ص ۵۱ وغیرہ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے۔ اور ابو رغال قوم ثمود میں سے تھا۔ حماد الرازی کہتے ہیں کہ ابو رغال طائف کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔ فعمر ابو رغال فی سنة مجذبة بامرأة ترضع صبيًا يتماول بن عزيز لها فآخذها منها فبقي الصبي بلاء مريضه فمات فرماه الله بقارعة فأهلكه فرجعت العرب قبره وصار لهم قبره سنة للناس۔ مراجع الاغانی ج ۴ ص ۱۳۹۔ بہر حال بعض علماء اخبار کے نزدیک ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے اور ابو رغال میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ایک قول حماد راویہ کا ہے جو گزر گیا۔

اور عند البعض یشیب نبی علیہ السلام کا اور عند البعض صالح نبی علیہ السلام کا غلام تھا۔ یا قدیم زمانہ میں عشار تھا یعنی حکومت کی طرف سے مال وصول کرنے والا تھا۔ اور عند البعض یہ ابرہہ حبشی کا دلیل تھا جو برہہ کہتا ہے

اذامات الفزدت فاسرجوه کاترمون قبر ابی سرغال
قال ابن سیدة کان عبد الشعیب علی نبینا وعلیه السلام وکان عشائراً جازاً فقبیره بین مکة و
الطائف یرحم الیوم۔

وقال ابن المکرم ورايت فی هامش الصحاح ما صوّته ابو سرغال اسمه زید بن خلف عبد کان
لصالح النبی علیہ السلام بعثه مصداً قائماً فی قومائیس لہم لبن الاثناة واحدة ولہم صبی قد
ماتت أمہ فہم یعاجونہ بلبن تلك الشاة یعنی یغذونہ فابی ان یأخذ غیرہا فقالوا ادعہا نحانی
هذا الصبی فابی فیقال انه نزلت بہ قارعة من السماء ویقال بل قتلہ ترب الشاة فلما فقدہ صالح
علیہ السلام قام فی الموسم ینشد الناس فأخبر بصبیہ فلعنہ فقبرہ بزمکة والطائف یرحم الناس راجع
تاج العرس ج ۳، ص ۳۳۔

احادیث و سنن میں ابو سرغال کا ذکر موجود ہے۔ فعن انس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حین خرجنا معہ الی الطائف فمرنا بقبر فقال هذا قبر ابی رغال وهو ابو ثقیف وکان من
شورہ وکان بهذا الحرم یدفع عنہ فلما خرج منه أصابته النملة التي أصابت قومہ بهذا المكان فدُفِن فیہ
الحديث وبسطه شراح المواهب۔

معارف ابن قتیبہ ص ۴۱ میں ہے کہ ثقیف بنی ہے منبہ بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ کا۔ اور اسی
ثقیف کا نام قتی بھی ہے۔ اور یہی ثقیف قاتل ابی رغال ہے۔ وکان ابو رغال مصداً قائماً بزمکة ثقیف
فقتلہ فقیل قساع علیہ فسمی قسیاً۔ اہم غیرہ بن شعبہ مشہور صحابی ثقیفی ہیں۔ امیہ بن ابی الصلت شاعر و
زاہر جاہلیت بھی ثقیفی ہے۔ اسے خود کو نبوت ملنے کی توقع تھی۔ اس کا حال اسی کتاب میں دوسری جگہ پر
ملاحظہ کر لیں۔

حدیثیں فان أحصرتم فالاستیسر من الہدی کے بیان میں حدیث مذکور ہے۔ حدیثیں بضم اول وفتح
ثانی وکسر بار ہے۔ اور بار میں تخفیف و تشدید دونوں صحیح ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تشدید کو لازم قرار دیتے ہیں
اور فرماتے ہیں جعرا میں تخفیف ہی صحیح ہے۔ حدیثیں مسجد حرم سے نو میل دور ہے۔ قال الخاس سألت کل من
اثق بعلمہ عن الحدیثۃ فلم یختلفوا فی انها بالتحفیف وقیل اهل العربیۃ یخففون والحدیثون یشدون۔
وجوز تسمیہ یہ ہیں۔ (۱) سمیت بئرہناک عند مسجد الشجرة التي بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم
تحتها۔ (۲) قال الخطابي سميت بشجرة حذباء كانت في ذلك الموضع وفي الحديث انها بئر۔ حدیثیں کا کچھ حصہ
حرم میں اور کچھ صل میں ہے وهو ابعد للحد من البيت وعند مالك رضي الله عنه انها جميعها من الحرم

اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مشرکین مکہ کے مابین معاہدہ صلح ہوا تھا۔ اور اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے احرام عمرہ سے احلال کیا تھا جب کہ مشرکین نے انھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ صلح کے وقت ہجرت کے پانچ سال اور دس ماہ گزر چکے تھے۔ کذا فی المعجم لیا قوت ج ۲ ص ۲۳۰۔ یہ صلح ذوقعدہ میں ہوئی اور اسلام کی فتح و اشاعت کا عظیم سبب بن گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ سمیت بیت اللہ و حرم میں امن سے صلق و تقصیر کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ تو سوموار کے دن یکم ذی قعدہ ۳۱ھ ہجری میں بیت عمرہ ہدی ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ رفتار کی تعداد ۱۴۰۰ اور ۱۵۰۰ کے درمیان تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ شنیہ مدینہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام کی دوستی قصوار باہر خداوندی بیٹھ گئی۔ پھر کئی دن کے بعد اسی مقام پر صلح ہوئی جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپ نے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ نمیلہ بن عبداللہ ثنیان ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا۔

الحجاز بکسر حاء و قولوا للناس حسنا کی شرح میں مذکور ہے۔ حجاز جزیرہ عرب میں ایک خطہ و علاقہ کا نام ہے۔ ابن الانباری حجاز کے اشتقاق میں دو قول ذکر کرتے ہیں الاول انه ماخذ من بحر الرجل بعبرہ اذا شدہ شدًا یقید بہ و يقال للعبل حجاز او سبی حجازا لانه یحتجز بالبحال۔ مگر ابن الانباری کے یہ قول قبول مبہم ہیں۔

دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے بحر بمعنی منع سے يقال حجزہ ای منع و البحر جبل ممتد حائل بین الغویغور تھامہ و نجد فکانہ منع کل واحد منها ان یختلط بالآخر فهو حاجز بینہما۔ خلیل بن احمد فرماتے ہیں سبی حجازا لانه فصل بین الغوی و الشام و بین البادیۃ۔

اصمعی کہتے ہیں خطہ حجاز کی تحدید کے بیان میں کہ مدینہ منورہ۔ خیبر۔ فک۔ ذوالمرہ۔ دار الشیخ۔ دار مزینہ۔ دار جہینہ وغیرہ علاقے حجاز ہیں داخل ہیں صنعاء سے لے کر شام تک علاقہ حجاز کہلاتا ہے نفی بن لک لان حجز بین تھامہ و نجد۔ پس مکہ تھامی ہے اور مدینہ حجازی ہے اور طائف بھی حجازی ہے قالہ الاصمعی۔ اور عند البعض مدینہ طیبہ کی نصف زمین حجازی اور نصف تھامی ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں تبوک و فلسطین حجازی ہیں۔ تھامہ پست خطے کو کہا جاتا ہے اسے غور بھی کہتے ہیں اور نجد ظاہر و بلند خطے کو کہا جاتا ہے۔ کذا فی المعجم لیا قوت وغیرہ۔

مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کا خطہ مندر کے قریب ہونے کی وجہ سے پست ہے۔ اسی وجہ سے وہ تھامہ میں داخل ہے۔ طائف سے مکہ کو جاتے ہوئے گزریں تو آگے علاقہ تھامہ ہے۔ مکہ سے عسفان تک تھامہ ہے عسفان مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔

وقیل سمیت تہامہ لشدة حرّھا و سریحھا و هو من التہم و هو شدة الحر و حرّی السج یقال
تہم الحر اذا اشتد وقیل سمی بذلك لتغیرھا و انھا یقال تہم الدھن اذا تغیر سحره و قال الاصمعی
التہمة الارض المتصویبة الی البحر۔

امام شافعیؒ کا قول ہے الحجاز مکة والمدینة والیمامة و محالیفھا ای قلاھا۔ کذا فی اعلام
الساجد للزکریؒ ص ۷۔

الحرم وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حرم بفتح حاء و راء
ارض مکہ کا نام ہے۔ حرم دو ہیں حرم مکہ و حرم مدینہ۔ حرم کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں۔ اول
جزئی بکسر حاء و سکون راء علی غیر القیاس۔ دوم، حرمی بضم حاء و سکون راء علی غیر القیاس۔ سوم حرمی
بفتح حاء و راء موافق قیاس۔

حرم و حرام کا ایک معنی ہے مثل زمین و زمان۔ مئی الحرم حراماً لانه حرام انتھاک و حرام
صیدہ و رشتہ۔ حرم مکہ کی حدود معروف ہیں۔ ان پر علامات و منارات زمانہ قدیم سے قائم ہیں۔ جو
دراصل ابراہیم علیہ السلام نے مقرر فرمائے تھے۔ جاہلیت والے بھی ان منارات و حدود کو جانتے
تھے۔ ظہور اسلام کے بعد بھی انہی حدود کو برقرار رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام نے زید بن مرثد انصاری کو خط
دے کر اس میں یہ لکھا ان قرّوا قریشاً علی مشاعرکم فانکم علی ارض من ارض ابراہیم علیہ السلام
اللہ تعالیٰ نے اس خط کو حرم محترم و مقام امن بنایا ہے قال اللہ تعالیٰ اولم یروا انّا جعلنا حرماً
امناً و ینخطف الناس من حولہم۔

یا قوت معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۴ پر لکھتے ہیں البیت للحرام و المسجد الحرام و البلد الحرام کلہ
یراد بہ مکة۔ علامہ بشاری لکھتے ہیں حدود حرم پر سفید علامات محیط ہیں۔ بظرف مغرب تنعیم میں
ہے اور طریق عراق میں ۹ میل اور طریق یمین میں ۷ میل اور طریق طائف میں ۲۰ میل اور ایک طرف ۱۰ میل
یہ حدود حرم ہیں۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ ج ۲ ص ۱۰۱ پر اس پر بحث کی ہے فذکو باسنادہ عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما قال اول من نصب انصاب الحرم ابراہیم علیہ السلام یریدہ ذلک جبریل علیہ
السلام فلما کان یوم فتح مکة بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمیم بن اسد الخزاعی فجاء و ما رث
منھا۔ بعض احادیث میں ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حرم مقرر فرمایا یعنی
اسے محترم اور امن کی جگہ بنایا۔ فقد قال النبی علیہ السلام فی الخطبة للعقد من یوم الفتح ایما الناس
ان اللہ سبحانہ قد حرّم مکة یوم خلق السموت و الارض و یوم خلق الشمس والقمر و وضع ہذین الجبلین

فی حرام الی یوم القیامۃ للحدیث۔

بعض احادیث میں ہے کہ حرم شریف کا عاؤی حصہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا حصہ بھی حرم و محترم ہے اور اس کا حکم آسمانوں اور بقیہ زمینوں میں وہی ہے جو حکم ہماری اس زمین پر حرم شریف کا ہے۔ فاضل الاثری عن مجاہد قال ان هذا الحرم حرم ما حذاه من السموت السبع والارضین السبع وان هذا البیت رابع اربعۃ عشر بیتاً فی کل سماء بیت و فی کل ارض بیت۔

حرم کی ان حدوں کی تقریری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے۔ آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لیے مکہ مکرمہ میں ان کے ارد گرد فرشتوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہوئیں۔

فمن عبد الرحمن بن حسن بن القاسم عن ابیہ قال سمعت بعض اهل العلم یقول ان لما خاف آدم علیہ السلام علی نفسه من الشیطان فاستعاذ باللہ سبحانہ فاسرسل اللہ عز وجل ملائکۃ حقوا بمکۃ من کل جانب و وقفوا حولہا قال فخرم اللہ تعالیٰ الحرم من حیث کانت الملائکۃ علیہم السلام و قففت۔

بعض روایات میں ایک اور وجہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت جبریل علیہ السلام جب مقام ابراہیم کا پتھر لائے تو چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ پس جہاں تک اس کی روشنی پہنچی اس کے منتہی کو حدود حرم مقرر فرما دیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جا کر وہ حد و متلادیں اور ابراہیم علیہ السلام نے چاروں طرف ان پر علامات مقرر فرمائیں۔ بہر حال حرم مکہ شریف انوار الہی کا مرکز ہے جہاں پر ہر وقت انوار برستے رہتے ہیں۔

الحکامۃ۔ تفسیر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین میں مذکور ہے۔ دیوان حماسہ اشعار اہلیت و عرب عربا کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس کا مؤلف مشہور شاعر ابوتام حبیب بن اوس طائی متوفی ۳۳۱ھ ہے دیوان حماسہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔ حماسہ۔ مرثیہ۔ اوب۔ نسیب۔ ہجاء۔ اضافات۔ صفات۔ شیر۔ ملح۔ مذمۃ النساء۔

باب اول یعنی حماسہ کے نام سے یہ کتاب مشہور و معروف ہے۔ حماسہ کا معنی ہے شجاعت دیوان حماسہ کے باب اول میں شجاعت و جنگ و جدال سے متعلق اشعار جمع ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابوتام کے بعد حماسہ علماء و ائمہ عربیت کے مابین ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں اب ہر اس کتاب کو حماسہ کہا جاتا ہے جس میں قدیم یا غیر قدیم شعراء عرب کے اشعار جمع ہوں مثل حماسۃ البحر و حماسۃ ابی الحجاج یوسف الاندلسی وغیر ذلک۔ اس کی نظیر علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ زیادہ شہرت و قبولیت کی وجہ سے آج کل

لغت عربیہ میں ہر کتاب لغت پر قاموس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثل قاموس الحبيب۔ قاموس المدارس۔
 وفي مجلة المشرق للحامسة في اللغة الشدة والبأس وفي اصطلاح ارباب الادب مجاميع شعرة
 ضمنوها كثيراً من منظومات الاقدمين لاسيما التي غلبت عليها المعاني الدالة على التمس والبسالة
 في الحرب وكان اول من طرق هذا الباب حبيب بن اوس الشاعر الشهير بابي تمام الطائي صنع حماً
 في عشرة ابواب افتتحها بالشعر الحماسي فكان لمجموعه من التراج ماضاعف شهرته حتى قيل ان ابان تمام
 في اختياره الشعر اشعر منه فنظله انتهى۔

دیوان حماسہ کی تالیف کا سبب ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ ابوتمام امیر عبداللہ بن طاہر کی
 خدمت میں قصیدہ مدحیہ پیش کرنے کے لیے خراسان گیا۔ ابن طاہر کی ملاقات اور اس کی مدح کرنے اور
 انعام وصول کرنے کے بعد واپس عراق کو تا تو راستے میں ہمدان شہر پہنچ کر ابو الوفا بن سلمہ کا مہمان ہوا۔ ابن
 سلمہ نے بڑا اکرام کیا۔ قیام ہمدان کے دوران سخت برف باری سے باہر نکلنا مشکل ہو گیا۔ راستے برف سے بند
 ہو گئے۔ ابوتمام غمگین ہوا مگر ابو الوفا خوش ہوا کیونکہ ابوتمام سے علمی خدمت لینے کا موقع مل گیا چنانچہ ابو الوفا نے
 اپنا کتب خانہ اسے مطالعہ کے لیے اور تالیف کے لیے پیش کر دیا۔ ابوتمام مطالعہ کتب میں مشغول ہو گیا
 اور شعر و شاعری سے متعلق پانچ کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الحماسہ کتاب الوحشیات وغیرہ۔ دیوان حماسہ
 کا قلمی نسخہ مدت تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا انھوں نے اسے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے مدت تک چھپائے
 رکھا۔ جب آل سلمہ کے احوال دگرگوں ہوئے اور ابو العواذل دینور سے ہمدان آئے تو اسے دیوان حماسہ کا
 نسخہ مل گیا وہ اسے اصہبان ساتھ لے آیا۔ اصہبان کے ادباء و علماء نے یہ کتاب بہت پسند کی اور اس
 موضوع سے متعلق دیگر کتب سے توجہ ہٹا کر صرف حماسہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس طرح دیوان حماسہ کو
 مشرق و مغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ بہت سے علماء نے اس کے حواشی اور شرح لکھیں۔

ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ جیسے امام عربیت بھی حماسہ کے شرح میں سے ہیں۔ حماسہ کی چند شرح یہ ہیں
 (۱) شرح عثمان بن جنی (۲) شرح علی بن سید اللغوی متوفی ۵۵۴ھ یہ چھ جلدوں میں ہے (۳) شرح حسن بن
 بشر آمدی متوفی ۵۴۱ھ و قبل ۵۳۵ھ (۴) شرح ابو بکر محمد بن یحیی صولی متوفی ۵۴۶ھ (۵) شرح ابو الفضل
 عبداللہ بن احمد میکالی متوفی ۵۴۵ھ (۶) شرح عبداللہ بن ابراہیم شیرازی متوفی ۵۴۶ھ و قبل ۵۴۵ھ
 (۷) شرح ابراہیم بن محمد بن ملکون اشبیلی متوفی ۵۵۳ھ (۸) شرح حسن بن علی استرابادی نحوی متوفی ۵۵۴ھ
 (۹) شرح ابو نصر قاسم بن محمد واسطی سیفی متوفی ۵۴۳ھ (۱۰) شرح شیخ العلم ابو الحجاج یوسف بن سلیمان شہنری
 متوفی ۵۴۶ھ پانچ جلدوں میں (۱۱) شرح ابو البقار عبداللہ بن حسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ یہ مختصر شرح ہے
 (۱۲) شرح ابو بکر یحیی بن علی مشہور بہ خطیب تبریزی متوفی ۵۵۲ھ۔ انھوں نے حماسہ کی تین شرحیں لکھی ہیں

اصغر۔ متوسط۔ اطول (۱۳۱) شرح ابو علی احمد بن محمد مروزی متوفی ۳۲۱ھ یہ شرح مشہور و معروف ہے۔
(۱۴۲) عنوان الفحاسة فی شرح الحماسة لمحمد بن قاسم بن زاکر الفقیہ المالکی المتوفی ۳۲۰ھ بحافی کتاب حدیث
العاصم بن ج ۱۵۵۲۔

دیوان حماسہ کی شہرت اور اس کے طریقہ تالیف کی مقبولیت جب بہت بڑھ گئی تو کئی علما و ائمہ
فن عربیت نے اسی طرز کی کتابیں تالیف کر کے ان کا نام حماسہ رکھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کاتب حلبی متوفی
۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون میں تقریباً چھ حماسوں کا ذکر کیا ہے جو اب تمام کے دیوان حماسہ کے مقابلے میں
تصنیف کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی اس بندہ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں اور کئی تلف ہو گئے جن کا صرف
نام باقی ہے اور کئی ایسے بھی ہوں گے جن کا نام بھی کتابوں میں نہیں آسکا۔

منہا الحماسة لابی عبادۃ ولید بن عبد اللہ البحتری المتوفی ۲۸۳ھ ومنہا الحماسة لابی الحسن
علی بن الحسن المعروف بشمیم الحللی المتوفی ۳۱۵ھ مرتبہا علی اربعۃ عشر بابا۔ ومنہا الحماسة لابی
الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الاندلسی المتوفی ۳۵۳ھ وہی فی جلدین منہا بتونس فی شوال
۳۵۳ھ جمع فیہا ما استفسنہ من اشعار العرب جاہلیہا و مخضرمیہا و اسلامیہا و مولدیہا و
غیر ذلک ومنہا الحماسة لابن الشجرى الخوی المشہور اللغوی المتوفی ۳۷۲ھ و هو کتاب غریب
مطبوع و نسخہ منها موجودہ فی مکتبۃ خانقاہ السراجیۃ من مضافات بلدۃ کندیان مدیریۃ میانوالی
طاعتہا و استفادت منها۔ ومنہا الحماسة لابی الحسن علی بن ابی الفرج البصری المتوفی ۳۸۵ھ و حماسۃ
تعرف بالحماسة البصریۃ و منہا الحماسة العسکریۃ۔

مجلہ مشرق جو بیروت سے شائع ہوتا تھا اس کے ۵۲ پر کشف الظنون کی طرف دس سے زائد
حماسوں کے ذکر کرنے کا حوالہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس میں چھ سات حماسوں کا ذکر ہے۔ دیکھئے کشف
الظنون ج ۱ ص ۳۴۶ عمود عدد ۶۹۲۔ ان حماسوں میں سے اکثر غیر مطبوع ہیں۔ بعض ضائع ہو چکے ہیں اور
بعض کے قلمی نسخے مختلف ملکوں کے قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قال فی مجلۃ المشرق فی ذکر حماسۃ
البحرین۔ وذلک ما حاد بغیرہ من الادباء الی ان یقتصوا اثارہ و یجادوہ فی العمل فتعدت الحماسات
حتی ان الحاج الخلیفۃ فی کتابہ کشف الظنون عدّ منہا بضع عشر۔ صاحب مجلہ کا یہ قول کہ کشف الظنون
میں بضع عشر حماسوں کا ذکر ہے درست نہیں ہے۔ بہر حال کئی علما نے حماسہ کے نام سے اب تمام کے مقابلے میں
کتابیں لکھیں جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔

وقد اخفی الدھر علی بعضہا فاخذتھا بید الضیاع کحماسة الاعلم الشنمیری المتوفی فی اشبیلہ
۳۸۳ھ و حماسۃ علی بن الحسن المعروف بشمیم الحللی و الحماسة العسکریۃ و قد نجا بعضہا الاخر

معزۃ وجوہا فی خزائن الكتب كحاسة الخالدین ہا اخوان ابو عثمان سعید ابو بکر محمد ابنا ہاشم اللذان اشتهرا فی
 خدایف اللہ الحمدانی صاحب حلب فی القرن الرابع المجری حواسہا مشہورۃ بالاشبال والنظار منہا نسخۃ فی المكتبة الخلدویۃ
 فی قائمہا ج ۲۰ وکالحاسة البصریۃ فی هذه المكتبة ج ۲۹۹ اصل الدین علی بن ابی الفرج البصری الذی قتل بامر ملک الموصل
 هوک کوہنیر ۳۶۱ ۳۶۲ بعد ان خدم مدۃ امیر حلب الملک الناصر صلاح الدین ابی المظفر یوسف حواسہ تضاهی حواسہ ابی عمال
 وکحاسة ابی الجراح یوسف بن محمد البیاسی الذی ولد فی بیاس مدینۃ الاندلس ثم رحل الی تونس حیث توفی ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷
 ولم یبق من حواسہ سوا بعض الفصول فی احد مخطوطات خزائن غوطا من اعمال المانیۃ۔

نعم بقیت من تیار الزمان الحوادث حاسة ابی عبدلہ الولید بن عبیدل الشہر بالبحتری فالبحتری ای مانالہ رصیف و
 قرنہ ابوامام من المصنعة الطیبة بتالیف الحاسة فقصد مجارثہ فوضع لولہ الخلیفة المتوکل الفخر بن خاقان حاسة عارض فیہا
 حاسة ابوامام وقد ذکر ابن خلکان حاسة البحتری فی تالیف هذا الشاعر فی ترجمتہ کذلتف هذا التالیف فی جملۃ ما طبع
 من الآثار لولہ لہ احد المستشرقین الہولندیین لہ قرین الذی کثر فی القرن السابع عشر علی نصف من فی الاستانة فابا عما ولسلہا لتبع وخرآ
 دولت فی لندن هذه النسخة موجبة فی خزائن کتب لندن علی جمہا الاول بالذهب النقوش فی ۳۰ صفحتہ فی کل صفحتہ
 ۱۵ سطرہ وقد متازت حاسة البحتری بعد موتہا وفرة الیہا فان البحتری جعلہا ۴۰ بابا فحقہا معظم المعانی الادبیۃ التي
 دارت فی لیسۃ شعراء العرب ومنہا ان عد الشعراء الذین دیت اشعارہم فیہا یسلخ نحو السماء واکثرہم من شعراء الجاہلیۃ و
 الحضرمین لم یذکر من شعراء الحمد لعباسی سوا نفر قلیلین مثل صلح بن عبد القدوس کفی بذلک دلیلا علی سعة صفحہ
 البحتری للشعر القدیۃ ومنہا العاشی لكل معنی یذی تنب عنہ الاسماع فلا یجد فیہا شیئا من الجون۔ طبعت حاسة البحتری
 فی ۱۹۱۰ بمصارف بعض المستشرقین المسیحیین فی بیروت۔

الخزرج۔ ایت وان یا توکر اسامی تغادوہم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار کے دو گروہوں میں
 سے ایک کا نام خزرج تھا۔ یہ قبیلہ یارب ین سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہوا تھا۔ ان کے نسب دیگر احوال
 کی تفصیل بیان اوس میں ملاحظہ کریں۔ خزرج اوس کا بھائی تھا۔

ظہور اسلام کے وقت قبیلہ اوس کے سردار کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ابوایوب انصاری خزرجی ہیں
 اسی طرح ثابت بن قیس خطیب النبی علیہ السلام بھی خزرجی ہیں۔ رافع بن عجلان خزرجی تمام انصار میں اول
 اسلام لانے والے ہیں۔ کذا فی المفصل ج ۴ ص ۱۳۸۔

قبیلہ خزرج کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ ان کی برکت سے اسلام مدینہ منورہ میں آیا۔ کیونکہ مکہ مکرمہ
 میں سب سے پہلے افراد خزرج نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کر کے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں
 مہاجرین کو پناہ دینے کا عہد کیا۔ پھر ان کی محنت سے قبیلہ اوس میں بھی اسلام داخل ہوا۔ بیان انصار میں
 اس بحث کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

اوس و خزرج کے مابین جس طرح اسلام سے پہلے سلسلہ تباہی جاری تھا اسی طرح ظہور اسلام کے بعد بھی امور دین میں اور اسباب مقربہ الی اللہ و رسولہ میں مسابقت کا سلسلہ قائم تھا۔ امور ایمانیہ و تحصیل اسباب مبارکہ و رضا رسولہ میں مسابقت قوتِ ایمان و کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

اخرج ابن جریر باسنادہ عن قتادة عن انس رضي الله عنه قال افترخ الحيات الاوس والخزرج فقال الاوس منا اربعة من اهتز له العرش سعد بن معاذ ومن عدلت شهادته شهادة رجلين خزيمة بن ابي ثابت ومن غسكته الملائكة حنظلة بن ابي عامر ومن حتمته الذبر عاصم بن ابي ثابت اي ابن ابي الاظلم فقال للخزرج منا اربعة جمعو القرآن لم يجمعوه غيرهم كذا في الاتفاق ج ۱ ص ۱۰۰ ثم ان حديث جامع القرآن اخرج البخاري وغيره عن قتادة قال سالت انس بن مالك عن جمع القرآن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اربعة كلهم من الانصار ابي بن كعب ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وابو زيد قلت من ابو زيد قال احد عمومي وروي ايضا من طريق ثابت عن انس رضي الله عنه قال مات رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يجمع القرآن غير اربعة ابوالدرداء ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وابو زيد. ثم ان ابان زيد هذا اسمه قيس بن السكن كما روي ابن ابي داود عن انس ان ابان زيد الذي جمع القرآن اسمه قيس بن السكن قال وكان رجلا منّا من بني عدي بن الحارث احد عمومي ومات ولم يدع عقباً ونحن وشرنا قال ابن ابي داود مات قريباً من وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فذهب علمه ولم يؤخذ عنه وكان عقبياً بديناً.

اوس و خزرج کے مابین مسابقت کی تصریح صحیح احادیث میں مروی ہے۔ اسلام کے عظیم دشمن ابورافع یہودی کا قتل اسی اسلامی مقابلہ و اغتباط کا نتیجہ تھا۔ صحیح احادیث میں ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ شرانگیزی کرتا رہتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ یہودی نفیر میں شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کی ماں یہودی نفیر میں سے تھی۔ دراصل وہ قبیلہ طی کا فرد تھا۔ جنگ بدر کے بعد ام الفضل زوجہ عبا کی رضی اللہ عنہا وغیرہ مسلمان عورتوں کے نام اشعار میں ذکر ہوئے تھے۔ نبی علیہ السلام کے حکم سے اوس میں سے محمد بن مسلمہ والو ناکہ و عباد بن بشر و عمار بن اوس بن معاذ و ابو عیش بن جبر رضی اللہ عنہم نے جا کر ایک رات کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا۔ یہ ربیع الاول ۳۳ھ کا قصہ ہے۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۳ ص ۴۔ قتل کعب کے بعد انصار خزرج نے چاہا کہ ہم بھی اوس کے مقابلہ میں کسی بڑے دشمن اسلام کو قتل کریں تاکہ ہمیں بھی دربار نبوت میں اس قسم کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ابورافع یہودی کے قتل کا ارادہ کیا۔ ابورافع بڑا شیطان تھا۔ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو ازیت پہنچاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے بہت دور ارض حجاز میں یعنی خیبر میں اپنے ایک مضبوط قلعہ میں رہتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی اجازت و حکم سے

ابورافع بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے انصار خنزرج کی ایک جماعت جمادی الآفرہ ۳۳۰ء میں عبداللہ بن عتیک
یا عبداللہ بن عقبہ کی امارت میں روانہ ہوئی اور کئی دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچ کر ایک عجیب جیلہ سے
قتل کر دیا۔

اخرج الامام الطبری فی تاریخہ ج ۳ ص ۳۷۱ باسنادہ عن عبد اللہ بن کعب بن مالک قال کان ما
صنع اللہ بہ لرسولہ ات ہذین الحیتین من الانصار الاوس والخزرج کان یتصاوان مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تضاؤل الفلین لا تصنع الاوس شیئاً فیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غناہ
الا قالت الخزرج واللہ لا ینذہبون بہذہ فضلاً علینا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسلام
فلا ینتہون حتی یوقعوا مثلہا قال واذا فعلت الخزرج شیئاً قالت الاوس مثل ذلک فلما اصاب
الاوس کعب بن الاشرف فی عدوانہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الخزرج لا ینذہبون بما فضلاً
علینا ابدلاً قال فتذاکر وامن رجل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العداۃ کان الاشرف فذاکر و
ابن ابی الحقیق وهو یخبر فاستأذنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قتله فاذن لهم۔

فخرج الیہ من الخزرج ثمانیۃ نفر عبد اللہ بن عتیک ومسعود بن سنان وعبد اللہ بن
انیس وابوتادۃ الحارث بن ربیع وخزاعی بن الاسود ثم ذکر قصۃ قتله بطولها وعن البراء قال بعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی سرافع الیہوی وكان بارض الحجاز اہ۔

داوردان۔ بفتح واو وسكون رار۔ الم ترالی الذین خرجوا من دیارہم الایۃ کی شرح میں متکثر
الذکر ہے۔ داوردان ایک قریہ ہے شہر واسط سے ایک فرسخ مشرق کی طرف۔ یہ آیت العنترالی
الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حد الموت قریہ داوردان متعلق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قریہ داوردان میں طاعون واقع ہوا فہرب عامۃ اہلہا
فتزلوا ناحیۃ منها فہلک بعض من اقام فیہا وسلم الاخرون فلما ارتفع الطاعون ورجعوا سالمین
قال من بقی فیہا اصحابنا الحارث بن کافو الحزم منا ولئن وقع الطاعون ثانیاً لخرجت فوقع فخرجوا
وہم بضعة ثلاثون الفاحی تزلوا ذلک المكان وهو ہاد آفیم فناداہم ملک من اسفل الوادی
واخبرہم اعلیہ ان موتوا فماتوا فاحیاہم اللہ تعالیٰ بحز قیل فی ثیابہم التي ما نوافیہا وبنی فی موضع
حیاتہم ذیر یعرف بذیر ہز قیل واما ہو جز قیل۔ کذا فی معجم البلدان۔

روم۔ آیت داخذینا کرم من آل فرعون کے بیان میں مذکور ہے۔ روم مشہور قوم ہے یہ
جمع ہے رومی کی مثل عرب و عربی وزنج و زنجی۔ روم کے قرب اور وجہ تسمیہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں
(۱) سُمُّوا بِذلک لِانہم من وُلد روم بن سماح بن ہرینان بن علقان بن العیص بن اسحاق بن

ابراہیم علیہ السلام۔ (۲) وقیل انہم من ولد رُمیل بن الاصفر بن الیفر بن العیص بن اسحاق (۳) وقیل
ہم بنو رُمی بن بُزْطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ (۴) بعض کے نزدیک روم عیص بن سخی کا
بیٹا تھا۔ قالہ للجوهری وقیل تَرْوَجْ عیصو بن اسحاق بِسْمَةِ بِنْتِ اسماعیل علیہ السلام وكان رجلاً
اشقر فی لَدَاتِ لہ الرُّم۔

(۵) یہ نام مأخوذ ہے رامو فعل ماضی معنی قصَدُ واسے فقد حکى ابن الکلبی انما سُمیت الرُّم
لانہم كانوا سبعة سراموا فتح دمشق ففتحوها وقتلوا اهلها۔ وسموا بنی الاصفر لشقرة تهم لان
الشقرة اذا افرطت صار ت صفرة صافية وقیل ان عیصو كان اصفر لمرض كان ملازمًا لہ۔
(۶) رومیہ ایک بڑا شہر ہے اہل روم کا۔ اس کے باشندے کورومی کہتے ہیں۔ اور رومی کی جمع روم ہے۔ قال
البعض انما سُمیت الرُّم رُمًا لاضافہم الی مدینة رومية فسمی من كان بها رُميًا۔ کذا فی معجم
البلدان لیا قوت۔

الشام۔ بسلہ کی شرح کی ابتداء میں مذکور ہے۔ شام مشہور قدیم ملک ہے۔ اس میں چار لغات
ہیں۔ (۱) شام بفتح شین و سکون ہمزہ (۲) شام بفتح ہمزہ (۳) شام بالالف بعد الشین (۴) شام بالمد
عربی میں لفظ شام مذکور و مونث دونوں طرح مستعمل ہے۔ یقال اشام الرجل اذا اتى الشام وتسام انتسب
الی الشام۔ و جب تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) شام جمع شامة ہے سمیت بذلک لکثرة قراہات و تدانی
بعضہا من بعض فسمیت بالشامات۔ (۲) یہ شمال مقابل یمین سے مشتق ہے سمیت بذلک لان قومًا
من کنعان بن حام خرجوا عند التفريق فتشاءوا الیہا ای اخذوا ذات الشمال فسمیت بالشام۔

(۳) سمیت بسام بن نوح علیہ السلام لانتہ ازل من نزلها فجعلت السین شینًا۔ (۴) زمانہ قدیم
میں یہاں پر ایک قریہ کا نام شامین تھا۔ بنی اسرائیل کے تقریباً نوا ساط داود علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام
کی وفات کے بعد متفرق ہو کر اس میں آباد ہوئے۔ پھر تغیر و تصرف کے بعد شامین شام ہو گیا۔ اس سے قبل
اس کا نام سُوری تھا۔ (۵) وقیل سمیت بذلک لانہا علی شمال کعبۃ اللہ۔ والیم سمیت بذلک لانہا علی
یمین الکعبۃ۔

قدیم شام کے چند مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ طرسوس۔ عرش۔ بلقار۔ دمشق۔ حمص۔
حماء۔ حلب۔ منبج۔ معرہ۔ عسقلان وغیرہ۔ فلسطین بھی اسی کا حصہ ہے۔ آج کل شام ایک چھوٹے سے خطہ کا
نام ہے۔ نیز زیادہ تر مشہور نام آج کل سُوریا ہے۔

شام کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام شام میں یعنی دمشق کی جامع مسجد کے منارہ
پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ (۲) اور دمشق کے باب لُد کے پاس آپ دجال کو قتل کریں گے۔ کما جار

فی الاثر۔ (۳۱) عن عبد اللہ بن عمر بن العاص انہ قال قُتِیمَ للثَمَرِ عَشْرَةُ اعْشَارٍ فُجِعِلَ تِسْعَةُ اعْشَارٍ فِي الشَّامِ وَعُشْرُ فِي سَائِرِ الْاَرْضِ وَقُتِیمَ الثَّمَرُ عَشْرَةَ اعْشَارٍ فُجِعِلَ عَشْرًا بِالشَّامِ وَتِسْعَةُ اعْشَارًا فِي سَائِرِ الْاَرْضِ۔

(۳۲) وعن النبی علیہ السلام صَفْوَةُ الشَّامِ صَفْوَةُ اللَّهِ مِنْ بِلَادِهِ وَالْيَهُودُ يُحِبُّونَ صَفْوَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ يَا اَهْلَ الْيَمَنِ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ فَاِنَّ صَفْوَةَ اللَّهِ مِنَ الْاَرْضِ الشَّامِ الْاَمِنْ ابْنِ اَبِي فَاِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ تَكَفَّلَ لِي بِالشَّامِ۔

الشہر الحرام۔ قرآن شریف و تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونک عن

الشہر الحرام شہر حرام مفرد ہے۔ اس کی جمع اشہر حرم ہے۔ اشہر حرم کا معنی ہے محترم و معظم مہینے۔ یہ چار مہینے ہیں تین متصل ہیں یعنی ذوالقعدہ و ذوالحجہ و المحرم اور ایک جملہ ہے یعنی رجب۔ عرب ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جنگ و جدال وغیرہ امور قبیلہ سے بچتے تھے یہاں تک کہ وہ ان مہینوں میں اپنے دشمن اور باپ، بھائی بیٹے کے قاتل کو تنہا یا کچھ نہیں کہتے تھے۔ ان مہینوں کی حرمت ان کے عقیدے اور عمل میں اتنی مسلم و ثابت تھی جس طرح ایک مسلمان کے قلب میں بیت اللہ شریف و کتاب اللہ وغیرہ شعار اللہ کی حرمت و عظمت مسلم و ثابت ہے۔ بلکہ جاہلیت کے کفار اس سلسلے میں کئی مسلمانوں سے بھی بہت آگے تھے چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مساجد میں چوریاں اور قتل کرتے ہیں۔ حرمین میں رہتے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنہوں نے ان مہینوں کے احترام کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان میں قتل و جدال کیا ہو۔

اشہر حرم کی حرمت و تعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور بڑی نعمت تھی۔ وہ تو جنگ و جدال قبائل تھے۔ قتل کا بدلہ ضرور دیتے تھے۔ اکثر قبائل ڈاکو تھے۔ ادنیٰ اسی چیز کے لیے قتل کر دیتا ان کا معمول تھا۔ جنگ و جدال اور ایک دوسرے قبائل پر انفرادی و اجتماعی صورت میں حملے کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں ایک شریف انسان کو کسی سے ملنے یا تجارت وغیرہ اغراض کے لیے ضروری سفر کرنا بھی خطرے کے پیش نظر ناممکن تھا۔ اگر ہمیشہ اور سارے سال یہی حال رہا کرتا تو بھوک و افلاس سے تباہ ہو جاتے۔ زندگی کا سارا نظام معطل رہتا اور کبھی حج و عمرہ ادا کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں اور اسباب کے تحت رزق ہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عز و جل نے اشہر حرم کے چار ماہ کی شدید حرمت و عظمت ان کے قلوب میں ڈال دی اس طرح ان چار ماہ میں سارا عرب آزادی سے بے خوف خطر متحرک ہو جاتا اور ہر شخص ان مہینوں میں فاقم ہونے والی منڈیوں بازاروں میں تجارت وغیرہ اغراض کے لیے شریک ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ان اشہر حرم کے امن و اطمینان والے زمانے میں جزیرہ عرب کے باشندے دوسرے قبائل کو دیت ادا کرنے یا ان سے وصولی کے لیے یا دیگر مشکلات کے حل کے لیے یا کسی قبیلہ سے مصالحت یا

ان کی مدد لینے کیلئے اور حج کعبۃ اللہ ادا کرنے کے لیے اطمینان سے سفر کر سکتے تھے۔ اگر یہ اشہر حرم نہ ہوتے تو سارا جزیرہ عرب ایک عظیم جبل خانے کا نمونہ ہوتا۔

ان چار مہینوں کی غایت حرمت کا عقیدہ ملتِ ابراہیمیہ سے عرب نے پایا تھا۔ یہ آسمانی و ربانی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا اور نصوص قرآن و سنت میں ان کی تعظیم و حرمت مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہراً فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منها اربعۃ حریم ذلک الدین القیم۔ توبہ۔ وذلک ان تحرم القتال فی الاثنا عشر الحرام کان حکماً معجولاً بہ من عہد ابراہیم واسمعیل وکان من حریمات اللہ وما جعلہ مصلحاً لاهل مکۃ قال اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس والشہر الحرام وذلک لما دعا ابراہیم علیہ السلام لذریتہ بمکۃ اذ کان ابی اذغیر ذی زرع ان یجعل اشدۃ من تھوی الیہم فکان فیما فرض علی الناس من حج البیت قواماً لمصلحتہم ومعاشرہم اہ۔ لہذا قال العلامة السہیلی فی الرض۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۸۸۔ تفسیر نیسا بوری ج ۱۰ ص ۳۷ علی ہامش الطبری۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ کتاب الزمۃ والامکنۃ للزمزونی ج ۱ ص ۲۲۱۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۸۲۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۸ ص ۴۷۲۔ الروض الانف ج ۲ ص ۶۰۔

قال الالوسی واختلف فی ترتیبہا فقیل اولہا المحرم واخرہا ذوالحجۃ فی شہر عام وظاہر ماخرہ سعید بن منصور وابن مردودہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یقتضیہ وقیل اولہا رجب فی من عامین واستدل بما اخرہ ابن جریر وغیرہ عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع بمنی فی اواسط ایام التشریق فقال یا ایہا الناس ان الزمان قد استدار فہو الیوم کھینتہ یوم خلق اللہ السموات والارض وان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہراً منها اربعۃ حریم اولہن رجب مضر بین جمادی وشعبان وذوالقعدة وذوالحجۃ والمحرم وقیل اولہا ذوالقعدة وصحیحہ النوی لوالیہا واخرہ الشحان اہ ان الزمان قد استدار کھینتہ یوم خلق اللہ السموات والارض السنۃ اثنا عشر شہراً منها اربعۃ حریم ثلاثۃ متوالیات ورجب مضر للحديث۔

سوال :- اشہر حرم کے تین ماہ متوالی و متصل ہیں اور ایک یعنی رجب مضر منفرد و منفصل ہے۔ اس کی حکمت و وجہ کیا ہے ؟

جواب :- چونکہ ان کی تقرری کا سبب وحی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام ہے اس لیے اولاً تو یُفَوِّضُ الی اللہ تعالیٰ ہے لہذا توقف کر کے تفویض الی اللہ اسلم طریقہ ہے واللہ اعلم باسر الامور۔ ثانیاً، اشہر حرم کی تقرری کا بڑا سبب حسب قول علماء حج و عمرہ کی ادائیگی ہے۔ حج کے لیے دور دراز اطراف عرب سے لوگ آتے تھے

اس واسطے اشہر حرم میں سے تین ماہ متصل مقرر کرنا قرین عقل ہے تاکہ دور دراز علاقوں والے آسانی سے حج کے لیے آسکیں اور پھر حج کے بعد واپس اپنے گھروں میں بھی پہنچ سکیں۔ اور عمرہ کے لیے رجب کو اشہر حرم میں داخل کیا گیا۔ جاہلیت والے اشہر حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں واما کانت الاشہر المحرمة اربعة اشرار ثلاثة سرحد واحد فرد لاجل اداء مناسک الحج والعمرة فحرم قبل اشہر الحج شہراً وهو ذوالقعدة لانہم یقعدون فیہ عن القتال وحرم شہر ذی الحجۃ لانہم یوقعون فیہ الحج ویشتغلون فیہ بآداء المناسک وحرم بعدہ شہراً اخری هو المحرم لیرجعوا فیہ الی اقصى بلادہم امنین وحرم رجب فوسط الحول لاجل زیارة البیت والاعتما رہ لمن یقدم الیہ من اقصى جزیرۃ العرب فی زمرۃ ثم یعود الی وطنہ فیہ امناً انتہی تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۵۔

صاحب مفصل اس وجہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تحریم رجب کی وجہ عمرہ ہو تو پھر تو یہاں پر بھی حج کی طرح مدت طویل ہونی چاہیے۔ قال فی المفصل ج ۸ ص ۲۴ تعلیل اہل الاخبار الحرمۃ رجب لا یتناسب مع تعلیلہم بحرمۃ الاشہر الثلاثة المحرمة اذ ذلک یتوجب اعطاء المعتمرین ایضاً مدۃ مناسبتہ قبلہ وبعده للاعتما رہ فیہ حتی یضمنوا ذہابہم المکۃ وعودتہم منہا بامان فالسفر سفر واحد لا یتغیر من حیث الطول او القصر فی موسم الحج او فی موسم العمرة اذ لا یعقل ابدل بلوغ مکة وعودۃ الی المواطن فی العربیۃ والخلیج والعراق والبلاد القاصیۃ فی خلال شہر واحد هذا حاصل کلامہ۔

اس اعتراض کا جواب اولاً یہ ہے کہ حج کے لیے تین ماہ کی تعیین میں کچھ دیگر عوامل بھی کار فرما تھے مثل امور اقتصادیہ و منافع مادیہ و اسواق عکاظ و ذوالحجاز وغیرہ میں تجارت کرنا اور اپنے مفاد و فضائل سے قبائل عرب کو آگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً یہ کہ عمرہ کے لیے عموماً اطراف عرب اور بلاد بعیدہ سے لوگ نہیں آتے تھے بلکہ قریب کے علاقوں کے ہی باشندے آتے تھے۔ اس لیے عمرہ کے لیے ایک ماہ کافی ہے۔ البتہ حج کے لیے جزیرۃ عرب و یمن و عراق وغیرہ بعید تر علاقوں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اس لیے حج کے لیے مدت وسیعہ یعنی تین ماہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کی تقرری مناسب و قرین عقل ہے۔

وفی السیرۃ للخلیبۃ ج ۳ ص ۱۵۱ جعل اللہ الاشہر للحرم اربعة اشرار ثلاثة سرحد واحد فرداً او هو رجب اما الثلاثة فلیا من الحاج فیہا وارد بن مکة وصادر بن عنہا شہراً قبل شہر الحج وشہراً اخری بعدہ قد ما یصل الراكب من اقصى بلاد العرب ثم یرجع واما رجب فكان للعتما رہ یأمنون فیہ مقبلین ومدبرین سراجین نصف الشہر لا قبل ونصفہ الآخر لا یاب لان العمرة لا تكون من اقصى بلاد العرب کا الحج واقصى

منازل بلاد المعتمرین خمسۃ عشر یوماً آہ و ہذا ماخوذ من السہیل فانہ قال فی الرض الانف ج ۲ من بعد ذکر العبارة المذكورة۔ اذ لا تكون العرة من اقاصی بلاد العرب كما یكون الحج الا ترى اننا لنعتمر من بلاد المغرب فاذا اردنا عرۃ فانما نكون مع الحج واقصى منازل المعتمرین بین مسیرۃ خمسۃ عشر یوماً فكانت الاوقات تأتیم فی المواسم و فی سائر العام تنقطع عنہم ذوبان العرب و قطاع السبل فكان فی رجب امان للساکین الیہا مصلحتہ لاهلہا و نظرًا من اللہ لہم ذبۃ و ابقاہ من ملۃ ابراہیم آہ۔

سوال۔ مذکورہ صدر حدیث مبارک میں ہے رجب مضر اور ایک حدیث میں ہے رجب الذی بین جمادی و شعبان پس مضر کی طرف اضافت اور بین جمادی و شعبان سے وصف کی وجہ کیا ہے ؟

جواب اول۔ رجب کا معنی ہے عزت و عظمت۔ والترجیب هو التعظیم۔ واما نسب رجب الی مضر لان مضر وہی قبیلۃ کانوا لشد تعظیمًا لہ من غیرہم و کانہم اختصا بہ قال العلماء واما اضيف رجب الی هذه القبیلۃ لانہم کانوا یحافظون علی تخریجہ اشد من سائر العرب و ذکرہ انہم کانوا یرجبون فیہ فیقدون الرجبیۃ و تعرف عنہم بالعتیرۃ وہی ذبیحۃ تخر فی هذا الشہر و کانوا یقولون هذه ايام ترجیب تغیر راجع عہدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۱۔ تاج العروس ج ۱ ص ۲۶۶ و المفصل ج ۸ ص ۴۸۳۔ شرح المعانی ج ۱ ص ۱۰۷ و من رجب ذکر کنی آیات میں مستقل طور پر موجود ہے قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تفلحوا شعائر اللہ ولا النہر للحرام۔ قال الألوسی و اختلف فی المراد منہ فقیل رجب و قیل ذو القعدۃ و مرئى ذلك عن عکرمۃ و قیل لاشہر الاربعۃ الحرم او۔ شرح المعانی ج ۶ ص ۳۵۵۔ راجع تفسیر الطبری ج ۶ ص ۳۶۰۔ وقال اللہ تعالیٰ یسلونک عن الشہر الحرم قتال فیہ۔ بقرہ آیت ۲۱۷۔ المراد عند المفسرین شہر رجب وان الآیۃ نزلت فی امر قتل ابن الحضرمی من قریش فی آخر یوم من جمادی الآخرۃ و فی اول یوم من شہر رجب علی الشک۔

جواب ثانی۔ مضر کی طرف حدیث مذکور میں اضافت رجب احراز ہے رجب ربیعہ سے کیونکہ قبیلہ ربیعہ رمضان شریف کو اشہر حرم میں داخل کرتے تھے وہ حرمت رجب کے قائل نہ تھے۔ واضیف رجب الی مضر لان ربیعۃ کانوا یحرمون رمضان ویسمونہ رجب و لهذا بین فی الحدیث بما بین آہ کذا فی الرض ج ۱ ص ۱۰۹۔ اس جواب ثانی سے نبی علیہ السلام کے قول بین جمادی و شعبان کا فائدہ بھی معلوم ہو گیا۔ قال فی المفصل وید کو علماء الاخبار ان تاکید الرسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رجب مضر الذی بین جمادی و شعبان فی خطبۃ حجۃ الوداع ہوان ربیعۃ کانت تحرّم فی رمضان و تسمیہ رجباً فعرف من ثم رجب ربیعۃ فوضفہ بکنہ بین جمادی و شعبان تاکید علی انہ غیر رجب ربیعۃ المذکور الذی ہو بین شعبان و شوال و هو رمضان الیوم فرجب اذا عند المجاہلیین رجبان رجب مضر و رجب ربیعۃ و بین الطائفتین اختلاف فی مسائل اخری کذلک آہ۔ قال السہیل فی الرض الانف ج ۲ ص ۲۵۷۔ وقولہ علیہ السلام فی خطبۃ الوداع و رجب مضر

الذی بین جمادی وشعبان - انما قال ذلك لان سبعة كانت حرم في رمضان وتسميه سرجباً من حجب الرجل ورجبته اذا عظمت ورجبته الخلة اذا دعتها فبين عليه السلام انه سرجب مضى لا سرجب سبعة وان الذي بين جمادی شعبان اه ويحيى بلوغ الارب س ص ۷۰، تفسير الطبري ج ۳ ص ۲۵۵، تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۲۵۵.

قائدہ - اشہر حرم میں حرمت قتال و جنگ کا حکم اولاً اسلام میں بھی باقی رہا اور مسلمانوں کیلئے ان میں قبول میں قتال حرام قرار دیا گیا تھا الایہ کہ کوئی اور قوم ان سے جنگ شروع کر دے تو مسلمان ان سے جنگ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سر سید عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث و کتب تاریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن حسن کو چند صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد آٹھ تھی بطرف نخلہ قریش کے احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ ستر غزوہ بدر سے دو ڈھائی ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش کا چھوٹا سا قافلہ پایا۔ صحابہ نے بڑے تردد کے بعد حملہ کر کے عمرو بن الحضرمی کو قتل اور عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کو گر قتل کر دیا۔ اور قافلہ کے مال اور اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ واقعہ حکیم رجب کا تھا۔ دراصل یہ حضرات شک میں پڑ گئے تھے کہ یہ جمادی ثانیہ کا آخری دن ہے یا رجب کا پہلا روز ہے۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی نہ کہ جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس پہنچے تو نبی علیہ السلام نے انہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا واللہ ما امرکم بقتال فی الشہر الحرام نیز مال غنیمت قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے اس معاملہ کو وحی آنے تک موقوف کر دیا ہے ان یسلم العیر الاسیرین اسی عمر بن الحضرمی کا قتل جنگ بڑکاسبب بنا کما ہو مسطور فی الکتاب۔ ابن حشر اور ان کے نقاب بڑے معصوم ہوئے وسقط فی ید یم ای نہ مواطنون قد ہلکوا و عتقہم اسواہم من المسلمین قالت قریش قد سفک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الدم الحرام واستحل الشہر الحرام وصارت قریش تعیر یدک من ہکۃ من المسلمین یقولون لہم یا معشر الصباۃ قد استسلم الشہر الحرام وقالتم فیہ۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۱۔ پھر رجب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یسلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر صد عن سبیل اللہ و کفر بہ المجد الحرام اخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنہ اکبر من القتل تو اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے غنیمت قبول کرتے ہوئے اس میں سے غنم نکال کر باقی مال اصحاب سر یہ میں تقسیم فرمایا۔ روح المعانی ج ۱ ص ۱۰۸۔ اس کے بعد اصحاب سر یہ خوش ہو گئے بعض آیات میں ہے کہ جنگ بدر سے واپس سر یہ بڑا مال تقسیم فرمایا حکیم اسلام یا اولاً تھا بعد اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہوا۔ وہ قال سفیان الثوری رحمہ اللہ علماء کا اس حکم کے نسخ میں اختلاف ہے بعض علماء نسخ حکم بڑکے منکر ہیں۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حکم تحریم قتال فی الشہر الحرام تاقیامت باقی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی حرمت و تنظیم تو تاقیامت باقی ہے منسوخ نہیں ہے البتہ حکم تحریم قتال منسوخ ہے۔ قال لا لوسی فی ریح المعافاة لا ینصف ان القول بالنسخ لیس بضرری نعم ہو ممکن وہ قال ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کما رواہ عنہ الضحاك۔ واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان الثوری انه سئل عن هذه الآية فقال هذا شئ منسوخ ولا بأس بالقتال فی الشہر الحرام خالف عطاء و فی ذلك فقد وعنه انه سئل عن القتال فی الشہر الحرام فحلف بالله تعالیٰ یحل للناس ان یغزوا فی الحرم لا فی الشہر الحرام الا ان یقاتلوا فیہ

جعل لك حكاماً مستتر الى يوم القيامة والامة اليوم على خلافة فسائر الامصار اياه - غفار راشدين اور ان کے بعد علمائوں نے غزوات میں شہر حرم کا خیال کبھی نہیں کیا۔ یہ گویا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ ان مہینوں میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہے۔ قال السہیلی فی المرض ج۳ ص ۱۸۱ فی بیان تحريم القتال فی الاشهر الحرم وابقاء اللہ تعالیٰ من مملکت ابراہیم علیہ السلام لم یغیر حتی جاء الاسلام فکان القتال فیہ محرماً کذلک صدق من الاسلام ثم اباحت آية السيف بقیة حرمة الاشهر الحرم لتسخر قال اللہ تعالیٰ لعلہا یعتمد فلا تظہوا فیہم انفسکم۔ فتعظیم حرمتہا باقی وان ایچہ القتال قد اوی عن عطاء ان تحريم القتال فیہا حکم ثابت لم ینسخ اہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

الصفاء - نفع صا و مقصوداً - قرآن شریف میں صفاء مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الصفاء والمرءۃ من شعائر اللہ صفاء شعائر اللہ میں سے ہے اور واجب الاحترام ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے آجکل یہ مسجد حرم کی عمارت میں داخل ہے۔ پہاڑی باقی نہیں ہے۔ صرف ٹھور سا نشان اس کا باقی ہے پہلے یہ پہاڑی جبل ابوقیس کا حصہ تھی۔

صفاء جمع ہے صفاة کی قال یاقوت الصفوا والصفوان والصفواء کله العربی من الحجارة المسماة الصفاء والمرءۃ ہما جبلان بین بطناء مکہ والمسجد اما الصفاء فکان مرتفع من جبل ابی قیس بینہ وبين المسجد الحرام عرض الوادی الذی هو طریق وسوق ومن وقف علی الصفاء کان یحذر الحجر الاسود والمشرع الحرام بین الصفاء والمرءۃ۔

اسلام سے قبل صفا پر ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام تھانیک مجاود الریح - صفا و مردہ کے مابین فاصلاً تقریباً ۶۶۲ گز ہے اور حجر اسود سے صفاتک فاصلہ ۲۶۲ گز ہے۔

صفا و مردہ پر زمانہ جرہم سے دو بت نصب تھے ایک کا نام اساف تھا دوسرے کا نام نائلہ تھا۔ یہ دونوں دراصل انسان تھے جو بیت اللہ شریف میں بد فعلی کے مرتکب ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تولیت نابت بن اسمعیل علیہ السلام کے بعد مدت تک قبیلہ جرہم کے قبضہ میں تھی۔ جرہم کے ایک شخص اساف اور ایک عورت نائلہ نے بیت اللہ شریف کے اندر زنا کا ارتکاب کیا اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ جرہم نے دونوں کو صفا و مردہ پر اس نیست سے رکھ دیا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کے گناہ کی جرأت نہ کرے تاکہ عمر و بن لکھ کا زمانہ آیا۔ وہ اہل مکہ کا رئیس تھا اس نے لوگوں کو ان دونوں پتھروں کی عبادت پر لگا دیا اور کہا کہ تمہارے آباء و اجداد ان دونوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد قسیمی بن کلاب نے دونوں پتھر کو وہاں سے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے زمزم کے قریب رکھ دیا تاکہ لوگ ان کے لیے یہاں پر جانوروں کی قربانی کریں۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرادیا۔

وقال بعض اهل العلم انہم یغیر بھائی البیت واما قبل نائلة فمسخها اللہ تعالیٰ بحجرین -

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جریم سے قبل بیت اللہ شریف کے متولی قوم عمالہ تھے۔ جب ان کی سرکشی اور شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر کے مکہ سے نکال دیا اور جریم بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ پھر جب جریم نے بھی کچھ مدت کے بعد اس قسم کا فسق شروع کر دیا جس کا نمونہ قصہ اسکا ونا ملے ہے تو انہیں بھی ذلت سے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور پھر قبیلہ خزاعہ کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ عمر بن لُحی قبیلہ خزاعہ کا سردار و رئیس تھا اور اس عمرو بن لُحی نے ہی پہلے پہل مکہ مکرمہ میں بت پرستی شروع کرائی اور بت نصب کیے۔

الطور۔ آیت واذ ذعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ کی شرح میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ طور ایک مبارک پہاڑ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ یہو داس پہاڑ کی بڑی عظیم کھرتے ہیں۔ ان کا یہ زعم ہے کہ اسی پہاڑ میں ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسمعیل علیہ السلام کا حکم ہوا تھا اور ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ ذبح اسحاق علیہ السلام میں نہ کہ اسماعیل علیہ السلام۔ کہہ طور مصر کے قریب مقام مدین کے پاس ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں اولیاء اللہ رہتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا اور اسی پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ثانی ہوا تھا قیل سمی طوراً باسم بطور بن اسماعیل علیہ السلام اسقطت باؤہ للاستثقال۔ وقیل سمی باسم طور بن اسمعیل ابن ابراہیم علیہما السلام وكان یملکھ فنب الیہ، وقد ذکر العلماء ان الطور هذا الجبل المشرف علی نابلس ولذا یجھ السامرة من الیہو۔ وقیل الطور فی بلاد العرب الجبل ولا یسمی طوراً حتی یکون ذا شجر ولا یقال لاجرد طور۔ وقیل کل جبل یقال له بلسان النبط طور فاذا کان علیہ نبط و شجر قیل طور سیناء۔ اس پہاڑ کو طور سیناء بھی کہتے ہیں۔ سیناء میں فتح سین و کسرین دونوں جائز ہیں۔ یہ عمد و دہے۔ سیناء ایک خاص قسم کے پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سیناء مقصور بھی پڑھا جاتا ہے۔ عند البعض یہ مصر میں ہے۔ وقال الجوهري طور سیناء جبل بالشام وهو طور اصفیاء الی سیناء وهو شجر و کذا لک الطور سینین۔ وقال الاخفش السینین شجر و الفتح فی سین سیناء اجم۔ کذا فی معجم البلدان لیا فرت۔

طائف۔ یسئلونک عن الشہر الحرام کے بیان میں مذکور ہے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ کے قریب مشہور شہر ہے۔ اقلیم ثانی میں ہے۔ اس کا عرض بلد ۲۱ درجہ ہے۔ شہر طائف کا پرانا نام ورج تھا سمیت بن جرج بن عبد اللہ بن عبد الملق و هو اخو ابا الذی سقی بہ جبل طحی و هو من الامم الخالیہ۔

وجہ تسمیہ بہ طائف عند بعض العلماء یہ ہے کہ قبیلہ صدیف کا ایک شخص مسمی بہ دثمون بن عبد الملک اپنا ابن عم قتل کر کے مسعود بن معتب ثقفی کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا۔ قاتل کے پاس بہت زیادہ مال تھا۔

کیونکہ وہ تاجر تھا۔ فقال القاتل اُحالیکم لتزوِجونی وَاُزِجَکُم وَاَبْنِی لَکُم طَوْفًا عَلَیْکُم مِثْلَ الطَّائِفِ لَا یَصِلُ إِلَیْکُم أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ قَالُوا فَاَبْنِ بِنْتِیْ بِذَٰلِكَ الْمَالِ طَوْفًا عَلَیْہِم فَسَمِیَتْ الطَّائِفُ اَھـ طَائِفٌ مُّحَنَّدٌ اور سرسبز و آباد علاقہ ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سُمِیَتْ الطَّائِفُ لِأَنَّ إِبْرَاهِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا أَسْکَنَ ذُرَیَّتَہُ مَکَہُ وَسَأَلَ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یَّرْثِقَ وَلَدَہُ وَاهْلَہَا مِنَ الثَّمَرَاتِ اَمَرَ اللّٰہُ قِطْعَةً مِنَ الْاَرْضِ اَنْ تَسِيرَ بِشَجَرِہَا حَتّٰی تَسْتَقَرَّ بِمَکَانَ الطَّائِفِ فَاقْبَلَتْ وَطَافَتْ بِالْبَیْتِ ثُمَّ اقْرَہَا اللّٰہُ بِمَکَانَ الطَّائِفِ فَسَمِیَتْ الطَّائِفُ لِطَوَافِہَا بِالْبَیْتِ۔ ابن عباس طائف میں مدفون ہیں۔

شوال سہمہ میں غزوہ حنین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہل طائف قلعہ بند ہو گئے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا اور جبرائیل تشریف لے گئے تاکہ حنین کی غنیمت و گرفتار لوگوں کو تقسیم کر دیں۔ اہل طائف نے ڈر کر صلح کے لیے وفد بھیجا فصالحہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یسلموا وعلی ان لا یزولوا ولا یزولوا وکانوا اهل زنا ودربا۔

الطاعون۔ آیت فانزلنا علی الذین ظلموا رجلاً من السماء اور آیت الموت الی الذین خرجوا

من دیارہم الخ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ احوال طاعون میں اس فقیر روحانی بازی کا مستقل رسالہ ہے موسوم بہ الطاعون فی زمن الطاعون۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ رسالہ یہ ہے۔۔۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ طاعون ایک سخت ملک و باکا نام ہے بہت سی قومیں طاعون کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری چند گھنٹوں میں مریض کو ختم کر دیتی ہے۔

دائرة المعارف ج ۵ ص ۳۷ پر ہے الطاعون مرضٌ من أنواع المَیِّتِ للخبیثۃ سرایع العدوی وصفہ المیزلہ ظہور دمل کبیر المصاب قد علم انه يتولد من الجراثیم المضرة المستبعدة من البقاع الخیوانیة المتعقنة ویعرف الطاعون بوجود الجراثیم فی الدم علی شکل الضمة ینتشر الطاعون بسرعة بدخول جراثیم الی الاجسام وتكاثرها فیہا۔ وما یجب الانتباه لہ ان الفیران بجولانہا فی الاماکن القدیة تتلوث بہ فیشتد فتک الطاعون بها عند ظہورہ فی بلدٍ وقد یبتعدی الطاعون من الفیران الی الناس من ولوغها فی مأكلیہم وشرابیہم فیجب اتقاؤها بحماية المواد الغذائية من عبث الفیران فیہا۔ انتہی۔

ثم قال فی بیان ابتداء الطاعون وکیفیۃ بدئہ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جراثیم طاعونیہ بدن میں تین یا سات دن تک پوشیدہ رہتے ہیں اس کے بعد بدن کی صحت بدلتی شروع ہو جاتی ہے اور اعضاء میں رعشہ و درد شروع ہو جاتا ہے پھر چہرے کا رنگ پیلا ہو کر آنکھیں پھر جاتی ہیں کلام میں ٹکنت اور چلنے میں اضطراب

اور میلان الی النوم شروع ہو جاتا ہے۔ پیاس زیادہ لگتی ہے اور زبان سفید ہو کر اس میں تشققات یا پھالوں جیسے نشان پیدا ہو جاتے ہیں پھر دماغ چکرانا، تھکے و اسہال شروع ہو جاتا ہے اور تنفس میں تیزی اور سینے اور پیٹھ میں جلن اور بکول کی قلت شروع ہو جاتی ہے اور مریض کے تھوک کے ساتھ خون آنے لگتا ہے اور کبھی بدن پر پھوڑے اور دیگر سرخ جلتے ہوئے نشان ظاہر ہو جاتے ہیں۔ بغلوں میں سخت تپش اور جلن ہوتی ہے گردن ایک طرف مڑ جاتی ہے اور ساتویں دن میں مریض مر جاتا ہے اور کبھی یہ مرض بارہ دن تک بھی رہتا ہے اور بارہویں دن موت کا سبب بنتا ہے اور اگر طاعون سخت ہو تو بہت جلد انسان کو موت کی آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔

وما حارب فی علاج هذا المرض ان یكثر الا انسان فی اثناء انتشاره من اكل الزيت والاذھان به ۱۵
قد ثبت بال تجربه ان العمال الذین یشتغلون باخذ الزيت لا یموت منهم احد فی هذا الوباء۔ ومن الوسائل الواقعة منه تنظيف البیوت والمر احیض بالقاء المواد المظفرة فیھا وغلاء الماء قبل شربه لقتل ما فیہ من الجراثیم وشرش الحوائط بالجیر وتطهير الشوارع۔ بہر حال طاعون کی اصل علامت ایک خاص پھوڑا ہے جو گردن میں یا بدن کے کسی حصے میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ طاعون و دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ بھی ان دونوں کے دخول سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل تاریخ کا یہ قول کہ ۳۹۹ھ کا طاعون مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا تھا درست نہیں ہے۔ علی التسلیم ممکن ہے کہ معمولی اثر پہنچا ہو۔ بنا بریں طاعون سے مکہ مکرمہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہوگا کہ طاعون کی شدت سے مکہ محفوظ ہوگا۔ لہذا اگر طاعون کا معمولی اثر مکہ میں پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اخرج احمد عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ ومکہ محفوظتان بالملائکۃ علی کل نقب منها ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال۔ وفي الصحیحین والموطأ من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً علی أنقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال۔ قال بعض العلماء هذه معجزة صلی اللہ علیہ وسلم لان الأطباء من أولهم الی آخرهم معجزون ان یدفعوا الطاعون عن بلد من البلاد بل عن قریۃ من القری وقد امتنع الطاعون من المدینۃ بدعائہ وخبرہ صلی اللہ علیہ وسلم هذه المدة المتطاولة۔ کذا فی المختصر الکبری ج ۱ ص ۲۸۵۔

طاعون کے ظاہری اسباب پر اطباء نے بڑی بحثیں کی ہیں اور باطنی سبب گناہوں اور زنا و منکرات کی کثرت و انتشار ہے۔ ایک اور حدیث میں اس کا سبب و نذر شیاطین و جن قرار دیا ہے اخرج ابن ماجہ والبیہقی عن ابن عمر مرفوعاً لم تظہر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الا فسادہم طاعون۔ وفي رواية الا ابتلاهم اللہ بالادواء والتم کن فی اسلافہم و اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما فتنا الزانی قوم قط الا کثر فیهم الموت۔ وَاخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ عَنْ ابْنِ مُوسَى الشَّعْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَاءُ اَمْتِي بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُونَ قِلٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الطَّعْنُ قَدْ مَرَّ فَنَاءُ فَمَا الطَّاعُونَ قَالَ وَخُرْ اَعْدَاؤُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِي كُلِّ شَهَادَةٍ طَعْنٌ كَمَا مَعْنَى هُوَ نِيْزُهُ مَارَانَا يَكُنَا يَرْهَبُ حَرْبَ سَ۔ اور فخر کا معنی ہے تیز چیز کے کسی کو مارنا يقال وَخُرْ اَطْعَنَهُ طَعْنَةً غَيْرَ نَافِذَةٍ بِأَرْقَةٍ اَوْ سَرِجٍ اَوْ غَيْرِ ذَلِكَ طَاعُونَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِرَأْسِهِ تَعَالَى نَے بطور عذاب بھیجا تھا لیکن امتِ محمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت یعنی حصولِ شہادت کا ذریعہ بنایا۔

طاعون سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلوات والسلام کی برکاتِ خصوصیات میں سے ہے اَخْرَجَ الشَّيْخَانُ عَنْ اسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُونَ لِحُجَّ (ای عذاب) اُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَعَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَاخْرَجَ الْجَاهِزِيُّ عَنْ عَائِشَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يُبْعَثُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ سَرْحَةً لِلْمُؤْمِنِينَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُونَ فَيَمُوتُ فِي بِلَادِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ۔ وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ الشَّهَادَةُ خَمْسَةُ الْمَطْعُونِ (ای المیت بالطاعون) وَالْمَبْطُونُ الْغَرِيقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ وَفِي بَعْضِ الرِّيَاضِ زِيَادَةٌ وَهِيَ الْمَرَأَةُ تَمُوتُ بِحُجْرَةِ التَّقَاسُ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ أَوْ دِينِهِ أَوْ عَرَضِهِ أَوْ دَمِهِ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شہر میں طاعون واقع ہو جائے اور تم اس میں مقیم ہو تو اس شہر سے طاعون کے خوف سے نہ نکلو اور اگر تم اس شہر سے باہر ہو تو اس میں مت جاؤ۔ چونکہ طاعون امتِ محمدیہ کے لیے رحمت اور حصولِ شہادت کا ذریعہ ہے اس لیے بعض احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے اپنی امت کے لیے طاعون کی دعا مانگی ہے۔

فَفِي الْحَدِيثِ عَنْ ابْنِ بَكْرٍ الصَّدِيقِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللَّهُمَّ طَعْنًا وَطَاعُونَ۔ اَخْرَجَهُ ابُو بَكْرِ وَاِخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَنَّ الطَّاعُونَ شَهَادَةٌ وَرَحْمَةٌ وَدَعَا نَبِيِّكُمْ قَالَ ابُو قَلَابَةَ فَعَرَفْتُ الشَّهَادَةَ وَعَرَفْتُ الرَّحْمَةَ وَلَمْ اَدْرِ مَا دَعَا نَبِيِّكُمْ حَتَّى اَنْبَتُ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا هُوَذَا لَيْلَةٌ يَصِلُ اِذَا قَالَ فِي دَعَائِهِ نَحْمِي اِذْنَ وَطَاعُونَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ لَهُ اِنْسَانٌ مِنْ اَهْلِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَدْعُنَاكَ اللَّيْلَةَ تَدْعُوهُمْ عَاءٌ قَالَ وَسَمِعْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي اَنْ لَا يُهْلِكَ اَمْتِي بِسَنَةِ فَاَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُ اللَّهَ اَنْ لَا يَسْلُطَ عَلَيْهِمْ عَدُوٌّ اَغْيَرَهُمْ فَاَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ اَنْ لَا يَلْبِسَهُمْ شَيْعَاعٌ وَلَا يَذِيقَ بَعْضُهُمْ بِأَسْ بَعْضٍ فَاَبَى عَلَيَّ فَقُلْتُ نَحْمِي اِذْنَ اَوْ طَاعُونَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاخْرَجَ اَحْمَدُ وَالتَّطَبُّرِيُّ عَنْ ابْنِ مُوسَى الشَّعْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ فَنَاءُ اَمْتِي قَتْلًا فِي سَبِيلِكَ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُونَ۔ كَذَلِكَ لِحَاوِي ح ۱۳۲۔

بعض احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل چھ بڑی علامتیں واقع ہوں گی ایک موت نبی علیہ السلام ہے۔ دوم فتح بیت المقدس اور سوم طاعون ہے۔ واخرج البیهقی فی دلائل النبوة عن عوف بن مالک قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة تبوک وهو فی جلاء من ادم فقال یا عوف احفظ خلائکما ستأبین ید الساعة احداھن موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یظہر فیکم یشہد اللہ بہ ذراریکم وانفسکم ویرکب بہ اعمالکم ثم استفاضة المال بینکم للحادیث۔ الموتان علی وزن بطلان الموت الكثير۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون عمواس کے وقوع کی طرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیث متقدم میں اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مملکت و باطنی طاعون کی جو خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئی تھی۔ عمواس بیت المقدس اور رملہ کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اولایہ طاعون اس شہر میں ظاہر ہوا اور پھر سارے ملک شام میں پھیل گیا۔ اس طاعون میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کی وفات ہوئی اور اس وبا میں صرف مسلمان غازیوں میں سے تیس ہزار اشخاص لقہ اجل بنے۔ یہ وبا سلمہ یا سلمہ میں پھیلی تھی۔ اخرج للحاکم عن عوف بن مالک انه قال فی طاعون عمواس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعدوا ستأبین ید الساعة قال قد وقع منہن ثلاث یعنی موتہ وفتح بیت المقدس والطاعون قال یقول ثلاث۔

حافظ سیوطی خصائص ج ۲ ص ۴۷۷ پر لکھتے ہیں باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالطاعون الذی وقع بالشام ثم احوال علی حدیث عوف بن مالک ثم قال اخرج احمد عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول متہاجرن الی الشام فتفتح لکم ویكون فیکم داء کالدمل او الحزرة یاخذ بمراق الرجل یشہد اللہ بہ انفسکم وذرا سیکم ویرکب بہ اعمالکم۔ واخرج الطبرانی عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزلون منزلاً یقال لہ للجابیۃ یصیبکم فیہ اء مثل عذرة الجمل یشہد اللہ بانفسکم وذرا سیکم ویرکب بہ اعمالکم۔ الحزرة الحجرة والعنق وقطعة من اللحم قطعت طولاً والعذرة طاعون الابل یقال عذرة البعیر غداً اصابہ داء العذرة وهو طاعون الابل والعذرة قطع لحم صلبة تحدث عن داء بین الجمل واللحم۔

ابن ابی مجلہ اپنی تالیف فی الطاعون میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں پہلا طاعون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملک فارس کے شہر مدائن میں پھیلا۔ یہ طاعون شیروبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی مسلمان نہیں مرا۔ شیروبہ بادشاہ ایران اس میں مر گیا تھا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں۔ لم یکن طاعون اشد من ثلاث طواعین طاعون اذ جرد وطاعون عمواس وطاعون الجارف انتی۔ طاعون جارف بصوم واقع ہوا تھا۔ اسے جارف اس لیے کہتے ہیں کہ جرف کا معنی ہے زمین کھودنا تو اس طاعون نے انسانوں

اس طرح تباہ کر دیا تھا جس طرح پانی کا ریلا زمین میں گھر گھسے بنا کر ویران کر دیتا ہے فتمی بذلك لانه جرف الناس كما يجرف السيل الارض فيأخذ معظم الارض -

طاعونِ جارف کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ عند البعض یہ ۶۳ھ میں اور عند البعض شوال ۶۹ھ میں واقع ہوا تھا قال ابن کثیر هذا هو المشهور الذي ذكره شيخنا الذهبي اور عند البعض ۶۷ھ اور عند البعض ۷۷ھ میں اور عند البعض ۷۸ھ میں واقع ہوا تھا۔ واقدیٰ لکھتے ہیں کہ طاعونِ جارف میں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۸۳ اشخاص مر گئے تھے اور ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۴۸ اشخاص مرے تھے۔

آگے ہم طواعینِ کبار کے زمانہ وقوع اور ان کے بعض احوال کے بارے میں مؤرخین و محدثین کی کتابوں سے چند حوالے ذکر کرتے ہیں۔ ان حوالوں میں ایک دانا شخص کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ان سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کی یہ زندگی کس قدر فانی اور غیر باقی ہے اور موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سوہرس کا ہے پل کی خبر نہیں مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی۔

قال المدائنی كانت الطواعين العظام المشهورة في الاسلام خمسة طاعون شيرويه في المدائن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم طاعون عمواس ثم طاعون الجارف ثم طاعون القتيات ثم طاعون الحارث انت هي۔ و ذکر سيف بن عمر عن شيوخه قالوا لما كان طاعون عمواس وقع مرتين لم يمثلهما وطال مكثه وذلك انه وقع بالشام في المحرم وصفر ثم ارتفع ثم عاد دفني فيه خلق كثير من الناس حتى طمع العدو و تخوفت قلوب المسلمين لذلك قال سيف واصاب اهل البصرة ايضا تلك السنة طاعون فمات بشر كثير وجف غفير۔

وفي رواية الزمان لما كان سنة ثمان عشرة اصاب جماعة من المسلمين بالشام الشراب فجلبهم ابو عبيدة با عمر وقال عمر عند ذلك ليحدثني في هذا العام حادث فوقع الطاعون۔ قال هشام اما حدث الطاعون بالشام لاجل هؤلاء الذين شربوا الخمر ومزمت في طاعون عمواس من مشاهير الصحابة ابو عبيدة بن الجراح ومعاذ بن جبل وشرحبيل بن حسنة والفضل بن العباس وهو ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو مالك الاشعري ويزيد بن ابي سفيان اخو معاوية والحارث بن هشام اخو ابی جهمل وابو جندل الذي جاء يوم الحديبية يوسف في قيوده وسهيل بن عمرو الذي قام بمكة يوم مات النبي صلى الله عليه وسلم فتبنت الناس وهو الدابي الجندل۔ رضي الله عنهم اجمعين۔ واخرج الحاكم عن عوف بن مالك انه قال في طاعون

عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال اعدت ابيدي الساعة قال فقد وقع منهن ثلاث يعني موته عليه السلام وفتح بيت المقدس والطاعون قال وبقى ثلاث فقال معاذ ان لها امدا ثم وقع الطاعون بالكوفة سنة تسع واربعين فخرج المغيرة بن شعبه منها فائرا فلما ارتفع الطاعون رجع اليها فأصاب الطاعون فمات في سنة خمسين ذكره ابن كثير في تاريخه ثم وقع في سنة ثلاث وخمسين ومات فيها زياد ذكره في مرآة الزمان وقال ابن كثير في سنة ثلاث وخمسين في رمضان توفي زياد بن ابي سفيان ويقال له زياد بن ابيه وزياد بن سمية وهي أمه مطعوناً وكان سبب ذلك انه كتب للمعاوية يقول له اني قد ضبطت لك العراق بشمالى ويميني فأرغته وهو يعرض له ان يستنيبه على بلاد الحجاز أيضاً فلما بلغ اهل الحجازوا الى عبد الله بن عمر فشكروا اليه ذلك وخافوا ان يلى عليهم زياد فيعسفهم كما عسف اهل العراق فقام ابن عمر فاستقبل القبلة فدعا على زياد والناس يؤمنون فطعن زياد بالعراق في يده فضاقت ذراعاً بذلك استشأ شريحاً القاضى في قطع يده فقال له شريح اى لا اسرى لك ذلك فانه ان لم يكن في الاجل فسحة لقيت الله اجرهم قد قطعت يداك خوفاً من لقائه وان كان لك أجل بقيت في الناس أجدم فيغير ولدك بذلك فصرفه عن ذلك ويقال أن زياد اجعل يقول أنا ما أنا والطاعون في فراش واحد وأخرج ابن ابي الدنيا عن عبد الرحمن بن السائب الانصارى قال جمع زياد اهل الكوفة فلما منهم المسجد الرحبة والقصر ليعرضهم على البراءة من على بن ابي طالب قال عبد الرحمن فاني لمع نفر من اصحابي من الانصار الناس في امر عظيم فهو متتهو به فرأيت شيئاً اقبل طويل العنق مثل عنق البعير أهدب أهدل فقلت ما انت فقال أنا النقاد والرقبة بعثت الى صاحب هذا القصر فاستيقظت فزعاً فقلت لاصحابي هل رأيتم ما رأيتم قالوا لا فآخبرتهم وخرج علينا خاسرج من القصر فقال ان الامير يقول لكم انصرفوا عني فاني عنكم مشغول واذا الطاعون قد اصابه .

ثم وقع بالبصرة طاعون الجارف وسبى بذلك لان جرف الناس كما يجرف السيل المرض فيأخذ معظمها واختلف في سنته فقيل وقع في سنة اربع وستين وجزم به ابن الجوزى في المنتظم وقيل كان في شوال سنة تسع وستين قال ابن كثير وهذا هو المشهور الذي ذكره شيخنا الذهبي وغيره وقيل سنة سبعين وقيل سنة ست وسبعين وقيل سنة ثمانين قال ابن كثير حكاية ابن جرير عن الواقدي ومات فيها لؤس بن مالك ثلاثة وثمانون ولداً ولاكى بكرة اربعون ولداً قال ابن كثير كان ثلاثة ايام مات في اول يوم منه من اهل البصرة سبعون الفاً وفي اليوم الثاني منه احد وسبعون الفاً وفي اليوم الثالث منه ثلاثة وسبعون الفاً واصبح الناس في اليوم الرابع موقى الا القليل من اهل الناس حتى ذكر ان ام الامير بها ماتت فلم يجد من يحملها . وقال صاحب المرأة مات فيه اهل الشام الا اليسير .

وقال الحافظ ابو نعيم الاصفهاني حدثنا عبيد الله حدثنا احمد بن عصام حدثني معدي عن رجل
يكفي أبا الفضل وكان قد أدرك زمن الطاعون قال كنا نطوف في القبائل وندفن الموتى فلما كثروا لم نقد على
الدفن فكانندخل الدار قد مات اهلها فنسد بابها قال فدخلنا دارا فنقتشها فلم نجد فيها احدا جيا فسدناها
فلما مضت الطواعين كنا نطوف فنزوع تلك السدة عن الابواب ففتحنا سدة الباب التي كنا قد فنشناها
فاذا نحن بغلام في وسط الدار طري ذهين كائما اخذنا عنده من حجره قال فحسن وقوف على الغلام نتعجب
منه فدخلت كعبة من شق الحائط فجعلت تلوح بالغلام والغلام يجوب اليها حتى مضى من لبنها قال معدي و
انا رأيت ذلك الغلام في مسجد البصرة وقد قبض على لحية وقال ابن ابي الدنيا في كتاب الاعتبار حدثني
يحيى بن عبد الله المشعبي عن محمد بن سلام الحمصي قال زعم يحيى انه لما وقع الطاعون للحارث بالبصرة وذهب
الناس فيه وعجزوا عن موتاهم وكانت السباع تدخل البيوت فتصيب من الموتى وذلك سنة سبعين
ايام مصعب وكان يموت في اليوم سبعون الفا فبقيت جارية من بني عجل ومات اهلها جميعا فسمعت غواء
الذئب فقالت ٥

الا ايها الذئب المنادي بسحرة هلم أبتئك الذي قد بد اليها
بدلي اني قد يمتت وانني بقية قوم اورثوني الماكيها
ولا خير اني سوف اتبع من مضى ويتبعني من بعد من كان تاليا

وقال ابن ابي الدنيا حدثني الفضل بن جعفر حدثنا احمد بن محمد الجعفي حدثني محمد بن ابراهيم التيمي
قال نزل بنا حتى من العرب فاصابهم الطاعون فماتوا وبقيت جويرية مريضة فلما آفاقت جعلت تسأل
العرب عن ايها وامها واختها فيقال مات مات مات فرفعت يديها وقالت ٥

لولا الاسلى ما عشت في الناس ساعة ولكن متى ناديت جاوبني مثلي

قال الحافظ ابن حجر وكان بمصر سنة ست وستين طاعون، ثم في سنة وفاة عبد العزيز من ان سنة خمس و
ثمانين و قيل سنة اثنين و قيل سنة اربع و قيل سنة ست وكان بالشام طاعون سنة تسع وسبعين فذكره ابن
جرير وغيره ثم وقع بالبصرة طاعون الفتيات سنة سبع وثمانين وسمى بذلك لكثرة من مات فيها من النساء
الشواب والعداري قال ابن ابي الدنيا في الاعتبار حدثني محمد بن علي بن عثمان الكلبي قال سمعت حامدا
ابن حجر بن حفص النكراوي قال حدثني ابو محمد النكراوي عن امه قالت خرجنا هاربين من طاعون الفتيات
ففرلنا قريبا من سنهم قالت وجاء رجل من العرب معه بنون له عشرة فنزل قريبا منا فلم يعيظ إلا ايام
حتى مات بنوه اجمعون وكان يجلس بين قبيهم فيقول ٥

بنفسى فتية هلكوا جميعا براية مجاورة سناما

اقول اذا ذكرت العهد منهم بنفسى تلك اصداء وهاما
فلم ارم مثلهم هلكوا جميعا ولم ارم مثل هذا العام عاما
قالت وكان يبكي من سمعة ثم طاعون الاشرف وقع والحجاج بواسط حتى قيل فيه لا يكون الطاعون للحجاج
في بلد واحد سمي بذلك لكثرة من مات فيه من اشرف الناس -

ثم وقع بالشام طاعون مات فيه ولى العهد ايوب ابن الخليفة سليمان بن عبد الملك اخبر ابن ابى
الدنيا في الاعتبار من طريق عبد الله بن المبارك عن ~~ابى~~ كنانة قال اخبرني يزيد بن المهلب قال حملت
حملين مسكاً من خراسان الى سليمان بن عبد الملك فانهيت الى باب ابنه ايوب وهو ولى العهد فدخلت
عليه فاذا امر بمجسصة حيطانها وسقوفها خضروا ذا وصف وصاف عليهم حلل خضرة حللى من الزمر
فوضعت للحملين بين يدي ايوب وهو قاعد على سريره فانهب المسك من بين يديه ثم عدت بعد احد عشر
يوماً فاذا ايوب وجميع مزعمه في دائرة قد ماتوا اصابهم الطاعون واخرج ابن ابى الدنيا عن حاتم بن عمار
قال حدثني ابو البطل قال بعثت الى سليمان بن عبد الملك ومعه ستة جمال مسك فمررت بدار ايوب
ابن سليمان فادخلت عليه فمررت بدار ما فيها من الثياب والنجد بياض ثم دخلت منها الى دار اخرى
صفراء وما فيها كذا لك ثم ادخلت منها الى دار حمراء وما فيها كذا لك ثم ادخلت منها الى دار خضراء وما فيها
كذا لك فاذا انا بآيوب على سريره ولحقني من كان في تلك الدار فانهبوا ما معي من المسك ثم مررت بدار
ايوب بعد سبعة عشر يوماً فاذا الدار بلا وقع فقلت ما هذا قالوا طاعون اصابهم -

وقال الحافظ ابن حجر وقع بالشام طاعون عدى بن اوطاة سنة مائة قلت وذلك في خلافة عمر
ابن عبد العزيز واخرج ابن سعد عن اوطاة بن المنذر قال كان عند عمر بن عبد العزيز نقر يسألونه ان
يتحفظ في طعامه ويسألونه ان يكون له حرس اذا صلى لئلا يشوشوا فيقتله ويسألونه ان يتنحى عن الطاعون
ويخبرونه ان الخلفاء قبله كانوا يفعلون ذلك قال لهم عمر فاني هم فلما اكثروا عليه قال اللهم ان كنت تعلم
اني اخاف يومادون يوم القيامة فلا تؤمن خوفي واخرج محمد بن خلف المعروف بوكيع في كتاب الغرر
الاخبار عن ابى الزناد قال قال عبد الله بن حسن كنت عند عمر بن عبد العزيز فوقع بالشام طاعون فقال
ارجل فانك لن تعظم اهلك مثل نفسك فقضى حوائجي وابتعني اياها -

قال الحافظ ابن حجر ثم وقع ايضا بالشام في سنة سبع مائة ثم في سنة خمس عشرة وكذا في تاريخ ابن كثير في
المرأة وقع في سنة ست عشرة طاعون شديد بالشام والعراق وكان اعظم ذلك في واسط ذكره ابن كثير ايضا ثم وقع
بالبصرة طاعون غراب وهو رجل مات فيه سنة سبع وعشرين ومائة ثم وقع بالبصرة طاعون مسلم بن قتيبة و
وشعبان رمضان سنة احدى وثلاثين مائة ثم خف في شوال وبلغ في كل يوم الف جنازة. قال ابن سعد توفي فيه

اصحى بن سويد العددي وفرقد بن يعقوب السبجي وايوب السخيتي قال ابن سعد اخبرنا علي بن عبد الله حدثنا سفيان قال سمعت داود بن ابي هند يقول اصابني الطاعون فاعني على فكات اثنين اتيا في فعمز احدهما عكة لساني وغمز الآخر اخص قدحى فقال اى شئ تجد قال تسبيحا وتكبيرا وشيئا من خطوة الى المسجد شيئا من قراءة القرآن قال ولم اكن اخذت القرآن يومئذ قال فكنت اذهب في الحاجة فاقول لو ذكرت الله حتى اتى حاجتى قال فعصيت فاقبلت على القرآن فتعلمته -

هذا كله في الدلة الاموية بل نقل بعض المؤرخين ان الطوائع في زمن بني امية كانت لا تنقطع بالشام حتى كان خلفاء بني امية اذا جاء زمن الطاعون يخرجون الى الصحراء ومن ثم اتخذ هشام بن عبد الملك الرصافة منزلا ثم خف ذلك في الدلة العباسية فيقال ان بعض امرائهم خطب بالشام فقال احمد الله الذي رفع عنكم الطاعون منذ ولينا عليكم فقام بعض من لخدمة فقال الله اعدل من ان يجمعكم علينا والطاعون فقتله واخرج ذلك ابن عساكر في تاريخه وسمى الذي قام جمعونه الحارث واخرج ابن عساكر عن الاصمعي قال لقي المنصور اعرابيا بالشام فقال احمد الله يا اعرابي الذي رفع عنكم الطاعون بولايتنا اهله لبيت قال ان الله لم يجمع علينا حشفا وسوء كيد ولا يتكم والطاعون ثم كان في سنة اربع وثلاثين بالري ثم في سنة ست واربعين ببغداد ثم في سنة احدى وعشرين ماثنين بالبصرة قلت كذا ذكره الحافظ ابن حجر والمؤرخون قبله .

فكان بين هذين الطاعونين خمس سبعون سنة وفي هذه المدة كان مولد الامام الشافعي رضي الله عنه ووفاته فلم يقع في حياته طاعون بذلك يعرف ان قوله السابق لم اسر الوباء انفع من البنفسج لم يرد به الطاعون لان الوباء غير الطاعون ويحتمل ان اراد الطاعون والمراد الذي نصل صاحبه وقام احتاج الى علاجه فيد من به كما يستعمل الناس الان في علاجه الدهان بزبد اللبن البقري ودهن اللوز وطرايف من الناس ان مراد الاقام الاذهان بدن البنفسج يمنع الطاعون من اصابه وليس كما ظنوا والله اعلم ثم في سنة تسع واربعين وماثنين بالعراق ثم في سنة ثمان وماثنين بأذربيجان وبروزة فمات لمحمد بن ابي الساج ثمانون ولدا ذكره صاحب المرأة ثم في سنة تسع وتسعين ماثنين بارض فارس ثم في سنة احدى وثلاث مائة ببغداد ثم في سنة اربع وعشرين ثلاثمائة باصبهان ثم في سنة اربعين ثلاثمائة بالعراق -

وكثيرة موت الفجأة حتى ان القاضي لبث ثيابا ليخرج الى الحكم فمات وهو يلبس احدا خفية قلت رأيت في كتاب نشأ المحاضرة للتنوخي ان موت الفجأة وقع للناس في كل حال منهم من مات وهو يصلي ومنهم من مات وهو يأكل ومنهم من مات وهو يعيش ومنهم من مات بالجوع ومنهم من مات في الحمام وفي جميع الاحوال الاحالة واحدة وهي للخطبة فلم ينقل قط ان خطيبا مات فجأة على منبر ثم وقع في سنة اربع مائة بالبصرة ثم وقع في سنة ثلاث وعشرين واربع مائة طاعون عظيم ببلاد الهند والعجم وبلاد الجبل وامتد الى بغداد وفتى الناس لم يشاهدوا

مثله ومات بالموصل في هذه السنة اربعة آلاف صبي بالجدرى ثم وقع بشير از سنة خمس و
عشرين واربعمائة ووصل الى البصرة وبغداد ثم في سنة تسع وثلاثين واربعمائة بالموصل
والجزيرة وبغداد بحيث صلى الجمعة بالبصرة اربعمائة نفس وكانوا اكثر من اربعمائة الف
ثم وقع سنة ثمان واربعين بمصر والشام وبغداد ثم وقع بالعجم سنة تسع واربعين
ثم وقع بمصر سنة خمس وخمسين واربعمائة ودام فيها عشرة اشهر

ثم بدل مشق سنة تسع وستين وكان اهلها نحو خمسمائة الف فلم يبق منهم سوى ثلاثة آلاف خمسمائة
ثم وقع في سنة ثمان وسبعين واربعمائة بالعراق ثم في سنة اثنتين وخمسين وخمسمائة بالحجاز واليمن ثم في سنة خمس و
سبعين وخمسمائة ببغداد ثم في سنة تسع واربعين سبعمائة ولم يعهد نظيرة في الدنيا فانه طبق الارض شرقا وغربا ودخل
البلاد كلها حتى دخل مكة المشرفة ووقع في الحيوانات ايضا - هذا والله اعلم وعلمه اتم -

هذا اخر رسالة الطاحون في الطاعون

ولمجد لله رب العالمين

عَدْنَان - خطبة تفسير بضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے - عدنان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے جد
اعلیٰ ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب میں عدنان اکیسویں جد و آب ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب
آپ کے احوال میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کل قبائل عرب کا نسب یا تو عدنان تک پہنچتا ہے یا قحطان تک۔ لہذا عرب
دو قسم پر ہیں عدنانی و قحطانی۔ عرب میں جتنے قبائل ہیں وہ یا تو عدنانی ہوں گے یا قحطانی۔ وفي السيرة
للحلبية ج ۱ مكا قال بعضهم ولا يخرج عربي في الانساب عن عدنان وقحطان وولد عدنان يقال
لهم قيس وولد قحطان يقال لهم يمن اھ۔ باتفاق اہل علم عدنان سلالہ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام
سے ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلہ آبا۔ عدنان تک صحیح طور پر اہل تاریخ کو معلوم ہے اور عدنان سے اوپر
اسماعیل علیہ السلام تک سلسلہ نسب صحیح و یقینی طور پر کسی معلوم نہیں ہے۔ اور اسماعیل علیہ السلام سے اوپر
آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب بھی مجھول ہے۔ ترجمہ شاخ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۹۲ پر لکھتے ہیں۔ لا خلاف ان عدنان من سلالۃ اسماعیل بن
ابراہیم علیہما السلام و اختلفوا فی عدۃ الأبناء بینہ و بین اسماعیل علی احوال کثیرہ فاكثر ما قيل اربعون
ابا وهو الموجد عند اهل الكتاب اخذوه من كتاب ارميا بن حلقيا وقيل بينهما ثلاثون قيل عشرون
وقيل خمسة عشر وقيل عشرة وقيل تسعة وقيل ان اقل ما قيل في ذلك اربعة لما روت ام سلمة رضي
الله عنها مرفوعا انتہی۔ ام سلمہ کی روایت بیان ترجمہ شاخ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بعض مؤرخین نے

نبی علیہ السلام کا شجرہ آبار آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ کما بینا فی ترجمۃ شالخ۔ لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک صرف عدنان تک یہ شجرہ صحیح ہے۔

نزار بن معد بن عدنان تک سلسلہ آبار کے بارے میں ابو جعفر بن جریر طبری نے انس والو بکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے سدی الطبری باسناء الی انس والی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام قال بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سرجالا من کنندۃ یزعمون انہم منہ وانہ منہم فقال انما یقول ذلک العباس وابو سفیان بن حرب فیأمنابذلک وانا لن ننتفی من ابائنا نحن بنو النضر بن کنانہ۔

قال وخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدریکہ بن الیاس بن مضر بن نزار۔ وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرہا فخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شیء من عہد الجاہلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتہیت الی ابی واخی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۵۵ وهذا حدیث غریب جدا من حدیث مالک تغرد بہ القدامی وهو ضعیف ثم ذکر لہ شواہد من وجوہ اخر۔

قال ابو بکر بن سلیمان وكان اعلم قریش باشعارہم وانشاءہم یقول ما وجدنا احدا یعرف ما وراہ معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم علم اہ۔ وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا انها قالت ما وجدنا احدا یعرف ما وراہ عدنان ولا تحطان الا بقرۃ صا۔ اسرارۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا المبالغۃ للتغیر عن الخوض فی ذلک وعن عمر بن العاصؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتسب حتی بلغ النضر بن کنانہ ثم قال لمن قال غیر ذلک ای ما زاد علی ذلک فقد کذب نقول اطلاق الکذب علی من زاد علی کنانہ الی عدنان یخالف ما سبق من ان المجمع علیہ الی عدنان آلا ان یقال لا مخالفا لانی یحیی ان یكون اللہ ادعی الیہ بالزیادۃ وعمر بن العاصؓ لم یسمع ما زاد علی النضر بن کنانہ الی عدنان مع ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ الذی سمعہ غیرہ وفی الجامع الصغیر للسيوطی عن البیہقی انہ صلی اللہ علیہ وسلم انتسب فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الی ان قال ابن مضر بن نزار۔

معد بن عدنان بخت نصر کے زمانے میں تھے۔ وقیل لہ معد لانہ کان صاحب حروب غارات علی بنی اسرائیل ولم یحارب احدا الا ارجع بالنصر الظفر۔ کذا ذکر للعلی۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ میں ہے ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالیٰ ارمیاء النبی علیہ السلام ان یجمل معہ

معد بن عدنان علی البراق کیلا تصبیہ النعمۃ وقال فانی سأخرج من صلبه نبیا کرمیا اختتم به الرسل
ففعّل أمر میاء ذلك واحتمله معد الی ارض الشام فنشأ معربنی اسرائیل ثم عاد بعد ان هدأت الفتن
بموت بخت نصر -

وايضافیه وكان عدنان فی زمن عیسی علیہ السلام وقیل فی زمن موسی علیہ السلام
قال الحافظ ابن حجر وهو اولی واما یضعف القول الاول ما فی الطبرانی عن الامامۃ الباہلی رضی اللہ
عنه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما بلغ ولد معد بن عدنان اربعین سر جلا
وقعوا فی عسکر موسی علیہ السلام فانتہبوه فدعا علیہم موسی علیہ السلام فادعی اللہ الیہم لا تدع
علیہم فان منهم النبی الامی البشیر الذیر للحدیث اذ یبعد بقا معد الی زمن عیسی علیہ السلام و
معلوم انہ لا خلاف فی ان عدنان من ولد اسماعیل علیہ السلام اہ -

عرفات - قرآن شریف میں مذکور ہے فاذا افضتہم من عرفات الایۃ - لفظ عرفات مفرد
ہے صورت جمع میں - عرفات معروف و مشہور جگہ ہے - جہاں پر ۹ ذوالحجہ کو حجاج کا جانا از روئے شرع
فرض ہے اس جگہ کا نام عرفہ بھی ہے - یوم عرفہ کا معنی ہے یوم القیام بعرفۃ -

لفظ عرفات منصرف ہے - مگر تانیث و علمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا - خفش
کہتے ہیں انما صرف لان التاء صارت بمنزلۃ الیاء والواو فی مسلمین وصاں التثنوین بمنزلۃ النون فلما
سُمی بہ ترک علی حالہ وكذلك القول فی اذیارات - فرار کے نزدیک عرفات کا واحد نہیں ہے - اور لوگوں
کا یہ قول یوم عرفہ مولد ہے اصلی عربی نہیں ہے - لیکن اکثر علماء عربیت کے نزدیک یوم عرفۃ بھی صحیح عربی لفظ
ہے - وجہ تسمیہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج بتلاتے ہوئے
وقوف عرفہ کے وقت فرمایا عرفۃ؟ قال نعم فسمیت عرفۃ -

اور عند البعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنت سے نزول و خروج کے بعد آدم وحوۃ علیہما السلام میں ایک
مرت تک جدائی رہی - پھر اسی مقام پر دونوں کی پہلی ملاقات ہو کر تعارف حاصل ہوا تو عرفہ نام رکھا گیا - و
قیل ان الناس یعتزون بذلک الموقوف وقیل بل سمی بالصبر علی ما یکابدون فی الوصول
الیہ لان العرف الصبر و اقول او سمی بذلک لما یحصل للناس فی هذا الموقوف من معرفۃ اللہ او معرفۃ
انفسہم بالخشوع والدعاء و فی الحدیث من عرف نفسه فقد عرف ربه -

العمالقہ - آیت واذ نجینکم من آل فرعون وایت وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا
من دیارنا کی شرح میں مذکور ہے - عمالقہ کو عمالیق بھی کہا جاتا ہے - عمالقہ عرب بانہ کو کہتے ہیں یعنی عرب بانہ
میں سے ایک قسم کا نام ہے - عرب بانہ قدیم عرب کو کہا جاتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ختم ہو چکے ہیں

عرب باندہ میں شامل ہیں عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ ایم۔ جدیس و جرم وغیرہ۔ کما قیل۔ یہ ابنائِ سام بن نوح ہیں۔ بنو حام سے مقابلہ کے بعد شکست کھا کر بنو سام بابل سے جزیرہ عرب میں منتقل ہوئے۔

ہست سے مورخین کے نزدیک عرب باندہ کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہے۔ اول عمالیق اور یہ نسل لاوڈین سام میں سے ہیں۔ دوم وہ قبائل جو نسل ارم بن سام بن نوح میں سے ہیں عاد۔ ثمود۔ نمرود وغیرہ ارمی یعنی نسل ارم بن سام میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرب باندہ سامی تھے اور اکثر آرامی تھے یعنی نسل ارم بن سام سے سوائے عمالقہ کے کہ وہ نسل لاوڈین سام میں سے ہیں۔ وہ بابل کے حکمران تھے۔ پھر جزیرہ عرب میں آئے۔

فراعنہ مصر عرب باندہ یعنی عمالقہ تھے۔ عمالقہ وغیرہ نے مصر شام۔ عراق۔ بابل۔ حجاز۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر مدت تک حکومت کی ہے۔ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں تھیں ایک عراق میں اور ایک مصر میں۔

مصر میں اولاً نسل حام بن نوح آباد تھی۔ پھر سامی یعنی عمالقہ نے سنہ ۲ قبل المیلاد حملہ کر کے مصر کو فتح کیا اور ان میں اپنی حکومت قائم کی اور قبیلوں کی حکومت ختم کی۔ سب سے پہلے عمالقہ میں سے ولید بن دومغ نے حکومت قائم کی و یقال ثوران بن ارشنتہ بن فادان بن عمرو بن عملاق۔ اور انہی میں سے تھا فرعون ابراہیم علیہ السلام جس نے سارہ زوجہ ابراہیم کو بری نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر انھیں ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام بخش دی تھیں بحافضل فی التفاسیر۔ واسم فرعون ابراہیم علیہ السلام سنان بن الاشمل ومنہم فرعون یوسف علیہ السلام واسمہ سریان بن الولید و فرعون موسیٰ علیہ السلام و هو الولید بن مصعب ذکر البعض ان الریان بن الولید یسمیہ القبط نقراوش وان وزیرہ کان اطفیہ و هو العربی صاحب قصۃ یوسف علیہ السلام۔ مراجعہ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۷۰۔

بہر حال کتب تاریخ میں اس سلسلہ میں بڑا اختلاط و اختلاف ہے۔ قیل ان یوسف علیہ السلام جاء مصر فی زمن ملک من العالقة اسمہ نوب سنۃ ۵۵۰ ق م۔ کذا فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجرجی زیدان ج ۱ ص ۵۷ و ۵۹ لفظ مصر کے بیان میں عمالقہ کی حکومت کے کچھ احوال بیان ہو چکے ہیں۔ فراجعہ۔ مورخین کے اقوال و تحقیقات اس بارے میں متضاد و مختلف ہیں۔ میرے اس بیان میں جو تصور اختلاف نظر آتا ہے اس کا سبب اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ہم ان کے چند حوالے یہاں ذکر کرتے ہیں

حجاز و تہامہ یعنی مکہ و مدینہ و طائف وغیرہ پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی فوج بھیجی۔ بنی اسرائیل نے فتح حاصل کی اور عمالقہ کے بادشاہ ارم بن ابی الارقم کو قتل کیا۔ پھر خود بنی اسرائیل میں سے کئی افراد جو فوجی تھے یثرب یعنی مدینہ شریفہ میں آباد ہو گئے اور بڑے بڑے

قلعے بنائے۔

مدینہ منورہ میں یہودی کی یہ پہلی آمد اور ابتدائی رہائش کا قصہ ہے۔ یہ قصہ سبیل عرم سے پہلے کا ہے۔ سبیل عرم جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس کے بعد یا اس کے قریب اوس و خزرج مدینہ منورہ میں آکر آباد ہوئے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ عرب دو قسم پر ہیں۔ اول عربِ باندہ یعنی وہ قدیم قبائل جو تقریباً ختم ہو گئے۔ دوم عربِ باقیہ۔ عربِ باندہ یہ قبائل ہیں عمالقہ۔ نمود۔ طسم۔ جدریس۔ ایم۔ جبرہم۔ حضرت موسیٰ وغیرہ۔ پھر عربِ باندہ دو قسم پر ہیں۔ اول عمالیق اولادِ لاوڈ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دوم بقیہ سارِ قبائل۔ اور نسلِ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہیں۔ عمالقہ شمالی حجاز جزیرہ سینار کے قریب رہتے تھے۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کر کے حکومت قائم کی۔ عمالقہ کی حکومت مصر پر ۲۲۳ ق تا ۳۰۳ ق قائم رہی۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔ ج ۶ ص ۲۳۲۔

بلعم بن باعوراء بن منور قوم عمالقہ سے تھا یا ان میں دیے مقیم تھا۔ بلعم کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ یوشع بن نون یا موسیٰ علیہما السلام کی فوج جو بنی اسرائیل پر تھل تھی پر بلعم نے بُرے کاری کی تھی۔ بلعم مستجاب الدعاء تھا۔ حسب قول بعض اہل تاریخ وہ اہم عظیم جانتا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام بعد وفات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی فوج لے کر ملک شام کے بادشاہ سمیدع سے جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ سمیدع عمالقہ میں سے تھا۔ جنگ کے دوران سمیدع قتل ہوا۔

عمالقہ نے بلعم بن باعوراء سے بنی اسرائیل پر بددعا کرنے کی درخواست کی۔ بلعم چونکہ صالحین و زاہدین میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اولاً تردید کیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام کے خلاف کفار کی نصرت و کامیابی کے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن بعدہ عمالقہ کی کامیابی کے لیے دعا شروع کر دی۔ دعا الٹی زبان سے نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درجہ و لاینت چھین کر مردود کر دیا۔

مؤرخ مسعودی مروج الذهب ج ۱ ص ۱۸ پر لکھتے ہیں دسار ملک الشام و هو السمیدع بن ہوراء یوشع بن نون فکانت بینہما حربۃ الی اذ قتلہ یوشع علیہ السلام واحتوی علی جمیع ملکہ و ملحق بہ غیرہ من الجبارۃ و العالمیۃ و کانت مدۃ یوشع بن نون فی بنی اسرائیل بعد وفاتہ مئۃ سنی علیہ السلام تسعاً و عشرين سنۃ و کان یقریبہ من قری البلقاء من بلاد الشام رجل یقال له بلعم بن باعوراء بن سنو بن وسیم و کان مستجاب الدعۃ فخلہ قومہ علی الدعاء علی یوشع بن نون علیہ السلام فلم یتأت له ذلک و یحز عنہ فأشار علی بعض ملوک العالمیۃ ان یمیزوا الحسان من النساء نحو عسکر یوشع ففعلوا فانتسروا ای بنو اسرائیل النساء فوقع فیہم الطاعون فہلک منهم سبعون الفا و قیل ان

یوشع علیہ السلام قبض وهو ابن مائة وعشرين سنة انتهى - قال في السيرة الخلبية ج ۱ ص ۱۰۱
ان من العماليق فرعون موسى علیہ السلام ومنهم الريان بن الوليد فرعون يوسف علیہ السلام اہ
ابن اسحق فرماتے ہیں کہ عمليق بن لاوذ پوتا ہے سام بن نوح علیہ السلام کا۔ اسی عمليق کی نسل عمالقہ ہیں۔
سام بن نوح کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ارخشند (۲) لاوذ (۳) ارم (۴) آشود (۵) نلیم۔ کذا فی التوراة۔
پھر لاوذ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طسم (۲) عمليق (۳) جرجان (۴) فارس۔ قال ابن اسحق ومن العمالقہ امة
جاسم فمنهم بنو لف وبنو هزان وبنو مطر وطفاف ومنهم الكنعانيون وبرايرة الشام وفرعون مصر
كانت طسم والعماليق واميم وجاسم يتكلمون بالعربية وفارس يجاد من نهم الى المشرق ويتكلمون
بالفارسية۔ وفي لفظه الجعلان من لبواب صديق حسن خان وعن غير ابن اسحق ان عبد بن خنم
اميم من ولد لاوذ اہ۔

اس بات کا ذکر پہلے اجمالاً ہو چکا ہے کہ عمالقہ عرب باندہ میں سے ہیں۔ عرب دو قسم پر ہیں باندہ و باقیہ
عرب باقیہ ابھی تک موجود ہیں اور عرب باندہ زمانہ حال میں موجود نہیں ہیں باندہ کے قبائل فنا ہو چکے ہیں۔
العمالقہ ہم اہل شمال الحجاز یا یلی جزیرہ سیناء فتحوا مصر مدة الفراعنة وانتسوا فيها أسرة ملكية
اماد ولة العمالقہ فی مصر فتبتدئ من سنة ۲۲۱۳۔ الی۔ ۱۰۰۳ قبل الميلاد جاؤھا من طریق برزخ
السويس والبحر الاحمر فاقاموا بها وكثر عددهم فيها ثم سخط لهم الفرصة وشوا على ملوكها وملكوا
البلاد ونهم وكان اول ملوكهم سلاطيس وحكم بعده بنو الی سنة ۱۰۰۳ قبل الميلاد۔ فتمكن
المصريون من انتزاع الملك من ايديهم وطردوهم ففرقوا في جزيرة العرب قبائل وانشأوا
دولا في اليمن والحجاز وسائر جزيرة العرب۔ کذا فی دائرة المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۲۳ وايضا فيها
ص ۲۳۵۔ اقدم الایم التي غزت بلاد العرب المصريون في عهد احمس منقذ مصر من حكم العمالقہ فانه
بعد ان اخرجهم من مصر طاردوهم الى واسط جزيرة سيناء نحو سنة ۱۰۰۰ قبل الميلاد اہ۔

قدما عرب کو عمالقہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان سابقہ سے معلوم ہو گئی۔ وہ یہ کہ اس میں عمليق بن لاوذ بن سام
ابن نوح علیہ السلام کا نام ملحوظ ہے۔ عرب عمليق کی جمع عمالقہ یا عماليق بنا کر قدما عرب کے لیے یہ لفظ استعمال
کرتے ہیں۔

اور بعض مستشرقین مذکورہ صدر بات سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں واصل لفظ العمالقہ مجهول
والغالب في نظرنا انه من تخلفه من اسم قبيلة عربية كانت مواطنها بجعات العقبة او شمالها حيث
كان العماليق على قول التوراة ويسمونها البابليون ماليق او مالوك۔ فاضاف اليها اليه لفظ عم۔
ای الشعب او الامّة فقالوا "عم ماليق" او "عم مالوك" فقال العرب عماليق او عمالقہ۔ ثم اطلقوا على

طائفة کبيرة من العرب القدماء۔ کذا فی کتاب العرب قبل الاسلام تألیف جرجی زیدان ج ۳۔ سابقہ بیان طویل میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عمالقہ یعنی عرب قدما نے عراق پر بھی اور مصر پر بھی یمن و حجاز و تہامہ و نجد وغیرہ پر بھی حکومت کی ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں گجری ہیں۔ اول حکومت عراق۔ دوم حکومت مصر۔

عراق پر عرب یعنی عمالقہ نے تقریباً ۲۴۵ سال حکومت کی۔ ان کے بادشاہوں کی تعداد ۹ ہے اور عند البعض ۱۱ بادشاہوں نے ۳۳۴ سال حکومت کی۔ مورخین کے نزدیک عمالقہ کے اس دور حکومت کا نام حکومت دولت بابلیہ اولیٰ مالدولت حمورابی ہے۔ یہ نسبت ہے ان کے بڑے بادشاہ حمورابی نامی کی طرف۔ حمورابی کی حکومت سے پہلے عراق پر کلدانیوں کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال تک حکومت کی۔ یہ دولت کلدانیہ کہلاتی ہے۔ حکومت حمورابی کے زوال کے بعد دولت اشوریہ تھی۔ اشوریہ کے ۴۵ بادشاہوں نے ۵۲۶ سال تک عراق و بابل وغیرہ پر حکومت کی۔

عرب قدما یعنی عمالقہ میں سب سے پہلے عراق کا جو حکم و بادشاہ بنا اس کا نام ساموابی ہے۔ اس نے حکومت عراق پر ۲۳۶۰ ق م میں قبضہ کیا۔ بعد اس کا بیٹا ساموئیل بادشاہ ہوا۔ بعدہ زابوم بادشاہ ہوا۔ بعدہ امیل بین بعدہ سینموہلیت بعدہ حمورابی وغیرہ وغیرہ۔ بعض مستشرقین کے نزدیک ان کی حکومت کی ابتداء ۲۳۱۶ ق م میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔

اسم بادشاہ	مدت حکومت	از تاریخ ق م	تا تاریخ ق م
ساموابی	۳۱ سال	۲۴۱۶	۲۳۸۵
ساموئیل	۱۵	۲۳۸۵	۲۳۷۰
زابوم	۳۵	۲۳۷۰	۲۳۳۵
امیل بین	۱۸	۲۳۳۵	۲۳۱۷
سینموہلیت	۳۰	۲۳۱۷	۲۲۸۷
حمورابی	۵۵	۲۲۸۷	۲۲۳۲
شمسوایلو	۳۵	۲۲۳۲	۲۱۹۷
ابیشوع	۲۵	۲۱۹۷	۲۱۷۲
عمی دیتانا	۲۵	۲۱۷۲	۲۱۴۷
عمی صادوفا	۳۴	۲۱۴۷	۲۱۱۳
شمسو دیتانا	۳۱	۲۱۱۳	۲۰۸۲
کل ۳۳۴			

العُزْی - فلا تجعلوا لله أنداداً کی شرح میں مذکور ہے - عُزْی ایک بُت یا بُت خانہ کا نام ہے۔ یہ قبیلہ غطفان کا بُت تھا۔ بقول بعض عُزْی کیکر کے ایک درخت کا نام تھا جس کی پرستش غطفان کرتے تھے سب سے پہلے اس کی عبادت ظالم بن اسعد بن ربیعہ بن مالک بن مرہ بن عوف نے شروع کی تھی اور اس کے پاس ایک کمرہ تعمیر کیا جس کا نام بُس رکھا تھا۔ گویا کہ یہ کعبہ تھا عُزْی کا۔ اس بیت عُزْی کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی۔ اس کی خدمت کے لیے متعدد لوگ بطور خادم مقرر کیے گئے تھے۔ عُزْی تانیث اعراب ہے مثل کُبْرِی مَوْنِث اکبر ہے۔ پس عُزْی بمعنی عزیزۃ ہے۔

ابن حبیب مؤرخ مُجَبَّر، ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں وَكَانَتْ هَذِهِ الْأَصْنَامُ كُلُّهَا فِي بِلَادِ الْعَرَبِ تَعْبُدُ مَعَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَكَانَتْ الْعُزْی شَجَرَةً بَخْلَهَ عِنْدَهَا وَتُنَّ تَعْبُدُهَا غُطْفَانٌ سَدَّ ثَنَاهَا مِنْ بَنِي صُرْمَةَ بْنِ مَرَّةٍ وَكَانَتْ قَرِيشٌ تَعْظُمُهَا وَكَانَتْ غَنِيٌّ وَبَاهِلَةٌ تَعْبُدُهَا مَعَهُمْ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ فَقَطَعَ الشَّجَرَةَ وَهَدَمَ الْبَيْتَ وَكَثَرَ الْوُثْنُ أَهْ وَكَانَ بَعَثَ خَالِدٌ سَهْمًا كَافِيًا لِلْمَحْبَرِ ۱۲۷۔

وَكَانَتْ تَلْبِيَةً مَنْ نَسَكَ لِلْعُزْی لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ مَا أَحْبَبْنَا إِلَيْكَ۔
 كَذَا فِي الْمَحْبَرِ ۱۲۸۔ وَكَانَتْ الْعُزْی بَوَادٍ مِنْ غُلَّةِ الشَّامِيَةِ يُقَالُ لَهُ حُرَاضٌ وَذَلِكَ فَوْقَ ذَاتِ عَرَفٍ إِلَى الْبِسْتَانِ بِسَعَةِ أَمِيَالٍ فَبَنَى ظَالِمُ بْنُ أَسْعَدٍ عَلَيْهَا بُسًا أَيْ بَيْتًا وَكَانُوا يَسْمَعُونَ فِيهِ الصَّوْتِ وَكَانَتْ أَعْظَمُ الْأَصْنَامِ عِنْدَ قَرِيشٍ وَكَانُوا يَزُورُونَهَا وَيُهْدُونَ لَهَا وَيَتَقَرَّبُونَ عِنْدَهَا بِالذَّبَائِحِ كَذَا فِي مَعْرِ الْبُلْدَانِ ج ۱ ص ۱۱۱۔

قریش نے عُزْی کی تعظیم کے لیے ایک خطہ مثل حرم مقرر کیا تھا۔ اس میں بت کے نام پر ذبائح پیش کرتے تھے۔ مذبح و منحر کا نام غُذْب تھا۔

اس میں اہل تاریخ کا اختلاف ہے کہ عُزْی بُت کا نام تھا یا درخت کا یا تین درختوں کا یا بیت کا نام تھا۔ قیل والذی اسراہ انہ کان للعزى بیت ہو بُس فیہ صنم العزى وکان حوله حرم کحرم مکة ب سمرۃ او ثلاث سمات کان الناس یُقَدِّسُونَهَا۔ کذا قال الذکثور جواد علی فی کتاب المغصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص ۲۴۵۔

قریش عُزْی کی کتنی تعظیم کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قصہ سے ہو سکتا ہے۔ یا قوت نے لکھا ہے کہ قریش میں ابو اُجیمہ سعید بن العاصی بن امیہ مرض وفات میں زار و قطار رو رہا تھا۔ ابولہب عبادت کے لیے آیا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس غم سے رو رہا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری موت کے بعد لوگ عُزْی جیسے محترم بُت کی پرستش ترک نہ کر دیں۔ ابولہب نے اس کو تسلی دی اور کہا

ما عُدت في حياتك لأجلك ولا تترك عبادتها بعدك لموتك فقال أبو أجيحة: لأن علمت أن لي خليفةً إلا
وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال كانت العزى شيطانة تأتي ثلاث سمرايت ببطن نخلة فلما افتقر
النبي عليه السلام مكة بعث خالد بن الوليد فقال له: أنت بطون نخلة فانك تجد ثلاث سمرايات فاعضد
الأولى فاتاها فعضدها فلما عاد اليه قال هل رأيت شيئاً؟ قال لا قال فاعضد الثانية فاتاها فعضدها
فلما عاد اليه قال هل رأيت شيئاً؟ قال لا قال فاعضد الثالثة فاتاها فاذا هو بختاسية نافية شعرها وضعة
يديها على عاتقها تصرف بأنيابها وخلفها دبتة بن حرمي السبي سادها فقال خالد: يا
يعز كفرانك لا سب حانك إني رأيت الله قد أهانك
ثم ضربها فقلق رأسها فاذا هي حممة ثم عضد الشجر وقتل دبتة السادن - كذا في المعجم -

تم الجزء الأول من آثار التكميل
ويليه الجزء الثاني أوله - العرب

فہرست مضامین اٹھارہ تکمیل (جزء اول)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵	ترجمہ امینہ بن ابی الصلت	۲	ترجمہ انس رضی اللہ عنہ
۱۵	امیرہ ابوسفیان کا سفر شام اور نصاریٰ کا نبی آخر الزمان کے بارے میں اُمید کو مطلع کرنے کا عجیب قصہ	۲	موت کے وقت انس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کا ایک بال مبارک زبان کے نیچے رکھوایا۔
۱۶	امیرہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں جانتا تھا	۴	ترجمہ ابن سیرین رحمہ اللہ
۱۸	ترجمہ امام احمد رحمہ اللہ	۵	تجارت میں آپ کے تقویٰ کا قصہ
۱۹	آپ کے تقویٰ کے قصے	۵	آسمان کی کھجی کا سبب
۲۰	آپ کے بارے میں روئے صادق	۵	مقولہ جالس الحسن و ابن سیرین کی شہرت کے دو لطیف اسباب کا ذکر
۲۱	امام احمد کے جنازے میں یہود و مجوس کے اسلام لانے کا قصہ مصنف کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔	۶	ترجمہ ابوالشعثا تابعی رحمہ اللہ
۲۲	بوقت نزع شیطان سے کلام کرنا	۶	ترجمہ امرو القیس صحابی رضی اللہ عنہ
۲۲	ترجمہ اخفش	۸	امرو القیس کے خصم کے نام میں بیضاوی کی غلطی
۲۲	اخفش تین اشخاص ہیں	۸	ترجمہ امرو القیس شاعر صاحب قصیدہ سبع معلقات
۲۲	کسانی و اخفش کے مابین گفتگو	۹	بقول امیری امرو القیس کے متعدد قصائد اُسکے اپنے نہیں ہیں
۲۳	ترجمہ ابن جتی	۹	مراقبہ پچیس ہیں
۲۴	ترجمہ ابن المبارک رحمہ اللہ	۹	ترجمہ ابوہریرہ فرعون ہذہ الامۃ
۲۵	آپ کے استقبال کا قصہ	۱۰	ترجمہ ابوہریرہ صدیق رضی اللہ عنہ
۲۶	ترجمہ ابن ابی لیلیٰ	۱۲	تحقیق اول مسلم
۲۶	ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ	۱۳	ترجمہ سعید بن جبیر تابعی
۲۶	آپ کے تابعی ہونے کے اولہ	۱۳	آپ کے مرع کا عجیب قصہ
۲۶	آپ کا ثقہ ہونا و متبحر ہونا مسلم ہے۔	۱۳	آپ مغرب و عشاء کے مابین قرآن ختم کرتے تھے
۲۸	عہد قضا سے انکار پر آپ کی تعزیر کا قصہ	۱۴	صبح کی منیت و فرض کے درمیان کلام کرنا ممنوع ہے
۲۹	ختم قرآن کے بارے میں قصے	۱۴	صبر و عزم میں فضل کونسا ہے؟
۲۹	ان صحابہ کے نام جن سے ابوحنیفہ ملے ہیں	۱۴	بائیل کے دہنے کا انجام خیر
۳۰	احادیث میں آپ کے بارے میں پیشین گوئی کا بیان	۱۴	ججاج کی مجلس میں آپ کے قتل کا قصہ

۳۱	آپ کی وفات حالت سجدہ میں ہوئی	۴۳	حام میں آپ کی موت کا عجیب قصہ
۳۱	آپ نے سوا بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا	۴۳	ترجمہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ
۳۱	خواب میں اللہ تعالیٰ نے وہ دعا بتلائی جو مغفرت کا ذریعہ	۴۳	تعلیم حدیث کے بارے میں آپ کا قصہ
۳۱	ترجمہ قاری احمد تبریزی	۴۳	مصحف و سجد کی تصغیر سے آپ منع کرتے تھے
۳۲	ترجمہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ	۴۴	منجاب و مالکی حکایت
۳۲	ابتداء تعلیم کا قصہ باپ کا اسے مجلس ابو حنیفہ سے اٹھا کر	۴۵	ترجمہ ابوبہب ہاشمی
۳۲	لے جانا اور پھر ابو حنیفہ کا اسکی مالی مدد کرنا	۴۵	ترجمہ ابوالعالیہ رحمہ اللہ
۳۳	ہارون رشید کے دربار میں فالو سے کا قصہ	۴۵	ابوالعالیہ دو میں ثانی کا ترجمہ
۳۴	کیمیا کے بارے میں ابو یوسف کا قول	۴۶	فرماتے ہیں، مال اٹھارہ ہزار ہیں
۳۴	آپ کے حلقہ درس میں امام احمد شریک ہوتے تھے	۴۶	ترجمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۳۴	آپ کے حلقے میں چور لانے کا طعی قصہ	۴۶	ترجمہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۳۴	حدیث الہدیۃ مشترکہ کا معنی	۴۶	ابی کے دائمی مریض ہونے کا قصہ عجیب
۳۵	ترجمہ ابوالایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۴۸	ترجمہ عدی بن الرقاع شاعر
۳۶	آپ نے اپنے پاس نبی علیہ السلام کی وارسی مبارک کچھ جند	۴۸	ترجمہ ابوعلی فارسی نجوی رحمہ اللہ
۳۶	بال بطور تبرک رکھے تھے۔	۴۹	ابوعلی کا شعر پر قادر نہ ہونے کا قصہ
۳۶	ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۰	ترجمہ ابو تمام شاعر
۳۶	آپ کے حافظے کا عجیب قصہ	۵۰	تشبیہ بالادنی کے بارے میں حکایت علیہ
۳۸	بعض گمراہ لوگوں کا ابوہریرہ پر اعتراضات اور ان کی تردید	۵۱	ترجمہ اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ
۳۸	ترجمہ اعشی شاعر	۵۱	اخنس کے سوال کے جواب میں ابوہبل کا اعتراف کہ
۳۸	اسلام لانے کی غرض سے اعشی کا سفر کرنا اور مشرکین کا	۵۲	محمد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔
۳۸	مختلف حیلوں سے اُسے روکنا	۵۲	ترجمہ عبداللہ بن ابی رئیس النافقین
۴۰	ترجمہ اضبط بن قریع شاعر جاہلی	۵۲	عجیب ترکیب عبداللہ بن ابی بن سلول
۴۱	ترجمہ اوس بن حجر شاعر جاہلی	۵۳	ترجمہ ابوالحسن اشعری امام المتکلمین
۴۱	ترجمہ امام اوزاعی رحمہ اللہ	۵۴	ترجمہ قاری ابو عمرو بن العلاء
۴۲	خواب میں امام اوزاعی کا اللہ تعالیٰ کی زیارت کثرت اور کلام کرنا	۵۵	فرجہ کے بارے میں آپ کے ادبی عشق کا قصہ
۴۲	آپ کے زیادہ روئے کا قصہ عجیب	۵۵	حدیث فی الجنین عرقہ عبد کا مطلب
۴۳	آپ سیاہ رنگ کا کپڑا نہیں پہنتے تھے	۵۶	ابو عمرو کے دو راویوں کا ذکر

۵۶	ترجمہ ابو ذؤاد شاعر	۵۶	ترجمہ ثعلب نحوی رحمہ اللہ
۵۷	ترجمہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۵۷	عام گفتگو میں ثعلب غلطی کہتے تھے
۵۸	فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر ہمتا زیادہ کیا جاتا ہے۔	۵۸	امام احمد سے آپ کی ملاقات کا قصہ
۵۸	ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما	۵۸	دوستوں میں بے تکلفی ہوتی ہے
۵۸	آپ کے جنازے کی وقت مفید پڑے کا قصہ	۵۸	فقہا و عمامہ اہل کوفہ کی فضیلت
۵۹	ترجمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما	۵۹	ترجمہ جریر شاعر اور اس کے متعلق قصے
۵۹	ترجمہ ابو زید حنفی رحمہ اللہ	۵۹	ترجمہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۵۹	ابو زید تین ہیں۔ تینوں کے ترجمے کا ذکر	۵۹	ترجمہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۶۰	علم فقہ میں ابو حنیفہ کے تخریج کے متعلق جوئے کا قصہ	۶۰	ترجمہ جیسر بن مطعم رضی اللہ عنہ
۶۱	ابو زید صفوی کی شہادت کا قصہ عجیب	۶۱	ترجمہ جلیلہ بنت ابی رضی اللہ عنہا
۶۱	ترجمہ آذر	۶۱	ترجمہ جمل بنت یسار رضی اللہ عنہا
۶۲	قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آذر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا	۶۱	ترجمہ جعدی نابغہ شاعر رضی اللہ عنہ
۶۲	ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام	۶۱	نابغہ کی طویل عمر اور نبی علیہ السلام کی اس کے لئے دعا
۶۲	بیان اختلاف کہ آذر ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا یا عم	۶۲	ترجمہ حسن بصری رحمہ اللہ اور آپ کا زہد و خوف آخرت
۶۲	ذکر وجہ قسم جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آذر عم ابراہیم علیہ السلام تھا	۶۲	آپ کے حزن اور تعویذ کی نوعلامات کا ذکر
۶۵	جب آذر عم ہے تو قرآن میں اس پر اب کے اطلاق کیوجہ کیا ہے	۶۵	فقہ کی تعریف حسن بصری کے نزدیک
۶۵	ترجمہ بلال رضی اللہ عنہ	۶۵	ترجمہ حذیفہ رضی اللہ عنہ
۶۵	بلال کی اذیتوں کا اور صدیق کا لئے خرید کر آزا کر نیا قصہ	۶۵	قلوب کی چار اقسام
۶۶	وہ لوگ جنہیں حضرت صدیق نے خرید کر آزا کر دیا تھا	۶۶	ترجمہ حسان الشاعر رضی اللہ عنہ
۶۶	ترجمہ بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ	۶۶	یہ بات غلط ہے کہ حسان بزدل تھے
۶۶	ترجمہ بخت نصر کافر و ظالم بادشاہ	۶۶	ترجمہ حاتم طائی شہرورخی
۶۸	بخت نصر کے زمانے کا تعین	۶۸	سوت کے بعد حاتم کی سخاوت کا عجیب قصہ
۶۸	بخت نصر کی شکل تبدیل ہونے کے بارے میں قصے	۶۸	ترجمہ حمزہ قاری رحمہ اللہ
۶۹	ترجمہ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ	۶۸	قرابت حمزہ کی سند
۷۲	ترجمہ ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ	۶۹	امام ابو حنیفہ کا حمزہ کی صحبت قرأت کا اعتراف
۷۲	شہید ہونے کے بعد خواب میں ثابت کی وصیت کا	۷۲	قرابت حمزہ پر بعض علماء کی تنقید اور اس کا جواب
۷۳	عجیب قصہ	۷۳	ترجمہ قاری حفص بن سلیمان

۱۰۹	اس زمانہ میں سارے عالم میں قرأت ماحم بروایت حفص	۱۰۹	سلمانؓ کا بعد الموت افضل اعمال کے بارے میں اطلاع دینا
۹۱	پڑھی جاتی ہے	۱۰۹	ترجمہ شامح رضی اللہ عنہ
۹۲	ترجمہ خطینہ شاعر	۱۱۰	ترجمہ قاری شجعبہ بن عیاش راوی امام حاصم
۹۳	خطینہ کی حجاز کے بارے میں عمرؓ کا فیصلہ	۱۱۰	شعبہ کا قرآن سے یہ استدلال کرنا کہ ابو بکرؓ خلیفہٴ اول ہیں
۹۴	ترجمہ خلف بن ہشام قاری	۱۱۱	ترجمہ امام شافعیؒ
۹۴	خلف کی احتیاط فی الحدیث کا قصہ	۱۱۲	امام محمد حنفی سے امام شافعی نے بہت استفادہ کیا
۹۶	خلف راوی القراءۃ ترمذی کے علاوہ مستقل قاری تھے	۱۱۲	آپ کا قول من طلب علما فلیدقق کیلئے یضیع
۹۶	ترجمہ خلاد بن خالد راوی الحرمہ	۱۱۲	دقیق المسلمہ اور دیگر اقوال و مواظظ وغیرہ
۹۶	ترجمہ خلیل بن احمد نحوی	۱۱۴	ترجمہ شامح جند سادس ابراہیم علیہ السلام
۹۷	خلیل کی موت اور ان کے بیٹے کی جہالت کے دو قصے	۱۱۴	فائدہ: ابراہیم علیہ السلام کے اجداد کا سلسلہ نسب میں
۹۸	ترجمہ دوری ابو عمر قاری راوی	۱۱۴	اختلاف اور ذکر قول حق
۹۹	ابو عمر اصغر واکبر کی توضیح	۱۱۴	عذنان تک سلسلہ نسب
۹۹	ترجمہ رفاعہ رضی اللہ عنہ	۱۱۵	عذنان سے اوپر سلسلہ معلوم نہیں ہے
۱۰۰	ترجمہ رؤبہ شاعر	۱۱۶	ترجمہ صہیب رضی اللہ عنہ
۱۰۰	مسکمی بروایتین اشخاص میں	۱۱۶	کیا صہیبؓ رومی تھے یا عربی
۱۰۰	ترجمہ روح قاری ثامن کے راوی	۱۱۷	صہیبؓ کا قصہ ہجرت
۱۰۱	ترجمہ رؤیس قاری ثامن کے راوی	۱۱۸	ترجمہ قاری صلح بن زیاد سوی
۱۰۲	ترجمہ زبیر شاعر	۱۱۸	ترجمہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا
۱۰۲	ترجمہ زید بن عمرو بن فضیل نوحدہ بالیست	۱۱۹	ترجمہ ختمک تابعی رحمہ اللہ
۱۰۳	زید کی پیشین گوئی نبی خاتم الانبیاءؐ کے بارے میں	۱۲۰	جنگ میں طاہوت کے رفقاء کی تعداد وہ تھی جو شرکاء
۱۰۴	ترجمہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۲۰	بدر کی تعداد تھی
۱۰۵	ترجمہ سیبویہ نحوی	۱۲۰	طاہوت نوع انسانی میں اول و باغ ہیں
۱۰۵	سیبویہ و کسالی کا مناظرہ	۱۲۰	ترجمہ طاہوس تابعی رحمہ اللہ
۱۰۷	ترجمہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۲۰	طاہوس کے علمی و زہدانہ قصے اور اقوال
۱۰۸	سلمان فارسی کی شادی کا عجیب قصہ	۱۲۲	ترجمہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
۱۰۹	ابوالدرداء و سلمان کے سامنے باندی کا قبیح پڑھنا اور کرامت کا ظہور	۱۲۳	ترجمہ عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ
		۱۲۳	ترجمہ عائشہ زوجہ النبی علیہ السلام

۱۳۷	ترجمہ عبداللہ رضی اللہ عنہ	۱۳۴	ترجمہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
۱۳۷	ترجمہ عثمان رضی اللہ عنہ	۱۳۵	ترجمہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
۱۳۷	ترجمہ قاری عثمان ورش رحمہ اللہ	۱۳۶	آپ اغنیاء میں سے تھے
۱۳۸	ترجمہ حکمران تابعی رحمہ اللہ	۱۳۶	ترجمہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
۱۳۹	ترجمہ عطار بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ	۱۳۶	ترجمہ علی رضی اللہ عنہ
۱۳۹	عطار کے اقوال زرین	۱۳۷	ترجمہ عمر رضی اللہ عنہ
۱۴۰	ترجمہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ		سفر عمرہ پر جاتے وقت آپ سے نبی علیہ السلام نے
۱۴۱	ترجمہ قاری امام مامم رحمہ اللہ	۱۳۹	و ما طلب فرمائی
۱۴۱	مامم کے بارے میں محدثین کی رائے	۱۳۹	آپ کی شہادت کا قصہ
۱۴۲	مامم کے دورِ راوی ہیں	۱۳۹	لقب امیر المؤمنین کی اول تقرری پر بحث
۱۴۲	مامم کے دو شیوخ میں سے ابو عبدالرحمن سلمیٰ کا ترجمہ	۱۳۰	ترجمہ عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ
۱۴۲	شیخ دوم زربن حبش کا ترجمہ	۱۳۰	ترجمہ عمرو بن جوع رضی اللہ عنہ
۱۴۳	آپ کے علم قرأت کا منبع ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۳۱	عمر کے بت کا قصہ
۱۴۳	فقہ حنفی کا منبع بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۳۱	ترجمہ عمار رضی اللہ عنہ
۱۴۴	ابن کثیر کی قرأت کا ماخذ		عمار کا حضرت علی کا ساتھ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ
۱۴۵	ترجمہ ابن عاتر تابعی قاری رحمہ اللہ	۱۳۲	علیؑ معاویہ کے مقابلہ میں حق پرست تھے
۱۴۵	ترجمہ عیسیٰ قانون قاری رحمہ اللہ		آپ کی شہادت سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض رفقاء
۱۴۶	ترجمہ ابن ذکوان قاری راوی رحمہ اللہ	۱۳۳	کے پریشان ہونے اور سوال و جواب کا قصہ
۱۴۶	ترجمہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ		حدیث و صحیح عمار تقتله الفتنۃ الباقیۃ کے مطلب
۱۴۷	ترجمہ عمرو بن عبداللہ حضرمی	۱۳۳	پر بحث
۱۴۷	اس سریرہ کا بیان جمہیں عمرو قتل کیا گیا	۱۳۴	ترجمہ علقمہ رضی اللہ عنہ
۱۴۷	کیا اس کا قتل اشہد حرم میں واقع ہوا تھا؟		علقمہ و عمار کا تفاخر اور عرب کا ان کے مابین حکم بننے سے
۱۴۸	عمرو کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا۔ حکیم و عقبہ کی	۱۳۴	انکار کا قصہ
۱۴۸	جنگ بدر روکنے کی کوشش اور ابو جہل کی ضد	۱۳۴	ترجمہ علقمہ تابعی تمیم بن مسعود رضی اللہ عنہ
۱۴۹	تقسیم شقاوت و سعادت کا معاملہ	۱۳۵	علقمہ کے علم و زہد کے بارے میں اقوال و قصے
۱۴۹	عمرو کے بھائی علاء حضرمیؒ کی کرامات کے قصے	۱۳۵	علقمہ کے حافظے کا ذکر
۱۴۹	عمار و علقمہ باطل پرستی یا عظیم کی برکات کے قصے	۱۳۶	ترجمہ عثمان رضی اللہ عنہ

۱۶۵	ترجمہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ	۱۵۰	موسیٰ کاظم کی دعا کی برکت اور ہارون رشید کا قصہ
۱۶۶	ترجمہ معاذ رضی اللہ عنہ	۱۵۰	بعض مجرب مقبول دعاؤں کا ذکر
	معاذ ان چار انصار میں سے ہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام	۱۵۱	کسی حاکم کے پاس جانے کی دعا
۱۶۶	کے عہد میں قرآن یاد کیا تھا		آیات شفا کے بارے میں نبی علیہ السلام کی خواب میں
۱۶۶	طاہون میں سے حصہ ملنے کے لئے معاذ کی دعا	۱۵۱	بشارت
۱۶۶	ترجمہ مجاہد تابعی رحمہ اللہ	۱۵۱	درد کی دعا
	اللہ تعالیٰ کسی بندے کی نیکی سے اس کی اولاد و اولاد	۱۵۱	قبولیت دعا کے مجرب اشعار
۱۶۶	اولاد تک کو محفوظ رکھتے ہیں		قاضی سبکی کے حوالہ سے ایک قصیدہ کا ذکر جس کا پڑھنا
۱۶۸	علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے	۱۵۲	دفع مشکلات و قضاء حاجات کے لئے مجرب ہے
	قیامت کے دن تین قسم انسانوں یعنی غنی و فقیر و عبد	۱۵۵	احوال فرعون
۱۶۸	کا قصہ	۱۵۵	ترجمہ قبل قاری راوی
۱۶۸	ترجمہ متبرّد	۱۵۶	ترجمہ قطرب نحوی
۱۶۹	ترجمہ امام مالک رحمہ اللہ	۱۵۶	ترجمہ قتادہ تابعی رحمہ اللہ
۱۶۹	امام مالک کے بارے میں ابن کثیر کا رد یا صالحہ	۱۵۸	ترجمہ کعب اجاز تابعی رحمہ اللہ
۱۶۰	امام مالک کے بارے میں ایک حدیث میں پیشین گوئی	۱۵۹	کعب کے اقوال و نصائح
۱۶۰	امام مالک تین سال تک والدہ کے پیٹ میں رہے	۱۵۹	ترجمہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ
۱۶۱	امام مالک کا کثرت سے لاادری کہنا	۱۶۰	ترجمہ کسائی القاری المقرئ النحوی
۱۶۱	امام ابو حنیفہؒ نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے	۱۶۱	ہارون کی مجلس میں کسائی اور محمد حنفی کے مابین گفتگو
۱۶۱	ترجمہ مسطح رضی اللہ عنہ	۱۶۲	ترجمہ لیث بن خالد قاری راوی
۱۶۲	ترجمہ مسروق تابعی رحمہ اللہ	۱۶۲	ترجمہ مرثد رضی اللہ عنہ
۱۶۳	ترجمہ زحشری رحمہ اللہ	۱۶۲	قصہ مرثد و عناق فاحشہ بوقت حمل اسراء
۱۶۴	ترجمہ قاری نافع تابعی رحمہ اللہ	۱۶۳	ترجمہ امام محمد حنفی رحمہ اللہ
۱۶۴	نافع کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے کی وجہ	۱۶۳	امام محمد کا ہارون کے لئے کھڑے نہ ہونے کا قصہ
۱۶۸	ترجمہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	۱۶۴	امام شافعی کی والدہ امام محمد کے عقد نکاح میں تھیں
۱۶۸	وائل اور معاویہ کے واقعہ سفر کا عجیب قصہ		امام شافعی کا اعتراف کہ میں امام محمد کی کتابوں کی
۱۶۹	ترجمہ ولید بن مغیرہ	۱۶۴	برکت سے اس مقام پر پہنچا
۱۶۹	ولید مستہزئین اور زنادقہ میں سے تھا	۱۶۴	امام محمد کی توثیق از طرف ائمہ دین

۱۹۱	بیان جبراد	۱۷۹	ترجمہ ہشام قاری راوی ابن عامر
۱۹۲	بیان حمار	۱۸۰	ہشام بنغیر اُجرت تحدیث نہیں کرتے تھے
۱۹۲	بعض محدثین کی غلطی کا عبرت انگیز قصہ	۱۸۰	ترجمہ ابو خراش حدیثی تابعی رحمہ اللہ
۱۹۲	گدرے کے مارنے کا عجیب قصہ	۱۸۰	حدیث کے بیٹے کی ربائی کا عجیب قصہ
۱۹۳	گدرے کی سواری احادیث میں تواضع کی علامت قرار دی گئی ہے اور آجکل کا گدھا سائیکل ہے	۱۸۱	ہڈلی گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے
۱۹۳	بیان ثور	۱۸۱	ہڈلی کی مرثوت اور مہمانوں کی بی مرثوتی کا عجیب قصہ جو اس کی موت کا سبب بنا
۱۹۳	بیان حمامہ	۱۸۲	ترجمہ ہابیل رحمہ اللہ
۱۹۴	کبوتر میں انسانی خصلتوں کا ذکر	۱۸۲	قتل ہابیل کی تفصیل
۱۹۴	حرمین کے کبوتروں کی نسل	۱۸۲	قتل ہابیل پر آدم علیہ السلام کا مریہ
	فخر الدین رازی کے پاس کبوتر کا باز کے خوف سے بیٹھ جانا	۱۸۳	ترجمہ یعقوب قاری ثامن رحمہ اللہ
۱۹۴	بیان دجاجہ	۱۸۳	آپ کا خاندان علمی خاندان تھا
۱۹۵	بیان دیک	۱۸۳	آپ کے جد اول واقعین عربیت میں سے ہیں
۱۹۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب میں مرغ دیکھنا	۱۸۳	عجیب اتفاق کہ آپ کی اور آپ کے والد وجد کی عمریں ۸۸ سال تھیں
۱۹۶	بیان ذباب	۱۸۵	ترجمہ یحییٰ ابن المبارک قاری راوی
۱۹۶	منصور خلیفہ اور مکھی کا قصہ	۱۸۵	یہ یحییٰ اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے
۱۹۶	بیان زنبور	۱۸۵	یہ یحییٰ و مامون کا قصہ
۱۹۶	بیان سُنائی	۱۸۶	فصل دوم
۱۹۸	بیان مسک	۱۸۶	حیوانات کے بیان میں
۱۹۸	عجیب چمچل چسپر کلمہ توحید لکھا ہوا تھا	۱۸۶	بیان اسد
۱۹۸	بیان رُخال	۱۸۶	کثرت اسماء کے بارے میں مصنف کی رائے
۱۹۸	بیان شاة	۱۸۸	بیان اہل اور اس کے عجیب خصائص
۱۹۸	بکرے سے متعلق الو حنیفہ کے تقویٰ کا قصہ	۱۸۹	بیان ابن دایہ
۱۹۹	ابو جعفر اور بکری کا عجیب قصہ	۱۸۹	بیان بعوفتہ
۱۹۹	بیان طاووس	۱۹۰	قبر پر اشعار لکھنے کے بارے میں زعفرانی کی وصیت
۱۹۹	بیان منقار	۱۹۰	بیان بقرة

۲۲۱	گندم کے دانے پہلے موٹے ہوتے تھے۔ انسان کے گناہوں سے وہ چھوٹے ہو گئے	۱۹۹	حفظہ علیہ السلام کی بددعا سے عنقاد پرندہ دنیا سے ختم ہوا
۲۲۱	بیان ہترہ	۲۰۰	نسان کے بارے میں نفیس بیان
۲۲۲	مستجاب دعا، عائشہ رضی اللہ عنہا	۲۰۰	حیوان ناطق تین قسم پر ہے
۲۲۲	بیان ضب	۲۰۳	بیان مجمل
	ضب کی دم کے عقدوں کی تعداد کے بارے میں	۲۰۳	اولاد حیوانات کے اسرار میں ادبی فائدہ
۲۲۳	اعرابی کا قصہ	۲۰۳	بیان عنکبوت
۲۲۳	شہادت ضب کے معجزے کی حدیث		گھر میں مکھڑی کے جالوں کی کثرت سے افلاس پیدا ہوتا ہے
۲۲۴	بیان فصیل	۲۰۳	عنکبوت کے احسانات
۲۲۵	بیان حوت	۲۰۳	بیان غراب
۲۲۵	بیان حیرہ	۲۰۴	کوئے سے متعلق اشعار
۲۲۵	کیا سانپ بیہ ہوتا ہے؟	۲۰۵	بیان فرس
۲۲۵	ہر آفت سے حفاظت کی مجرب دعا	۲۰۵	بیان فراشہ
۲۲۶	فصل سوم	۲۰۶	بیان قراؤ
۲۲۶	بلا و قبائل و اقوام وغیرہ کے بیان میں	۲۰۶	بیان قردہ
۲۲۶	بیان انصار رضی اللہ عنہم	۲۰۸	کیا مسوخ بندروں میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا؟
۲۲۶	اسلام انصار کی تفصیل		ڈارون کا نظریہ ارتقاء کہ انسان درہل بندر کی اولاد میں سے ہے
۲۲۸	بیان قبیلہ اوس	۲۰۸	ڈارون کا نظریہ مردود ہے
	سیل عرم کے خطرے کے بعد اوس و خزرج مدینہ میں آباد ہوئے	۲۰۸	افادہ علماء و طلبہ کی خاطر ڈارون کے نظریے کی تفصیل
۲۲۸	بیان جبل اُحد	۲۱۸	بیان نملہ
۲۲۹	کیا جبل اُحد میں ہارون علیہ السلام کی قبر موجود ہے؟	۲۱۹	نملہ سلیمان علیہ السلام کا قصہ
۲۲۹	قریہ ایلمہ کا بیان	۲۱۹	بیان ناقہ
۲۳۰	ایلمہ میں یہود مسوخ ہوئے تھے	۲۲۰	بیان نسر
۲۳۱	بیان بیت المقدس قبلہ اولیٰ	۲۲۱	سادات اشیاء سے متعلق حدیث
۲۳۱	فضائل بیت المقدس	۲۲۱	بیان نعام
۲۳۲	بیت المقدس کی طرف اسرار میں بیان حکمت		

۲۳۴	احادیث فضائل بیت المقدس	۲۳۴	بقول جاحظ البصرہ کے تین عجوبے
۲۳۴	بیت المقدس و کعبۃ اللہ کی تعمیر کے مابین ازروئے حدیث	۲۳۹	ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام عمر رضی اللہ عنہ کا اہم خط جس
۲۳۴	۴۰ سال کا فاصلہ تھا	۲۳۹	میں آداب قضا و سیاست عدل درج ہیں
۲۳۴	حدیث ہذا میں اشکال اور اس کے جوابات	۲۴۰	عمرؓ کے خط ہذا کے تاریخی مفصل حوالے
۲۳۵	بیان بغداد اور اس کے فضائل	۲۵۰	بیان بعلبک
۲۳۶	بیان بدر اور وجوہ تسمیہ	۲۵۰	بیان بحر روم
۲۳۶	غزوہ بدر میں صحابہؓ کی تعداد	۲۵۱	اسی بحر کے ذریعہ صحابہؓ نے غزوہ بحر کی ابتداء کی تھی
۲۳۶	اس موقع پر عرش صحابہ و قدرت باری تعالیٰ کے ایمان	۲۵۱	غزوہ بحر ہذا کی تفصیل
۲۳۶	افروز واقعات	۲۵۲	بحر خرسہ اور اُن کی وسعت کا بیان
۲۳۸	بدر میں اول شہید	۲۵۳	سمندر میں سب سے گہری جگہ
۲۳۸	بدر میں شریک فرشتوں کی تعداد	۲۵۳	جنو ہاشم کا بیان
۲۳۸	بدر میں ۱۲ شہداء کے نام	۲۵۳	ہاشم کی سخاوت اور مروت کا بیان
۲۳۹	بدر سے غیر حاضر ان چھ صحابہؓ کے نام جو حاضر شمار	۲۵۴	ہاشم اور اس کے تین بھائی سلاطین کے درباروں میں
۲۴۰	کئے گئے	۲۵۴	محرم تھے
۲۴۰	اول مصلوب کا ذکر	۲۵۴	نبی علیہ السلام کی برکت سے ہاشم میں ظہور ککلات
۲۴۰	مقام بدر میں آج تک پراسرار طبل و نفاres کی آواز	۲۵۵	نبی علیہ السلام کے اجداد کے ککلات آپ کی نبوت کی
۲۴۰	آنے کی تفصیل	۲۵۵	تہیداست ہیں
۲۴۱	بیان بابل	۲۵۵	ہاشم کی شرافت و علو مرتبہ پر اہل تاریخ کا اتفاق
۲۴۱	آدم علیہ السلام کا مسکن بابل تھا	۲۵۵	نبی علیہ السلام کی احادیث کے لئے تفسیر ہے
۲۴۲	نمرود بابل کا پہلا حاکم تھا	۲۵۵	حدیث فضل عائشہ کففضل الشریہ کی عجیب شرح
۲۴۲	ملوک بابل کے اسما و مدت حکومت کا تفصیلی اہم نقشہ	۲۵۶	ہاشم کی تقریر سے لطیف آٹھ استنباطات
۲۴۵	اہل بابل کا سر جس کے ذریعہ لعید ستاروں کو وہ دیکھ	۲۵۶	چاروں بھائیوں کا سلاطین سے قریش کے لئے تجارتی
۲۴۵	سکتے تھے	۲۵۶	سہولتیں حاصل کرنا
۲۴۵	بیان البصرہ	۲۵۶	عبد شمس و ہاشم کے توائمین ہونے کا عجیب قصہ
۲۴۵	بصرہ کی وجہ تسمیہ میں آٹھ اقوال ہیں	۲۵۸	امیرہ کے حسد اور ہاشم سے مقابلے کا قصہ
۲۴۶	اہل بصرہ و کوفہ میں مقابلہ تفاخر اور ایک کو دوسرے پر	۲۵۸	عبد المطلب و عرب بنی امیہ کے مغاخرے کا قصہ
	فضیلت دینے میں طرفین کے اقوال عجیبہ	۲۵۹	ایام حج میں قصی کی سبق آموز تقریر

۲۵۹	احوال بنو مسلمہ	۲۵۹	رجب مضر کی اضافت کی وجہ
۲۶۰	بیان قبیلہ ثقیف	۲۶۰	اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم اسلام میں منسوخ ہے
۲۶۱	ابو رغال کون تھا؟	۲۶۱	یا نہیں
۲۶۲	بیان حدیثیہ	۲۶۲	بیان صفا و مروہ پر دو بیت اساف و نائلہ
۲۶۳	صلح حدیثیہ کا مختصر ذکر	۲۶۳	نصب تھے
۲۶۳	بیان حجاز اور وجہ تسمیہ و بیان حدود حجاز	۲۶۳	اساف و نائلہ کا قصہ مسخ
۲۶۴	بیان حرم حرم کی حد بندی ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے	۲۶۴	بیان جبل طور
۲۶۵	حرم کے مجازی آسمانوں کا حصہ بھی محترم ہے	۲۶۵	یہ پہاڑ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہوتا
۲۶۵	حدود حرم کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے	۲۶۵	بیان بلدہ طائف
۲۶۵	بیان احوال دیوان حمار	۲۶۵	بیان طاعون
۲۶۶	اس کی تالیف کا سبب	۲۶۶	تفصیل طاعون میں نزول کے رسالہ
۲۶۶	حمار ابو تمام کے علاوہ دیگر حماروں کی تفصیل	۲۶۶	الطاعون کی تشخیص
۲۶۸	قبیلہ خزرج کا بیان	۲۶۶	طاعون کی حقیقت و اسباب
۲۶۸	مدینہ میں اسلام خزرج ہی کے واسطے سے پہنچا	۲۸۰	طاعون مدینہ و مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا
۲۶۸	اوس و خزرج میں اسلام کے بعد مسابقت کے چند	۲۸۰	طاعون کے روحانی اسباب
۲۶۹	احوال ایمانیہ	۲۸۱	طاعون میں مراہوش سید ہے
۲۶۹	قتل کعب کے بعد قتل ابورافع یہودی اسی مسابقت کا	۲۸۲	ذکر طاعون عمواس
۲۶۹	نتیجہ تھا	۲۸۳	بڑے طواعین کے احوال تاریخیہ
۲۷۰	بیان بلدہ داؤردان	۲۸۸	بیان عدنان جد عرب و جدہ حادی و عشرین بنتنا
۲۷۰	بیان قبیلہ روم	۲۸۸	صلی اللہ علیہ وسلم
۲۷۱	بیان ملک شام اور ذکر وجہ تسمیہ	۲۸۸	کل عرب یا عدنانی ہونگے یا قحطانی
۲۷۲	بیان شہر حرام	۲۸۸	کیا نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب عدنان سے اوپر
۲۷۲	اشہر حرم کی تعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کی بڑی	۲۸۸	معلوم ہے؟
۲۷۳	نعمت تھی	۲۸۹	ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب
۲۷۳	حرمت اشہر حرم کی تاریخ	۲۸۹	معد بن عدنان بخت نصیر کے معاصر تھے
۲۷۳	اشہر حرم کی ترتیب میں اختلاف ہے	۲۸۹	بختمصر کے ظلم سے اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان
۲۷۳	اشہر حرم کے تین متوالی اور جب کے مفصل ہونے کی حکمت پر لطیف بحث	۲۸۹	کو کیسے بچایا؟

۲۹۲	تفصیل عرب باندہ و باقیہ	۲۹۰	عدنان موسیٰ علیہ السلام کے معاصر تھے
۲۹۲	بلعم بن بائورا، قوم عالقہ میں سے تھا	۲۹۰	بیان عرفات اور وجہ تسمیہ
۲۹۲	قصہ بلعم	۲۹۰	بیان قوم عالقہ
۲۹۳	عالقہ کے بارے میں مزید تاریخی بحث	۲۹۱	عالقہ اولاد سام بن فوح ہیں
۲۹۳	عالقہ کی وجہ تسمیہ کی تحقیق		عالقہ عرب باندہ ہیں اور آب
	زمانہ قدیم میں عراق پر عالقہ کے حکمرانوں کے اسما	۲۹۱	موجود نہیں۔
۲۹۴	و مدت حکومت کا نقشہ	۲۹۱	فراعنہ مصر عالقہ تھے
۲۹۵	بیان عزری	۲۹۱	فراعنہ ابراہیم و یوسف و موسیٰ علیہم السلام کے اسما
۲۹۵	عزری بت کے تفصیلی احوال	۲۹۱	مدینہ میں یہود کی پہلی آمد کا قصہ